روح القدس في مناصحة النفس

تحقیق شده عربي متن

اصلاح نفس کا آئینہ حق

شیخ اکبر محی الدین محمد ابن العربی

Marfat.com

قمر العلوم
قمر سیالوی روڈ گجرات

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اسلامی، تاریخی، سیاسی، شعروادب، ناول افسانے، جنرل نالج اور دیگر مختلف موضوعات
بک کارنر شوروم
اقبال لائبریری روڈ
بک سٹریٹ جہلم
0544-614977

ومن یؤت الحکمة فقد اوتی خیرا کثیرا

Marfat.com

اصلاح نفس کا آئینۂ حق
روح القدس فی مناصحۃ النفس

تصنیف
شیخ اکبر محی الدین محمد ابن العربی
الحاتمی الطائی الاندلسی

تحقیق وتدوین ابرار احمد شاہی
تصحیح ونظر ثانی سلطان عبدالعزیز المنصوب
اردو ترجمہ ابرار احمد شاہی

ابن العربی فاؤنڈیشن
www.ibnularabifoundation.com

Marfat.com

© ۲۰۱۲ء | جملہ حقوق بحق مترجم محفوظ ہیں۔

نام کتاب: اصلاح نفس کا آئینۂ حق روح القدس فی مناصحۃ النفس

تصنیف: شیخ اکبر محی الدین محمد ابن العربی الحاتمی الطائی الاندلسی

عربی متن: ابرار احمد شاہی

تصحیح و نظر ثانی سلطان عبدالعزیز المنصوب

اردو ترجمہ: ابرار احمد شاہی

معاونت و پروف: ملک ہمیش گل، مبشر احمد جاوید

ایڈیشن: اول

نشرو اشاعت: ابن العربی فاونڈیشن

رابطہ: 0334-5463991, 0334-5463996

قیمت: پاکستان میں -/Rs 990، انٹر نیشنل -/US $ 45

www.ibnularabifoundation.com

ہول سیل ڈسٹری بیوٹر

اسلامک بُک کارپوریشن

فضل داد پلازہ۔ اقبال روڈ۔ کمیٹی چوک • راولپنڈی PH:051-5536111

Marfat.com

انتساب

تاجدارِ امامت، پاسدارِ خلافت، خلیفۂ اول، صدیق اکبر، صاحبِ مزار و یارِ غار، مشعل ہدایت، پروانۂ شمع رسالت، حامل مقامِ صدیقیت و قربت، افضلُ البشر بعد الانبیاء بالتحقیق، قاطع فتنہ منکرین اور حافظ ختم نبوت، مدونِ قرآن، عتیق جہیم، صدیق الکریم و خلیل سید المرسلین جو آواز رسالت پر اپنا سب مال و متاع لے آئے۔

جن کو خدا نے بھی رسول کی سی زینت بخشی یعنی جنہیں آپؐ کا نور آپؐ کی طینت بخشی، شبِ معراج تانیس رسول کے لیے آپ کی آواز میں طمانینت بخشی، اور وصال رسول کے وقت جن کو یہ قوتِ خطابت بخشی: ”جو کوئی محمدؐ کی پرستش کرتا تھا تو وہ جان لے کہ آپؐ وفات پا چکے اور جو حق وحدہ لاشریک کا عبادت گزار ہے تو اُس ہستی کو کبھی موت نہیں۔“

جن کے بارے میں رسولؐ کا کہنا ہے: ”ابو بکر مجھ سے ہے اور میں ابو بکر سے ہوں۔“ ”میری ساری امت کو ابو بکر کے مقابلے میں تولا گیا تو ابو بکر کا پلڑا بھاری رہا۔“ ”اے لوگوں مسجد میں کھلنے والے تمام دروازے بند کر دو لیکن ابو بکر کا دروازہ کُھلا رہے۔“ ”ابو بکر کے احسانات کا بدلہ اللہ جنت میں ادا کرے گا۔“

اللہ تعالٰی آپؓ کو اس اُمت سے بہترین جزا دے اور ہمیں آپؓ کے طریقے پر اللہ اور اس کے رسول کی سچی محبت عطا فرمائے۔

ابرار احمد شاہی

Marfat.com

فہرست مضامین

انتساب ۵

فہرست مضامین ۷

اظہارِ تشکر ۱۵

پیش لفظ ۱۷

مشکلات ۱۸

منہج تحقیق و ترجمہ ۲۰

رسالہ روح القدس ایک تعارف ۲۵

رسالہ روح القدس عربی مقدمہ ۳۱

مخطوطات روح القدس فی مناصحہ النفس ۳۷

مخطوط جامعہ استنبول 79 - A (رمز: ج)؛ ایک جائزہ ۳۹

نسخہ شہید علی-۱۳۴۱ (رمز: ش) ۴۳

نسخہ مکتبہ جامعہ ملک سعود-۵۵۸۱ (رمز: س) ۴۴

نسخہ ھودے-۵۱۷ (رمز: ھو) ۴۴

شرح رُوح القدس از محمود غراب ۴۵

اِصلاح نفس کا آئینہ حق ۶۳

پہلا حصہ: نصیحت کی اہمیت ۶۵

معاصرین کا حال ۷۱

اولیا اللہ کے اوصاف ۷۷

چند نام نہاد اہل طریقت سے ملاقات ۸۳

Marfat.com

اہل سماع اور وجد کا حال ۸۵
ہم عصروں پر تنقید کے اصول ۸۷
شیخ اکبر کا اپنے نفس کے ساتھ معاملہ ۹۳
دوسرا حصہ: نفس کے ساتھ مناظرہ ۱۰۵
صحابہ کرام میں سے دس گواہ ۱۰۵
حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ کی گواہی ۱۰۷
حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی گواہی ۱۰۹
حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کی گواہی ۱۰۹
حضرت ابو عبد اللہ ثوبان رضی اللہ عنہ کی گواہی ۱۱۱
حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کی گواہی ۱۱۳
حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کی گواہی ۱۱۵
حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کی گواہی ۱۲۱
حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ کی گواہی ۱۲۳
حضرت ابو درداء رضی اللہ عنہ کی گواہی ۱۳۵
حضرت عثمان بن مظعون رضی اللہ عنہ کی گواہی ۱۵۱
اسلوب ثانی یعنی واقعات اویس القرنی رضی اللہ عنہ ۱۶۷
حضرت اویس قرنی اور منصور الحلاج کے درمیان موازنہ ۱۷۱
کیا کافروں کی سی بارش چاہتے ہو؟! ۱۷۷
حجابات کے پیچھے اشارات بھرا ایک نکتہ ۱۸۵
مقامِ صدیق اکبر اور عبودیت محضہ ۱۸۷
جلال اور جمال؛ دو وزیروں کے درمیان قیام ۱۹۱
نفس کا سر تسلیم خم کرنا ۱۹۵
حضرت اویس قرنی رضی اللہ عنہ کے حالات ۱۹۷

Marfat.com

تیسرا حصہ: شیوخ الشیخ الاکبر محی الدین ابن العربی ۲۱۷
شیخ ابو جعفر العریبی رحمۃ اللہ علیہ ۲۱۷
شیخ یوسف الکومی رحمۃ اللہ علیہ ۲۲۵
شیخ صالح العدوی رحمۃ اللہ علیہ ۲۳۳
شیخ ابو عبد اللہ الشرفی رحمۃ اللہ علیہ ۲۳۷
شیخ ابو یحییٰ الصنہاجی رحمۃ اللہ علیہ ۲۳۹
شیخ ابو الحجاج یوسف الشبربلی رحمۃ اللہ علیہ ۲۴۱
شیخ ابو عبد اللہ محمد بن قسوم رحمۃ اللہ علیہ ۲۴۷
شیخ ابو عمران موسیٰ بن عمران المیرتلی رحمۃ اللہ علیہ ۲۵۳
شیخ ابو عبد اللہ محمد الخیاط اور شیخ ابو العباس احمد الحرار رحمۃ اللہ علیہما ۲۵۹
شیخ ابو عبد اللہ بن جمہور رحمۃ اللہ علیہ ۲۶۷
شیخ ابو علی حسن الشکاز رحمۃ اللہ علیہ ۲۷۱
شیخ ابو محمد عبد اللہ بن محمد ابن العربی رحمۃ اللہ علیہ ۲۷۵
شیخ عبد اللہ بن الاستاذ المورروری رحمۃ اللہ علیہ ۲۷۷
شیخ ابو محمد عبد اللہ الباغی الشکاز رحمۃ اللہ علیہ ۲۹۵
شیخ ابو محمد عبد اللہ القطان رحمۃ اللہ علیہ ۲۹۹
شیخ عبد اللہ بن جعدون الحناوی رحمۃ اللہ علیہ ۳۰۳
شیخ ابو عبد اللہ محمد بن اشرف الرندی رحمۃ اللہ علیہ ۳۰۷
شیخ ابو عمران موسیٰ السدراتی رحمۃ اللہ علیہ ۳۱۵
شیخ ابو محمد مخلوف القبائلی رحمۃ اللہ علیہ ۳۱۹
شیخ صالح الخراز رحمۃ اللہ علیہ ۳۲۱
شیخ عبد اللہ الخیاط او القراق رحمۃ اللہ علیہ ۳۲۵
شیخ ابو العباس احمد بن ہمام رحمۃ اللہ علیہ ۳۲۷

Marfat.com

شیخ ابو احمد السلاوی رحمۃ اللہ علیہ ۳۲۷
شیخ ابو اسحاق ابراہیم بن احمد بن طریف رحمۃ اللہ علیہ ۳۲۹
شیخ ابو محمد عبد اللہ بن ابراہیم المالقی رحمۃ اللہ علیہ ۳۳۱
شیخ ابو یحیٰ بن ابی بکر الصنہاجی رحمۃ اللہ علیہ ۳۳۵
شیخ ابو العباس ابن تاجہ رحمۃ اللہ علیہ ۳۳۵
شیخ ابو عبد اللہ بن بسطام الباغی رحمۃ اللہ علیہ ۳۳۷
شیخ یوسف بن تعزا رحمۃ اللہ علیہ ۳۳۷
شیخ ابو الحسن القنونی رحمۃ اللہ علیہ ۳۳۷
شیخ "اللّٰہم صلی علی محمد" رحمۃ اللہ علیہ ۳۳۷
شیخ ابو اسحاق القرطبی رحمۃ اللہ علیہ ۳۳۷
شیخ ابو عبد اللہ المہدوی رحمۃ اللہ علیہ ۳۳۷
شیخ علی بن موسیٰ بن نقرات رحمۃ اللہ علیہ ۳۳۹
شیخ ابو الحسن یحیٰ بن الصائغ رحمۃ اللہ علیہ ۳۳۹
شیخ ابن العاص ابو عبد اللہ الباجی رحمۃ اللہ علیہ ۳۳۹
شیخ ابو عبد اللہ بن زین الیابری رحمۃ اللہ علیہ ۳۳۹
شیخ ابو عبد اللہ القزاز رحمۃ اللہ علیہ ۳۴۱
شیخ ابو زکریا یحیٰ بن حسن الحسنی رحمۃ اللہ علیہ ۳۴۱
شیخ عبد السلام الأسود رحمۃ اللہ علیہ ۳۴۳
شیخ ابو عبد اللہ القسطیلی رحمۃ اللہ علیہ ۳۴۳
شیخ ابو العباس احمد بن منذر رحمۃ اللہ علیہ ۳۴۳
شیخ موسیٰ رحمۃ اللہ علیہ ۳۴۵
شیخ ابو العباس الخراز رحمۃ اللہ علیہ ۳۴۵
شیخ الحاج ابو محمد عبد اللہ البرجانی رحمۃ اللہ علیہ ۳۴۵

Marfat.com

شیخ ابو عبد اللہ محمد النابلی رحمۃ اللہ علیہ ۳۴۷
شیخ ابو عبد اللہ بن المرابط رحمۃ اللہ علیہ ۳۴۷
شیخ میمون التونسی ابو وکیل رحمۃ اللہ علیہ ۳۴۷
شیخ ابو محمد عبد اللہ بن خمیس الکنانی رحمۃ اللہ علیہ ۳۴۷
سات ابدال رحمۃ اللہ علیہم ۳۴۹
شیخہ شمس ام الفقرا رضی اللہ عنہا ۳۴۹
شیخہ نونہ فاطمۃ بنت ابن المثنی رضی اللہ عنہا ۳۴۹
چوتھا حصہ: حقائق اور اِنعامات ۳۵۵
مسئلہ: انسان کی تخلیق اور دونوں ہاتھوں کا اثر ۳۵۵
انسان کا سجدہ شیطان کو رُلاتا ہے ۳۵۵
انسان زمین میں خلیفہ ہے ۳۶۳
شرف انسان آزمائش میں ہے ۳۶۵
لوگ جیب سے خرچ کرتے ہیں جبکہ فقرا غیب سے خرچ کرتے ہیں ۳۶۹
فقیر اور عارف رزق کی فکر نہیں کرتا ۳۷۱
اس ذات کی عطا کردہ عظیم نعمتوں پر ایک نظر ۳۸۵
لامتناہی نعمتوں میں سے پہلی نعمت: تیری تخلیق ۳۸۵
صوفیا اور فقہا کی عبادت میں فرق ۳۹۳
دوسری نعمت: غذاخوری و نشوونمائیت ۳۹۷
تیسری نعمت: حِس و حَرکت ۴۰۱
جمادات، نباتات اور حیوانات میں شیخ اکبر کے شیوخ ۴۰۳
چوتھی نعمت: قوت گویائی ۴۰۷
ہر نوع کی عبادت اور اس کی حقیقت ۴۰۷

Marfat.com

عمومی جامعیتِ کبریائی کی رمز ۴۰۹
خوش بختوں سے مخصوص نعمتیں ۴۱۷
نعمتِ توحید ۴۱۷
رسولوں پر ایمان لانے کی نعمت ۴۱۹
حضور اکرم ﷺ کا امتی ہونے کی نعمت ۴۲۳
تمام انبیا علیہم السلام پر ایمان کی نعمت ۴۲۳
دیوانِ سنت میں شمار: تیر اعالم، مطیع، عارف اور وارث ہونا ۴۲۵
ان نعمتوں پر واجب شکر ۴۲۵
پانچواں حصہ: وصیت ۴۲۹
حروف کے رموز ۴۴۹
حروف کے مراتب کے درمیان کا فرق: ۴۴۹
حرف "ا" ۴۴۹
حرف "ء" ۴۵۱
حرف "ہ" ۴۵۱
حرف "ع" ۴۵۱
حرف "ح" ۴۵۱
حرف "غ" ۴۵۱
حرف "خ" ۴۵۳
حرف "ق" ۴۵۳
حرف "ک" ۴۵۳
حرف "ض" ۴۵۵
حرف "ج" ۴۵۵

Marfat.com

حرف "ش" ۴۵۵

حرف "ل" ۴۵۵

حرف "ر" ۴۵۷

حرف "ن" ۴۵۷

حرف "ط" ۴۵۷

حرف "د" ۴۵۷

حرف "ت" ۴۵۹

حرف "ص" ۴۵۹

حرف "ز" ۴۵۹

حرف "س" ۴۵۹

حرف "ظ" ۴۶۱

حرف "ذ" ۴۶۱

حرف "ث" ۴۶۱

حرف "ف" ۴۶۱

حرف "ب" ۴۶۳

حرف "م" ۴۶۳

حرف "و" ۴۶۳

حرف "لام الف" ۴۶۳

حرف تعریف "ال" ۴۶۵

جمع الف لام اور لام الف ۴۶۵

بناء اور اعراب کی حرکات ۴۶۵

چیز کی چیز ۴۶۵

اردو حواشی ۴۸۹

اظہار تشکر

الحمد للہ کہ آج ہم شیخ اکبر کی نئی کتاب «روح القدس في مناصحة النفس» ”اصلاح نفس کا آئینہ حق“ تحقیق شدہ عربی متن اور سلیس اردو ترجمے کے ساتھ شائع کرنے کی سعادت حاصل کر رہے ہیں۔ ہم اُس پاک ذات کے مشکور ہیں جس نے ہمیں اس عمل صالح کی توفیق دی اور ایسے وسائل مہیا کیے جن کی مدد سے ہم اس منزل کو احسن طریقے سے حاصل کرنے میں کامیاب ہوئے۔ میں اس سلسلے میں ان لوگوں کا خصوصی شکریہ ادا کرنا چاہوں گا جن کی حمایت اور تعاون کے بغیر اس منصوبے کا پایہ تکمیل تک پہنچنا ممکن نظر نہ آتا تھا۔

سب سے پہلے میں ابن عربی سوسائٹی اُوکسفورڈ کا شکریہ ادا کرنا چاہوں گا جنھوں نے ہمیں اس کتاب کی بنیاد بننے والے عربی متن کے قدیمی مخطوطات کی فراہمی یقینی بنائی۔ اس سلسلے میں خاص طور پر محترمہ جین کلارک کا شکر گزار ہوں کہ آپ نے ہماری طلب پر لبیک کہا، ابن العربی فاونڈیشن کو اس کتاب پر کام کرنے کا اہل مانا اور مخطوطات ارسال کیے۔

پھر میں تحقیق کتب ابن العربی کے ماہر، مشہور اسکالر اور محقق، سلطان عبد العزیز المنصوب کا خصوصی شکریہ ادا کرنا چاہتا ہوں جنھوں نے اس کتاب کی عربی عبارت پر کی گئی ہماری تحقیق پر مکمل نظر ثانی اور تصحیح کا فریضہ سر انجام دیا۔ آپ کو یہ اعزاز بھی حاصل ہے کہ آپ اس سے پہلے فتوحات مکیہ کی مکمل عربی عبارت کا ایک نہایت ہی اعلی اور تحقیق شدہ عربی ایڈیشن یمن سے شائع کر چکے ہیں۔ ہم ابن العربی فاونڈیشن میں آپ کو خوش آمدید کہتے ہیں اور اس کتاب کے شائع ہونے پر آپ کو مبارک باد پیش کرتے ہیں۔

اسی طرح سلاست زبان، محاورات کے استعمال اور پروف پر بے انتہا اور بے لوث کام کرنے کی وجہ سے ہم ملک ہمیش گل صاحب کے نہایت مشکور ہیں۔ یہ آپ ہی کی کوشش اور محنت ہے کہ قارئین اس ترجمے کو نہایت آسانی سے پڑھ اور سمجھ لیتے ہیں۔ اسی طرح ہم جناب

Marfat.com

کمانڈر (ر) مبشر احمد جاوید صاحب اور ان کے اہل خانہ کے بھی شکر گزار ہیں کہ اشاعت سے پہلے انہوں نے کتاب کی دوبارہ پروف ریڈنگ کرنے کی سعادت حاصل کی۔

اللہ ان تمام لوگوں اور جس کسی نے بھی کسی بھی طرح کا تعاون کیا، ان سب کو اس عمل کی بہترین جزا دے اور ہماری اس کوشش کو اپنی بارگاہ میں شرف قبولیت بخشے آمین! یارب العالمین۔

ابرار احمد شاہی

Marfat.com

پیش لفظ

الحمد لله الذي لا إله إلا هو، وصلاة وسلام على سيدنا محمد وعلى آله وسلم تسليما. اس کے بعد عرض ہے: آج وہ مبارک دن ہے کہ ہم بالآخر ایک سال سے زائد کی تھکا دینے والی محنت کے بعد آپ حضرات کی خدمت میں شیخ اکبر محی الدین ابن العربی کی کتاب «روح القدس في مناصحة النفس» **"اصلاح نفس کا آئینہ حق"** تحقیق شدہ عربی متن اور سلیس اردو ترجمے کے ساتھ شائع کرنے کی سعادت حاصل کر رہے ہیں۔ اس کتاب کو منظر عام پر لانے کا مقصد وہی پرانا ہے؛ کہ شیخ اکبر کی کتابوں کو تدقیق کی چکی میں پیس کر، تحقیق کی چھانی سے چھان کر نہایت ہی سلیس اردو ترجمے کے ساتھ بالخصوص عاشقانِ شیخ اکبر اور بالعموم ان لوگوں کے سامنے پیش کیا جائے جو اس ابدی ولافانی ہدایت الٰہی سے دنیا اور آخرت میں اپنی ظاہری اور باطنی اصلاح کے طلبگار ہیں۔

اس کتاب کے سلسلے میں ہم دوبارہ وہی بات دہرانا چاہیں گے جو ہم اب تک اپنی تمام شائع شدہ کتابوں میں لکھتے آئے ہیں کہ آپ کے ہاتھوں میں موجود یہ ایڈیشن اس وقت روئے زمین پر اس کتاب کا سب سے زیادہ مستند اور مصدقہ ایڈیشن ہے۔ اپنے اس دعوے کے ثبوت کے لیے ہم مندرجہ ذیل گزارشات آپ حضرات کے پیش نظر کرتے ہیں:

اس سے پہلے یہ کتاب عرب دنیا میں متعدد بار شائع ہو چکی ہے جس کا سب سے قدیمی ایڈیشن سن ۱۲۷۱ھ بمطابق ۱۸۶۵ء میں قاہرہ کے مطبعة الحجر الفائقة اللطيفة سے شائع ہوا۔ اس کے بعد سپین سے معروف ہسپانوی محقق آسن پلاسیوس نے سن ۱۹۳۹ میں اس کتاب کے تیسرے حصے کا عربی متن شائع کیا۔ اس کے بعد یہ کتاب عرب دنیا میں متعدد بار شائع ہوئی۔ دمشق کے مطبعة العلم نے عزت حصریہ کی تحقیق سے اسے سن ۱۹۷۰ء میں شائع کیا۔ سن ۱۹۸۹ء میں بدوی طٰہٰ علام اور محمد عبد الرحمن حسن کی تحقیق سے عالم الفکر نے قاہرہ اسے شائع

Marfat.com

کیا۔ سن ۲۰۰۰ میں دار المحجة البيضاء نے مجموعہ رسائل ابن العربی میں اسے شائع کیا۔ سن ۲۰۰۴ء میں علی بن احمد ساسی نے دار العربية للكتاب تیونس سے اسے شائع کیا اور سن ۲۰۰۵ء میں محمود بیجو نے اپنی تحقیق و تعلیق سے اسی کتاب کو دار بیروتی دمشق سے دوبارہ شائع کیا۔ محمود محمود الغراب نے جب ۱۹۸۴ء میں اس کتاب کو شائع کرنا چاہا تو اس پر شیخ اکبر کے کلام خاص طور پر فتوحات سے حوالہ جات کو اکٹھا کیا اور اسے شرح روح القدس کا نام دیا۔ انگریزی زبان میں اس کے صرف تیسرے حصے کا ترجمہ آر۔ ڈبلیو۔ جے۔ آسٹن نے ۱۹۷۱ء میں لندن اور بیر کلے سے شائع کیا۔

ڈاکٹر حامد طاہر اپنے مقالے «النبوة والولاية عند محي الدين ابن العربي: تحقيق ودراسة لنص لم يسبق نشره» میں لکھتے ہیں: ابن العربی کی کتابوں کے مستند اور تحقیق شدہ عربی ایڈیشن خال خال ہی دیکھنے کو ملتے ہیں۔ یہ اس دور کی بات ہے جب آپ خود اس کتاب پر تحقیق کر رہے تھے، کہتے ہیں:۔ شیخ اکبر کی زیادہ تر کتابیں جو بازار میں بکتی نظر آتی ہیں وہ یا تو ناقص اور نامکمل ہیں یا پھر ان میں تحریف ہے۔ روح القدس اس کی سب سے اعلی مثال ہے؛ یہ کتاب دو مرتبہ نامکمل شائع ہو چکی ہے، اور اس دوسری اشاعت میں تو اسے ابن العربی کی دو کتابیں کر کے شائع کیا گیا ہے ایک "روح القدس" اور دوسری "المبادی والغایات" جبکہ ثانی الذکر ابھی تک مخطوط کی شکل میں ہے بلکہ آج تو یہ بھی مفقود ہے۔ ان تینوں دفعہ ناشرین نے اس کتاب کے کسی ایسے نسخے پر بھروسا کرنا مناسب نہیں سمجھا جو خود قابل بھروسا ہو۔ ان کی اپنی اشاعتیں تحریف اور اغلاط سے بھرپور ہیں۔

مشکلات

یہ تو ہے اس کتاب کا سفر جسے ابھی اور کامل ہونا تھا اور اُن خارجی نقائص سے پاک ہو کر ویسے ہی شائع ہونا تھا جیسا کہ اس کے مصنف کی مراد اور منشا تھی۔ ابن العربی فاونڈیشن میں اس کتاب یعنی "روح القدس" کی اہمیت تو بہت جلد ہی تسلیم کر لی گئی تھی لیکن اس کو مکمل تحقیق اور تدقیق سے چھاپنے میں چند مشکلات ہمارے آڑے آ رہی تھیں۔

Marfat.com

۱. سب سے پہلی مشکل تو یہ تھی کہ اب تک - میرے علم کی حد تک - اس کتاب کا مخطوط یونیورسٹی A 79 سے تحقیق شدہ کوئی متن ہمارے سامنے نہیں تھا اور اگر ہمیں اس کتاب پر کام کرنا تھا تو پھر ہمیں اسی مخطوط کی تلاش کرنی تھی۔ اس مخطوط کی خوبیاں آپ کتاب کے آخر میں مخطوطات کے عنوان تلے دیکھ سکتے ہیں۔ مخطوط کی فراہمی ایک مشکل مرحلہ تھا لیکن اللہ کا لاکھ لاکھ شکر ہے کہ ابن عربی سوسائٹی کے تعاون سے یہ مرحلہ بخوبی طے ہوا۔ انہوں نے نہ صرف یہ مخطوط بلکہ تین اور قدیمی مخطوط فراہم کر کے ہمارے لیے اس تحقیق کی راہ کو ہموار کیا۔

۲. آج تک ہم جو کتابیں بھی چھاپتے آئے ہیں ان میں یا تو عربی متن مکمل طور پر کسی دوسرے محقق کی تحقیق ہوتی تھی اور ہم صرف نظر ثانی کی حد تک اس پر کام کرتے تھے، یعنی ہماری ناتجربہ کاری اس راہ میں حائل نہیں ہوتی تھی۔ ابن العربی فاونڈیشن میں اس متن کو تحقیق کرنے کا مطلب یہ تھا کہ اب ہمیں ان تمام مراحل کو بغیر کسی ظاہری سہارے کے خود مکمل کرنا تھا جو کہ ناممکن نہ سہی ایک دشوار عمل ضرور تھا۔ ہمیں پریشانی یہ لاحق تھی کہ اس تحقیق شدہ عربی متن پر نظر ثانی کرنے کے لیے کوئی ایسا اسکالر ضرور ہونا چاہیے جو نہ صرف عربی زبان پر گہری نظر رکھتا ہو بلکہ علومِ شیخ اکبر سے بھی پوری طرح سے واقف ہو اور جس کی نظر ثانی کے بعد اس تحقیق کے معیار میں مزید اضافہ ہو جائے۔

۳. اردو ترجمے کے معیار کے حوالے سے ہمیں بارہا اس اعتراض کا سامنا کرنا پڑ رہا تھا کہ آپ کا اردو ترجمہ اردو روز مرہ سے بہت دور ہے، یعنی احباب کا تقاضا تھا کہ ترجمے میں ادبی رنگ کا نظر آنا ضروری ہے۔ بیشک یہ لوگ حق بجانب تھے اور ان کی یہ دلیل کہ شیخ اکبر کی عربی جب عربی ادب میں اپنا مقام رکھتی ہے تو یہ جھلک اردو ترجمے میں بھی نظر آنی چاہیے۔ اردو میں اگرچہ وہ معیار لانا تو نہایت مشکل ہے لیکن کم از کم اردو کو روز مرہ اور محاورے سے ہم آہنگ کیا جائے تاکہ ترجمہ سماعتوں کو بھی بھلا لگے۔ یہ کوئی آسان کام نہ تھا کیونکہ ہمیں ہمیشہ ادبی رنگ سے زیادہ ترجمے کے سلیس اور عام فہم ہونے کی فکر رہا کرتی ہے۔ اب مسئلہ یہ تھا کہ ترجمے کو سلیس رکھتے ہوئے اردو روز مرہ اور محاورے میں

Marfat.com

ڈھالا جائے۔

۴۔ کتاب کی اچھی طباعت کے مسائل تو ہمیشہ ہی رہتے ہیں۔

منہج تحقیق و ترجمہ

ان سب مسائل اور مشکلات کے ہوتے ہوئے ہم نے اللہ کا نام لے کر کتاب پر کام شروع کیا۔ ہماری کچھ مشکل اس وقت آسان ہو گئی جب ہمارا سامنا نسخۂ اصلی یعنی مخطوط جامعہ استنبول سے ہوا۔ یہ اس رسالے کا ایک بہترین نسخہ ہے جس میں ہر لفظ واضح اور جلی انداز میں لکھا گیا ہے، اس وجہ سے ہمیں الفاظ کا صحیح تلفظ متعین کرنے میں زیادہ دقت کا سامنا نہیں کرنا پڑا، اگرچہ کہ اس نسخہ میں کچھ لفظ بغیر نقطوں کے بھی ہیں لیکن دیگر نسخوں کے تقابل سے یہ اشکالات بھی زائل ہوتے رہے، یوں اللہ کے فضل سے ہم کتاب کی بنیاد بننے والا عربی متن ترتیب دینے میں کامیاب ہو گئے اور یہ متن کافی حد تک درست متن تھا۔ اب دوسرے مرحلے میں اس عربی متن کا دیگر تین یا چار نسخوں سے موازنہ کیا جانا تھا۔ ایک ایک لفظ کو چاروں نسخوں میں دیکھا گیا، کمی یا زیادتی کو حاشیے میں لکھا گیا اور اشکالات اور ابہامات کا ازالہ کیا گیا۔ یہ سارا عمل نہایت ہی صبر آزما اور تکلیف دہ تھا۔ لیکن اُس پاک ذات کی توفیق اور غیبی امداد سے ہم یہ مرحلہ بھی احسن طریقے سے ادا کرنے میں کامیاب ہوئے۔

ابھی ہم انہی مراحل میں مگن تھے کہ ایک روز انٹرنٹ سے معلوم ہوا کہ یمن میں کسی صاحب نے نسخہ قونیہ کو بنیاد بنا کر فتوحات مکیہ کا مکمل تحقیق شدہ عربی متن شائع کر دیا ہے۔ شیخ ابن العربی کے چاہنے والوں کے لیے یہ خبر کسی دھماکے سے کم نہ تھی کیونکہ فتوحات مکیہ ہی وہ کتاب ہے جس میں شیخ اکبر نے اس راہ کی ایک ایک خاطر کو اِختصار اور اِجمال کے ساتھ نہایت ہی جامع انداز میں قلم بند کیا ہے۔ اس کتاب کا تحقیق شدہ متن چھپ جانا علوم شیخ اکبر پر ایک سنگ میل عبور کر لینے کے مترادف تھا۔ جب یہ خبر ہم تک پہنچی تو ہم نے اس نئے نسخے کے حصول کے لیے ہر ممکن تگ و دو شروع کر دی۔ اللہ کے کرنے سے ہمارا رابطہ کتاب کے محقق سلطان عبد العزیز المنصوب سے ہو گیا۔ ہم نے انہیں اس کتاب کی اشاعت پر مبارکباد پیش کی اور ابن العربی فاونڈیشن کی اعزازی ممبر شپ دی۔ آپ نے نہ صرف کھلے دل سے اس اعزاز کو قبول کیا بلکہ ابن

Marfat.com

العربی فاونڈیشن کی جانب سے شیخ اکبر پر کیے جانے والے کام پر مسرت کا اظہار کیا، خاص طور پر آن لائن مخطوطات کی فراہمی کے سلسلے میں ہماری خدمات کو سراہا۔ آپ کے یمنی الاصل ہونے اور کرم نوازی کا یہ ثبوت ہے کہ آپ نے فتوحات مکیہ کا ایک نسخہ ابن العربی فاونڈیشن کو ہدیتا ارسال کیا اور ساتھ ساتھ اس تمنا کا اظہار بھی کیا کہ ہم فتوحات مکیہ کے اردو ترجمے کا خیال بھی ذہن میں لائیں۔

اس کے بعد ہمارا آپ سے بات چیت کا یہ سلسلہ چل نکلا، انہی دنوں ہم روح القدس پر کام کر رہے تھے، ایک دن ہم نے اچانک ہی آپ سے پوچھ لیا کہ اگر آپ ہمارے اس تحقیق پر نظر ثانی کر لیں تو آپ کا یہ عمل اس کتاب کی تصحیح میں ایک اہم سنگ میل ثابت ہو سکتا ہے۔ آپ نے نہ صرف ہماری فرمائش کا احترام کیا بلکہ بغیر کسی دنیاوی لالچ کو پیش نظر رکھتے ہوئے ہمیں اس کام کے لیے اپنی مکمل حمایت کی یقین دہانی کروائی۔ بس پھر کیا تھا فوراً ہی مکمل مخطوطات اور متن آپ کو ارسال کر دیا گیا جسے آپ نے اپنی ٹیم کے ساتھ ایک ماہ سے بھی کم عرصے میں نظر ثانی اور تصحیح کے بعد ہمیں ارسال کر دیا۔ اب ہم پورے وثوق سے یہ کہہ سکتے ہیں کہ روئے زمین پر شائع حالت میں اس کتاب کا اس سے بہتر متن میسر نہیں۔ ہمارے لیے یہ ایک اعزاز کی بات ہے کہ کرہ ارض پر روح القدس کا سب سے پہلا مکمل تحقیق شدہ عربی متن ابن العربی فاونڈیشن سے ہی شائع ہو رہا ہے۔ اس سلسلے میں ہم اپنے تمام قارئین کو بھی مبارک باد پیش کرتے ہیں۔

اب ذرا اردو ترجمے کی بات ہو جائے۔ اس کتاب کے اردو ترجمہ کا پہلا مسودہ سن ۲۰۰۸ء میں مکمل ہو چکا تھا لیکن ہماری یہ عادت ہے کہ شائع ہونے سے قبل کتاب کے مکمل متن کو ایک دفعہ پھر اصل عربی سے ملا کر چیک کیا جاتا ہے، اغلاط کو کم سے کم کیا جاتا ہے اور ترجمے کو مزید سلیس کیا جاتا ہے۔ چونکہ یہ ترجمہ پرانے متن سے کیا گیا تھا لہذا اس کو نئے متن سے ہم آہنگ کرنے کے لیے مکمل نظر ثانی کی گئی۔ اس کتاب کے ترجمے میں یہ خصوصیت رکھی گئی ہے کہ شیخ اکبر نے عبارت میں جس قسم کا اسلوب اپنایا ہے ترجمے میں بھی وہ طرز اپنانے کی کوشش کی گئی ہے، مثلاً نص میں جہاں آپ نے مسجع و مقفیٰ رنگ دیا ہے ترجمے میں بھی وہ رنگ دکھانے کی

Marfat.com

کوشش کی گئی ہے۔ جہاں آپ حقائق کی بات کرتے ہوئے واضح کلام کرتے ہیں وہاں ترجمے میں بھی وضاحت کو اولین ترجیح دی گئی ہے۔ واقعات شیوخ میں جہاں آپ نے عربی روز مرہ اور محاورے کا استعمال کیا ہے ترجمے میں اردو روز مرہ اور محاورہ استعمال کیا گیا ہے۔ غرض اپنی طرف سے پوری کوشش کی گئی ہے کہ ترجمہ بھی اسلوب شیخ سے ہٹنے نہ پائے۔

پھر اس ترجمے کی ایک اور خصوصیت کا ذکر کرنا چاہوں گا کہ ترجمے میں موجود ہر لفظ اردو زبان کی معیاری لغت کی کتابوں سے تصدیق شدہ ہے۔ آپ کو اس ترجمے میں استعمال شدہ ٪۹۹.۹ فیصد الفاظ کے مطلب معیاری لغت کی کتابوں میں مل جائیں گے۔ اس کا سب سے زیادہ فائدہ تو عام قارئین کو ہی ہے۔ پہلے شیخ اکبر کے تراجم پر یہ اعتراض ہوتا تھا کہ ان میں موجود اردو الفاظ لغت کی کتابوں میں بھی نہیں ملتے تو عبارت کا مطلب کہاں سمجھ آئے گا لیکن ہماری اس کتاب میں ہر لفظ کو مستند کتب لغت سے تصدیق کے بعد شامل کیا گیا ہے۔

ہم نے اس عبارت کو اشاعت کے بنیادی اصولوں سے مزین کر کے شائع کیا ہے جو کہ مندرجہ ذیل ہیں:

۱. عربی عبارت میں موجود تمام قرآنی آیات کی تخریج کی گئی ہے۔
۲. کتاب میں موجود احادیث نبویہؐ کی کتب احادیث سے تخریج کی گئی ہے۔
۳. کتاب کی عربی اور اردو دو فہرستیں مرتب کی گئی ہیں تاکہ وہ حضرات جو اردو نہیں جانتے اور عربی متن تک رسائی حاصل کرنا چاہتے ہیں ان کے لیے آسانی ہو۔
۴. اردو زبان میں مشکل مقامات پر شیخ اکبر کے دیگر کلام سے سیر حاصل حواشی درج کیے گئے ہیں جن سے بات سمجھانے کی کوشش کی گئی ہے۔ ان حواشی کو لکھنے میں صرف وہی عبارات اخذ کی گئی ہیں جن کو اصل عبارت کی شرح محسوس کیا گیا ہے، عبارتی تسلسل کو زیادہ اہمیت نہیں دی گئی مگر یہ کوشش کی گئی ہے کہ یہ عبارت بھی اپنے اصل سیاق وسباق سے نہ ہٹنے پائے۔
۵. کتاب کا ترجمہ نہایت سلیس رکھا گیا ہے اور ہر مشکل عربی لفظ کے مقابل اردو لفظ لانے کی کوشش کی گئی ہے الآیہ کہ وہ شیخ اکبر کی اصطلاح ہو۔ اردو ترجمے میں مفاہیم کی روانی اور سلاست پر توجہ دی گئی ہے لیکن بعض ناگزیر وجوہات کی بنا پر مکمل ترجمہ کماحقہ کرنا

ناممکن ہے۔ عربی متن ساتھ پیش کرنے کا بنیادی مقصد بھی یہی ہے کہ کلام سے دلیل پکڑنے کی غرض سے اصل عربی سے رجوع کیا جائے اور ترجمے کو صرف فہم کا ایک ذریعہ سمجھا جائے، بلکہ جو حضرات عربی پڑھنے اور سمجھنے کی صلاحیت رکھتے ہوں انہیں عربی متن ہی پڑھنا چاہیے۔

۶. علوم شیخ اکبر کے ترجمے کا درست حق ادا کرنا تو کسی کے بس کی بات نہیں۔ ہم نے اپنی سی کوشش کی ہے کہ شیخ اکبر کی عمومی فہم کے مطابق ہی سلیس اور آسان ترجمہ کیا جائے لیکن اگر کسی مقام پر ہم عربی متن اور ترجمے کو شیخ اکبر محی الدین ابن العربی رحمۃ اللہ علیہ کی مراد کے مطابق پیش نہیں کر سکے تو ہم ان سے معافی کے خواستگار ہیں۔

۷. کتاب کو بڑے سائز پر بہترین صورت میں شائع کیا جا رہا ہے۔ اشاعت کتاب کے سلسلے میں بین الاقوامی معیار کو سامنے رکھا گیا ہے۔

ہم نے اپنی کتاب ۱۰۱ احادیث قدسی میں یہ مبارک عزم کیا تھا کہ جدید ترین مناہج کو بروئے کار لا کر ابن العربی فاؤنڈیشن سے چھپنے والی ہر نئی کتاب کو تحقیق شدہ عربی متن اور اردو ترجمے کے ساتھ شائع کیا جائے گا اور ترقی کے اس سفر کو اگلی تمام اشاعتوں میں جاری رکھا جائے گا۔ آج ہمیں نہایت خوشی ہو رہی ہے کہ اس پاک ذات نے ہمیں اپنے عزم پر عمل پیرا ہونے کی توفیق دی، بیشک محض اس کی توفیق اور عطا اور اپنے مرشد کی نظر کرم سے ہی ہم اس منزل کو پانے میں کامیاب ہوئے۔ اللہ سے دعا ہے کہ ہمیں ہماری نیتیں ٹھیک رکھنے کی توفیق عطا فرمائے اور ہمارے دلوں کو ٹیڑھا ہونے سے بچائے: ﴿رَبَّنَا لَا تُزِغْ قُلُوبَنَا بَعْدَ إِذْ هَدَيْتَنَا وَهَبْ لَنَا مِنْ لَدُنْكَ رَحْمَةً إِنَّكَ أَنْتَ الْوَهَّابُ﴾ (آل عمران: ۸) یا اللہ تو جانتا ہے کہ ہمارے اس عمل میں بنیادی مقصد تیری رضا کا حصول اور لوگوں تک حق بات کا پہنچا دینا ہے اس لیے ہمارے اس حقیر سے عمل کو اپنی بارگاہ میں شرف قبولیت بخش اور ہمیں آئندہ بھی ان اعمال صالحہ کی توفیق دے جو ہمارے لیے تیری طرف سے اس عمل کی قبولیت کی ایک نشانی ہوں۔

ابرار احمد شاہی

نومبر ۲۰۱۲ء

Marfat.com

رسالہ روح القدس ایک تعارف

ہم نے سن ۲۰۰۸ء میں اس کتاب کا ابتدائی ترجمہ کیا تھا اس کے بعد سے ہم مختلف دوسری کتب پر کام کرتے رہے اور اب ہمارا ارادہ رسائل ابن العربی کی دوسری جلد شائع کرنے کا تھا اور ان رسائل کے عربی متن پر خاطر خواہ کام بھی مکمل کیا جا چکا تھا کہ اچانک سے ہی ارادہ تبدیل ہو گیا۔ یہ خیال آیا کہ اردو میں سب سے پہلے شیخ اکبر کی وہ کتابیں شائع ہونی چاہیں جو اپنے مضامین کے حوالے سے آسان ہوں تاکہ یہ قارئین کو آسانی سے سمجھ آ سکیں۔ ہمارے ملک میں علم اور تحقیق کے وسائل اور ان تک رسائی نہ ہونے کے باعث بھی لوگ ان خدائی علوم کی گہرائی تک پہنچنے سے قاصر ہیں لہذا اگر شیخ کی کسی نہایت ہی مشکل کتاب کا ترجمہ کر کے پیش کر بھی دیا جائے اور لوگ اس کو سمجھ نہ سکیں تو بھی ٹھیک نہیں۔

دوسرا "روح القدس" شیخ اکبر کی کتابوں میں ایک امتیازی حیثیت رکھتی ہے؛ یہ آسان ہے، کیونکہ اس میں واقعات سے بات سمجھانے کی کوشش کی گئی ہے۔ اس میں تصوف کو معاشرتی پہلو سے جوڑ کر پیش کیا گیا ہے۔ اس کتاب میں آپ نے اپنے دور میں موجود تصوف کی خرابیوں کی طرف نہ صرف اشارہ کیا ہے بلکہ اُن نام نہاد صوفیوں کو بھی آڑے ہاتھوں لیا ہے جو دنیاوی یا نفسانی اغراض کے لیے تصوف کا لبادہ اوڑھے بیٹھے ہیں۔ پھر آج کل، بلکہ شروع سے ہی یہ دیکھنے میں آیا ہے کہ معاشرے کا کوئی طبقہ - چاہے وہ صوفیا[1] اور ان سے متعلق لوگ ہی کیوں نہ ہوں - کسی قاعدے کا پابند ہونا ہی نہیں چاہتا بلکہ زیادہ تر لوگ تو ایسی پابندیوں کو اپنے لیے باعث آزار سمجھتے ہیں۔ بیشک جنید بغدادی رحمۃ اللہ علیہ بھی حق بجانب تھے جب انہوں نے کہا "اب تصوف ایک جام، ایک گدی اور ایک چوغہ ہو گیا، اب تصوف ایک نعرہ ایک وجد اور ایک رسم ہو گیا۔" امام قشیری رحمۃ اللہ علیہ کا یہ قول بھی حق ہے: "ہمارے زمانے میں اہل طریقت کا صرف نشان ہی باقی رہ گیا

---

[1] کچھ لوگوں کو چھوڑ کر کیونکہ جہاں برے لوگ ہوتے ہیں وہاں اچھے لوگ بھی ہوتے ہیں۔

ہے۔ طریقت میں کمزوری آ گئی، نہیں بلکہ طریقت در حقیقت مٹ گئی۔" اور شیخ اکبر رحمۃ اللہ علیہ بھی سچ کہتے ہیں کہ اہل سماع اور وجد نے اپنے دین کو کھیل تماشا بنا رکھا ہے۔ یہ اس لیے کہ ان لوگوں کی ہمیشہ یہی کوشش رہی کہ لوگوں کو ایک قاعدے میں لایا جائے لیکن جب وہ دیکھتے ہیں کہ لوگ "مقدس مقدس" کی رٹ لگا کر کسی قاعدے کو قبول نہیں کرنا چاہتے تو پھر لوگوں کے بارے میں ان کے خیالات یہی ہوا کرتے ہیں۔

میری ہمیشہ سے یہ کوشش رہی ہے کہ تصوف ہو یا مذہب ان کے مختلف لوگوں کے لیے مختلف درجات ہیں اور چونکہ زیادہ تر، ۹۰ فیصد یا اس سے بھی زائد لوگ ان درجات کے یا تو اہل نہیں ہیں یا ان تک رسائی نہیں رکھتے تو ان لوگوں کے لیے تصوف اور مذہب کے ظاہری اور اجتماعی پہلو کو اجاگر کرنا چاہیے تاکہ وہ بھی معاشرے میں اپنا مثبت کردار ادا کر سکیں۔ زیادہ تر دیکھنے میں یہی آیا ہے کہ بہت سے تصوف سے متعلق لوگ بھی اس بارے میں کوتاہ بینی کا ثبوت دیتے ہیں اور ان دونوں کو (یعنی تصوف اور مذہب کو) لوگوں کے لیے معاشرے سے الگ تھلگ ایک مقدس چیز بنا کر پیش کرتے ہیں۔ حالاں کہ اگر دیکھا جائے تو تصوف اور دین ان دونوں لفظوں کا لغوی اور بحیثیت اصطلاح مطلب ایک ایسے معاشرتی تانے بانے سے جڑا ہوا ہے کہ اگر ان کو اس سے جدا کرنے کی کوشش کی جائے گی تو ان کا لبادہ چاک ہو جائے گا۔ شیخ اکبر تصوف کی تعریف کرتے ہوئے لکھتے ہیں: تصوف کیا ہے؟ تصوف حسن خلق ہے۔ یعنی تیرا اچھا کردار۔ جس نے تجھے مکارم اخلاق یا اچھے کردار کی کوئی بات بتائی تو اس نے تیرے تصوف میں اضافہ کیا۔ اسی طرح عربی لفظ دین کیا ہے؟ سورہ فاتحہ میں ہم لوگ دن میں کتنی بار یہ پڑھتے ہیں "مالک یوم الدین" اس آیت کا ترجمہ بھی تقریبا ہم میں سے ہر ایک جانتا ہے "روز جزا کا مالک۔" کبھی میں نے اس عبارت کا ترجمہ یہ نہیں پڑھا کہ دین کے دن - یعنی اسلام کے دن - کا مالک۔ اگر اس سادہ سے جملے اور اس آیت میں لفظ دِین پر غور کیا جائے تو معلوم پڑتا ہے کہ دِین جزا ہے، مطلب کسی عمل کا بدلہ ہے یہ کوئی مقدس چیز نہیں بلکہ یہ میرے روز مرہ کے اعمال اور ان کا نتیجہ ہے۔ اللہ کے نزدیک قابل قبول دین تو صرف اسلام ہے لیکن میرا دین کیا ہے؟ میرا دین وہ ہے جو میں عمل کرتا ہوں۔ صرف پانچ نمازیں اسلام نہیں۔ ایک ماہ کے روزے، زکوٰۃ، عمرے اور حج ہی

Marfat.com

دین نہیں۔ یہ دین کے ارکان ہیں، یہ دین کے شعائر ہیں۔ دین تو تیرا ہر لمحے کا عمل ہے اگر تیرا ہر لمحے کا عمل خدا اور اس کے رسول کے بتائے ہوئے طریقے پر ہے تو تیرا دین اسلام ہے ورنہ جتنی اعمال میں تقصیر ہے اتنی ہی دین میں کوتاہی ہے، اور ہر لمحے کا عمل کبھی معاشرے سے جدا ہو کر نہیں ہو سکتا۔ شریعت بھی یہی کہتی ہے اور طریقت کی بھی یہی صدا ہے لیکن ہم عقل کے اندھے اور ''مُقدّس مقدّس'' کی رٹ لگانے والے طوطے ہیں۔

اس کتاب کی خصوصیت ہی یہی ہے کہ شیخ اکبر نے اس کتاب میں مختلف طریقوں سے دین اور تصوف کے اسی ظاہری اور سماجی پہلو کو باطنی پہلو کے ساتھ ساتھ اجاگر کرنے کی کوشش کی ہے۔ کتاب کو پانچ حصوں میں تقسیم کیا گیا ہے اور ہر حصے کو کتاب میں ایک مناسب ترتیب سے لایا گیا ہے۔ جس طرح کسی کھیتی کو تیار کرنے کے لیے مختلف مراحل میں مختلف قسم کے کام کرنا پڑتے ہیں ویسے ہی اس نفس کو قابو کرنے کے لیے کبھی جذبات کا سہارا لینا پڑتا ہے کبھی واقعات سے عبرت دلانی پڑتی ہے اور کبھی دلیل اور حجت سے اس کا منہ بند کرنا پڑتا ہے۔ شیخ اکبر نے اس کتاب میں یہ تمام ذرائع استعمال کیے ہیں جس کی وجہ سے ہم یہ کہہ سکتے ہیں کہ نفس کو راہ پر لانے کے لیے یہ ایک حکیم حاذق کا نسخۂ کیمیا ہے۔ کتاب کے مختلف حصوں کا بنیادی تعارف کچھ یوں ہے:

۱. سب سے پہلے حصے میں طریقت اور اہل طریقت کی خرابیوں اور کوتاہیوں کی جانب توجہ مبذول کروائی گئی ہے۔ نام نہاد صوفیا، جعلی پیر یا وہ لوگ جنھوں نے نفس کے جھانسے میں اس تصوف کو دنیاداری کا ذریعہ بنا رکھا ہے ان کو شرم دلانے کی کوشش کی گئی ہے۔ معاصرین کا حال کھول کھول کر بیان کیا گیا ہے اور متقدمین کے احوال سے ان کا موازنہ کیا گیا ہے بلکہ یوں کہیے کہ نفس سے مناظرے کے لیے میدان تیار کیا گیا ہے۔

۲. دوسرا حصہ نفس سے مناظرے پر مبنی ہے جس میں صحابہ کرام میں سے دس گواہ لائے گئے ہیں اور ہر ایک گواہی کو ایک دلیل کے طور پر نفس کے سامنے پیش کیا گیا ہے اور اس گواہی پر نفس کا جواب اور رد عمل طلب کیا گیا ہے۔ ان دس کی دس گواہیوں میں فقر و فاقہ، عاجزی اور انکساری، اللہ کی رضا، دین پر ڈٹ جانا اور دنیا سے منہ موڑ لینے جیسے

Marfat.com

مضامین ملتے ہیں۔ بعض اوقات نفس کے پیچیدہ سوالوں کے آسان فہم جوابات بھی دیئے گئے ہیں۔ آخر میں ایک حدیث کو نہایت ہی ادیبانہ انداز میں پیش کر کے دنیا میں پیش آنے والی تکالیف کی حقیقت واضح کی گئی ہے تاکہ یہ نفس ان حقائق سے آگاہ ہو اور پھر اس پر ان سب باتوں کا قبول کرنا آسان ہو۔ اس حصے کے آخر میں جب نفس نے فرمانبرداری قبول کر لی تو اس کا دل بہلانے، اس کی ہمت بندھانے اور حوصلہ افزائی کے لیے حضرت اویس قرنی رضی اللہ عنہ کے واقعات بیان کیے گئے ہیں۔

۳۔ کتاب کا تیسرا حصہ شیخ اکبر کے شیوخ کے واقعات پر مشتمل ہے۔ یہ واقعات اس بات کی طرف توجہ دلاتے ہیں کہ زمانہ کبھی بھی نیک اور صالح ہستیوں سے خالی نہیں ہوتا۔ نفس کو یہ ترغیب دلائی گئی ہے کہ ان نیک ہستیوں کی صحبت اختیار کرنا، ان کا ادب کرنا اور ان کے اخلاق سے سیکھنا ہی اس راہ میں کامیابی کی ضمانت ہے۔ ان بزرگوں کے احوال بیان کرتے ہوئے کسی بھی قسم کی مبالغہ آرائی سے کام نہیں لیا گیا بلکہ واقعاتی پیرائے میں حقیقت کو بیان کیا گیا ہے۔ یہ حصہ کتاب میں سبق آموز حکایات کی سی حیثیت رکھتا ہے جو نفس کو طاعت کے بعد نیک عمل پر اکساتا ہے۔

۴۔ چوتھا حصہ کتاب کا نچوڑ ہے۔ ہم دیکھتے ہیں کہ شیخ نے اس حصے میں اپنا منہج یکسر تبدیل کیا ہے پہلے حصے میں آپ نے نفس کی کوتاہیوں کو سامنے کیا یہ وہ حالت تھی جب نفس آپ کی بات ماننے کے لیے تیار نہ تھا ایسی صورت میں وہ نصیحت کیسے قبول کر سکتا ہے۔ دوسرے حصے میں نفس سے مناظرہ تھا۔ ظاہر سی بات ہے مناظرے میں تو ہر کوئی اپنی بات کو ثابت کرنے کی کوشش کرتا ہے اور اگر وہ سامنے والے مناظر کی بات قبول کرے بھی تو بس رسمی طور پر قبول کرتا ہے لہذا اس حصے میں بھی نصیحت اس طرح اثر انداز نہیں ہو سکتی تھی۔ اب چونکہ دوسرے حصے کے آخر میں نفس نے فرمانبرداری اور اطاعت شعاری کا اعلان کیا تو اب موقع تھا کہ اس کو نصیحت کی جائے چنانچہ تیسرے حصے میں اپنے شیوخ کے احوال کا تذکرہ کر کے اس کے سامنے ایک نمونہ عمل رکھا گیا اور اسے محبت اور جذبات سے مغلوب کرنے کی کوشش کی گئی لیکن یہ بات بھی واضح ہوتی ہے کہ جذبات اور محبت کے تحت عمل میں جان اسی وقت تک رہتی ہے جب تک یہ محبت اور جذبات قائم رہیں جیسے ہی ان جذبات میں فرق آتا ہے ان کے نتائج اور اعمال

Marfat.com

میں بھی فرق آنے لگتا ہے۔ تو لازمی تھا کہ نفس کو مکمل حقائق اور علم سے مغلوب کیا جائے تاکہ وہ صرف جذباتی عمل ہی نہ کرے بلکہ پوری بصیرت پر ہو اور ایسی حالت میں اب کوئی اسے اس راہ پر چلنے سے ہٹا نہیں سکے گا۔ یہ حصہ انہی حقائق اور معارف پر مبنی ہے جس میں انسان اور اس کائنات کی حقیقت کو کھول کر بیان کیا گیا ہے۔ باری تعالیٰ ربّ العزت کی جانب سے انسان کا دوسری مخلوقات پر فضل ثابت کیا گیا ہے اور بتایا گیا ہے کہ کس طرح ہر چیز انسان میں موجود ہے اور کس طرح انسان سے اس ہر چیز کی عبادت چاہی گئی ہے۔ پھر کیا احسان کا بدلہ احسان نہیں والی آیت کے تحت اللہ تعالیٰ کے اُن اَن گنت احسانات کو دہرایا گیا ہے جو انسان سے اُس ذات کا شکر گزار ہونے اور اُس کی عبادت کا تقاضا کرتے ہیں۔ اسی حصے میں راہ طریقت اور حقیقت کی ایک رمز کا۔ یعنی کہ انسان میں رمز الوہیت کا ہونا ۔ بھی ذکر کیا گیا ہے۔ انسان میں اس رمز کے ہونے کی علامات، اس کے نقصانات اور اس سے لاحق بیماریوں اور ان کے علاج کی طرف توجہ دلائی گئی ہے۔ یعنی سادہ الفاظ میں توحید اور شرک کا حقیقی مفہوم بیان کیا گیا ہے۔

۵. کتاب کا پانچواں حصہ نصیحت اور وصیت پر مبنی ہے۔ ایام گم گشتہ میں ہونے والی کوتاہیوں پر آہ وزاری کی گئی ہے اور عمر قصیر و پُر تقصیر کے ضیاع پر افسوس کا اظہار کیا گیا ہے۔ اپنے نفس کو اللہ سے شرم دلائی گئی ہے اور اس کتاب کو اللہ کا احسانِ عظیم اور بابرکت تحفہ کہا گیا ہے۔ اس حصے میں ایک طویل حدیث ذکر کر کے دنیا میں اولیا اللہ کو پیش آنے والی مشکلات کا ایک نقشہ کھینچا گیا ہے اور نفس کو یہ باور کروانے کی کوشش کی گئی ہے کہ اگر اُس نے اللہ کی راہ پر چلنا ہے تو صرف یہی ایک راستہ ہے جس پر اللہ اپنے انبیا اور اولیا کو چلاتا ہے، بلکہ دوسرے الفاظ میں اسے ایک نئے سفر کے لیے تیار کیا گیا ہے جو کہ سفر طریقت ہی ہے۔ یوں اس مقام پر یہ کتاب اختتام پذیر ہوتی ہے لیکن ہم یہ بھی دیکھتے ہیں کہ شیخ اکبر نے اپنے یار شیخ المہدوی کی خاطر اس کتاب کے آخر میں حروف اور ان کے اسرار و رموز سے متعلق اپنے وہ اشعار بھی شامل کر دیئے ہیں جو آپ نے فتوحات مکیہ میں درج کیے ہیں۔ ان اشعار کو یہاں درج کرنے کا مقصد شاید یہی تھا کہ چونکہ یہ رسالہ فوراً ہی شیخ المہدوی کی طرف روانہ کرنا تھا تو آپ نے یہ مناسب سمجھا کہ حقائق اور

Marfat.com

معارف سے لبریز ان اشعار کو بھی اس میں شامل کر دیا جائے تا کہ شیخ المہدوی بھی اسرار کے پردے تلے چھپے انوار سے فیض یاب ہو سکیں۔ ہم یہ بھی دیکھتے ہیں کہ انہی اشعار کے اختتام پر شیخ اکبر نے لکھا ہے کہ اب پانچواں حصہ مکمل ہوا اور یوں کتاب مکمل ہوئی، چنانچہ یہ اشعار اس کتاب کا حصہ ہیں، اور ان کو کسی صورت اس سے جدا نہیں کیا جا سکتا۔

Marfat.com

مقدمة

بقلم: عبد العزيز سلطان المنصوب

تتفرد رسالة «روح القدس في مناصحة النفس» بعدد من السمات والخصائص الهامة .. ومنها:

1. إن الشيخ الأكبر ألّفها وهو على وشك أن يكمل الأربعين من عمره . وهو العمر الذي يكتمل فيه نضوج العقل البشري.
2. جاءت الرسالة بمثابة إعلان رسمي عن الانتقال من مرحلة التلقي واستكمال التكوين الذاتي إلى مرحلة جديدة يكون سيّدُ الموقف فيها هو العطاء والإرشاد والتوجيه.
3. إنها كتبت وأعلنت أوّل أمرها في بقعة مقدسة هي مكة المكرمة حيث بيت الله المعظم، ومركز الإشعاع النوري الإسلامي، وملتقى علماء المسلمين من جميع أقطارهم وهي المركز الذي يدور في فلكه العالم الإسلامي ونظامه ورجاله وقادة فكره.
4. وجهتها المباشرة ليست رجلا عاديا كان محتاجا للنصح، بل هو شيخ يشار إليه بالبنان في زمنه، حتى أن الشيخ ابن العربي نفسه كان قد شد إليه الرحال مرتين ليأخذ منه ويستفيد من علومه، وقضى أشهرا عدة لديه في كل زيارة منهما.
5. وجهتها الثانية كانت نفسه التي امتلأت مما تدفق عليها من علوم الوهب الإلهي، وفاضت أمواجها من باطنه وظاهره حتى صار مقصدا لطلاب الحق ومرجعا لأئمة العلم والهدى أينما حل وسار، وهو هنا يعمل على محاسبتها وتوجيهها والابتعاد بها عن منهج الغرور والاستعلاء بعد أن تلقى الأمر الصريح والحاسم بتصدر مجالس التربية والتوجيه.

Marfat.com

6. تحمل الرسالة بصمات منطق السيرة الذاتية وتلقي ضوءا لا بأس به على مسيرة حياته ورجال عصره، مع نقد لاذع لظواهر سلبية لدى علماء الرسوم ولدى الفقراء الصوفية كذلك في مواضع مختلفة من بلاد الإسلام.

7. تزخر الرسالة -على صغر حجمها- بأسماء عدد كبير من الأولياء والصالحين الذين عاصرهم وعاش معهم، ذكورا وإناثا، ليس فقط في بلاده الأندلس، وإنما في مختلف أركان البلاد الإسلامية الذين التقاهم في رحلاته التي لم تكد تتوقف في غرب العالم الإسلامي ومشرقه، وهو أمر لا يوجد له نظير، على حد علمي. وهذه السمة انفرد بها الشيخ الأكبر في مؤلفاته كلها حتى ليخيل لقارئه أنه لم يعش وسط البشر في الأرض بل كان متربعا في جنة الله حيث لا مقيم إلا ولي ومقرّب.

8. وأخيرا فلقد جاءت الرسالة لتوضح شروط التصدي للمشيخة وتربية المريدين، وفي مقدمتها الإذن الإلهي الخاص، ثم المعرفة الدقيقة للتوجيه القرآني والتوجيه النبوي ولسير الصحابة والشيوخ الأجلاء والاقتداء بهم، مع محاسبة النفس على كل صغيرة وكبيرة.

تحقيق الكتاب

استند تحقيق هذه الرسالة بوجه خاص على مخطوطة جامعة استنبول برقم (79).

وكان قد التبس أمر هذه المخطوطة على كثير من المهتمين والباحثين كونها كتبت في زمن الشيخ ولكن بقلم غير قلمه، وفي ذات الوقت تحمل سماعات تشير إلى ضلوع الشيخ المؤلف في إقرارها، وبقي همّ هؤلاء الباحثين منصبّا على كشف سر اختفاء النسخة الأصلية التي كتبها الشيخ الأكبر بخط يده: أين ذهبت ولماذا تركت السماعات الخاصة بها فقط مع هذه النسخة؟! وبدا هنا تساؤل آخر وهو: إلى أن يتم العثور على هذا السر ما درجة الثقة التي يمكن لهذه النسخة أن تنالها؟.

فات على هؤلاء الباحثين أن الرسالة كانت موجهة للشيخ عبد العزيز المهدوي في تونس، والبحث عنها - من ثمّ - يلزم أن يكون هناك، لا في خزانة قونية حيث كنز

مخطوطات الشيخ الأكبر. كما لم ينتبه هؤلاء الباحثون إلى عدد من السماعات أو التعليقات المسطرة في غلاف هذه المخطوطة وهي في كل الأحوال كانت قد تأثرت بفعل المدة الزمنية الطويلة التي أزالت كثيرا من معالمها، ولم تتم إعارة الأجزاء الممكن قراءتها - وهي كثيرة- أي اهتمام، ولو تم ذلك لكانت الفهم قد تغير تماما!.

نستطيع اليوم تقرير حقيقة هامة هي أن الشيخ بعد أن ألف هذه الرسالة عام 600هـ في مكة المكرمة وبعد قراءتها أمام حشد كبير أمام علماء الحرم أخذها معه إلى بغداد والموصل وحلب وبيت المقدس بعد انتهاء موسم حج عام 600هـ، وهي الطريق التي كان يفضلها الحجاج المغاربة والأندلسيون في ذلك العصر عند عودتهم وفق حديث الرحالة الشهير ابن جبير - والذي كان بالمناسبة صديقا للشيخ الأكبر- وكان يتم إثبات السماعات عند قراءتها في هذه البلدان. وبعد وصول موكب الشيخ إلى القاهرة منتصف عام 603هـ، قرر عندئذ إرسال تلك الرسالة إلى الشيخ المهدوي من هناك. وحتى يبقي على مادة الرسالة لديه أمر اثنين من أصحابه بنسخها وهما عبد المنعم الأنصاري وإسماعيل بن سودكين. ونجد ذلك مبينا في صفحة الغلاف كما يلي: «ونقلها جميعها الأخوان في الله تعالى مريدا الشيخ مؤلفها: عبد المنعم بن محمد الأنصاري، وإسماعيل بن سودكين النوري، وكان الفراغ من نسخها مستهل شعبان سنة ثلاث وستمائة بالقاهرة المعزية» وفي نهاية خبر السماع الأخير، وبعد ذِكر اسم إسماعيل بن سودكين.. كتب ابن سودكين بخطه: «ونقلتُ هذه النسخة المكتوب عليها السماع، والحمد لله وحده، وصلواته على سيدنا محمد وآله»[1] وتبعه مباشرة تأكيد الشيخ بخط يده بصحة ذلك.

وبعد نسخها أشرف الشيخ بنفسه على المقابلة بين النسختين «بقراءة إسماعيل بن سودكين النوري، في مجالس آخرها التاسع عشر من شعبان سنة ثلاث وستمائة (603 هـ)

---

[1] نفهم من هذا أن النسخة الجديدة كانت بخط إسماعيل بن سودكين (ولذا وجدناها بخط مشارقي ليسهل قراءتها من قبل أهل المشرق) وكانت مهمة صاحبه عبد المنعم الأنصاري (وهو أندلسي) هي القراءة له من نسخة الشيخ الأصلية.

Marfat.com

بمنزل الشيخ بمحروسة مصر»[1] وفي إحداها كان التعبير صريحا وهو: «بلغ مقابلة بالأصل».

وبعد أن اطمأن لصحة النقل بعث بالرسالة الأصلية إلى الشيخ المهدوي واستبقى صفحة العنوان وصفحتين في نهاية المخطوط تضمنت السماعات السابقة، وأبقى هذه الصفحات الثلاث ضمن مكونات النسخة الجديدة. ولم يكتف الشيخ بذلك، بل كرر قراءة هذه النسخة وأُثبتت سماعاتها في ثناياها مع إضافات هامة بخط الشيخ نفسه في أكثر من موضع.

هذا الإجراء ساعد في حفظ هذه النسخة وبقيت مع صاحبها حتى عام 638هـ وانتقلت حينئذ مع بقية مؤلفات الشيخ الأكبر إلى تلميذه النجيب محمد بن إسحق القونوي، وإشارة الانتقال موجودة في غلاف الرسالة، ولذلك وجدناها لدى الشيخ القونوي بجوار الفتوحات المكية «نسخة قونية» وتحمل نفس التوجيه بوقفها على زاويته المبنية عند قبره بقونية. وبهذا حفظت من الضياع.

لذلك نستطيع الآن التأكيد أن حجية هذه النسخة وصدقيتها تساوي 100٪، بل هي أقوى وأدق من ناحية وضوح أفكار الشيخ من النسخة الأولى التي أرسلت للشيخ المهدوي فيما لو قدِّر الحصول عليها، وذلك لأنها تحمل إضافات هامة وتوضيحات جرت خلال الفترة اللاحقة، مما لم تتوفر في النسخة الأولى.

كما اعتمد هذا التحقيق على ثلاث نسخ أخرى معاونة للنسخة الأم سالفة الذكر، ساعدتْ - على وجه الخصوص - في إثبات الرواية في المواضع التي فقدتْ صفحاتها في النسخة الأم، أو لتوضيح رسم بعض الكلمات غير الواضحة في هذه النسخة. اثنتان من هذه النسخ قريبة العهد من زمن المؤلف؛ إذ كتبت النسخة الأولى وهي نسخة شهيد علي (رمز: ش) عام 725هـ (بعد 87 سنة من وفاة الشيخ الأكبر) وكتبت الثانية وهي نسخة

---

[1] وثقت السماعات المتصلة بنقل هذه النسخة ومقابلتها مع النسخة الأصلية في صفحات المخطوط رقم ٢٣، ٤٠، ٤٨، ٦٦، ٨٢، ١٠٤.

Marfat.com

جامعة الملك سعود (رمز: س) بعدها بثمانية عشر عاما، أي في 743هـ، في حين كتبت النسخة الثالثة (رمز: هو) متأخرة عنهما بقرنين ونصف، وكان ذلك عام 999هـ.

وأهم الملاحظات على هذه النسخ الثلاث ما يلي:

1. قدم عهد هذه النسخ – وخاصة النسختين الأوليتين- هو الذي يفسر دقة محتوياتها إلى حد كبير، وعدم تضمنها الإضافات الدخيلة سواء من الشرّاح أو من مناوئي الشيخ ابن العربي كما لمسناه في مخطوطات أخرى له.
2. التزم كاتب النسخة «هو» منهج الاختصار حيث أمكنه ذلك، وعلى وجه الخصوص عند أسانيد الأحاديث النبوية التي كان يتجاوزها دائما، وفي بعض الأحيان كان يسقط عبارات – لا ندري عمدا كان ذلك أو سهوا – في مواضع يبدو له فيها عدم تأثير ذلك على المعنى العام. ولمسنا هذا النهج قليلا في نسخة شهيد علي.
3. انتهت النسخة «هو» من دون الفصل الأخير «أسرار حروف المعجم»، كما انتهت النسخة «ش» عند حرف الفاء من «أسرار حروف المعجم».
4. هناك صفحتان مفقودتان من النسخة ج في موضعين مختلفين، و8 صفحات مفقودة في النسخة «س» في 4 مواضع.

ومجمل ما سبق يمنحنا الاطمئنان الكبير إلى دقة ما توصلنا إليه في هذا الكتاب الرائع، وهو ما سيلمسه القارئ إن هو قارن هذا العمل بالنسخ التي طبعت هنا أو هناك.

والتوفيق أوّلا وآخر من الله العلي القدير.

Marfat.com

مخطوطات

Marfat.com

مخطوطات روح القدس فی مناصحہ النفس

مخطوط جامعہ استنبول 79 - A (رمز: ج): ایک جائزہ

گو کہ یہ اس کتاب کا اصلی نسخہ تو نہیں لیکن یہی وہ نسخہ ہے جو شیخ اکبر رحمۃ اللہ علیہ کے پاس تیس سے زائد برس رہا اور یہی وہ نسخہ ہے جس سے باقی نسخے نقل ہوئے۔ یہی وہ نسخہ ہے جس پر شیخ نے سماعات کو رقم کیا اور یہی وہ نسخہ ہے جس پر ترمیمات اور اضافات درج کیے گئے۔ ہم نے اس نسخے کی سماعات اس کے تقابل کے انداز، شیخ اکبر کے مندرجات اور دیگر علامات و اشارات کا بڑی باریک بینی سے جائزہ لیا ہے اور اس سب عمل کے بعد ہم نے یہ نتائج اخذ کیے ہیں:

سماعات

۱. اس نسخے پر لاتعداد سماعات ہیں؛ چند بالتفصیل ہیں جن میں شیخ اکبر کے مختلف اسفار کے تاریخی وثائق قلم بند کیے گئے ہیں۔ اسی نسخے سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ نے سن ۶۰۰ ھ میں مکہ مکرمہ کو الوداع کہا اور موصل بغداد، قاہرہ اور بیت المقدس کا سفر کیا۔

۲. جیسا کہ ہم جانتے ہیں کہ عربی زبان کا مغربی رسم الخط اس کے مشرقی رسم الخط سے قدرے مختلف ہے لہذا اسی نقطے کے پیش نظر ہم یہ دیکھتے ہیں کہ سن ہجری ۶۰۱ سے لے کر ۶۰۳ کی سماعات اس بات کی گواہ ہیں کہ شروع میں شیخ اکبر خود اپنے ساتھیوں کو یہ کتاب پڑھ کر سناتے رہے۔ سوائے اس ایک استثنا کے جب موصل میں ۶۰۱ ہجری ربیع الآخر میں سماعات کے دوارن آپ کے ساتھی عبد اللہ بدر حبشی نے پڑھنے کا فریضہ سرانجام دیا۔ ہم یہ بھی جانتے ہیں کہ عبد اللہ بدر حبشی نے ایک مدت شیخ اکبر کے ساتھ گزاری۔ یعنی سن ۵۹۰ ہجری سے لے کر اپنی وفات تک۔ جس کی وجہ سے آپ مغربی رسم الخط بآسانی پڑھ لیا کرتے تھے۔

۳. پھر اس رسالے کی سماعات کا دوسرا دور شروع ہوتا ہے اور یہ وہ دور ہے جبکہ آپ کے

Marfat.com

مشرقی ساتھیوں نے اس کتاب کو سن ۶۰۳ ہجری کے بعد نسخۂ اصلی سے نقل کر لیا تھا چنانچہ ہم دیکھتے ہیں کہ ان سماعات میں کتاب پڑھنے کی ذمہ داری آپ کے مشرقی ساتھی ادا کرتے رہے۔

۴. اس نسخے پر ثبت شدہ سماعات سے یہ حقیقت بھی کھل کر سامنے آتی ہے کہ شیخ اکبر نے شروع میں ان سماعات کو درج کرنا مناسب نہ سمجھا چنانچہ کتنی ہی ایسی مجالس ہو گزریں جن میں یہ نسخہ پڑھا تو گیا مگر ان سماعات کو لکھا نہ گیا۔

۵. اس نسخے پر موجود سماعات سے ہمیں یہ معلوم پڑتا ہے کہ آپ نے شہر بغداد میں سن ۶۰۱ ہجری میں اس پر سب سے پہلی سماع لکھی۔ حالاں کہ یہ سماع یہی بتاتی ہے کہ یہ رسالہ سن ۶۰۰ ہجری میں شہر مکہ میں پڑھا گیا لیکن اس سماع کو فوراً اس نسخے پر ریکارڈ نہیں کیا گیا۔

۶. ان سماعات میں غور کرنے سے ایک اور بات واضح ہوتی ہے کہ شیخ نے ان سماعات کو اپنے ہاتھ سے لکھنا مناسب نہ سمجھا بلکہ یہ فریضہ آپ نے اپنے اصحاب کو سونپا، آپ نے صرف اپنے ہاتھ سے سماع کی توثیق کا فرض ادا کیا۔ سوائے اس پہلی سماع کے جو کہ محدث ابن سکینہ کے آستانہ پر ماہ صفر سن ۶۰۱ ہجری میں وقوع پذیر ہوئی اور جس کو چند ماہ بعد شہر ملطیہ میں اس نسخے کا حصہ بنایا گیا۔

مراسلہ بنام شیخ عبد العزیز المہدوی

۱. شیخ اکبر ابن العربی کی یہ کتاب دراصل ایک خط ہے جو آپ نے اپنے ساتھی اور دوست شیخ عبد العزیز المہدوی کے نام مکہ مکرمہ میں تحریر کیا، اس وقت شیخ مہدوی تیونس میں رہائش پذیر تھے۔

۲. اب اس خط کو لکھ لینے کے بعد سب سے پہلا کام تو یہی تھا کہ اسے فوراً نقل کر لیا جائے اور اصل نسخہ شیخ المہدوی کو ارسال کر دیا جائے۔ غور کرنے سے ہمیں معلوم پڑتا ہے کہ اس دور کے تقاضوں کے مطابق خط بھیجنے کا یہی ذریعہ ہو سکتا تھا کہ جو حجاج کرام تیونس سے حج کرنے مکہ مکرمہ آئے ہیں واپسی پر جاتے وقت انہی کو یہ خط۔ جو کہ ایک کتاب ہی تھی۔ تھما دیا جائے اور وہ واپس پہنچ کر اسے شیخ المہدوی کے حوالے کر دیں۔

Marfat.com

۳. اس دور میں حجاج کرام کے آنے اور جانے کے راستوں پر غور کرنے سے ہمیں پتا چلتا ہے کہ مکہ مکرمہ سے واپس تیونس جانے کا سب سے بہترین راستہ یہ تھا: مکہ مکرمہ، مدینہ منورہ، بغداد، موصل، حلب، دمشق، بیت المقدس اور اس کے بعد یا تو مصر کے راستے خشکی کا سفر کیا جا سکتا تھا یا پھر سمندری جہاز پر تیونس جایا جا سکتا تھا۔ یہ بات بھی زیر نظر رہے کہ اس سفر پر عموما ایک سال کا عرصہ لگ جایا کرتا تھا۔ (مزید تفصیل کے لیے دیکھئے، سفر نامہ ابن بطوطہ یا سفر نامہ ابن جبیر)

۴. شیخ اکبر نے سن ۵۹۹ ہجری کے حج کے بعد سن ۶۰۰ ہجری میں یہ کتاب مکمل کر لی تھی لیکن آپ نے اسی کو تصنیف کرنے کے فورا بعد ہی ارسال نہ کیا۔

۵. سن ۶۰۰ ہجری میں حج کے بعد آپ اوپر ذکر کردہ راستے پر سفر کرتے ہوئے سن ۶۰۱ ہجری میں ملطیہ پہنچے۔

۶. سن ۶۰۲ ہجری میں آپ نے جنوب کی طرف دمشق اور فلسطین کا سفر کیا اور شوال سن ۶۰۲ ہجری میں یہی کتاب مدینہ الخلیل میں پڑھی گئی جیسا کہ مخطوط کے صفحہ ۱۰۴ پر موجود پہلی سماع سے واضح ہے۔

۷. پھر اگلے ہی سال یعنی کہ ۶۰۳ ہجری میں شیخ نے مصر کا سفر کیا اور دوران سفر یہ مراسلہ اب بھی آپ کے پاس تھا۔ شاید یہی وہ مقام ہے جہاں پر آپ نے اپنے دو ساتھیوں عبد المنعم الانصاری اور اسماعیل بن سودکین کو اس نسخہ اصلی سے نقل کرنے کا حکم دیا اور اصل نسخہ شیخ المہدوی کو تیونس بجھوا دیا۔ اس بات کا ثبوت اسی نسخے کے پہلے صفحے پر موجود ہے جس کی عبارت کچھ یوں ہے: "اس کو شیخ کے دو مریدین عبد المنعم بن محمد الانصاری اور اسماعیل بن سودکین النوری نے ماہ شعبان مکرم سن ۶۰۳ ہجری میں شہر قاہرہ میں مکمل نقل کیا۔" یہاں یہ بات بھی واضح رہے کہ اس نقل کرنے میں پڑھنے کی ذمہ داری عبد المنعم الانصاری ادا کرتے رہے۔ چونکہ وہ مغربی رسم الخط پڑھ لیتے تھے۔ اور لکھنے کی ذمہ داری ابن سودکین النوری کے سر تھی۔

۸. اس کو مکمل طور پر نقل کر لینے کے بعد نقل شدہ اِس نئے نسخے کو شیخ اکبر کی موجودگی میں چھ مختلف مجالس میں مکمل پڑھا گیا جن میں آخری مجلس ۱۹ شعبان سن ۶۰۳ ہجری میں

Marfat.com

اختتام پذیر ہوئی۔ (مزید تفصیل کے لیے مخطوط کے صفحہ ۱۰۴ کی آخری سماعات کو دیکھیں) اس سماع کے آخر میں خط مغربی میں اسماعیل ابن سود کین اپنے نام کے فورا بعد لکھتے ہیں: میں نے یہ نسخہ نقل کیا جس پر یہ سماع ہے، اور سب تعریف اللہ کے لیے اور درود ہوں ہمارے آقا محمد ﷺ اور آپؐ کی آل پر۔ اس کے فورا بعد شیخ اکبر نے بقلم خود اس سماع کی تصدیق کی۔

۹. اس تقابل کے اشارات ہمیں جا بجا دکھائی دیتے ہیں مثلا صفحہ ۴۰ میں ایک نئے نسخے کی سماع ہے اور اسی طرح کی سماعات صفحہ نمبر ۲۳، ۴۸، ۶۶، ۸۲ پر بھی ملتی ہیں۔ اس سے بالکل واضح ہے کہ یہ صرف سماعات نہ تھیں بلکہ ان میں نسخوں کا تقابل کیا گیا اور یہ تقابل نسخہ اصلی سے ہی کیا گیا ہو گا بلکہ صفحہ نمبر ۴۸ میں تو یہ واضح طور پر لکھا ہے: "اصل سے تقابل کیا گیا۔"

۱۰. اب یہ نسخہ شیخ اکبر کے حلقہ احباب میں اصلی نسخے کی حیثیت اختیار کر چکا تھا اور سن ۶۱۸ ھ میں شیخ عبد اللہ بدر حبشی کی وفات کے بعد یہی نسخہ شیخ اکبر کے ساتھ رہا۔

۱۱. پھر سن ۶۳۸ ھ میں شیخ اکبر کی وفات کے بعد آپ کی باقی کتابوں کے ساتھ یہ نسخہ بھی شیخ صدر الدین محمد بن اسحاق قونوی کے مکتبے کی زینت بنا۔ اس بات کی واضح دلیل اسی نسخہ کے صفحہ نمبر ۱ اور ۲ پر ملتی ہے جہاں پر واضح طور پر لکھا ہے کہ: یہ کتاب اس کے مصنف شیخ اکبر محی الدین ابن العربی کی طرف سے آپ کے خادم اور منہ بولے بیٹے محمد بن اسحاق بن محمد کو انعام کے طور پر منتقل ہوئی۔ اسی لیے یہ فتوحات مکیہ اور دوسری کتابوں کے ساتھ قونیہ میں آپ کے کتب خانے میں محفوظ رہی۔

خلاصہ کلام

اس سب تمہید کے بعد اب ہم یہ بات پورے وثوق سے کہہ سکتے ہیں کہ یہ نسخہ اس اصلی نسخے سے نقل کردہ ہے جو شیخ اکبر نے تحریر کے بعد شیخ المہدوی کو ارسال کیا تھا۔ یہ نقل قاہرہ سن ۶۰۳ ھ میں شیخ اکبر کی ہدایات پر آپ کے مرید اسماعیل بن سودکین النوری نے عبد المنعم الانصاری کی املا پر لکھی۔ اس کے بعد اسی ماہ چھ مختلف مجالس میں اس نسخے کا نسخہ اصلی سے تقابل

Marfat.com

کیا گیا۔ پھر یہی نسخہ شیخ اکبر کے ساتھ رہا اور آپ اپنے مبارک ہاتھ سے اس پر اضافات اور توضیحات لکھتے رہے جو کہ مختلف صفحات میں حواشی کی شکل میں محفوظ ہیں۔ ان اضافات کی وجہ سے اس کی قدر نسخہ اصلی سے بھی بڑھ گئی کیونکہ وہ تو آپ نے لکھ کر روانہ کر دیا لیکن اسے آپ نے اپنے پاس رکھا اور اضافات، توضیحات اور سماعات کا تمام ریکارڈ اسی پر موجود ہے۔ ابن العربی فاونڈیشن کہ لیے یہ بہت بڑا اعزاز ہے کہ ہم اس کتاب کی تحقیق میں پہلی بار اسی نسخے پر بھروسا کر کے مستند ترین عبارت اپنے قارئین کے سامنے پیش کر رہے ہیں۔ اللہ تعالی ہمارا یہ عمل اپنی بارگاہ میں قبول و منظور فرمائے۔

نسخہ شہید علی-۱۳۴۱ (رمز: ش)

خط نسخ میں لکھا گیا یہ نسخہ اس رسالے کا ایک نہایت ہی عمدہ نسخہ ہے۔ اس نسخے کی عبارت کافی حد تک نسخہ اصلی یونیورسٹی A-79 سے ملتی ہے جس سے ہم یہ نتیجہ نکال سکتے ہیں کہ شاید یہ نسخہ اصلی سے ہی نقل شدہ ہے اور اگر ایسا نہیں تو لازماً یہ کسی ایسے نسخے سے نقل شدہ ہے جو نسخہ اصلی سے نقل شدہ تھا۔ نسخے پر جابجا حاشیے میں موازنہ کیے جانے کے نشانات موجود ہیں جس سے معلوم ہوتا ہے کہ نقل کرنے کے بعد اس کو دوبارہ اصل سے چیک کیا گیا ہے۔ ایسی عبارات جن کا اضافہ نسخہ اصلی کے حاشیے میں کیا گیا ہے وہ اس نسخے کے بھی حاشیے میں منقول ہیں اور ساتھ ساتھ یہ بھی بتایا گیا ہے کہ یہ عبارات اس نسخے کے حاشیے میں تھی جس سے یہ نسخہ منقول ہے۔ نسخے کے آخر میں یہ عبارت موجود ہے: «بلغ النسخ إلى هنا في التاسع من شهر ربيع الأول لسنة خمس وعشرين وسبعمائة، في مدرسة؟ سيواس بدار السيادة» جس سے معلوم پڑتا ہے کہ نسخہ ۹ ربیع الاول سن ۷۲۵ھ میں نقل ہوا ہے۔

یہ نسخہ ایک بیش قیمت مجموعے کا حصہ ہے جس میں شیخ اکبر ابن العربی کی ۲۳ سے زیادہ کتب اور رسائل کو جمع کیا گیا ہے۔ کاتب ابو رضا بن سید علی بن محمد الجونی نے یہ پورا مجموعہ دمشق میں سن ۷۲۴ اور ۷۲۵ھ میں نقل کیا ہے۔ نسخے کے پہلے صفحے پر ایک فہرست مرتب کی گئی ہے جس میں مختلف کتب اور رسائل کے حوالے سے تاریخ اور مقام نسخ کی تفصیلات ملتی ہیں۔ اس

Marfat.com

نسخے میں موجود چار کتب اور رسائل- جن میں رسالة الأنوار، التدبیرات الإلهیة، کتاب الکنه اور الأمر المحکم والمربوط شامل ہیں- کے بارے میں حتما درج ہے کہ یہ شیخ اکبر کے ہاتھ سے لکھے نسخہ اصلی سے نقل کیے گئے ہیں۔ کچھ دوسری کتب کے بارے میں بھی لکھا گیا ہے کہ یہ نسخہ اصلی سے نقل شدہ ہیں لیکن اس اصلی نسخے کی مزید تفصیلات نہیں بتائی گئی۔

نسخہ مکتبہ جامعہ ملک سعود-۵۵۸۱ (رمز: س)

خط نسخ میں لکھا گیا اور مکمل اعراب سے مزین یہ نسخہ اس رسالے کا ایک بہترین نسخہ ہے۔ سرورق پر درج ہے کہ یہ نسخہ سید محمد البرزنجی کے نجی مکتبے کی ملکیت ہے۔ مکتبہ جامعہ ملک سعود کی سکین کردہ حالت سے معلوم ہوتا ہے کہ نسخہ بہت خستہ حالت میں ہے۔ اسکینگ میں صفحات کی ترتیب کا خیال نہیں رکھا گیا۔ نسخے میں کئی مقامات پر اصل صفحات غائب ہیں جہاں پر کسی دوسرے شخص کے ہاتھ سے لکھی عبارت ڈالی گئی ہے جو کہ اپنی صحت کے اعتبار سے کسی صورت بھی اس نسخے سے نقل شدہ معلوم نہیں ہوتی۔ نسخے پر موازنہ کیے جانے کے آثار واضح ہیں اور معلوم یہ پڑتا ہے کہ یہ نسخہ کسی فارسی سمجھنے والے شخص نے نقل کیا ہے کیونکہ بہت سے مشکل الفاظ کے فارسی معانی جابجا حاشیے میں درج ہیں۔ اس نسخے میں ایک اور بات کا بے حد خیال رکھا گیا ہے وہ یہ کہ نفس کے لیے ہر جگہ مونث کا صیغہ استعمال کیا گیا ہے، یہ اہتمام ہمیں نسخہ اصلی میں بھی نظر نہیں آتا۔ کاتب نے اپنا نام تو نہیں لکھا لیکن آخر میں یہ عبارت ضرور درج کی ہے: «فرغ من تحریر هذه الرسالة في القدس بعون الله وحسن توفیقة في غرة شعبان المعظم المکرم سنة ثلاث وأربعین وسبعمائة» جس سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ نسخہ اول شعبان المعظم سن ۷۴۳ھ میں بیت المقدس میں نقل ہوا ہے۔

نسخہ ھودے-۵۱۷ (رمز: ھو)

خط تعلیق میں لکھا گیا یہ نسخہ عزیز محمد ھودے نے سن ۹۹۹ھ میں نقل کیا ہے۔ کاتب نے لکھتے وقت اختصار کو مد نظر رکھا ہے۔ نسخے میں کسی بھی حدیث کی سند کو مکمل بیان نہیں کیا گیا بلکہ اختصار کے پیش نظر صرف ایک دو راویوں کا تذکرہ ہی کیا گیا ہے۔ عبارت کے درمیان میں بھی جا

Marfat.com

بجا ہمیں یہ نظر آیا ہے کہ شیخ کے کچھ الفاظ دانستہ یا نادانستہ طور پر چھوڑ دیئے گئے ہیں یا پھر جلدی میں ان کی بجائے کچھ اور الفاظ لکھے گئے ہیں۔ اگرچہ کہ حاشیے میں موازنہ کیے جانے کے اثرات نمایاں ہیں لیکن اتنی کثرت سے نہیں جتنے اس سے پہلے والے نسخوں میں نظر آتے ہیں۔ حاشیے میں اپنی طرف سے سرخ سیاہی سے عنوانات لکھے گئے ہیں جن کی بدولت کتاب کے کسی بھی صفحے کے مندرجات تک بآسانی رسائی ہو سکتی ہے۔ چونکہ تعلیق رسم الخط عربی لکھنے کے لیے اتنا معاون نہیں اس لیے اس نسخے سے عبارت کا پڑھنا اور سمجھنا آسان نہیں خاص طور پر اس وقت جب الفاظ پر نقطے بھی نہ لگائے گئے ہوں۔ کتاب کا اختتام رسالہ روح القدس پر ہی کر دیا گیا ہے اور فتوحات مکیہ سے نقل شدہ اسرار حروف کو اس میں شامل نہیں کیا گیا۔ آخری صفحے پر یہ عبارت درج ہے: «سودت الرسالة وتمت في خامس عشر رجب سنة تسع وتسعين وتسعمائة من هجرة من لا نبي بعده» جس سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ رسالہ ۱۵ رجب سن ۹۹۹ھ میں نقل ہوا ہے۔

یہ نسخہ بھی ایک بیش قیمت مجموعے کا حصہ ہے جس میں شیخ اکبر محی الدین ابن العربی رحمۃ اللہ علیہ کی گیارہ کتب اور رسائل کو سن ۹۹۹ھ میں نقل کیا گیا۔ روح القدس کے علاوہ اس میں تنزلات موصلیہ اور مواقع النجوم بڑی کتب ہیں، مواقع النجوم نسخہ اصلی سے نقل شدہ ہے۔ ابن عربی سوسائٹی کی جین کلارک اور اسٹیفن ہرٹنسٹائن کے مطابق یہ مجموعہ شیخ عزیز محمد ھودے کے ہاتھ سے ہی لکھا معلوم پڑتا ہے۔

شرح روح القدس از محمود غراب

یہ کوئی قلمی نسخہ نہیں۔ ہم نے اپنے اس متن کو شیخ محمود غراب کی تحقیق سے جانچنے کے لیے مکمل طور پر چیک کیا ہے لیکن حواشی میں ان اختلافات کا ذکر نہیں کیا۔ ہمیں محمود غراب کے شائع شدہ متن اور نسخہ اصلی میں بہت نمایاں اختلافات نظر آئے ہیں جس سے یہ بات تو بالکل واضح ہے کہ انہوں نے اس رسالے کا متن جہاں سے بھی نقل کیا ہے وہ نسخہ اصلی سے براہ راست نقل شدہ نہیں۔ میری اور شیخ عبد العزیز المنصوب کی رائے یہی ہے کہ بغیر مکمل تحقیق اور

Marfat.com

تدقیق کے شیخ اکبر کے کلام کو کسی بھی صورت میں پیش کرنا خطرے سے خالی نہیں لہذا احتیاط کرنی چاہیے۔

Marfat.com

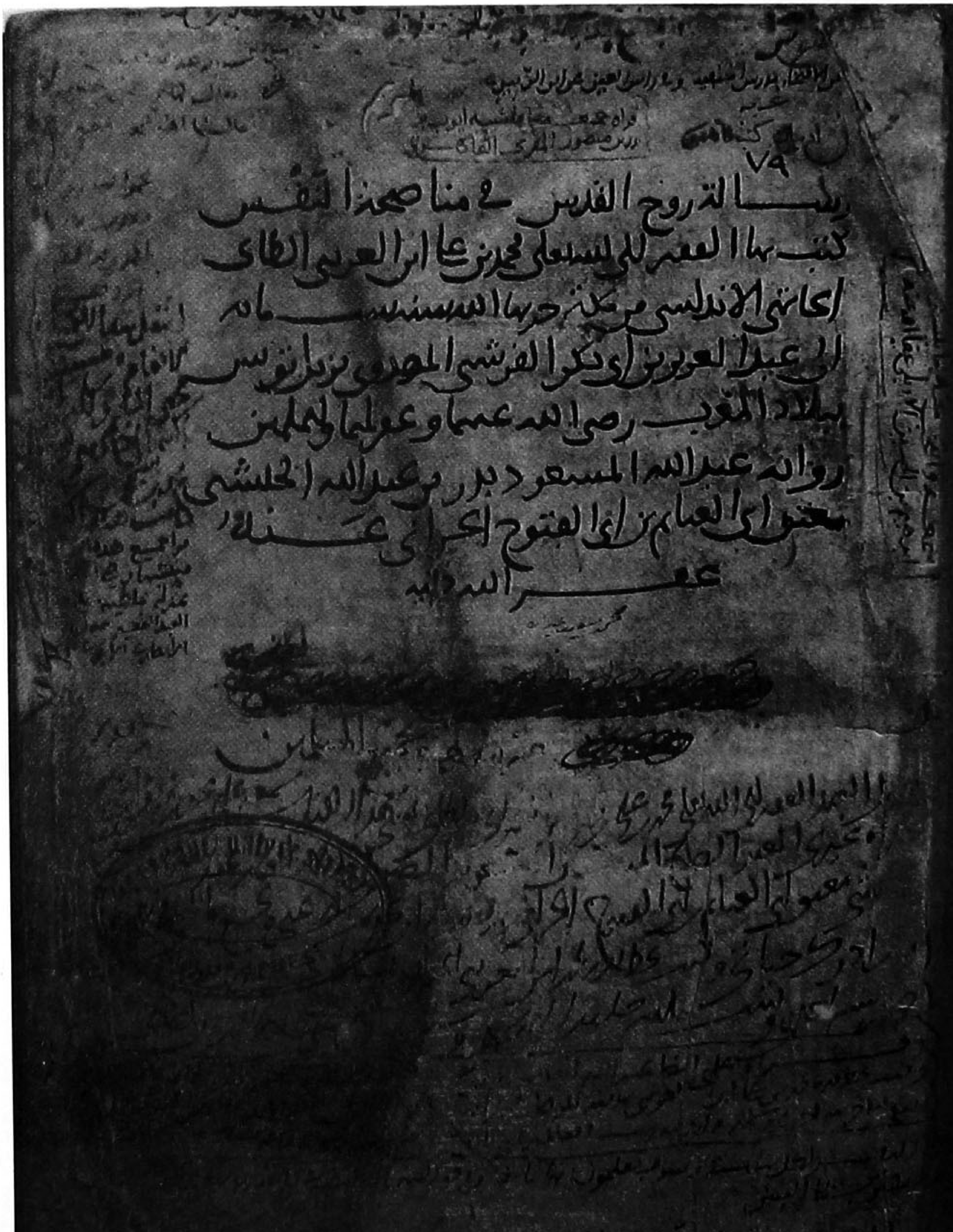
رسالة روح القدس في مناصحة النفس
كتب بها العبد الفقير إلى الله تعالى محمد بن علي ابن العربي الطائي
الحاتمي الأندلسي من مكة حرسها الله سنة ... الى
أبي عبد العزيز بن أبي بكر القرشي المهدوي نزيل تونس
ببلاد المغرب رضي الله عنهما وعن أمثالهما من المسلمين
رواية عبد الله المسعود بدر بن عبد الله الحبشي
معتوق أبي الغنائم بن أبي الفتوح الحراني عفا الله عنه
غفر الله له

نسخۂ اصلی مخطوط جامعہ استنبول A79 (رمز: ج)

Marfat.com

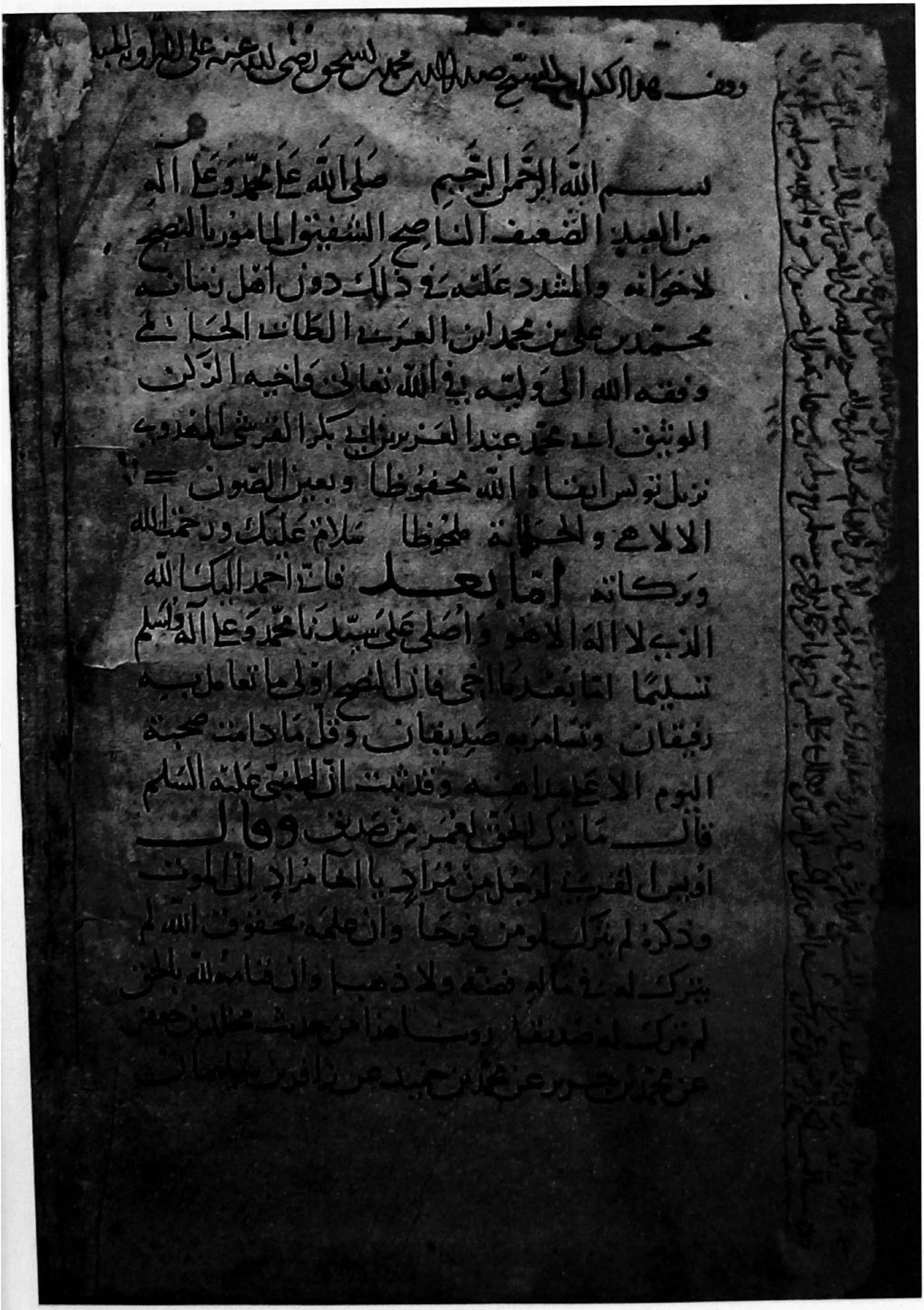
وقف هذا الكتاب الجامع الصحيح ... محمد بن اسحق رضي الله عنه على ...

بسم الله الرحمن الرحيم صلى الله على محمد وعلى آله
من العبد الضعيف الناصح الشفيق المأمور بالنصح
لاخوانه والمشدد عليه في ذلك دون أهل زمانه
محمد بن علي بن محمد ابن العربي الطائي الحاتمي
وفقه الله الى ولايته بي في الله تعالى واخيه الزكي
الوثيق ابي محمد عبد العزيز بن ابي بكر القرشي المهدوي
نزيل تونس ابقاه الله محفوظا وبعين الصون
الالاهي والحماية ملحوظا سلام عليك ورحمة الله
وبركاته اما بعد فاني احمد اليك الله
الذي لا اله الا هو واصلي على سيدنا محمد وعلى آله وسلم
تسليما اما بعد يا اخي فان النصح اولى ما تعامل به
رفيقان وتسامر به صديقان وقل ما دامت صحبة
اليوم الا على ما اقتضيه وقد ثبت ان النبي عليه السلم
قال ما ترك الحق لعمر من صديق وقال
اويس القرني لرجل من مراد يا اخا مراد ان الموت
وذكره لم يترك لمومن فرحا وان علمه بحقوق الله لم
يترك له في ماله فضة ولا ذهبا وان قيامه لله بالحق
لم يترك له صديقا روينا هذا من حديث [illegible]
عن محمد بن جرير عن [illegible] بن حميد عن [illegible] بن سليمان

نسخهٔ اصلی مخطوط جامعہ استنبول A79 (رمز: ج)

Marfat.com

نسخهٔ اصلی مخطوط جامعه استنبول A79 (رمز: ج)

Marfat.com

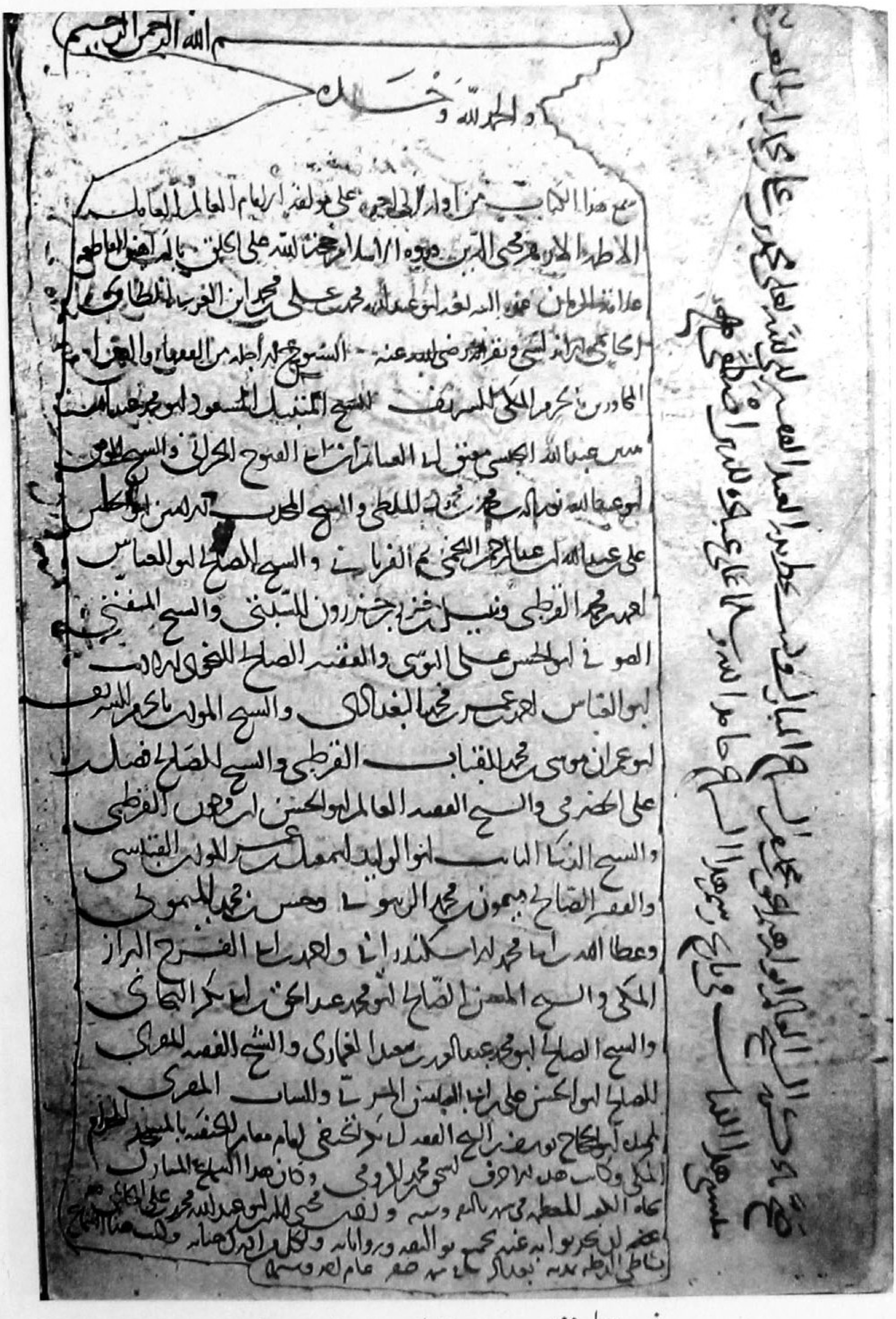
بسم الله الرحمن الرحيم

والحمد لله وحده

نسخهٔ اصلی مخطوط جامعه استنبول A79 (رمز: ج)

Marfat.com

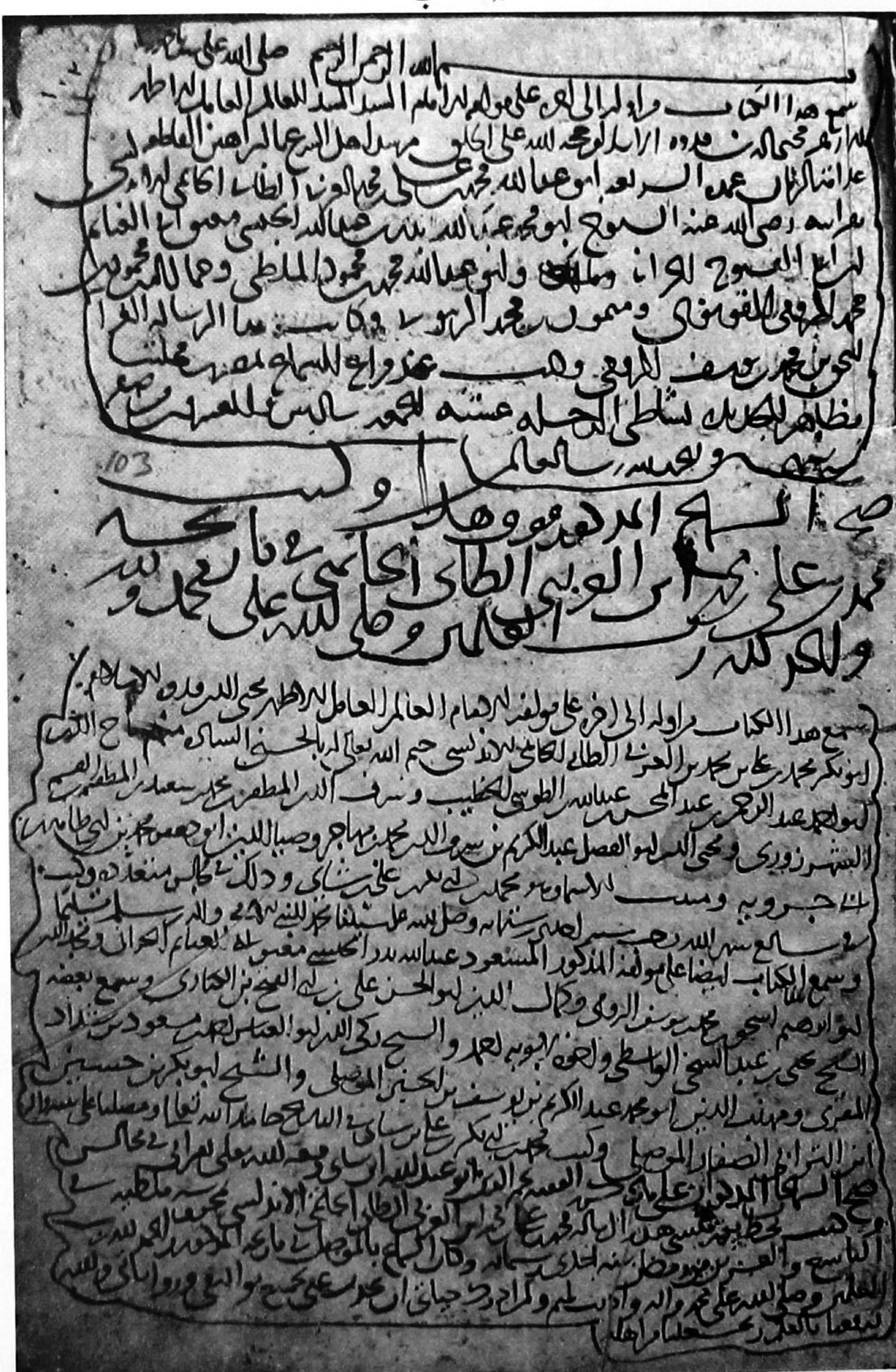
بسم الله الرحمن الرحيم صلى الله على سيدنا محمد

سمع هذا الكتاب من اوله الى اخره على مؤلفه الامام ...

صح ... محمد بن علي بن العربي الطائي الحاتمي ...

والحمد لله رب العالمين وصلى الله على محمد و ...

نسخۂ اصلی مخطوط جامعہ استنبول A79 (رمز: ج)

Marfat.com

صفحۂ آخر

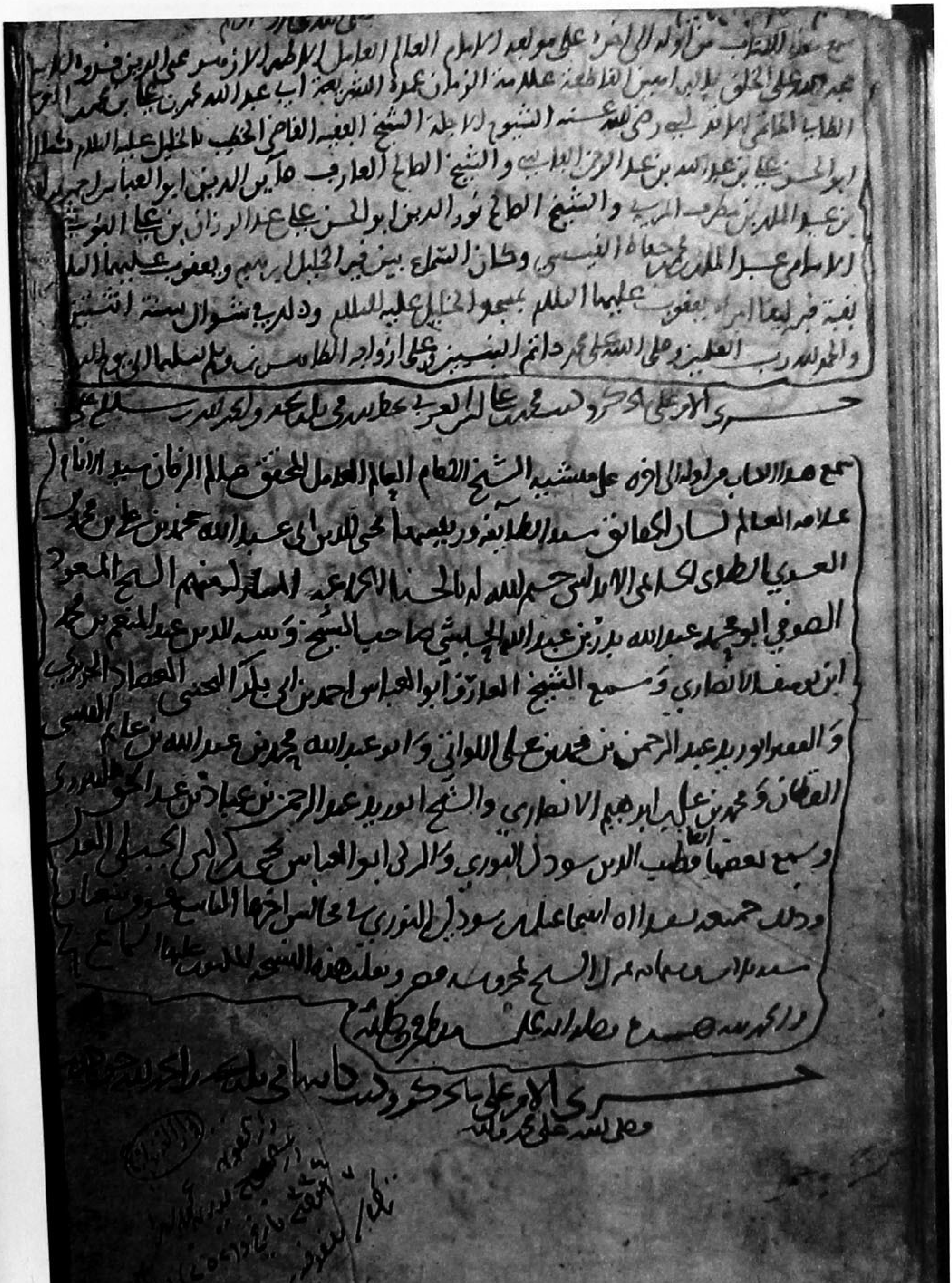

سمع هذا الكتاب من أوله إلى آخره على مصنفه الشيخ الإمام العالم العامل المحقق علامة الزمان سيد الأنام
علامة العالم لسان الحقائق سعد الطائفة وربيعها محيي الدين أبي عبد الله محمد بن علي بن محمد بن
العربي الطائي الحاتمي الأندلسي رحمه الله [illegible]
الصوفي أبو محمد عبد الله بدر بن عبد الله الحبشي صاحب الشيخ وسعد الدين عبد المنعم بن محمد
ابن يوسف الأنصاري وسمع الشيخ العارف أبو العباس أحمد بن أبي بكر [illegible] العصار الحريري
والعدل أبو بكر عبد الرحمن بن محمد بن علي اللواتي وأبو عبد الله محمد بن عبد الله بن علي [illegible]
[illegible]

نسخۂ اصلی مخطوط جامعہ استنبول A79 (رمز: ج)

Marfat.com

صفحهٔ اول

بسم الله الرحمن الرحيم من العبد الضعيف الناصح الشفيق المأمول

بالنصح [illegible] والسدد عليه في ذلك من اهل طائفة محمد بن علي بن محمد بن العربي الطائي الحاتمي وفقه

الله تعالى الى طاعته في الله تعالى واخيه الركن الوثيق ابي محمد عبد العزيز بن ابي بكر القرشي المهدوي

[illegible] تعالى ابقاه [illegible] سلام عليكم ورحمة الله وبركاته

اما بعد فاني احمد اليك الله الذي لا اله الا هو واصلي على سيدنا محمد وآله وسلم تسليما اما بعد يا اخي فان

النصح اولى ما تعامل به رفيقان وتساميه صديقان ولا دامت صحبة [illegible] الا على مداهنة وقد

ثبت ان النبي عليه السلام قال ما ترك الحق لعمر من صديق وقال اويس القرني لرجل من

مراد ما الخائف [illegible] ان الموت [illegible] لم يترك للمؤمن فرحا وان علمه بحقوق الله لم يترك في ماله فضة

ولا ذهبا وان قيامه بالحق لم يترك له صديقا رويناه من حديث خلد بن جعفر عن محمد بن حرب

عن محمد بن حميد عن [illegible] عن [illegible] عن جابر عن الشعبي عن رجل من مراد وقد اصبحت

تقبل النصح في [illegible] وبلغت [illegible] معايب النفس اذا ارسلتها في مجلس [illegible]

ونقول [illegible] هذا من الحق فاذا قلت له انا [illegible] بهذا الكلام والمؤمن مرآة اخيه وقد [illegible]

[illegible] لك فيه [illegible] النفس فقالت [illegible] الله انما انا مرآة [illegible] رأيت في [illegible] انا

[illegible] له هذا فادى [illegible] الى [illegible] الى الكتاب [illegible] من الكتب [illegible]

[illegible] ان [illegible] اليوم ناصح من [illegible] ولقد [illegible] في ذلك لما لزمت النصح [illegible]

[illegible] في [illegible] ولعمر الله ما [illegible] ما [illegible] وعلم ولمن ابقاه الله

[illegible] بالمناصحة [illegible] على [illegible] تعالى [illegible]

[illegible] ابن [illegible] ثم استشهد على بقول القائل وعين الرضا عن كل عيب كليلة

ولكن عين السخط تبدي المساويا

مخطوط شہید علی - ۱۳۴۱ (رمز: ش)

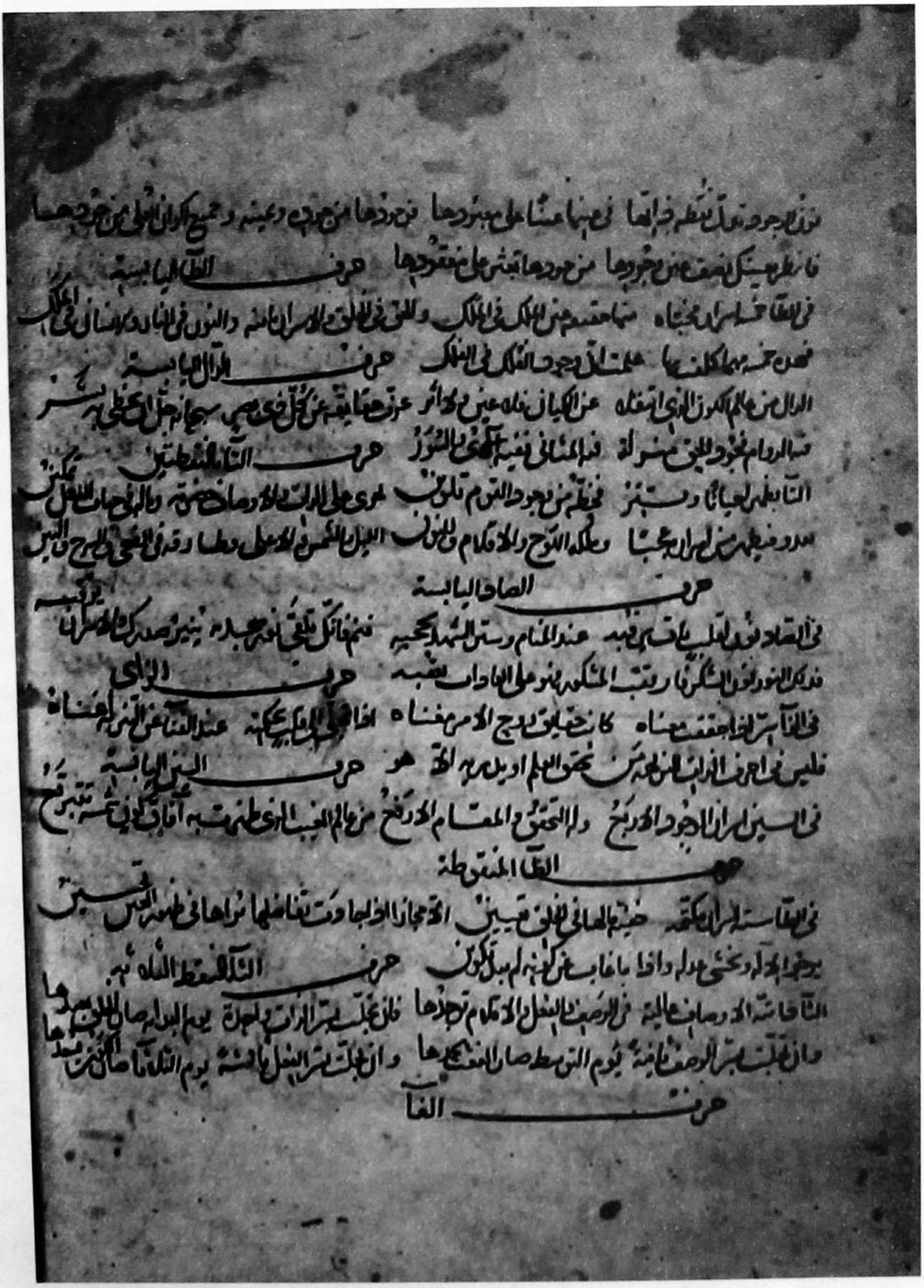

مخطوط شهید علی – ۱۳۴۱ (رمز: ش)

Marfat.com

صفحۂ اول

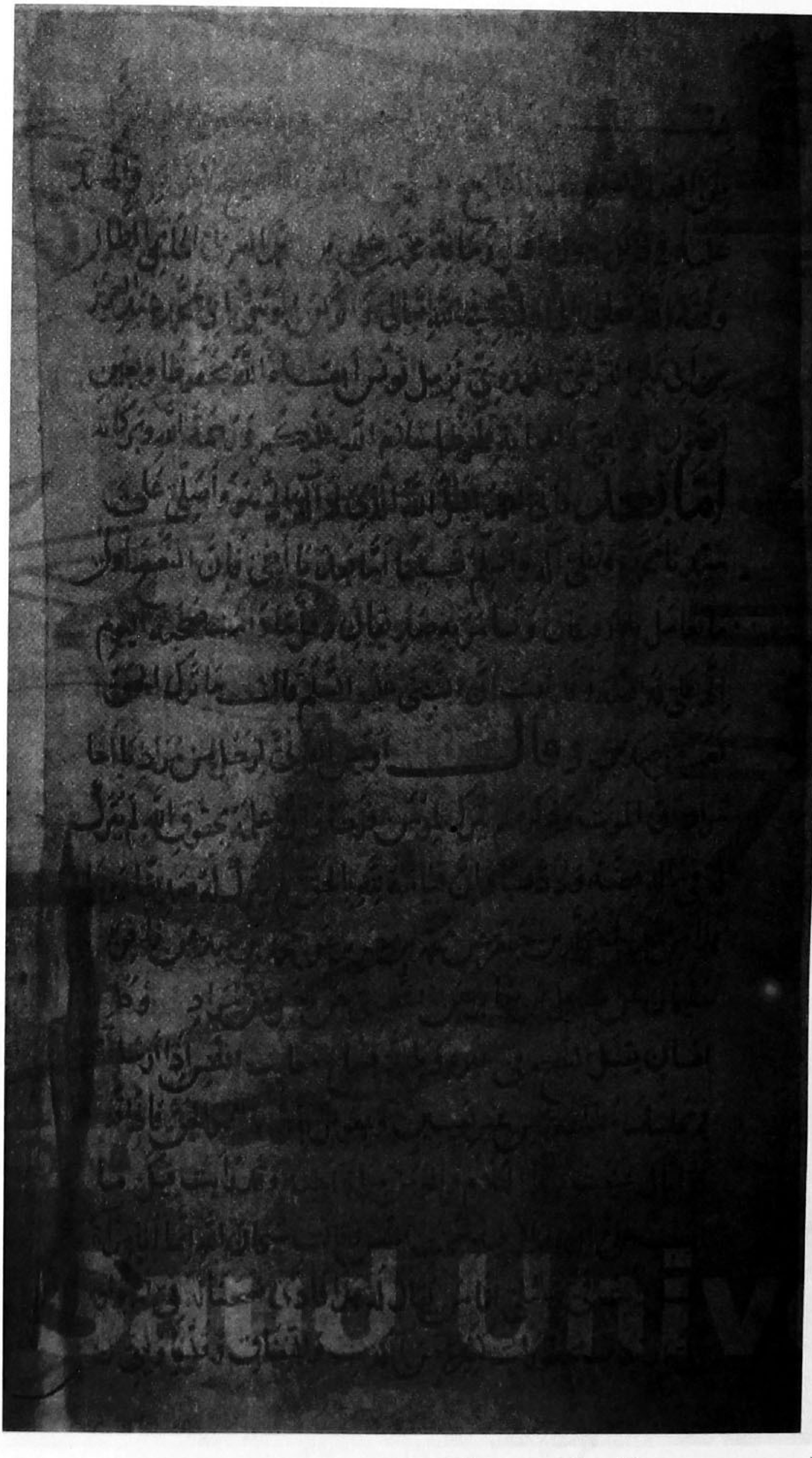

مخطوط مکتبہ جامعہ ملک سعود-۵۵۸۱ (رمز: س)

صفحہ آخر

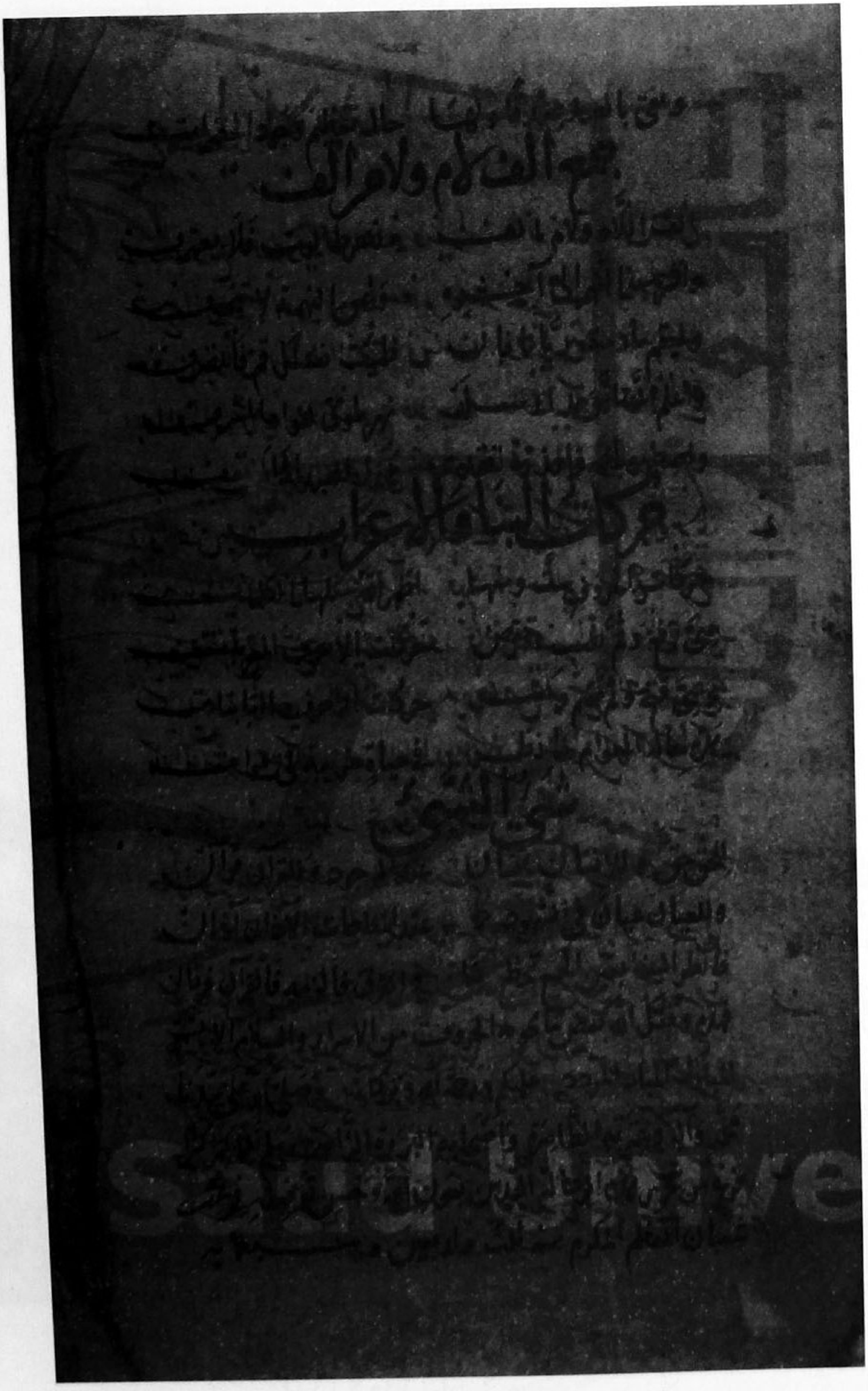

مخطوط مکتبہ جامعہ ملک سعود-۵۵۸۱ (رمز: س)

Marfat.com

صفحهٔ اول

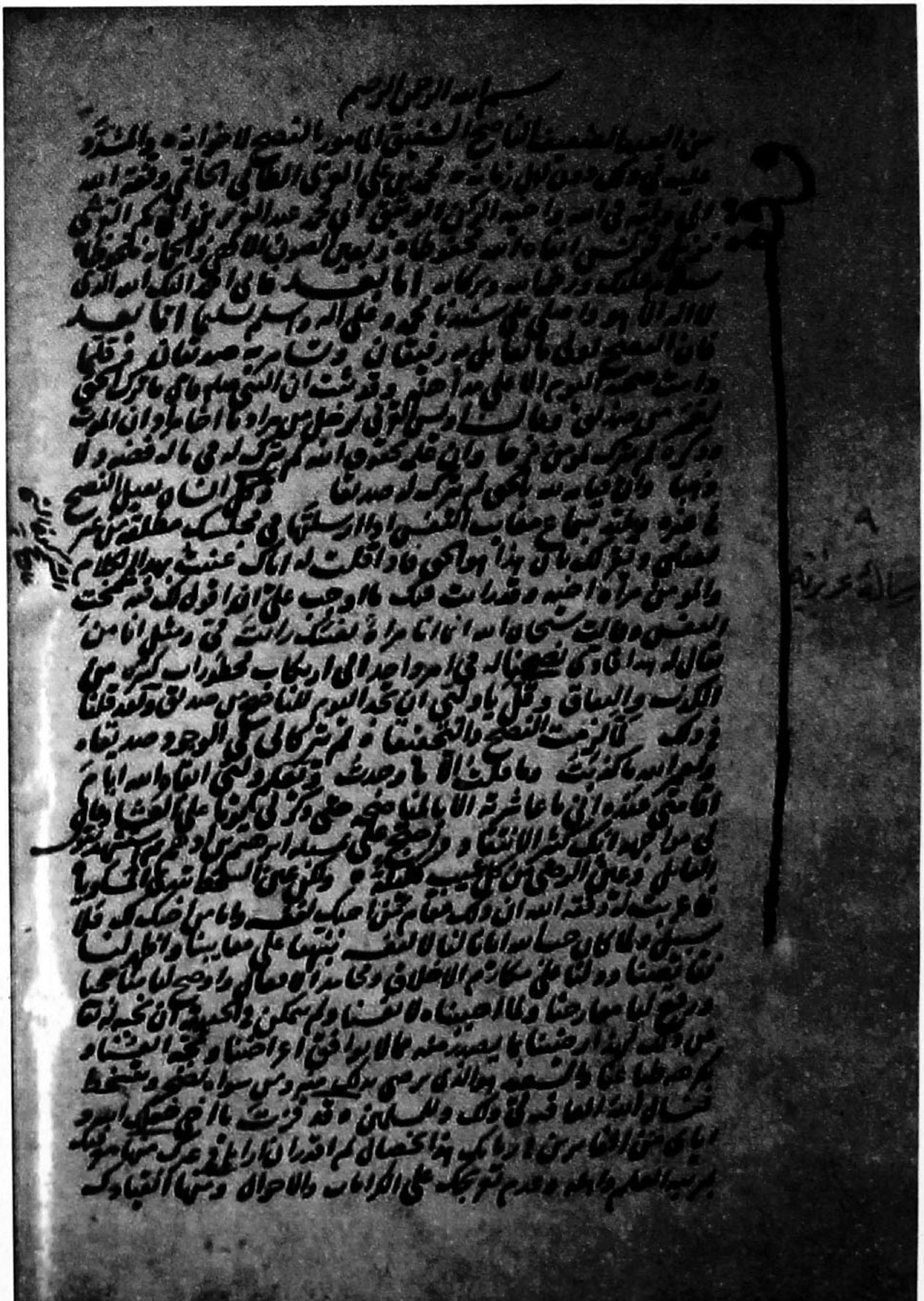
بسم الله الرحمن الرحيم

نسخهٔ هودے-۵۱۷ (رمز: هو)

Marfat.com

صفحهٔ آخر

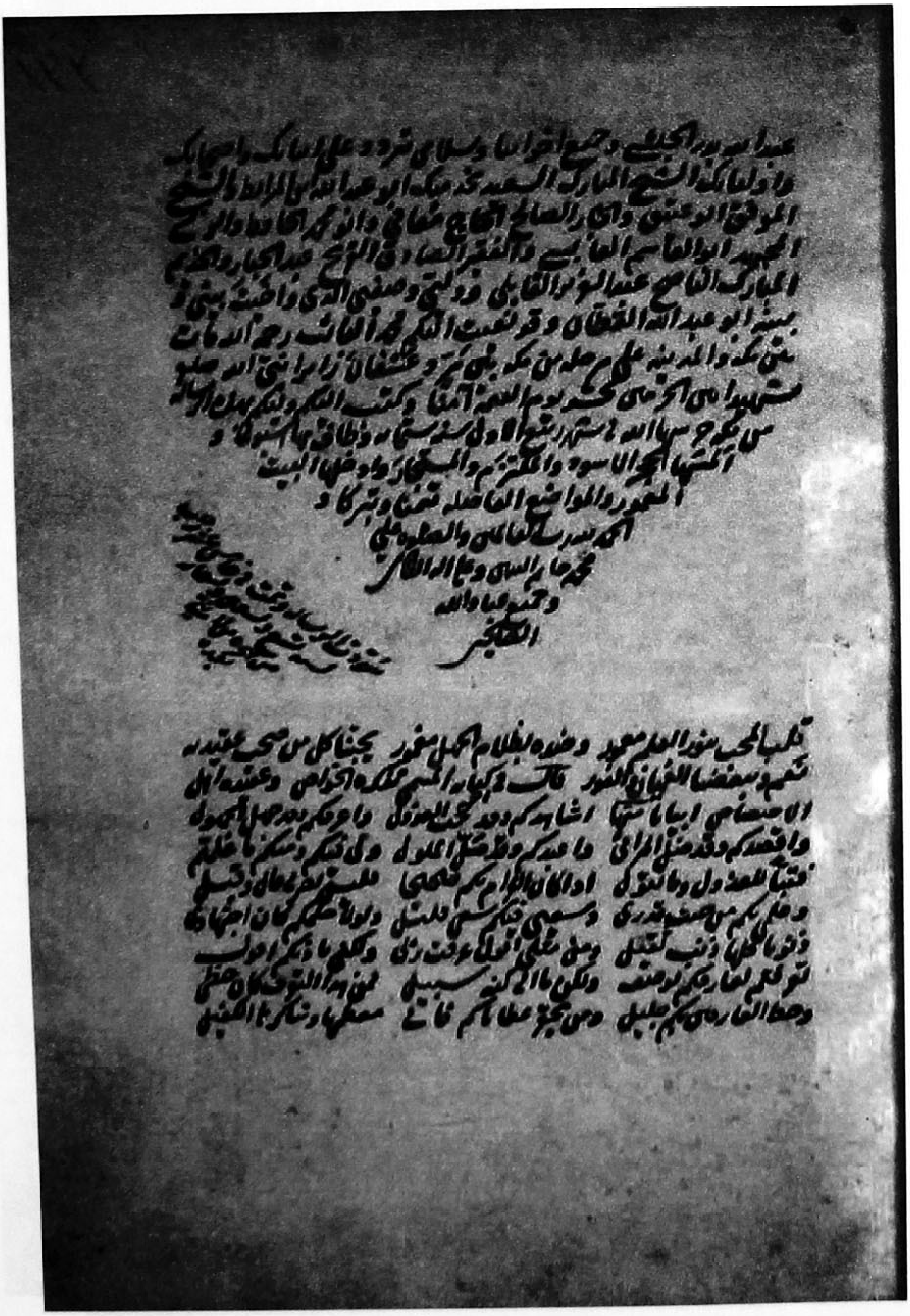

نسخه هودے-۵۱۷ (رمز: هو)

Marfat.com

اصلاح نفس کا آئینۂ حق

روح القدس فی مناصحۃ النفس

Marfat.com

رسالة روح القدس في مناصحة النفس

كتب بها الفقير إلى الله - تعالى - محمد بن علي ابن العربي الطائي الحاتمي الأندلسي من مكة، حرسها الله، سنة ست مائة، إلى عبد العزيز بن أبي بكر القرشي المهدوي نزيل تونس ببلاد المغرب، رضي الله عنهما و غفر لهما وللمسلمين.

رواية عبد الله المسعود، بدر بن عبد الله الحبشي، معتق أبي الغنائم بن أبي الفتوح الحراني عنه، غفر الله ذنبه.[١]

[١] ج: العنوان وما بعده، في الصفحة الأولى، بخط الشيخ محيي الدين بن العربي.

Marfat.com

اِصلاح نفس کا آئینہ حق

یہ رسالہ فقیر الی اللہ محمد بن علی ابن العربی الطائی الحاتمی الاندلسی نے شہر مکہ میں سن ۶۰۰ ہجری میں عبد العزیز بن ابو بکر القرشی المہدوی -المغرب کے شہر تیونس والے- کے نام تحریر کیا، اللہ تعالی ان دونوں سے راضی ہو، ان دونوں اور تمام مسلمانوں کی مغفرت فرمائے۔

ابو الغنائم بن ابو الفتوح الحرانی کے آزاد کردہ غلام عبد اللہ المسعود بدر بن عبد اللہ الحبشی کی روایت، اللہ ان کی بھی مغفرت فرمائے۔ [1]

1 اصل نسخے میں یہ مکمل عبارت شیخ اکبر محی الدین ابن العربی کے قلم سے لکھی گئی ہے۔

Marfat.com

(الجزء الأول: أهمية المناصحة)

بسم الله الرَّحمن الرَّحيم وصَلَّى الله عَلَى محمّدٍ وَعَلى آلِهِ.[١]

من العبد الضعيف النَاصِح الشفيق، المأمور بالنصح لإخوانه، والمُشَدَّد عليه فِي ذلك دون أهْل زمانه، محمّد بن علي بن محمد بن[٢] العرَبي الطَائي الحَاتمي - وفقه الله[٣] - إلى وليّه في الله - تعالى - وَأخيه، الرّكن الوثيق، أبي محمّد، عبد العَزيز بن أبي بكر القرشي المهْدوي[٤] - نزيل تونس - أبقاهُ الله محفُوظًا، وبعين الصّون الإلهي والحماية ملحُوظًا.

سَلامٌ[٥] عَليك[٦] ورحمة الله وبَركاته!

أما بعد، فإنّي أحمد إليك الله الذي لا إلهَ إلا هُو، وَأُصَلّي عَلى سيّدنا محمّد وَعلى آله وأُسلّم تسليمًا. أمّا بعد يا أخِي[٧] فإنّ النصح أوْلى ما تعامل به رفيقان، وتسَامَر به صَدِيقان، وقلّمَا دامت صحبةٌ اليوم إلا عَلى مداهِنة. وقد ثبت أنّ النبي - عَليْه السَلام - قال: «مَا ترَكَ الحقّ لعُمَر مِنْ صَديق»، وقال أوْيس القرَني لرَجُل منْ مُرَادٍ: «يا أخا مُرادٍ؛ إنَّ الموتَ وذِكْرَه لم يترك لمؤمن فرحًا، وإنّ علمَه بحقوق الله

---

١ ش، س، هو: - وصَلَّى الله عَلَى محمّدٍ وَعَلى آلِهِ؛ س: + وبه نستعين وعليه أتوكل.

٢ هو: - بن محمد بن.

٣ ش، س: + تعالى.

٤ هو: - المهدوي

٥ س: + الله.

٦ ش، س: عليكم.

٧ هو: - يا أخي.

Marfat.com

پہلا حصہ: نصیحت کی اہمیت

بسم اللہ الرحمن الرحیم وصلی اللہ علی سیدنا محمد و علی آلہ

ایک کمزور شفیق ناصح غلام - جسے اپنے بھائیوں کو نصیحت کرنے کا حکم دیا گیا ہے اور (اس حکم کی تعمیل میں) تمام اہل زمانہ کو چھوڑ کر جس پر سختی کی گئی ہے - محمد بن علی بن محمد بن العربی الطائی الحاتمی - اللہ اسے توفیق دے - کی طرف سے اللہ کی خاطر اُس کے دوست اور بھائی، ایک مستحکم تکیہ گاہ، ابو محمد بن عبد العزیز بن ابو بکر القرشی المہدوی تیونس والے کے نام، اللہ انہیں محفوظ رکھے اور حفاظت الٰہی اور حمایت (الٰہی) کی نگاہ میں ملحوظ رکھے۔

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

اما بعد: سب سے پہلے میں آپ کے سامنے اللہ کی تعریف کرتا ہوں جس کے سوا کوئی معبود نہیں اور اس کے بعد میں، ہمارے آقا و سردار حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم اور ان کی آل[1] پر درود و سلام بھیجتا ہوں، اس کے بعد عرض ہے کہ اے بھائی: بے شک نصیحت ہی وہ سب سے بہتر چیز ہے جس سے دو دوست آپس میں واسطہ رکھیں اور اپنی راتیں باتوں کی نذر کریں۔ آج کل تو (حالت یہ ہے کہ) چاپلوسی کے بغیر دوستی بھی نہیں چلتی۔ حضور اکرم ﷺ سے ثابت ہے کہ آپؐ نے فرمایا: حق (گوئی) نے عمرؓ کا کوئی دوست نہیں چھوڑا۔[2] اویس قرنی رضی اللہ عنہ نے (قبیلہ) مُراد کے ایک شخص سے کہا: "اے قبیلہ مراد والے! بیشک موت اور اس کی یاد نے مومن کے لیے کوئی خوشی نہیں چھوڑی، اللہ کے حقوق کی ادائیگی کے علم نے اُس کے مال میں سونا چاندی نہیں چھوڑا اور حق کی خاطر حق پر کھڑے ہو جانے نے اس کا کوئی دوست نہیں چھوڑا۔"[3] ہم نے یہ روایت مخلد بن جعفر سے بیان کی جنہوں نے مکمل سند سے قبیلہ مراد کے کسی آدمی سے روایت کی۔

لم يتركْ له[1] فِي ماله فضّة ولا ذهبًا، وإنّ قيامَهُ لله بالحق لم يتركْ له صَديقا». روينا هذا من حديث مخلّد بن جعفر، عن محمد بن جرير، عن محمّد بن حميد، عن زافر بن سُليمان، عن شريك، عنْ جَابر، عَن الشّعبي، عن رجل من مراد، عن أويس رضي الله عنه.[2]

وكلّ إنسان يقبل النصحَ فِي غيره، ويلتذ بسماع معَايب النفس - إذا أرسَلتها في مجلسك مُطلقةً من غير تعيين - ويقرّ لكَ بأنّ هذا هو الحق، فإذا قلت لهُ: إياك عنيتُ بهَذا الكلام، «وَالمؤمِن مرآة أخِيه»، وقد رَأيتُ فيك ما أوجبَ عليَّ أن أقول لك فيه؛ شمخَتِ النفْسُ، وقالت: سُبحان الله! إنما أنا مِرآةٌ، نَفْسَك رَأيتَ فيَّ، ومثلي أنا من يُقال له هذا؟! فَأدّى نُصْحُنَا له في أمرٍ واحدٍ إلى ارتكاب محظورات كثيرة من الكَذب والنِّفاق. وَقَلَّ - يا وليّ - أن تجد اليوم للناصِح من صديق، ولقد قلنا في ذلك:

لَـمَّـا لَزِمْتُ النُصْحَ وَالتَّحْقيْقَا ... لَمْ يَتْرُكَا لِي فِي الْوُجُوْدِ صَدِيْقَا

ولعمر الله ما كذَبتُ، وما قلتُ إلا مَا وجدتُ.

ويعلم وليي - أبقاه الله - أيَّام إقامتي عنده، إنّي ما عَاشرته إلا بالمناصحة حتى ذكرَ لي يومًا على العَشاء، وقَالَ لي مُوَاجَهَةً: «إنّك كثير الانْتِقَاد» واحتجّ عَلَيّ بمسألة إبرَاهيم بن أدهم، ثم اسْتشهد عَليَّ[3] بقول القائل:

وَعَيْنُ الرِّضَا عَنْ كُلِّ عَيْبٍ كَلِيْلَةٌ ... وَلكِنَّ عَيْنَ السَّخطِ تُبدِي المَسَاوِيَا

فَأعربتُ له - وفقه الله - أنّ ذلك مقام مَن أحبّك لنفسه، وأمّا مَن أحبَّك لَكَ فلا سبيل. ولّما كان حُبّ الله إيّانا لنا لا لنفسه، نبّهنَا عَلى معَايبنا، وأظهَر لنا

---

١ ش: - له.

٢ هو: - سند الحديث الكامل.

٣ هو: - علي.

Marfat.com

ہر شخص دوسروں کے لیے نصیحت کو بہتر سمجھتا ہے اور اِس نفس کی برائیاں سننے میں بھی اس وقت تک لذت محسوس کرتا ہے (جب تک) آپ اپنی مجلس میں (ان برائیوں کو) بغیر متعین کیے بیان کریں، وہ یہ اقرار بھی کرے گا کہ یہی حق ہے لیکن اگر آپ اس (سننے والے) سے یہ کہیں کہ اس کلام سے میری مراد تو ہی ہے اور ایک مومن دوسرے مومن کا آئینہ ہے،[۴] اور مجھے تجھ میں کچھ ایسا دکھا ہے جس کی وجہ سے مجبوراً میں یہ بات کر رہا ہوں، (تو ایسی صورت میں) یہ نفس گھمنڈ پر آجاتا ہے، کہتا ہے: سبحان اللہ! بیشک میں تو صرف ایک آئینہ ہوں، تو نے مجھ میں خود کو دیکھا ہے اور مجھ جیسے سے ایسی بات بھلا کیوں کر کی جاتی ہے؟ لہٰذا ہمارا ایک معاملے میں اس کو نصیحت کرنا اسے بہت سے دوسرے گناہوں - جیسے کہ جھوٹ اور منافقت وغیرہ - میں مبتلا کر دیتا ہے۔ اے دوست! آج کل کے دور میں تُو نصیحت کرنے والے دوست کم ہی پائے گا۔ اسی بارے میں ہم نے یہ کہا ہے:

جب سے میں نے نصیحت اور تحقیق کا دامن تھام لیا
تو ان دونوں نے پوری خدائی میں میرا کوئی دوست نہ چھوڑا۔
اللہ کی قسم میں نے غلط نہیں کہا، بلکہ ویسا ہی کہا جیسا پایا۔

میرا دوست جانتا ہے - اللہ تعالیٰ اس کی حفاظت کرے - کہ اس کے ہاں گزرے ایام میں بھی میں نے اس کے ساتھ صرف باہمی نصیحت ہی کی نسبت رکھی، یہاں تک کہ ایک رات کھانے پر اُس نے مجھے روبرو یہ تک کہا: تم (یعنی ابن العربی) تو ہر وقت تنقید ہی کرتے رہتے ہو اور حضرت ابراہیم بن ادھم کے معاملے سے مجھ پر دلیل پکڑی، پھر سند کے طور پر اِس شعر کا حوالہ دیا۔

رضامندی کی نظر تو ہر عیب سے صَرفِ نظر کرتی ہے
لیکن خفگی کی نظر چھپی کوتاہیاں بھی روبروئے نظر کرتی ہے۔

میں نے اسے سمجھایا - اللہ اسے توفیق دے - کہ یہ تو اُس (شخص) کا مقام ہے جس نے اپنے لیے تجھ سے محبت کی، مگر جو تیرے لیے تجھ سے محبت کرے تو (اُس کا) یہ راستہ نہیں۔ چونکہ اللہ تعالیٰ کا ہم سے محبت کرنا ہمارے لیے ہے، نہ کہ اُس (ذات) کے اپنے لیے، تو اُس نے

Marfat.com

نَقَائِصَنَا، ودَلّنا عَلى مَكارم الأخلاق ومحامِد الأفعال، وأوْضح لنَا مناهجها،[١] ورَفعَ لنا مَعَارجَهَا.[٢] وَلمّا أحببْناه لأنفسنا وَلمْ نتمَكّن فِي الحقيقة أن نحبّه له - تعالى عنْ ذلك - لهذا رضينَا بما يصدر منه ممّا لا يوافق أغراضنا وتمُجّه أنفسنا وتكرهه طباعنا. والسعيد هُو الذي يرضى بِذلك منه، ومَن سوَاه يضجر ويتسخّط، فنسأل الله العافية لي وَلكَ وَللمُسلمين.

وقد فزتَ يا أخي - جعَلك اللهُ وإيايَ من الفائزين - فِي زمانك هذا بِخِلالٍ[٣] لم أقدر أن أرَاهَا في غَيْرك: منها معرفتك بمرتبة العِلم وأهله، وَعَدم تعريجك على الكرامَات والأحوَال. ومنها انقيادُك للحَقّ وتواضعك له ونزولك إليه عِند من وجدتَه؛ سَواء كان[٤] ممَّن تلحظهُ العيُون أو لا يؤبَه له. وَلم تلحظ منزلتك الدنيويّة؛ من تعظيم الناس لك، وتقبيلهم يَدك، وإتيان السلاطين إلى بابك. وهَذَا غاية الإنصاف ثبّتك الله. ومنها قولك فيما لا تعلم: «لا أعْلم»، وفيما تعلم تُحبُّ أن تسمعهُ من غيرك.

فقد حُزْتَ[٥] - واللهِ يا وليي[٦] - بهذه[٧] الخلال، التي[٨] تتَطاير دُونها رقابُ الرجال، المقامَ الذي لا تغيّره الأحوَالُ[٩]، ولا تزيده حُسنًا ووضاءةً روَاتبُ الأعمال.

---

١ هو: مناهجنا.

٢ هو: معارجنا.

٣ هو: بخصال.

٤ ش: - كان.

٥ هو: جزت.

٦ هو: يا ولي والله.

٧ ش: بهذا.

٨ ج، ش: الذي.

٩ ج: من هنا يوجد نقص في النسخة بمقدار صفحة تقريبا سنبينه عندها.

ہمیں ہمارے عیوب پر مطلع کیا، ہماری کوتاہیاں ہم پر ظاہر کیں، بہترین اخلاق اور قابل تعریف اعمال کی طرف ہماری رہنمائی کی؛ اِن کے راستے ہم پر واضح کیے اور ان کی بلندیاں ہمارے سامنے کیں۔ اور جب ہم نے اپنے لیے اُس (ذات) سے محبت کی، اور در حقیقت ہم اس قابل ہی نہیں کہ اُس کی خاطر اُس سے محبت کر سکیں کیونکہ وہ اس (بات) سے بہت بلند ہے، تو ہم اُس کے ہر اُس فعل سے راضی ہوئے جو ہماری اغراض سے موافقت نہیں رکھتا یا ہمارے نفوس جس کا انکار کریں اور ہمارے مزاج جسے ناپسند کریں۔ خوش بخت (بندہ) ہی حق تعالیٰ کے ایسے افعال سے راضی رہتا ہے اور جو ایسے نہیں (سوچتا) وہ بیزار اور بے قرار رہتا ہے۔ چنانچہ ہم اللہ رب العزت سے اپنے لیے، آپ کے لیے اور تمام مسلمانوں کے لیے عافیت کے طلب گار ہیں۔

اے بھائی (عبد العزیز المہدوی)! - اللہ تعالیٰ مجھے اور آپ، دونوں کو کامیاب کرے - آپ نے اس دور میں بھی کچھ ایسی خصلتیں پائی ہیں جنہیں میں نے آپ کے سوا کسی دوسرے میں نہیں دیکھا۔ اِن میں: آپ کا علم اور اہل علم کے مرتبے کی معرفت رکھنا ہے، کرامات اور احوال کی جانب التفات نہ کرنا، حق کی فرمانبرداری اختیار کرتے ہوئے عاجزی اور انکساری کا اظہار کرنا ہے۔ پھر آپ جس کے پاس بھی حق کو پاتے ہیں اسی کی طرف دوڑے چلے آتے ہیں چاہے دنیا میں اس کی قدر و منزلت ہو یا نہ ہو۔ آپ کا اپنی دنیاوی قدر و منزلت - جیسے کہ لوگوں کا آپ کی تعظیم کرنا، یا ان کا آپ کے ہاتھ چومنا یا سلطان کا آپ کے دَر پر حاضری دینا - کو خاطر میں نہ لانا انتہا درجے کا انصاف ہے، اللہ تعالیٰ آپ کو اس پر ثابت قدم رکھے۔ آپ میں ایک خوبی یہ بھی ہے کہ جو چیز آپ نہیں جانتے اس کے بارے میں بَرملا کہتے ہیں کہ "میں یہ نہیں جانتا۔" اور جو آپ جانتے ہیں وہ کسی اور سے سننا چاہتے ہیں۔

اللہ کی قسم اے دوست! آپ ان خوبیوں کے مالک ہیں کہ مردانِ (حق) صرف ان کی تمنا ہی کر سکتے ہیں، یہ ایسا مقام ہے کہ جسے احوال بھی تبدیل نہیں کر پاتے اور اعمال بھی اِس کے حُسن اور رعنائی میں کچھ اضافہ نہیں کر سکتے۔ پھر معرفتِ امام اور زمان میں آپ جیسی جستجو میں نے کسی میں نہیں دیکھی، اور آپ کا یہ اعتقاد کہ یہی (تلاش) تو فرض عین ہے، یہ وہ سب سے

Marfat.com

ثم بحثَك الذي لم أرَهُ مِن غَيرك في معرفة الإمام وَالزَمان، واعتقادك أنه مِن فروض الأعيان؛ من أعجب ما سمعته الآذان، وتسَامَر بِهِ الخلّان، وَسَارت به الرُّكْبَان. ثم ما وَهَبك الله مِنَ الصَّولة والقُوَّة على الفقهاء، بدلائل المكارِم والفُتوّة الجارية مع براهين النُّبوَّة.

(وصف أهل الزمان)

وأما أهْل زَمَانِك اليوم يا وَليي؛ فكما قال الحكيم أبو عَبد الله، محمّد بن علي الترمذي - رحمه الله - : «ضَعفٌ ظَاهرٌ ودَعوى عَرِيضةٌ». فأوّلَ مَا وَصَلتُ إلى هذِهِ البلاد سَألتُ عَن أهلِ هذِه الطريقة المثلَى، عَسى أجد منهُم نَفَحَة الرَّفيق الأعلى. فحُمِلتُ[١] إلى جماعةٍ منهم قَد جَمَعَتْهُم خَانقَاهٌ؛ عَاليةُ البِناء وَاسِعة الفناء، فنظرتُ مغزاهم المطلوب ومنحاهم؛ تنظيف مُرقَّعَاتهم بل مشهَّراتهم وترجيل لحاهم، غير أنَّهم يدَّعونَ أنَّ أهلَ المغرب أهْلُ حقيقةٍ لا طريقةٍ، وهُم أهل طريقةٍ لا حقيقةٍ. وكفى بهذا[٢] الكلام فسادًا؛ إذ لا وُصُولَ إلى حقيقةٍ إلا بعدَ تحصيلِ الطَّريقة.

وقد قَالَ الإمامُ المقدَّم، والصّدر المبرّز، أبو سُليمان الدَّاراني: «وَإنما حُرِموا الوُصُولَ، وهي[٣] الحقيقة، لتضييعِهم الأصول، وهي الطريقة» فقد شهدوا على أنفسهم بفراغهم من الحقيقة؛ فهي شهادتهم بعينها أنهم على غير الطريقة، وشهادتهم لَنَا أنّا على الحقيقة شهادةٌ منهم لنا بتحصيل الطريقة؛ وهَاتَانِ جهَالتَانِ منهم وهم لا يشعرون.

فالزمان يا وليي اليوم[٤] شديدٌ، شيطانه مريد، وجَبَّارُهُ عَنيد: علماء سوءٍ

---

١ س: - فحملت.

٢ س: هذه.

٣ س: وهو.

٤ ش: اليوم يا وليي.

عجیب بات ہے جو کانوں نے سنی، یا دو قریبی ساتھیوں نے کہی، یا جو عام ہوئی۔ پھر اللہ تعالیٰ نے قابل قدر دلائل اور نبوت کی براہین سے جاری عالی ہمتی سے آپ کو فقہا پر جو قوت اور دبدبہ عطا کیا ہے (اس کی بھی مثال نہیں ملتی۔)

معاصرین کا حال

اے دوست! جہاں تک آپ کے معاصرین کا تعلق ہے تو (ان کا حال ویسا ہی ہے) جیسا کہ حکیم ابو عبداللہ محمد بن علی ترمذی نے کہا: "کمزوری عیاں ہے اور دعوے بلند ہیں۔" جب میں (یعنی ابن العربی) پہلے پہل اس ملک میں آیا تھا تو میں نے ان درویش صفت ہستیوں کے بارے میں ہی پوچھا تھا کہ شاید مجھے اِن سے رفیق اعلیٰ (یعنی اللہ تعالیٰ) کی مہک محسوس ہو۔ مجھے ایک گروہ کے پاس لے جایا گیا جنہیں ایک بلند تعمیر اور کھلے صحن والی خانقاہ نے اکٹھا کر رکھا تھا۔ میں نے دیکھا کہ ان کا اہم ترین کام اور پسندیدہ مشغلہ اپنے پیوند دار کپڑوں، بلکہ اپنی وجہ شہرت کے ٹکڑوں کی صفائی اور اپنی داڑھیوں کو سنوارنا ہی تھا۔ اور وہ یہ دعویٰ کرتے تھے کہ اہل مغرب اہل حقیقت ہیں اہل طریقت نہیں اور وہ اہل طریقت ہیں اہل حقیقت نہیں۔ اس بات کا باطل ہونا تو خود سے واضح ہے کیونکہ کوئی بھی طریقت کے حصول کے بعد ہی حقیقت تک پہنچ پاتا ہے۔

پیش رَو امام اور صدرِ فضیلت، ابو سلیمان الدارانی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ہے: "بیشک وہ وصول یعنی حقیقت سے محروم کر دیئے گئے کیونکہ انہوں نے اصول یعنی طریقت کو ضائع کیا۔" انہوں نے تو خود ہی یہ گواہی دے دی کہ وہ حقیقت سے عاری ہیں، ان کی یہ گواہی بعینہ یہی کہنا ہے کہ وہ طریقت سے بھی عاری ہیں۔ اور ہمارے بارے میں ان کا یہ کہنا کہ ہم حقیقت پر ہیں اس میں انہوں نے یہ گواہی بھی دے دی کہ ہمیں طریقت بھی حاصل ہے۔ یہ ان کی دو جہالتیں ہیں جس کی انہیں ذرا خبر نہیں۔

اے دوست! آج کا دور بہت کڑا ہے، سرکش اور نافرمان اس دور کا شیطان ہے اور متکبر اور کج رو اس میں طاقت ور ہے، علمائے سوء صرف اپنا کھانا مانگتے ہیں اور سنگ دل ظالم حکمران

Marfat.com

يطلبونَ مَا يأكلون، وأمَرَاءُ جورٍ يحكمون بما لا يعلمون، وصوفية صوْف بأعراض[١] الدنيا مُوسّخون. عظُمت الدنيا في[٢] قلوبهم فلا يرونَ فوقها مطلبًا، وَصغُر الحق في أنفسهم فأعجلوا عنه هربًا، حافظوا على السجادات والمشهّرات والعكاكز، واظهروا السبحات المزيّنة كأنهم العجائز، طغامٌ، صبيان الأحلام، لا علم عن الحرام يردّهم، ولا زهد عن الرغبة في الدنيا يصدّهم، اتخذوا ظاهر الدين شرَكًا للحطَام، ولازموا الخوانق والرباطات رغبة فيما يأتي إليها من حلالٍ أو حرامٍ، وَسَّعوا أرْدانهم، وسَمّنوا أبدانهم. فوالله مَا أراهم إلا كما حدثني غيرُ واحدٍ منهم أبو الوليد بن العربي، وأبو عبد الله[٣] ابن عيشون[٤]، وأحمد الشاهد، عن القاضي أبي بكر بن العربي المعافري قال: حدثنا أبو المطهر سعد بن عبد الله[٥] الأصبهاني قال: حدثنا حمد بن أحمد الأصبهاني قال: حدثنا أحمد بن عبد الله، حدثنا محمد بن أحمد بن علي، حدثنا أحمد بن الهيثم،[٦] حدثنا مسلم بن إبراهيم، حدثنا بشر بن مطر بن حكيم بن دينار القطعي،[٧] قال سمعت عمرو[٨] بن دينار وكيل آل الزبير[٩] يُحدّث مَالك بن دينار، قال: حَدّثني شيخ من الأنصار يُحدّثُ عن سَالمٍ مَوْلَى أبي حذيفة، قال: قال رَسُول الله - صَلّى الله عَليه وسَلّم -: «لَيُجَاءَنّ بأقوام يومَ القيامة معهم من

---

١ س: بأغراض.

٢ س: - "موسخون... في."

٣ ش: وعبد الله

٤ هو: - ابن عيشون.

٥ هو: - سعد بن عبد الله.

٦ هو: - حدثنا محمد بن أحمد بن علي، حدثنا أحمد بن الهيثم.

٧ هو: - بن حكيم ابن دينار القطعي.

٨ س: عمر.

٩ ج: هنا انتهى النقص المشار إليه قبل صفحة.

بغیر علم کے حکم چلاتے ہیں، بناوٹی صوفی دنیاوی اغراض سے داغ دار ہیں؛ عظمتِ دنیا ان کے دلوں میں ایسی راسخ ہے کہ اس کے علاوہ کچھ طلب نہیں رکھتے اور حق ان کے نزدیک اتنا کم حیثیت ہو گیا ہے کہ اس سے بھاگنے میں دیر نہیں کرتے۔ انہوں نے اپنی گدیوں، اپنی مشہوری کی جگہوں اور اپنی لاٹھیوں کو ہی سنبھالا، ایسی رنگ برنگی تسبیحیں پہن رکھی ہیں جیسے کہ وہ بوڑھی عورتیں، بازاری لوگ اور خواب وخیال کے لونڈے ہیں، نہ ان کے پاس کوئی علم ہے جو انہیں حرام سے روکے اور نہ ہی کوئی زہد جو رغبتِ دنیا سے ٹوکے۔ دین کے ظاہر کو انہوں نے (دنیا) کمانے کا دام بنا رکھا ہے اور اپنی خانقاہوں اور مسندوں سے صرف اسی وجہ سے چمٹے بیٹھے ہیں کہ یہاں حلال یا حرام (مال) میں سے کچھ نہ کچھ آ جاتا ہے۔ انہوں نے اپنی آستینوں کو پھیلایا اور اپنے جسموں کو موٹا کیا۔ اللہ کی قسم! میں نے انہیں ویسا ہی پایا جیسا کہ مجھے بہت سے لوگوں نے بتایا، ان میں ابو الولید ابن العربی، ابو عبد اللہ ابن عیشون اور احمد الشاہد ہیں جنہوں نے قاضی ابو بکر بن العربی المعافری سے ہمیں یہ حدیث سنائی، آپ نے فرمایا: ہمیں ابو المطہر سعد بن عبد اللہ الاصبہانی نے بتایا، فرمایا: ہمیں احمد بن احمد الاصبہانی نے بتایا، فرمایا: ہمیں احمد بن عبد اللہ، ہمیں محمد بن احمد بن عربی، ہمیں احمد ابن الہیثم، ہمیں مسلم ابن ابراہیم، ہمیں بشر بن مطر بن حکیم بن ابن دینار القطعی نے بتایا، وہ فرماتے ہیں میں نے عمر بن دینار -جو کہ آل زبیر کے نمائندہ تھے- نے مالک بن دینار سے حدیث روایت کی، انہوں نے فرمایا: مجھے انصار کے ایک بوڑھے نے سالم رضی اللہ عنہ -جو کہ ابو حذیفہ رضی اللہ عنہ کے آقا تھے- سے روایت کرتے ہوئے کہا کہ آپؓ نے فرمایا: حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: قیامت والے دن ایسے گروہ لائے جائیں گے جن کے پاس تہامہ پہاڑ جتنی نیکیاں ہوں گی لیکن جب انہیں (اللہ تعالیٰ کے) سامنے کیا جائے گا تو اللہ تعالیٰ ان کے یہ اعمال مٹی میں ملا کر انہیں آگ میں ڈال دے گا۔ حضرت سالم رضی اللہ عنہ نے عرض کیا: یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم -میرے ماں باپ آپؐ پر قربان ہوں- آپؐ ہمیں اس گروہ کی نشانیاں بتائیں تاکہ ہم انہیں پہچان سکیں کیونکہ قسم ہے اس ذات کی جس نے آپؐ کو حق کے ساتھ مبعوث کیا، میں ڈرتا ہوں

Marfat.com

الحسنات مثل جبال تِهامَة، حَتَّى إذا جِيءَ بهم، جَعل اللهُ أعمالهم هبَاءً، ثم قَذفهم فِي النّار» فقال سَالم: يا رسول الله؛ - بأبي أنت وأُمِّي - جَلِّ لنا هؤلاء القوم حتّى نعرفهم؛ فوالذي بَعثك بالحق إنّي أتخوّف أن أكون منهم. قال: «يا سالم؛ أما إنّهم كَانوا يصُومون ويُصَلُّون» وفِي حديث: «وكانوا يأخذون وهْنًا مِن اللّيْل، ولكنّهم كانوا إذا عُرِض لهُمْ شيء من الحرام» وفي رواية من طريق أخرى: «شيء من الدّنيا، وثبوا عليْه؛ فأدحض الله عزّ وجَل أعمَالهم». فقال مالك بن دينار: هذا والله النّفاق. فأخذ المعلى بن زياد بلحيَتِه فقال: صدقت والله يَا أبا يحيى.

وَالله يا ولِيّي لوْ رَأيتهم فِي صلاتهم[١] ينقُرونَها، وفِي صفوفهم لا يقيمونها، يجعَل بَيْنه وبين صَاحبه في الصّف قدر مَا يدخل فيه ألف شيطان، ثم إذا جئت أن تسدّ ذلك الخلَل، تراهم قد قطّبُوا وجُوههم، فإن غَفلْتَ وَوَطِئت برجلك سجَّادة أحدهم لَكَمَك لكمة حيث جَاءَت منك وقد يكون فيها حَتفك. وهذه وأشباهُها هي الطريقة الّتي هُم[٢] أهْل زمانك عَليها. ويَرْحمُ اللهُ القشيري الذي أدْرك مَن تحلّى تحلّى بحلية القوم في ظاهره، وتعرّى عنهم فِي باطنه فأنشد فيه:

أمّـا الخِيـامُ فإنّهـا كخيَـامِهِـمْ ... وَأرَى نِسَـاءَ الحَـيِّ غَـيْرَ نِسَـائِهَا

هذا قد اشترك معهم فِي زيّهم الظاهر. وأمّا اليوم فلا خيامَ ولا نِسَاء بإجمَاعٍ مِن القوم؛ أنّ الموتَ الأخضر عندهم طَرحُ الرّقاعِ بعضها عَلى بعض وذلك شعارهم - رضي الله عنهم -.

فقام هؤلاء وقالوا: إنما لنا اسم مُرَقّعَة خاصة، وَلم يلحظوا ما أُريد بهَا، فتأنّقوا فِي الثّياب المطرحة الأعْلام المشهرة، وخاطوها عَلى وزنٍ معلومٍ، وترتيب منظوم، تساوِي مَالًا، وأفسدوا عَليها ثيابًا، وسمّوها مرقّعة. فرحم الله سيّد هذه

١ هو: صلواتهم.

٢ هو: - هم.

Marfat.com

کہ کہیں میں بھی ان میں سے نہ ہوں، آپؒ نے فرمایا: "اے سالم! یہ لوگ روزے بھی رکھتے ہیں اور نمازیں بھی پڑھتے ہیں۔" ایک دوسری حدیث میں لفظ ہیں: "رات کو تکلیف اٹھا کر عبادت بھی کرتے ہیں لیکن جب ان کے سامنے حرام مال میں سے کچھ پیش کیا جاتا ہے۔" ایک دوسری روایت میں لفظ ہیں: "دنیا میں سے کچھ پیش کیا جاتا ہے، تو اس پر ٹوٹ پڑتے ہیں پس اللہ عزوجل نے ان کے اعمال کو بھی باطل کر دیا۔" مالک بن دینار فرماتے تھے: اللہ کی قسم یہی منافقت ہے۔ معلی ابن زیاد نے اپنی داڑھی کو پکڑتے ہوئے کہا: اے ابو یحیی! آپ نے سچ کہا۔ [۵]

اے دوست، واللہ! اگر تو انہیں ان کی نمازوں میں دیکھے کہ یہ کیسے ٹکریں مارتے ہیں، ان کی صفوں میں دیکھ جنہیں سیدھا نہیں کرتے، ایسا شخص صف میں اپنے اور ساتھ کھڑے شخص کے درمیان اتنا فاصلہ رکھتا ہے جس سے ہزار شیطان گزر سکتے ہیں، پھر اگر تو یہ خالی جگہ پُر کرنے کے لیے آگے بڑھے تو منہ بنا لیتے ہیں۔ اگر تو غلطی سے ان کے مصلوں پر قدم رکھ دے تو تجھے ایسا دھکا دیتے یا مکا مارتے ہیں جس سے تیری موت بھی واقع ہو سکتی ہے۔ یہ اور اس جیسی دیگر بہت سی باتیں ہی وہ طریقت ہے جس پر تیرے ہم عصر قائم ہیں۔ اللہ رحم کرے ابو القاسم القشیری پر، جب آپ نے ظاہر میں صوفیا کا لباس پہنے اور باطن میں اس (تصوف) سے عاری لوگوں کو دیکھا تو کہا:

یہ خیمے تو ان خیموں جیسے ہی ہیں (یعنی ان کا ظاہر تو سچے صوفیا جیسا ہی ہے) لیکن اس قبیلے کی عورتیں مجھے ان جیسی نہیں دکھتی (یعنی ان کا باطن ویسا نہیں دکھتا۔)

وہ لوگ تو پھر ظاہر میں اُن سے ملتے جلتے تھے مگر آج تو - اہل اللہ کے اجماع سے - (حالت یہ ہے کہ) نہ خیمے ان جیسے ہیں اور نہ ہی عورتیں۔ اُن (پہلوں) کے نزدیک سبز موت [۶] کپڑے میں پیوند ڈالنا ہی ہے اور یہی ان کا شعار تھا۔

پھر یہ لوگ آ گئے اور کہنے لگے: چوغے کا نام تو صرف ہمارا خاصہ ہے اور یہ غور نہ کیا کہ اس (گدڑی یا چوغے) سے مراد کیا ہے؟ پس انہوں نے اس پھینکے ہوئے کپڑے بلکہ مشہوری کے ٹکڑے میں بڑی نفاست اپنائی، اسے سلیقے سے کاٹا اور ایک نمایاں طرز پر سلایا، بہت سا مال لگا کر اس کو برباد کیا پھر اس کا نام مرقعہ (یا پیوند دار چوغہ) رکھا۔ اللہ تعالیٰ سید الطائفہ ابوالقاسم جنید

Marfat.com

الطّائفة أبا القاسم الجنيد حيث أنشد لما رَأى مِنْ فساد الحال:

أَهْلُ التَّصَوُّفِ قَدْ مَضَوْا صَار التصوّفُ مخرقة
صَار التصوّف ركوةً وسُجَادَةً ومرقّعة[1]
صَار التصوّف صَيْحَةً وتواجُدًا ومطبّقة
كذبتك نفسك ليسَ ذي سُنن الطريق الملحقة

والله! مَا عِلم الطريق كذا، ومَا كان إلا بالقعود في مرابض الكلاب مجاهدةً، وتحمُّل الأذى وكَفّه؛ رياضةً، والرحمَة والشفقة والعطْف على الفقراء وَالمُسلمين كافةً؛ تحقُّقًا[2] ومعرفةً.[3]

(صفة أولياء الله)

أين هم مِن صفَةَ أولياء الله كَما نعتَتْهم[4] الطبقة العَليّة - رضي الله عنها - على مَا حدثناه أبو محمّد بن يحيى، قال: حدثنا أبو بكر بن أبي[5] منصور، قال: حدثنا أبُو الفضل بن أحمد، قال: حدثنا أحمد بن عبد الله، قال: حدثنا أبو الحسين أحمد بن محمد بن مقسم، حدثنا العباس بن يوسف الشكلي، حدّثني محمّد بن عبد الملك قال:[6] قال عبْد الباري، قلت لذى النون [المصري]: صف لي الأبدال. فقال: إنك لتسألني عن دياجي[7] الظلم؛ لَأكشفنّها لك!.

١ هو: ومدلقة؛ ج (في الحاشية): وصوابه: ومدلقة.

٢ س: تحقيقًا.

٣ ج (في الحاشية): بلغ سماعا للجماعة بمسجد أبي بكر الصديق بمكة بقراءة المؤلف.

٤ س: نعتهم.

٥ ش: - أبي.

٦ هو: - السند الكامل للحديث.

٧ هو (في الحاشية): الدياجي جمع ديجوج وهي الظلمة وأصل الدياجي الدياجج، قلبت الجيم

Marfat.com

بغدادی پر رحم کرے، جب انہوں نے یہ بدحالی دیکھی تو کہا:

اہل تصوف چلے گئے اور تصوف ریزہ ریزہ ہو گیا

اب تصوف ایک جام، ایک گدی اور چوغہ ہو گیا

اب تصوف ایک چیخ، ظاہری وجد اور ایک رسم ہو گیا

تیرا نفس تجھ سے جھوٹ بولتا ہے یہ صحیح تصوف کی باتیں کہاں؟

اللہ کی قسم! طریقت کبھی ایسے تو نہ تھی، طریقت تو کتوں کے باڑے میں مجاہدے سے بیٹھنا ہے، اذیت جھیلنے اور اذیت دور کرنے کی ریاضت ہے، اسی طرح فقرا، مساکین اور تمام مسلمانوں پر رحمت، شفقت اور نرمی سے پیش آنے کا نام ہے، ان سب (خوبیوں) سے متحقق ہونا اور اس کی معرفت رکھنا ہے۔

اولیا اللہ کے اوصاف

کہاں یہ اور کہاں اولیا اللہ کی وہ صفات جنہیں ان عالی رتبہ لوگوں نے بیان کیا، اللہ ان سے راضی ہو۔ ہمیں ابو محمد بن یحیٰی نے بتایا، فرماتے ہیں: ہمیں ابو بکر بن ابو منصور نے بتایا، ہمیں ابو الفضل بن احمد نے بتایا، ہمیں احمد بن عبد اللہ نے بتایا، ہمیں ابو الحسن احمد بن محمد بن مقسم نے بتایا، ہمیں عباس بن یوسف الشکلی نے بتایا، اور مجھے محمد بن عبد الملک نے بتایا کہتے ہیں کہ عبد الباری فرماتے ہیں: میں نے شیخ ذو النون المصری رحمۃ اللہ علیہ سے پوچھا: مجھے ابدال کی خوبیاں یا نشانیاں بتائیں۔ آپ نے فرمایا: تو مجھ سے گھپ اندھیرے کے بارے میں پوچھ رہا ہے کہ میں تجھے بتاؤں وہ کیسا ہوتا ہے۔

عبد الباري؛ هم قوم ذكروا الله بقلوبهم تعظيمًا لربّهم لمعرفتهم بجلاله، فهم حجج الله - تعالى - على خلقه، ألبسهم النّور الساطع من محبّته، ورفع لهُم أعلام الهدَاية إلى موَاصلته، وأقامهم مقام الأبطال لإرادته، وأفرغ عَليْهم الصَّبر عن مخالفته، وطَهّر أبدَانهم بمراقبته، وطيّبَهم بطيب أهل معاملته، وكساهم حُللًا من نسج مودّته، ووضع على رؤوسهِم تيجَان مَسرّته، ثم أودعَ القلوب من ذخائر الغيوب فهي مُعَلقة بمواصلته. فهمومهم إليه ثائرة[١]، وأعينهم بالغيب إليه ناظرة، قد أقامَهم عَلى باب النظر من قربه، وأجلسهم على كراسي أطِبَّاء أهل مَعْرفته؛ ثم قال: إن أتاكم عليلٌ من فقدي فداوُوهُ، أو مريض مِن فَرَقِي[٢] فعالجوه، أو خائف مِنّي فأمِّنوه، أو آمِنٌ منّي فحذِّروه، أو راغبٌ في مواصَلتي فمنّوه، أو رَاحِلٌ نحوي فزوّدوه، أو جَبانٌ فِي مُتاجرتي فَشَجّعُوه، أو آيسٌ من فضلي فَعِدُوه، أوْ رَاجٍ لإحساني فبشِّروه، أو حسِن الظنّ بي فباسطوهُ، أو محبٌّ لي فوَاظبُوهُ، أو مُعظِّم لقدري فعظِّموه، أو مُسْتوْضِعٌ[٣] نحوي فأرشدوه، أو مسيء بعد إحسان فعاتبوه. إلى آخر تمام القصة، على حسب مَا ذكرناهَا في كِتاب «البغية» مستوفاة. فهذه أحوال العارفين يا وَليّي وهكذا تكُون عمارة القلوب.

[وأما أهل زمانك] فوالله! لوْ اطلعت عينا كمَا اطلعت على جملتهم، ظاهرهم وباطنهم، لرأيتَ، إن نظرت إلِى وجوههم، رأيت[٤] عيُونا جَامدة، متحركة غير

الأخيرة ياءً.

١ ش: سائرة.

٢ ش: فراقي.

٣ ج (في الحاشية): الإيضاع ضَرْبٌ من السّير.

٤ هو: - رأيت.

Marfat.com

عبد الباری! یہ وہ لوگ ہیں جنہوں نے اپنے رب کی تعظیم کرتے ہوئے - کیونکہ وہ اس کے جلال کی معرفت رکھتے ہیں - اپنے دلوں میں اس کا ذکر کیا۔ یہ مخلوق پر اللہ تعالیٰ کے دلائل ہیں، اس نے انہیں اپنی محبت کا چمکتا نور پہنایا، اور ان کے لیے ہدایت کے ایسے پرچم بلند کیے جو انہیں رب تعالیٰ سے ملاتے ہیں، انہیں اپنے ارادے کے ابطال کے مقام پر کھڑا کیا اور ان کو اپنی مخالفت سے بچنے کے لیے صبر کی دولت سے نوازا، اپنی نگرانی سے ان کے جسموں کو پاک کیا، اپنے اہل معاملہ کی خوشبو سے انہیں مہکایا، اپنی محبت کے دھاگوں سے بنا لباس انہیں اوڑھایا اور اپنی مسرت کا تاج ان کے سروں پر رکھوایا، پھر ان کے دلوں کو غیب کے خزانوں سے معمور کیا تو اب یہ (دل) اُس کے وصال کی آس میں بیٹھے ہیں، ان کی نیتیں اسی کی امنگ میں سرشار ہیں اور ان کی آنکھیں غیب سے اسی کو دیکھ رہی ہیں۔ اس نے انہیں اپنی قربت سے نظر کے دروازے پر کھڑا کیا اور اپنی معرفت والے طبیبوں کی کرسیوں پر بٹھایا۔ پھر فرمایا: اگر تمہارے پاس مجھے فراموش کردہ کوئی بیمار آئے تو اُس کا دوا دارُو کرو، اگر میری جدائی کا مارا کوئی مریض آئے تو اس کا علاج کرو، اگر مجھ سے خائف کوئی آئے تو اسے بے خوف کرو، اگر مجھ سے بے خوف کوئی آئے تو اسے چوکنا کرو، اگر کوئی میرے وصل کی رغبت میں آئے تو اس پر احسان کرو، اگر کوئی میری طرف آنا چاہتا ہو تو اس کو زادِ راہ دو، اگر کوئی میرے ساتھ تجارت میں ڈرتا ہو تو اس کا حوصلہ بڑھاؤ، اگر کوئی میرے فضل سے ناامید ہو تو اسے امید دلاؤ، اگر کوئی میرے احسان کی چاہ رکھتا ہو تو اسے خوشخبری سناؤ، اگر کوئی مجھ سے حسن ظن رکھتا ہو تو اس کے ساتھ نرمی سے پیش آؤ، اگر کوئی میرا چاہنے والا ہو تو اس کے ساتھ ہو جاؤ، اگر کوئی میری بڑائی اور عظمت بیان کرے تو تم اس کی بڑائی بیان کرو، اگر کوئی میری طرف آئے تو اُس کی رہنمائی کرو، اگر کوئی احسان فراموشی کرے تو اس کی سرزنش کرو۔ یہاں سے لے کر اس قصے کے اختتام تک جسے ہم نے کتاب ”البغية“ میں تفصیلاً ذکر کیا ہے۔ اے دوست! عارفین کے احوال ایسے ہوتے ہیں اور دلوں کی آبادکاری یوں ہوتی ہے۔

(جہاں تک آپ کے ہم عصروں کا تعلق ہے) اللہ کی قسم! اگر تو ان کے ظاہر اور باطن پر مطلقاً مطلع ہو جائے - جیسا کہ میں نے ان کو پایا - تو دیکھے، اگر تُو ان کے چہروں کو دیکھے تو تجھے ان

Marfat.com

هَامدة، وإن نظرت إلى نفوسهم رَأيت نفوسًا سامِدة، وإن نظرت إلى قلوبهم نظرت إلى قلوبٍ لاهيةٍ، مِن العمارة العُلويّة القدسيّة خالية، عَلى عروشها خاوِيَة، آجامًا لأُسُوْد ضَارِية، ومَرابِض لذِئَاب عَاوية، تسأل[١] من الله عند رؤيتهم العَافية.

أين أهل زمانك يَا وليي مِن أهلٍ وصفهم أبو الفيض – رحمه الله – فقال: إنّ لله لصفوة من خَلقه، وإنّ لله لخِيْرَةً. قيل له[٢]: يَا أبا الفيض، مَا عَلامتهم؟ قال: إذا خلَع العَبدُ الراحَةَ، وأعطى المجْهُود في الطّاعة، وأحبّ[٣] سقوط المنزلة، ثم قال:

مَنَـعَ القُـرَانُ بِوَعْـدِهِ وَوَعِيْـدِهِ مُقَلَ العُيُونِ بِلَيلِهَا أن تَهْجَعُ

فَهِمُوا عَنِ المَلِكِ الكَرِيم كَلَامَه فَهْمًا تَذِلُّ لَهُ الرِّقَابُ وَتَخْضَعُ

فقال له بعض من كان في مجلسه: يا أبا الفيض، مَن هؤلاء القوم رحمك الله؟[٤] قال: ويحك! هؤلاء قوم جعلوا الرُكَبَ لجباههم وسادًا، والتُّراب لجنوبهم مِهَادًا. هؤلاء قوم خالط القرآنُ لحومَهم ودماءَهم؛ فعزلهم عَنِ الأزواج، وحرَّكهم بالإدلاج، فوضعوه على أفئدتهم فانفرجت، وضمّوه إلى صدورهم فانشرحَت، وتصدّعت هممهم به فكدحت، فجعلوه لظُلْمَتهم سراجًا، ولنَوْمهم مهَادًا، ولسبيلهم منهاجًا، ولحجتهم إفلاجا. يَفْرَحُ الناس ويحزنون، وينَام النَّاس ويَسهرون، ويُفطِر الناس ويصومون، ويأمن الناس ويخافون، فهُم خائفون مُحذَّرُون وَجِلون مُشفِقُون، مُشَمِّرون يُبادِرُون من الفوت ويستعدُّون للمَوت[٥]. إلى آخر القِصَّة كما حدثناه أبو الحسين عَلي بن موسى سنة أربع وتسعين وخمسمائة، قال:

---

١ ش: نسأل.

٢ هو: – له.

٣ من هنا يوجد نقص في النسخة ج وينتهي بعد صفحة

٤ هو: – القوم رحمك الله.

٥ هو: – "وتصدعت هممهم به فكدحت، ... ويستعدون للموت."

Marfat.com

کی آنکھیں ساکن دکھائی دیں گی لیکن ان میں سکون ندارد ہے، اگر تو ان کے نفوس کو دیکھے تو انہیں شیخی بگھارتے پائے گا، اگر تو اِن کے دلوں کو دیکھے تو تُو انہیں غافل قلوب پائے گا جو عُلوی اور قُدسی نسبت سے عاری ہیں، جو اپنی چھتوں کے بل اوندھے پڑے ہیں، یہ درندہ صفت شیروں کی کچھاریں ہیں یا چیختے بھیڑیوں کی باڑیاں ہیں، ہم ان پر نظر پڑتے ہی اللہ سے عافیت کے طلب گار ہیں۔

اے دوست! کہاں یہ اور کہاں وہ لوگ جن کی خوبیاں بیان کرتے ہوئے ابو الفیض رحمۃ اللہ علیہ نے کہا تھا: بے شک اللہ تعالیٰ کی مخلوق میں کچھ اس کے خاص اور منتخب بندے ہیں۔ ان سے پوچھا گیا: ان کی نشانی کیا ہے؟ فرمایا: جب بندہ راحت ترک کر دے، طاعت میں حتیٰ الامکان کوشاں ہو جائے اور اپنی قدر و منزلت کم ہونے کو پسند کرے۔ پھر فرمایا:

قرآن نے اپنی وعد اور وعید سے رات بھر آنکھ کو سونے نہ دیا
ان لوگوں نے کرم والے بادشاہ سے اس کی بات سمجھی،
اور ایسا سمجھا کہ گردنیں اس (سمجھ) کے سامنے جھک گئیں۔

اس محفل میں بیٹھے ایک شخص نے ان سے پوچھا: اے ابو الفیض! اللہ آپ پر رحم کرے یہ کون لوگ ہیں؟ فرمایا: خرابی ہو تیری! یہ وہ لوگ ہیں جنھوں نے اپنے گھٹنوں کو اپنی پیشانیوں کا تکیہ بنایا، اور خاک کو اپنے پہلوؤں کا بستر بنایا۔ یہ وہ لوگ ہیں کہ قرآن ان کے خون اور گوشت میں ایسا رچ بس گیا ہے کہ اس نے انہیں بیویوں سے دور رکھا، اور رات بھر بے چین کیا، انہوں نے اس (قرآن) کو اپنے دلوں پر رکھا تو ان کے دل کھل گئے، اس (قرآن) کو اپنے سینوں سے لگایا تو ان کے سینے کشادہ ہو گئے۔ ان کی آرزوئیں اس (قرآن کی وعد و عید) سے دم توڑ گئیں اور وہ (اپنے دکھ) بھول گئے۔ پس انہوں نے اِسے اپنے اندھیرے کا چراغ، اپنی نیند کا بچھونا، اپنے راستے کا منہاج اور اپنی دلیل کی بنیاد بنایا۔ لوگ خوش ہوتے ہیں جبکہ وہ غم ناک ہوتے ہیں، لوگ سو رہے ہوتے ہیں جبکہ وہ جاگ رہے ہوتے ہیں۔ لوگ ناشتے کر رہے ہوتے ہیں جبکہ وہ روزے سے ہوتے ہیں، لوگ بے خوف ہوتے ہیں جبکہ وہ خائف ہوتے ہیں۔ پس یہ خوفزدہ، محتاط، گھبرائے اور سہمے ہوئے ہیں، صدمات کے سایے تلے اپنی نجات کے لیے کوشاں اور ہر دم موت

حدثنا محمد بن عبد الله قال: حدثنا سعد بن عبد الله قال: حدثنا أحمد بن أحمد قال: حدثنا أحمد بن عبد الله، حدثنا أبي، حدثنا أحمد بن محمد بن مَصقَلة، حدثنا أبو عثمان الخياط[١]، عن أبي الفيض ذي النون بن إبراهيم المصريّ[٢]. وهو كما علمتَ - يا وليي - من ساداتنا. فهذا[٣] وصفُه لأصفياء[٤] الله، وبهذا حلّاهم، وهَكذا[٥] شاهدهم ورآهم.

(وصف من التقاهم في المشرق)

ولقد لقيتُ[٦] بهذه البلاد مَن يلبس سراويل الفتيان، ولا يستحيي في ذلك من الرحمن، لا يعرِف شروط السنن والفرائض، ولا يصلح أن يكون خديمًا في المراحض. ومع هذا فهم - يا وليي والله[٧] - الصَّدف الذي يخفي رفيع الدّرر، والسياج على الروضة ذاتِ يانِع الزَّهر، يدخُل بينهم الصَّادِق والصدّيق فيُجهل، والعارف المتمكن فيُترك ويُهْمَل؛ فإنه يُحمَل عَلى ما هم عليه؛ لاشتراكهم في المسكن، وما بينه وبينهم معاملة في شيء. ولقد وقع بيدي فيهم بمِصر، في الخانقاه بالقاهرة، كَهْلٌ يقرب أن يكون رُجَيْلًا لا بأس به؛ ففرحت به لما لم أجد غيره.

واجتمعت مع شيخٍ يدعى فيهم شيخ الشيوخ بـ«أربِل»،[٨] كذا قال لي بنفسه، ورأيتُه يُعطي النَّصَفَ مِن نفسه للمتكلم معه - رضي الله عنه -؛ يَزعُمُ أنه ليس لله

١ ش: عن خياط.

٢ هو: - السند الكامل.

٣ هو: - فهذا.

٤ هو: لأولياء.

٥ ش: وكذا.

٦ هو: رأيت.

٧ س، هو: ومع هذا يا ولي فهم والله.

٨ أربل من أعمال الموصل بالعراق.

Marfat.com

کی تیاری میں ہیں۔ اس قصے کے اختتام تک جیسا کہ ہمیں سن ۵۹۴ھ میں ابوالحسن علی بن موسی رحمۃ اللہ علیہ نے مکمل سند سے بتایا، فرمایا: ہمیں ابو عثمان الخیاط نے ابوالفیض ذوالنون بن ابراہیم المصری سے روایت کرتے ہوئے بتایا۔ جیسا کہ آپ (یعنی شیخ المہدوی) جانتے ہیں کہ ذوالنون المصری ہمارے شیوخ میں سے ہیں۔ آپؒ نے اولیا اللہ کی خوبیاں یوں بیان کیں، انہیں یعنی (اولیا) کو (ان صفات) سے آراستہ کیا اور اسی طرح انہیں دیکھا اور جانا گیا۔

چند نام نہاد اہل طریقت سے ملاقات

میں اس ملک میں ایسے لوگوں سے بھی ملا ہوں جو نوجوان لڑکوں کی طرح کا پائجامہ پہنتے ہیں اور اس بارے میں رحمٰن (یعنی اللہ) سے ذرا حیا نہیں کرتے۔ یہ نہ ہی سنتوں اور فرائض کی شروط جانتے ہیں اور نہ ہی اس قابل ہیں کہ انہیں بیت الخلا کے خادم کے طور پر رکھا جائے۔ لیکن اس سب کے ہوتے ہوئے بھی اے دوست!۔ اللہ کی قسم۔ یہ ایسی سیپی ہیں جو بیش قیمت موتی چھپائے ہوتی ہے، یا پھر یہ کسی مہکتے گلستان کی باڑ ہیں، ان میں صادق اور صدیق دونوں شامل ہیں لہذا پہچانے نہیں جاتے، اسی طرح متمکن عارف بھی (انہی میں ہیں) جنہیں نظر انداز کیا جاتا ہے کیونکہ اس عارف کو بھی انہی جیسا گردانا جاتا ہے کیونکہ دونوں کی رہائشگاہ جو ایک ہے حالانکہ اس (عارف) کا اُن بناوٹی صوفیوں سے دور دور کا کوئی واسطہ نہیں۔ ملک مصر کے شہر قاہرہ کی ایک خانقاہ میں انہی میں سے ایک چالیس سال کا ہٹا کٹا شخص میرے ہاتھ لگا۔ جب میں نے اُسے تنہا پایا تو اُس سے مل کر بہت خوش ہوا۔

اسی طرح میں نے شہر اربل میں ایک شیخ سے ملاقات کی جو کہ ان میں شیخ الشیوخ مشہور تھا، اس نے اپنے بارے میں مجھے یہی بتایا تھا۔ میں نے دیکھا کہ وہ بات کرنے والے کے ساتھ پورا پورا انصاف کرتا تھا لیکن اُس کا یہ گمان تھا کہ بلادِ مغرب میں ایسی کوئی ہستی نہیں جو طریق اِلی اللہ

Marfat.com

في الغرب مَن يعرف الطَّريقَ إلى الله ولا يَتعرَّفُهُ. فأراد وليُّك أن لا يشافهه بخطابٍ ولا يتعرَّض إليه، ثمَّ رأى أنَّ ذلك[1] قاصِمة الظهر وَقارعةُ الدَّهر. فأبدينا له يسيرًا مما وَهبك الله من الأسرَار، ثم أعقَبناه ببعض أحوال سيّدنا أبي مدين خلاصة الأنوار، فبقي مَبهوتًا بما سَمِع، وقال: ما تخيّلتُ أن يكون مثل هذا في بلاد المغرب. ثم ألقى عليه بَعض أصحابنا مَسْألةً مِن الحقائق الإلهية المتوجّهة عَلى إيجاد جهنَّم. فوالله مَا زاد عَلى أن قال: لا أدري شيئًا، وأنصف من نفسه، واعترف بنقصه، وَهَدَأَتْ شَقَاشِقُه، وطُفِئَتْ بَوارِقُه. فقلت لهُ: هذا حَالك معي، وأنا أنقَصُ حظًّا وأحقرُ قدرًا من أن أُذْكَر فيهم أوْ أنْسَبَ إليهِم، فكيف بك لوْ لَاحظت الكبراءَ والسّادات النّجبَاء، الكَائِنِين بالمغرب الغرباءَ[2]؟! فسَلَّم وَاسْتَسْلم، وحمدتُ الله على مَا أَلْهَم وَعَلَّم.[3]

(حالة أهل السماع والوجد)

وأمّا أهْلُ السّماع والوَجد في هَذه البِلادِ فقد اتخذوُا دينهم لَعِبًا ولهوًا، لا تسمع إلا من يقول لَكَ: رَأيتُ الحقّ، وقال لِي، وفعل وصنع. ثم تطلبه بحقيقة يمْنَحُهَا أوْ سرٍّ أفاده في شطحِهِ، فلا تجد إلا لذّة نفسَانيّة،[4] وشهوة شيطانيّة، يصرخ عَلى لسَانِه الشيْطان فيصعق، مَا دام ذلك المغرُور الآخر بِشِعرِهِ ينعق. فلا أشبِّههم إلا براعِي غَنَمٍ ينعق بغنمه، فتُقْبِل وتُدْبِر لِنَعِيقه، ولا تدري فيماذا وَلا لماذا.

---

١ هنا انتهى النقص في النسخة ج المشار إليه قبل صفحة.

٢ هو: – الغرباء.

٣ ج: بلغ قراءة لعبد الرحمن اللواتي على مؤلفها.

٤ ش: شهوانية.

Marfat.com

کے بارے میں جانتی ہو یا اس (راستے) کی وضاحت ہی کر سکتی ہو، تیرے دوست نے یہ تہیہ کیا کہ وہ اس (شخص) سے (طریقت) کے بارے میں بات نہیں کرے گا اور نہ ہی اسے کوئی جواب دے گا، پھر جب میں نے اس کو جان سے جاتا پایا تو اُس پر اُن رازوں میں سے چند آشکار کیے جن سے اللہ نے آپ (یعنی شیخ المہدوی) کو نوازا ہے، پھر اس کے بعد سیدنا ابو مدین رحمۃ اللہ علیہ - جو کہ صالحین کا خلاصہ ہیں- کے چند احوال سنائے تو وہ یہ سب سن کر ہکا بکا رہ گیا، کہنے لگا: میں تو سوچ بھی نہیں سکتا تھا کہ بلادِ مغرب میں ایسے لوگ بھی ہو سکتے ہیں۔ پھر ہمارے ایک ساتھی نے اُس پر حقائق الہیہ میں سے جہنم کی ایجاد کا مسئلہ بیان کیا تو اللہ کی قسم وہ اس کے علاوہ اور کچھ نہ کہہ سکا: ”میں کچھ نہیں جانتا۔“ اُس نے اپنے ساتھ انصاف کیا اور اپنی کوتاہی کا اعتراف کیا، یوں اُس کا بَلبَلانا تھما اور چُلبلانا رکا۔ میں نے اُس سے کہا: میرے سامنے تیرا یہ حال ہے؛ جبکہ میں تو خود اتنا کم نصیب اور کم مایہ ہوں کہ نہ اُن (شیوخ) میں میرا ذکر کیا جاتا ہے اور نہ ہی اُن کی طرف منسوب ہوتا ہوں، اُس وقت تیرا کیا حال ہو گا جب تو مغرب میں مقیم بڑے بڑے بزرگوں اور شیوخ سے ملے گا۔ پس اس نے اعتراف کیا اور فرمانبردار ہو گیا، اور میں نے اس الہام اور تعلیم پر اللہ (علیم و خبیر) کا شکر ادا کیا۔

اہل سماع اور وجد کا حال

جہاں تک اِن علاقوں کے اہل سماع اور وجد کا حال ہے تو انہوں نے اپنے دین کو کھیل تماشا بنا رکھا ہے۔ تو سنتا ہے کہ کہنے والا یہی کہتا ہے: ”میں نے حق کو دیکھا اور اُس نے مجھے یہ کہا، پھر یہ کیا اور ایسا ہوا۔“ پھر اگر تو اس سے وہ حقیقت ہی طلب کرے جو اسے دی گئی یا اپنی اس شطح میں اس نے کیا راز پایا تو تجھے صرف نفسانی لذت اور شیطانی شہوت ہی نظر آئے گی، شیطان اس کی زبان سے چیختا ہے تو یہ حواس باختہ ہو جاتا ہے۔ جب تک یہ دھوکے میں رہتا ہے دوسرا اپنے شعروں سے (کوے کی طرح) کائیں کائیں کرتا ہے۔ میں انہیں چرواہے سے تشبیہ دیتا ہوں جو اپنی بکریوں کو ہانکتا ہے، اُس کی آواز سن کر کچھ (بکریاں) اپنا منہ سامنے کر لیتی ہیں اور کچھ منہ موڑ لیتی ہیں، وہ نہیں جانتی یہ (چرواہا) کیا کہہ رہا ہے اور کیوں کہہ رہا ہے۔

Marfat.com

فَواجِبٌ عَلى كُلّ محقّق فِي هذا الزّمان ممّن يُنْظَر وَيَقْتدِي به المريد الضعيف أن لا يقول بالسّماع أصْلًا، ويقطعه قولًا وفصلًا. وقد أوْضحنا مقامه[1] لأهل هذه البلاد ومَا يتطرّق إليْه مِن الفسَاد، واحْتجّوا عَلينا بأحْوَال مَن سمِعَ مِن الشيوخِ فِي «الرِّسَالةِ»[2] وغيرهَا. فأوْضَحْنا مُبْهَمَها، وأعربْنا مُعْجَمَها. فأقرّوُا بنقصه فِي مَراتب الوُجُود؛ فمنهُم من عَدَلَ عنه، ومِنْهم من قام فيه عَلى مَعْرفته بنقصه.

(أصول الذم لأهل وقتي)

وليَعْلم وليِي – وفَقه الله – أني لمّا قرأت بالحرَم الشريفِ عَلى الناسِ ما ذكرته فِي حقِّ المنتسبين إلى الصُوفيّة و ذمّ أحْوالهم، ثَقُلَ ذلك عَلى[3] شخصٍ فقال: مَا دَعَاهُ إلى هذا؟! وَالإعْرَاض عنْ هذا كَان أحْسَن. ومَا أشبَه هَذا الكَلام. فزاد عندي اعتراضه تَقْويةً أنّ هذا هُو الحقّ لِكوْنه ثقُل عَليْه. ولقد عمي هَذا القائل عن الأصُول التي استَنَدْتُ إليها في فعلي هَذا، وهُو يُسَلِّمُهَا! وقد قرعت سمعَه غير مرّة، وَلم يَعْتُبْ عَليْهم، بَل اسْتحسَنَ ذلك. فَلمّا وقعَ ذلك الذم[4] فِي أهْل زمانه، رأى أنّ ذلك فضولًا لكونه في ذلك الزمان، فيخاف أن يتطرق إليهِ الذمّ فِي نفسه، فحزن، ولو أنصف لبحث عن نفسه.

أمّا الأصُول[5] التي أسْتَنِدُ إليهَا فِي ذلك فكثيرَة جدًّا: روينا عَنْ أبي بكر الصّديق – رَضِي الله عَنْه – أنّه قال يَومَ فتحِ مَكّة فِي القرن الفاضل، لمّا[6] فقد عِقدًا

---

١ ش: مكانه.

٢ هي الرسالة القشيرية.

٣ ش: إلى.

٤ س: – الذم.

٥ س: الوصول.

٦ ش، س: ولما. هو: – لما.

Marfat.com

اس دور کے ہر محقق - جس کو مثال مانا جاتا ہے یا کمزور مرید جس کی پیروی کرتے ہیں - پر لازم ہے کہ سماع (قوالی) کی بالکل اجازت نہ دے بلکہ واضح لفظوں میں اس سے روکے۔ ہم نے اِس ملک کے رہنے والوں پر (سماع) کا مقام بالکل واضح کیا اور بتایا کہ اس سے کیا کیا بگاڑ آتا ہے تو انہوں نے ہمیں رسالہ قشیریہ وغیرہ میں مذکور شیوخ کے احوال سے سماع کی مثالیں دیں۔ پس جب ہم نے اِن (مثالوں) کے ابہام کو واضح کیا اور اس کے اعجام (یعنی الجھاؤ) کو کھولا تو وہ مراتب الوجود میں اِس کی خرابی کو مان گئے، یوں کچھ نے سماع ترک کر دی اور کچھ اِس کی خرابی کو جانتے ہوئے بھی اِس پر کاربند رہے۔

ہم عصروں پر تنقید کے اصول

میرے دوست کو یہ بھی جاننا چاہیے - اللہ اسے توفیق دے - کہ جب میں نے حرم شریف میں لوگوں کے سامنے وہ سب پڑھا جو آپ کو صوفیا سے منسوب (غیر صوفی) لوگوں کے بارے میں بتایا اور ان کے احوال کی مذمت کی تو یہ سب ایک شخص پر بہت گراں گزرا۔ کہنے لگا: یہ (ابن العربی) ان کے پیچھے کیوں پڑ گیا ہے؟ اس سب سے اجتناب کرنا ہی بہتر ہے، یا اُس نے جیسا بھی کہا۔ اُس کے اس اعتراض نے مجھے اور تقویت بخشی کہ یہی حق ہے تبھی تو یہ اُس پر گراں گزرا۔ یہ بات کرنے والا اُن اصولوں سے ناواقف ہی رہا جن پر بھروسا کرتے ہوئے میں نے یہ کام کیا حالانکہ وہ بھی ان اصولوں کو مانتا ہے۔ میں نے کئی مرتبہ یہ اصول اُس کے گوش گزار کیے اور اُس نے اِس پر ناراضگی کا اظہار بھی نہیں کیا بلکہ ان کو بہتر جانا مگر جب یہ مذمت اُس کے ہم عصروں پر آن پڑی تو اسے یہ سب فضول لگنے لگا کیونکہ وہ خود بھی اسی زمانے میں تھا اور وہ ڈرتا تھا کہ کہیں یہ مذمت اُس کی طرف ہی نہ لوٹ آئے (اس لیے) وہ غمناک ہوا، اگر وہ انصاف کرتا تو پہلے خود کو ڈھونڈتا۔

جہاں تک ان اصولوں کا تعلق ہے جن پر اس بارے میں میں نے تکیہ کیا تو وہ بہت زیادہ ہیں: ہمیں حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ سے روایت پہنچی ہے کہ اس قابل شرف دور میں فتح مکہ کے روز جب آپ ؓ کے اہل خانہ میں سے کسی کے گلے کا ہار گم ہو گیا تو آپ نے ایک سرد آہ بھری اور

من عُنُقِ بعض أهْلِه تأوَّه وقال: «ارتفعت اليَومَ الأمَانةُ مِن الناسِ» وحَكَم بتلك النّازلِةِ الواحدةِ عَلى الزّمانِ. ذكره في «السير» في غزوة فتح مكة. والأصْلُ الآخر؛[1] بِنتُهُ[2] لَمَّا نظرَتْ إلى زمَانها وَأهْلِه، ومَا هم فيه من البخل والمذامِ؛ تأوَّهت وقالت: يرحم الله لبيدا حيث يقول:

ذَهَبَ الذِّينَ يُعاشُ فِي أكنَافِهِمْ ‏ ‏ ‏ وَبَقِيتُ فِي خَلْفٍ كَجِلْدِ الْأَجْرَبِ

ثم قالت: كيفَ بِهِ لو أدْرَكَ زماننا هَذا؟ فذمّت زمانهَا وأهْله.

وَقد روينا عن غير واحد عن ابن القشيري، وعن الغانِمي، كلاهمَا عن القشيري، أنّه قال في رسَالته يذم أهْل زمانه - وقد سمِعَهَا هذا المعترض عَليّ وَاسْتحسن ذلك منه - أنه قال: «لم يبق فِي زمَاننا من أهْل هَذه الطريقة إلا أثرهم:

أمَّـا الخِيَـامُ فإنَّـهَا كَخِيَـامِهِمْ ‏ ‏ ‏ وَأرَى نِسَـاءَ الحَيِّ غَيْرَ نِسَـائِهَا

حصَلت الفترة فِي الطريقة، لا[3] بَل قد انْدَرَسَتِ الطرِيقةُ بالحقيقة» وذمّهم بأشد الذم في أوّل «الرسَالة» له، ولتَداولها بين أيدي[4] النّاسِ أضربنا عن حكَاية قولِه.[5]

وروينا[6] عن ابن أبي حامد[7] وغيره عن أبن مُغيثٍ في كتاب «المنقطِعِين» له من حديث أبن المُهَلَّب[1] قال: مررتُ بالسّاحل، فرأيتُ شابًا قد احتفَر لنفسه حُفرةً

---

١ هو: + أن.

٢ يقصد عائشة بنت أبي بكر الصديق رضي الله عنهما.

٣ ش: - لا.

٤ ش: - أيدي.

٥ هو: - ولتَداولها بين أيدي النّاسِ أضربنا عن حكَاية قولِه.

٦ س: وقد روينا.

٧ ش: عن ابن حامد؛ س: عن أبي حامد.

Marfat.com

کہا: "آج لوگوں میں سے امانت اٹھالی گئی۔" اور اس ایک واقعے سے پورے دور پر حکم لگایا۔ یہ قول سیرت کی کتابوں میں غزوہ فتح مکہ کے باب میں ملتا ہے۔ دوسرا واقعہ: آپؐ کی بیٹی (حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا) نے جب اپنے دور کے لوگوں میں بخل اور حرام کاموں کو ہوتے دیکھا تو ایک آہ بھری اور کہا: اللہ تعالیٰ لبید (جو کہ دور جاہلیت کا ایک شاعر تھا) پر رحم کرے کہ اُس نے کہا تھا:

وہ بھلے لوگ چلے گئے جن کی صحبت باعث شرف ہوا کرتی تھی

اور میں کدھر ان ناخلفوں میں اکیلا رہ گیا جن سے دور رہنا ہی بہتر ہے۔

پھر آپؐ نے کہا: اگر لبید ہمارا زمانہ پالیتا تو کیا کہتا؟ پس آپ نے بھی اپنے زمانے اور زمانے والوں کی مذمت کی۔

ہمیں ایک سے زیادہ لوگوں نے امام قشیری کے بیٹے اور الغانمی سے روایت کی کہ ان دونوں (بزرگوں) نے امام قشیری سے روایت کیا کہ آپ نے اپنی کتاب رسالہ قشریہ میں اپنے ہم عصروں کی مذمت کی۔ مجھ پر اعتراض کرنے والے نے بھی یہ سنا اور اس کو آپ کا بہتر (عمل) جانا۔ آپؒ نے فرمایا: "ہمارے زمانے میں اہل طریقت کا صرف نشان ہی باقی رہ گیا ہے۔

یہ خیمے تو اُن خیموں جیسے ہی ہیں

لیکن مجھے اِس قبیلے کی عورتیں اُن عورتوں جیسی نہیں دکھتی۔

طریقت میں کمزوری آ گئی، نہیں بلکہ طریقت در حقیقت مٹ گئی۔" آپؒ نے رسالہ قشیریہ کی ابتدا میں اِن (لوگوں) کو شدید تنقید کا نشانہ بنایا۔ لوگوں میں اس رسالے کا عام ہونا ہی وہ وجہ ہے کہ ہم نے آپؒ کی بات (اس کتاب میں) نہیں دہرائی۔

اسی طرح ابو حامد الغزالی اور دیگر (کچھ محدثین) نے ابو المغیث سے روایت کی، انہوں نے اپنی کتاب انیس المنقطعین میں ابو المُہلَّب سے یہ قصہ روایت کیا، فرماتے ہیں: (ایک روز) میں ساحل سے گزر رہا تھا کہ میں نے ایک نوجوان کو دیکھا جس نے اپنے لیے ریت میں ایک گڑھا بنا رکھا تھا۔ جب میں نے اُس سے (اس بارے میں) استفسار کیا تو اُس نے ایک آہ بھری اور پھر اپنے اہل زمانہ کو تنقید کا نشانہ بناتے ہوئے بولا: راستے ناہموار ہو گئے اور ان پر چلنے والے تھُڑ

Marfat.com

في الرَّمل. فسألته، فتأوّه، ثم قال يذمّ أهل زمانه: «توعَّرتِ السُّبُل، وقلَّ السَّالكونَ لَهَا: قد افترشوا الرخص، وتمهَّدُوا الزَّلَل، وَاعْتَلّوا بزلل الماضين» إلى مثل هذا الكَلام. ثمَّ قامَ فمشى عَلى الماءِ حتّى غاب عنّي! أرأيتَ قط يتفق هذا لمن تكلّم فِيمَا لا يَعْنِيْه؟

وروينا عن غير واحدٍ من حديث عبد الرحمٰن بن الحسن، عن هارون، عن أبي معاوية،[٢] عن الأعمش، عن أبي صَالِح قال: لمّا قدم أهْل اليمن - زمانَ أبي بكر - وَسَمِعُوا القرآن جعَلوُا يبكون، فقال أبو بكر: «هكذا كُنّا ثم قست القلوب».

وتقريع النّبي - صَلّى الله عليه وسلّم - لأصحَابه المعَذّبين بمكة عَلى إسْلامهِم، ومنهم خبّاب، وقاسى بلاءً شديدًا من أجل إسلامه، قال خبَّاب: شكونا إلى النبي - صَلّى الله عليه وسلّم - مَا نلقاهُ مِن البلاء، وقلنا: ألَا تَدعوا الله، ألَا تستنصر الله لنا؟ فجلس مُحَمرًّا وجهه، ثم قال: «والله! إنَّ مَن كان قبلكُم ليؤخذ الرجُل، فيوضع المنشار على رأسه[٣] فيشقّ باثنَين، ما يَصْرِفُه عن دينِهِ شيء. أو يُمشَط بأمشاط الحديد، ما بين عَصَبٍ وَلحم، مَا يصرفه عن دينه شيء».

فيا أيّها المُعْترض؛ هَذه الأصُول[٤] الّتي استندتُ إليها في ذمّ أهل وقتي - لا[٥] حشرني الله معهم، ولا[٦] أماتني على حالتهم - هَلَّا كنتَ ناصري فِي قولِي هذا، وتعرف أنّه الحق، وأنّ الحال اليوم عَلى ما وصفنا، وكنتَ تأتيني باكيًا على نفسك،

---

١ ش: الملهب.

٢ س: معونة.

٣ ش، س، هو: - فيوضع المنشار على رأسه.

٤ س: الوصول.

٥ ش، س، هو: - لا.

٦ ش، س، هو: - لا.

Marfat.com

گئے، (جو باقی بچے) انہوں نے آسانیاں اپنالیں، لغزشوں کا راستہ ہموار کیا اور ان لغزشوں میں پہلوں کو بھی پیچھے چھوڑ گئے، یا اِس جیسی کوئی بات کی، پھر وہ اٹھا اور پانی پر چلتا ہوا (اتنا دور نکل گیا) کہ میری آنکھوں سے اوجھل ہو گیا۔ کیا تو نے غور کیا ہے کہ بے مقصد باتیں کرنے والے کسی (شخص) کے ساتھ بھی ایسا پیش آیا ہو۔

ہمیں ایک سے زیادہ لوگوں نے عبدالرحمن ابن الحسن، انہوں نے ہارون، انہوں نے ابو معاویہ، انہوں نے اعمش، انہوں نے ابو صالح رضی اللہ عنہ سے روایت کی، فرمایا: جب اہل یمن حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کے دور میں (مکہ) تشریف لائے اور انہوں نے (پہلے پہل) قرآن سنا تو رونے لگے۔ حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے کہا: ہم بھی (پہلے) ایسے ہی تھے پھر دل سخت ہو گئے (اور رونا بھول گئے۔)

اسی طرح حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا مکہ مکرمہ میں اسلام لانے پر عذاب دیئے گئے اپنے صحابہ پر ڈانٹ ڈپٹ کرنا بھی ثابت ہے ان میں حضرت خباب رضی اللہ عنہ بھی شامل تھے، آپؓ کو اسلام لانے کے عوض سخت آزمائش کا سامنا کرنا پڑا۔ حضرت خبابؓ فرماتے ہیں: ہم نے اِس تکلیف کا شکوہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے کیا اور کہا: کیا آپؐ اللہ سے دعا نہیں کریں گے؟ ہمارے لیے اللہ سے مدد نہیں مانگیں گے؟ (یہ سننا تھا کہ) آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا چہرہ مبارک سرخ ہو گیا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ کی قسم! تم سے پہلے لوگوں کا یہ حال تھا کہ آدمی کو پکڑ کر اُس کے سر پر آرا چلایا جاتا تھا یہاں تک کہ وہ دو ٹکڑے ہو جاتا تھا لیکن یہ عمل بھی اسے اُس کے دین سے نہیں ہٹا پاتا تھا، یا پھر اُس کے گوشت اور پٹھوں کو لوہے کی کنگھیوں سے چیرا جاتا تھا لیکن یہ تکلیف بھی اُسے اُس کے دین سے نہیں ہٹا سکتی تھی۔[8]

اے معترض، یہ ہیں وہ اصول جن پر بھروسا کرتے ہوئے میں اپنے ہم عصروں پر تنقید کرتا ہوں، اللہ تعالیٰ روز محشر بھی مجھے ان سے دور رکھے اور نہ ہی مجھے ان جیسی حالت پر موت دے! کیا تو میری اس بات پر، یہ جانتے ہوئے بھی کہ یہ حق ہے، میری مدد نہیں کرے گا؟ آج کل تو حال ویسا ہی ہے جیسا کہ ہم نے بیان کیا۔ (یاد کر وہ دن کہ جب) تو میرے پاس اپنے نفس پر روتا آتا تھا اور میں بھی ویسا ہی کرتا تھا کہ شاید اللہ ہم پر رحم کرے۔ کیا تو اس بات سے خوش ہے

Marfat.com

وَأنا أيضًا كَذلك، عسَى الله أن يرحمنا، إلَّا رضيت لنفسك أن تكون منافقًا مُداهنًا، وللمداهِنِين إمَامًا؟ لا[1] والله! مَا أرضى بهذه الحالة لمسْلِم، فتُبْ إلى الله - تعالى - ورَاجِعْ ربَّك فإنه يرجع إليك، وتَعالَ نُقِم مأتمًا ومَنَاحَةً على التقصير في العمر اليسير، والاشتِغال بالتُرَّهات والفرَح بَالخزَعْبلات، بل أضلّ الأباطيل.[2]

والله! نَقول: إنه كلّ[3] من ثقل[4] عَليْه هَذا الكلام فَهُو بتلك الصّفة التي وصفنا وَلِهذا قَلِقَ. وَلَوْ كان بريئًا منها سَكن، كما سَكن عند ذكرنا ذَمَّ السُّرَّاق والقُطَّاع وأشباههم، ولمّا كان لهُ فِي هؤلاءِ مدخلٌ فَرّ إلى الاعتراض ليزدادَ من الله بُعْدا في ردِّه الحقَّ.[5] وليس اعتراضه علينا في هذا بأوّل دمع جَرَى على طَلَلٍ، فإنه[6] لم يَزل أبدًا كلُّ من يتكلم في معايب النفس وأحوالها، ويبدي نقائصها، ويذم شأنها - على التعيين، وعلى غير التعيين في كل زمان - مذمومًا في زمانه، لعدم موافقة أغراض النفوس، فإذا انقرض زمانه ومات، ونشأت طائفة، عند ذلك يُعرف قدر ما جاء به، ويُقال: قال فلان - رضي الله عنه -، هكذا كان الناس.[7]

(محاسبته نفسَه بعد أن أُمِر بالقعود والنصيحة للخلق)

ثم أُعَرِّف وليي - أبقاه الله - بما طرأ بيني وبين نفسي. رأيت نفسي في هذه

---

١ س: - لا.

٢ ش، هو: - أضل الأباطيل؛ والعبارة "وتعال نقم مأتما.... الأباطيل" ثابتة في حاشية ج وهي بقلم الشيخ الأكبر. وخاتمتها فيها تقرب من: "أصل أضل الأباطيل".

٣ ش: - أنه كل.

٤ س: نُقِل.

٥ ش: - في رده الحق.

٦ ش، س، هو: - فإنه.

٧ العبارة "وليس اعتراضه علينا.... هكذا كان الناس" ثابتة في حاشية ج، وهي بقلم الشيخ الأكبر.

Marfat.com

کہ تو منافق، خوشامدی بلکہ خوشامدیوں کا بھی امام ہو؟ ہرگز نہیں، اللہ کی قسم! کوئی مسلمان اس بات سے خوش نہیں ہوتا لہٰذا اللہ سے توبہ کر اور اُس کی طرف لوٹ آ وہ تیری طرف لوٹ آئے گا۔ اور آ کہ ہم اِس چھوٹی سی عمر میں کی گئ کوتاہیوں، لغویات میں وقت برباد کرنے اور من گھڑت باتوں -بلکہ گمراہیوں- سے خوش ہونے پر ماتم اور نوحہ خوانی کریں۔

اللہ کی قسم! ہم کہتے ہیں: جس کسی پر بھی یہ کلام گراں گزرا تو وہ بھی ایسا ہی ہے جیسا کہ ہم نے بیان کیا، اسی لیے تو وہ پریشان ہوا۔ اگر وہ ان اوصاف سے بری ہوتا تو پریشان نہ ہوتا، جیسا کہ وہ ہمارا چوروں، ڈاکوؤں اور ان جیسوں کو برا بھلا کہنے پر پریشان نہیں ہوتا، مگر وہ خود انہی میں سے تھا تو فوراً اعتراض کی طرف دوڑا تاکہ حق بات کو رد کرنے سے وہ اللہ سے اور بھی زیادہ دور ہو جائے۔ اس کا ہم پر یہ اعتراض کرنا آنسو کا وہ پہلا قطرہ نہیں جو کسی خرابے (کی بربادی) پر بہا ہو بلکہ ہمیشہ سے یہی چلا آرہا ہے کہ جو کوئی بھی نفس کے عیوب اور احوال کے بارے میں بات کرتا ہے، اِس (نفس) کی کوتاہیوں پر سے پردہ اٹھاتا ہے اور اس کے کرتوتوں پر- متعین کر کے یا بغیر تعین کے- طعن ملامت کرتا ہے تو وہ اپنے زمانے میں تنقید کا نشانہ ہی بنتا ہے، کیونکہ وہ نفوس کی اغراض کے الٹ بات کر رہا ہوتا ہے۔ پھر جب اُس کا دور گزر جاتا ہے وہ مر جاتا ہے اور نئے لوگ آجاتے ہیں، اُس وقت اِس کی بات کی قدر کی جاتی ہے اور کہا جاتا ہے کہ فلاں -اللہ اُس سے راضی ہوا- نے یہ بات کہی تھی، لوگ اسی طرح ہیں۔

شیخ اکبر کا اپنے نفس کے ساتھ معاملہ

پھر میں اپنے دوست کو -اللہ اسے محفوظ رکھے- یہ بھی بتانا چاہتا ہوں کہ میرے اور میرے نفس کے درمیان کیا معاملہ ہوا۔ میں اپنے نفس کو اس شہر (یعنی مکہ مکرمہ) میں قید اور

Marfat.com

البلاد مسجونة مقهورة، فإنّي - كما يعْلمُه وليّ - ممّن يقول بوُجودِهَا،[١] لا يصحّ أبدًا عندي موتُها عن صفاتها لمعرفتي بحقائقها ومكانها.

وَلَمّا رأيت الله - تعالى - قد فتح إلى[٢] قلبي بَاب الحكمة، وأجرى فيه بحَارَها، وسَبحَ سِرِّي فِي لُجّة ثبجها،[٣] حتى والله! إني لأنظر إلى[٤] معظم البحر إذا اشتدت عَليْه الرّياح الزّعَازع فعَلَا موجُه وَارْتفع دُوِيّهُ، ثم أنظر إلى تموُّج بَحر المعارف وَالأسرَار في صَدري؛ فأجد معظم ذلك البحر- بمَا وصفناه من تلاطم الأموَاج واشتداد الرّياح - سَاكنًا لا حراك به عند تموّج بحر الحكم فِي صدري واصطفاقه، ولا سيما فِي مكّة. فدَاخلَني من ذلك رُعْبٌ شديدٌ وجزعٌ عظيمٌ وخوفٌ متلفٌ.

فعزمت على قطع الميعاد وأن لا أقعدَ للنّاسِ. فأُمِرْتُ بالقعوُد والنصيحة للخلق قسرًا وَحتمًا واجِبًا؛ فقعدت رفيعَ الكَلام، مصلتَ الحسَام. ثمّ[٥] أخلو بنفسِي حيث مسكني؛ فأزِن المواهب بالحال الّتي أنا عَليها وفيهَا؛ فلا أجد بينهما نسبًا[٦] يربط ولا سَببًا[٧] يضْبِط؛ فخفت وَالله يَا وَليي، مكرَ الله بي واستدراجه إيّايَ. فخلوت بنفسي وقد داخلني من ذلك ما لا يعْلمه إلا الله، ولَا أجد طَريقًا أدخل منه لتمحيص نفسِي، وقد انسدّت عَليّ المسَالك، بفنون الحقائق الأول والمعَارف، إلى أن لطَف الله بي برؤيا رأيتها وجدت بها الظفر عَلى نفسي، وإقامة الوزن عَليهَا.

---

١ في سائر النسخ: رأيت نفسي في هذه البلاد، فإني - كما يعْلمُه وليّ - ممّن يقول بوُجودِهَا مسجونة مقهورة، لا يصحّ أبدًا عندي موتها.

٢ ش: - إلى.

٣ س: ويسبح سري لجة ثبجها.

٤ ش: - إلى.

٥ س: - ثم.

٦ ج، س: نسب.

٧ ج، س: سبب.

Marfat.com

مغلوب پاتا ہوں کیونکہ میں - جیسا کہ میرا دوست جانتا ہے - اس نفس کے وجود (یعنی عدم العدم) کا قائل ہوں، میرے نزدیک یہ کبھی اپنی صفات سے (مطلقاً) عاری نہیں ہوتا کیونکہ میں اِس (نفس) کے حقائق اور اِس کے مقام کو بخوبی جانتا ہوں۔

جب میں نے یہ دیکھا کہ اللہ تعالیٰ نے میرے دل میں حکمت کا دروازہ کھول دیا ہے، اور اس میں (حکمت) کے سمندر جاری کر دیئے ہیں اور میرا راز اِس (سمندر) کی گہرائی کے بیچوں بیچ تیر رہا ہے۔ یہاں تک کہ اللہ کی قسم! میں نے بہت بڑے سمندر اُس وقت دیکھے ہیں جب ان میں طغیانی اور طوفان ہوتا ہے، جب موج اوپر اٹھتی ہے اور شور بلند ہوتا ہے، پھر جب میں اپنے سینے میں موجود معارف اور اسرار کے سمندر کی موجوں کا اُٹھنا دیکھتا ہوں تو یہ سب ٹھاٹھیں مارتے سمندر جن کے بارے میں ہم نے کہا کہ ان میں طغیانی اور شدید طوفان ہے، میرے سینے میں موجود حکمتوں کے ٹھاٹھیں مارتے سمندر - اور وہ بھی خاص طور پر شہر مکہ میں - کے سامنے بالکل ساکن (معلوم ہوتے) ہیں۔ یہ سب (دیکھ کر) مجھے شدید رعب، عظیم گھبراہٹ اور جان لیوا خوف نے آن گھیرا۔

لہذا میں نے وعدہ توڑنے کا پکا فیصلہ کر لیا کہ اب میں لوگوں کو نصیحت کرنے کے لیے نہیں بیٹھوں گا، مگر پھر مجھ پر بیٹھنا اور مخلوق کو نصیحت کرنا لازم اور ملزوم کیا گیا، لہذا میں بلند و بالا فصیح اور واضح کلام سے بمثل شمشیر برہنہ (لوگوں کی رہنمائی کے لیے) بیٹھ گیا۔[9] پھر میں نے اکیلے میں جب اپنی حالت پر غور کیا کیونکہ میں عطایات کا موازنہ اس حال سے کرتا ہوں جس پر ہوتا ہوں، لہذا جب میں نے اپنے حال اور عطایات کے درمیان مناسبت اور مطابقت نہ پائی تو اللہ کی قسم اے دوست! میں ڈر گیا کہ کہیں اللہ تعالیٰ مجھ سے مکر اور استدراج کا سا معاملہ تو نہیں کر رہا، پس میں نے تنہائی اختیار کی اور مجھ پر وہ طاری ہوا جسے اللہ کے سوا کوئی نہیں جانتا۔ میں کوئی ایسا راستہ نہیں پاتا تھا جس سے میں اپنے نفس کو آزما سکوں، یہاں تک کہ مجھ پر (کشف سے کھلے) حقائق اول کے فنون اور معارف کی طرف جانے والے تمام راستے بند ہو گئے، پھر اللہ تعالیٰ نے ایک خواب کے ذریعے مجھ پر اپنا (خاص) لطف و کرم ظاہر کیا جس کے ذریعے میں اپنے نفس پر ایک میزان قائم کرنے میں کامیاب ہوا۔

Marfat.com

وذلك أني أُريت[١] فِي منامِي كَأني أدخلت الجنّة، فلمّا حصّلت الباب ورائي ولم أكن رأيت نارًا، ولا حشرًا ولا حسَابًا، ولا شيئًا من أهوَال القيامة، فوجدت فِي نفسِي راحةً عظيمَةً لا يُقدَر قدرُهَا وسرُورُهَا، وحمدت الله كما ورَد في القرآن عنهم.

فلما استيقظت عَلمت أنّ فِي حَالي بعض اعتلال، وَأنّ نفسي ادّعت فوق حَالـهَا من جهة مَا أعطَاهَا الله من العلم، ولو كانت متحققة بالحقِ تحققًا عقليًا مُقدّسًا إلهيًا يُفنيهَا عنها؛ لم تلتذ بدخول الجنة ولا عقلت الراحة، وَلَشَغلَهَا التنزّهُ فِي جلال الله عن النظر إلِى راحتهَا، والتفاتهَا إلى نجاتهَا من أهوال الوعيد.

فأرادت [أن] تُقيم عليّ[٢] الحجة القاطعة من جهة تقسيم الحقائق الإنسانية ومرَاتبهَا. فلم أسمَع لهَا، وقامت حجّتي عَليْهَا، وآذَنتُها بقصورها وعظيم دعواهَا في شيء هي دونه. وَحمِدت الله الذي أظفرني منهَا، فقلت لها: يَا نفسي؛ وعِزّةِ مَن جَبَلكِ على المخالفة، وجعَلكِ محلًا لكُلّ وصفٍ مَذمُومٍ؛ لا تركتُكِ عَلى دعوَاكِ حتى أعرض أحْوَالك كُلها عَلى كتاب الله وسُنَّة رسُوله. فإن وافقتِ ذلك، ولم أجد خللًا؛ سلّمت لكِ فِي مَا أردتِ أن تقيمي عَليّ مِن سُلطانَك - وَالله يقول: ﴿لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِي رَسُولِ اللهِ أُسْوَةٌ حَسَنَةٌ﴾ (الأحزاب: ٢١) وقال ابن مسعود: «كن أنت المحدَّثُ إذا سمعته يقول: ﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا﴾» - وإن وجدتُكِ دون ذلك، وقامت الحجّة عَليكِ، فأنا ألطُف بكِ[٣] وأرحمُك بأن أمشي بكِ عَلى أحوال[٤] أهْل الصُّفة الذين تنتسبين إليهم، وعَلى أحْوال الصَّفْوَة مِن الصّحابة الأعلام فيهم. فإن خرجتِ مع واحد منهم في حَالٍ مّا؛ فأنا أتركك معه وأرضى عنكِ، وإن لم أجدكِ

---

١ س، ش، هو: رأيت.

٢ هو: - علي.

٣ هو: - بك.

٤ هو: حال.

وہ اِس طرح کہ میں نے خواب میں دیکھا کہ جیسے میں جنت میں جارہا ہوں، جب میں اِس (یعنی جنت) کے دروازے تک پہنچا اور دروازے کو دیکھ لیا اور اس دوران میں نے دوزخ، حشر، حساب کتاب اور احوال قیامت میں سے کچھ بھی نہ دیکھا تو میں نے اپنے نفس میں ایسی عظیم راحت پائی جس کی قدر و قیمت اور سرور کا اندازہ نہیں لگایا جاسکتا، پھر میں نے اللہ کا ویسے ہی شکر ادا کیا جیسا کہ قرآن میں ان لوگوں سے مذکور ہے۔

پھر جب میری آنکھ کھلی تو مجھے معلوم ہوا کہ میرے حال میں اب بھی کچھ خرابی باقی ہے اور اللہ تعالی نے میرے نفس کو جتنا علم عطا کیا ہے اس (نفس) نے اس حال سے بڑھ کر دعوی کیا۔ اگر میرا نفس حق تعالیٰ سے مقدس الہی عقلی تحقیق سے متحقق ہوتا تو اس (راحت) سے بھی بے پرواہوتا، نہ تو جنت میں داخلے کی لذت محسوس کرتا، نہ راحت پاتا اور نہ ہی جلالِ الہی میں کھو جانا اِسے (جنت کی) راحت اور اہوالِ وعید کی نجات کی طرف نظر کرنے سے مشغول رکھتا۔

پھر (میرے نفس) نے حقائق انسانی کی تقسیم اور ان کے مراتب کے اعتبار سے مجھ پر نا قابل رد دلیل قائم کرنا چاہی مگر میں نے اُس کی ایک نہ سنی اور میری حجت اُس پر قائم رہی، اور میں نے اُسے اُس کی کوتاہیوں اور اس بلند و بالا دعوے- جس کا وہ حامل ہی نہیں- کے بارے میں بتایا۔ پھر میں نے اللہ کا شکر ادا کیا جس نے مجھے اِس (نفس) پر کامران کیا۔ میں نے اُس سے کہا: اے نفس! قسم ہے اُس ذات کی جس نے تیری جبلت میں مخالفت ڈالی، اور تجھے ہر مذموم وصف کی جا بنایا، میں تجھے تیرے دعووں پر ہی نہیں چھوڑوں گا بلکہ تیرے تمام احوال کو اللہ کی کتاب اور اس کے رسول ﷺ کی سنت کے سامنے کروں گا، اگر تو نے (ان دونوں چیزوں سے) موافقت رکھی اور میں نے (تجھ میں) کوئی خرابی نہ دیکھی تب ہی میں وہ سب قبول کروں گا جو تو اپنی قدرت سے مجھ پر قائم کرنا چاہتا ہے- اللہ فرماتا ہے: ﴿بے شک رسول اللہ کی صورت میں تمہارے لیے ایک بہترین نمونہ موجود ہے۔﴾ (احزاب:۲۱) حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا: جب تو اُسے ﴿اے ایمان والو!﴾ کہتا سن تو خیال کر کہ وہ تجھی سے مخاطب ہے-(اے نفس) اگر میں نے تجھے ایسا نہ پایا اور تجھ پر حجت قائم ہو گئی تو میں تیرے ساتھ لطف و رحم کا معاملہ کروں گا، تجھے اہل صُفّہ رضی اللہ عنہم کے احوال پر چلاؤں گا جن سے تو خود کو منسوب کرتا ہے یا پھر صحابہ کرام میں

Marfat.com

مشيتُ بك عَلى تابعيهم عَلى نحو ما فعلت بك مع الصحَابة، فإن قَصُرتِ عن أحوالهم مشيتُ بكِ على تابعي تابعيهم، وتابعي تابعي تابعيهم؛ فإمّا أن تقفي مع واحد منهم، وإمّا أن تقصري عن شأوهم؛ فالنار أوْلى بك، وأجعل حكمتَكِ ومعرفتكِ كدرهم زائفٍ عند صيرفي[1] ناقدٍ.

فقالت لي – وقالت بعض حق –: أمّا النبي – عليه السلام – فلا أعرض حالي على حَالهِ أدبًا معَهُ؛ فإنّ فلك النبّوة ليسَ لنَا فيه قَدَم، ولا تقوم به لك عَلينا حجّه؛ فإنّه البحر الذي يغترف منه الخاص والعام. فإن شددتَ عليّ به[2] رخصت أنا عَلى نفسي به، وتتعَارض الحججُ وَكُلُّ[3] سُنّة، وأنا أُسقِطُ لك الدعوى من أوّل وَهْلةٍ، وأهجم على الرخص وأتخذها سنّةً كما وردت، وأقنع بالنجاة مِن النّار خَاصَةً، وأحرمك الفائدة في التنزه في المناظر العُلى فيما بقي من عمرك.[4]

وكذلك القرآن فإنّه البحْرُ الأعْظم الذي لا يُدرَك قَعرُهُ؛ إذ ليس له قعر فيدرك ولا ساحل فيبلغ؛ بل فيه هَلك الهَالكون، ونجا المفلحون. قال – تعالى –: ﴿يُضِلُّ بِهِ كَثِيرًا وَيَهْدِي بِهِ كَثِيرًا﴾ (البَقَرَة: ٢٦) تالله لو عَرضتِ الملائكَة والنبيّون والمرسَلون أجمعون أحْوالهم عَلى آية مِنَ القرآن – عَلى حدٍّ ما يعلمُه الله من أسرَار مَا

---

١ ج: صيرفان.

٢ هو: – به.

٣ س: من كل.

٤ ش: – من عمرك.

Marfat.com

سے برگزیدہ ہستیوں کے احوال پر۔ (اے نفس) اگر تو ان میں سے کسی ایک کے حال پر بھی ہوا تو میں تجھ پر سختی نہیں کروں گا بلکہ تجھ سے راضی رہوں گا۔ اگر میں نے تجھے ان کے ساتھ چلنے والا نہ پایا تو میں تجھے ان کی اتباع کرنے والوں (یعنی تابعین) کے راستے پر چلاؤں گا جیسا کہ میں نے (پہلے) تجھے صحابہ کے راستے پر چلایا۔ اگر تو اِن (تابعین) کے احوال سے بھی (پیچھے) رہ گیا تو میں تجھے تبع تابعین کے راستے پر چلاؤں گا، اور پھر تبع تبع تابعین کے راستے پر۔ پھر یا تو تُو اِن میں سے کسی ایک کے ساتھ ٹھہر جائے گا یا پھر ان کی حد سے پیچھے رہ جائے گا (ایسی صورت میں) تو دوزخ کا زیادہ حق دار ہے، اور میں تیری حکمت اور معرفت کو ایک سِکّہ شناس شخص کے سامنے کھوٹا سکہ ہی سمجھوں گا۔

نفس مجھ سے مخاطب ہوا اور کچھ ٹھیک ہی بولا: جہاں تک نبی کریم ﷺ کا تعلق ہے تو میں اپنے حال کا موازنہ ان کے حال سے نہیں کر سکتا کیونکہ یہی ادب کا تقاضا ہے۔ بیشک فلکِ نبوت میں ہمارا کوئی قدم نہیں، اور اے (ابن العربی!) اس (مقام) میں میرے اوپر (یعنی نفس پر) تیرے لیے کوئی دلیل نہیں کیونکہ یہ تو ایسا سمندر ہیں جس میں سے خاص اور عام سبھی پانی لیتے ہیں، اور اگر تو نے اس بارے میں مجھ پر سختی کی تو میں (یعنی کہ نفس) اس بارے میں رخصتیں اپنا لوں گا، دلیلیں گڈمڈ ہو جائیں گی کیونکہ یہ سب ہی سنتیں ہیں، پھر میں تیرا دعویٰ پہلی پیشی پر ہی نمٹا دوں گا، رخصتوں پر دھاوا بول دوں گا اور سنت کی انہی (رخصتوں) پر کاربند ہو جاؤں گا جیسا کہ یہ بیان ہوئی ہیں، میں صرف دوزخ سے نجات پر ہی قناعت کر لوں گا اور تیری باقی ماندہ زندگی میں تجھے بلند منازل کے فوائد حاصل کرنے سے روکے رکھوں گا۔

اسی طرح قرآن کریم (کے ساتھ بھی میں اپنے احوال کا موازنہ نہیں کر سکتا) کیونکہ یہ اتنا وسیع و عریض سمندر ہے کہ اس کی گہرائی کا اندازہ نہیں لگایا جا سکتا، نہ تو اس کی ویسی گہرائی ہے جو اندازے میں آ جائے اور نہ ہی کوئی ساحل ہے جس تک پہنچا جا سکے بلکہ اسی (قرآن) میں ہلاک ہونے والے ہلاک ہوئے اور فلاح پانے والے کامیاب ہوئے۔ اللہ تعالی فرماتا ہے: ﴿وہ اس قرآن سے بہت سوں کو گمراہ کرتا ہے اور بہت سوں کو ہدایت دیتا ہے۔﴾ (البقرۃ: ۲۶) اللہ کی قسم! اگر تمام فرشتے، تمام نبی اور تمام رسول اپنے احوال کا موازنہ قرآن مجید کی صرف ایک

Marfat.com

أودع[1] فيها مِن الغيوب - لبقي الكُلّ إلى جَانبها كَلا شيء عندهَا. لقد في أوّل آية منه، وَهُو قولهُ: ﴿الَّذِينَ يُؤْمِنُونَ بِالْغَيْبِ﴾ (البَقَرة: ٣) يَتِيه العالَم، أسْفَلَه وأعْلاهُ، لا يعرف طريقه أبدًا، ولا يفي أحد بحقيقتها؛[2] فإنّه في الغيبِ أمور[3] لوْ بدا منها لمحةُ بارقٍ لأَعْلَى عَالمٍ مشاهِدٍ من العَالَم وأقواهُ إيمَانًا لَتردّد فيها واتّهم إيمانَه. فهم جَهِلوا الأسماء، فما ظنّك بما تنطوي عليه المسمّيات من المعَانِي، وذلك لعُلوّ الأمر عن مَراتب العقول، وانفراد الحق بالخلقِ والإيجاد، دون الخلق، ولهذا قال: ﴿أَلَا يَعْلَمُ مَنْ خَلَقَ﴾ (المُلك: ١٤). ولمّا لم يكن لنا خلق، لم يكن لنا عِلْم. فما أعطانا فَمِنّةً منه، وعلمه لا يتنَاهى؛ فليسَ[4] بإنصَاف منك أن تعرض حَالي عَلى كتاب الله الأقوى الأقهر.

ولكن حسبك ومَنْ[5] دون القرآن والنبوّة مِن المؤمنين. فخذ معي فِي مراتب الولاية، وأنا المنقادة السّميعة[6] السّهلة المطيعة، أرجع معك عليَّ باللائمة إن قصَّرتُ، وأنصفك من نفسي إن أُحْصرت،[7] وَلا نبقى في محلّ الغَبْن والخسران؛ فإنَّك أنَا، كَمَا أنَا[8] أنتَ؛ فلستَ غيري ولست غيْرك، ومَا لك عَليّ حجّة، وقد أعطيتُ يدَ القيادِ فِي التمحيص وَالاختبَار.

---

١ هو: + الله.

٢ هو: - يُتِيه العالم أسْفَلَه وأعْلاهُ، لا يعرف طريقه أبدًا، ولا يفي أحد بحقيقتها.

٣ هو: فإن في الغيب أمورًا.

٤ س: - فليس.

٥ ش، هو: من.

٦ هو: - السميعة.

٧ س: أحصرت.

٨ س: أنت.

آیت سے ایسے کریں جیسے اللہ تعالیٰ اس آیت کے رازوں کو جانتا ہے یا اُس نے اِس میں جو غیوب رکھے ہیں تو یہ سب کے سب اِس (آیت) کے سامنے کورے ہیں۔ اِس قرآن کی پہلی آیت میں اُس کا یہ کہنا: ﴿جو لوگ غیب پر ایمان لاتے ہیں۔﴾ (البقرۃ: ۳) تمام علوی اور سفلی کائنات کو ورطۂ حیرت میں ڈال دیتا ہے، اس کا راستہ کبھی نہیں پایا جا سکتا اور نہ ہی کوئی اِس (آیت) کو اس کی حقیقت سے پورا کر سکتا ہے کیونکہ غیب میں کچھ ایسے امور ہیں کہ اگر ان میں سے کسی کی ایک جھلک بھی اس عالَم کے کسی بلند تر عالِم اور مضبوط تر ایمان والے کے مشاہدے میں آ جائے تو وہ اِسی میں کھو کر اپنا ایمان (ویمان) بھول بیٹھے۔ انہوں نے تو اسما کو نہ جانا، تیرا کیا خیال ہے کہ یہ معانی میں لپٹے مسمیات کو جانتے ہوں گے؟ اس کی وجہ یہی ہے کہ یہ معاملہ عقول کے مرتبے سے بہت بلند ہے، اور حق تعالیٰ ہی اکیلا موجد اور خالق ہے، مخلوق نہیں، اسی لیے تو فرماتا ہے: ﴿کیا وہ نہیں جانتا جس نے تخلیق کیا؟﴾ (الملک: ۱۴) پس جب ہم نے کچھ تخلیق ہی نہیں کیا تو ہمیں کچھ علم بھی نہیں، یوں جو علم بھی اُس نے ہمیں دیا تو یہ اُسی کا احسان ہے اور اُس (خالق) کا علم لامتناہی ہے، لہٰذا (اے ابن العربی!) اگر تو میرے حال کا موازنہ اللہ تعالیٰ کی مضبوط اور غلبے والی کتاب (یعنی قرآن الکریم) سے کرے گا تو یہ انصاف نہیں ہو گا۔

ہاں اس قرآن اور نبوت (یعنی ذات رسول ﷺ) کے علاوہ (عام) مومنین کے ساتھ موازنے میں مجھے کوئی اعتراض نہیں، مراتبِ ولایت میں مجھے لے کر چل، میں فرمانبردار، مطیع اور آسانی سے بات سننے والا بنوں گا، اگر میں خود میں کچھ کمی کوتاہی دیکھوں گا تو تیرے ساتھ مل کر خود کو طعن ملامت کروں گا، اگر تو مجھے کٹہرے میں طلب کرے گا تو میں تیرے ساتھ مل کر خود اپنے ساتھ انصاف کروں گا، اور ہم دونوں دھوکے اور فریب میں نہیں ہوں گے کیونکہ تو، میں ہے اور میں تو ہوں، نہ تو مجھ سے جدا ہے اور نہ میں تیرے سوا ہوں۔ تیرے پاس مجھ پر کوئی حجت نہیں حالانکہ اب تو میں نے تجھے جانچ پڑتال کرنے کی پوری اجازت بھی دے دی ہے۔

Marfat.com

فتعجبتُ - والله - من نفس تنقاد لهٰذا المقدار! ففلوت[1] كلامها وَما جَاءت به؛ فوجدتها قد أَبْطَنَتْ عَلى مكر وخِداع، وأمرٍ هائلٍ لا يستَطاع، وقد شابَتِ الأَرْيَ بالشَّرْي[2]، وأبطَنتِ الحرب فِي السلم.[3] فتعاميتُ عنْها في ذلك، وعملت كأني لم أشعر لِخداعهَا المهلك، وحرَزت نفسي معَها في المناظرة، وَلَمْ أَنْتَقِ لهَا مِن أحوَالِهِمْ إلا مَا لم يخطر لهَا على بالٍ، ولا اتصفتْ به في حَالٍ، وعَدلتُ عن كُلِّ حَالٍ رأيتُ لهَا فيه بعض اشتراك، وَلو علمتُ أني أجد وليًّا من أوْلياء الله لم يمتز عنها بحال البتة،[4] لم أناظرْهَا بأحْوالهِمْ، ولَا أخذت في مناقضتها ابتداءً في[5] سُهولة انقيادها، وإظهار نصيحتها؛ فَتركْتهَا بتعرُّضهَا؛ لمعرفتِي بنقصها، وأنهَا تعجز عن ذلك.

انتهى الجزء الأول.

---

١ ش: ففكرت؛ س: فعلوت؛ هو: فغلوت.

٢ الأري: العسل. الشري: الصبر والحنظل.

٣ هو: – وقد شابَتِ الأَرْيَ بالشَّرْى، وأبطَنتِ الحرب فِي السلم.

٤ هو: إني لا أجد وليا من أولياء الله تمتاز عنها بحال البتة.

٥ ش: – في.

Marfat.com

اللہ کی قسم! میں حیران ہوا کہ یہ نفس اِس حد تک بھی فرمانبر دار بھی ہو سکتا ہے۔ میں نے اس کی بات - یا جو پیش کش وہ لایا - اُس کو ہر طرف سے جانچا تو مجھے معلوم ہوا کہ اس (نفس) نے تو مجھ پر مکر و فریب کے جال بُنے ہیں، (مجھ پر) ایسا بوجھ ڈالا ہے جو اٹھایا نہیں جا سکتا، اس نے شہد کو تمے (یعنی اندرائن[1]) میں ملایا ہے اور جنگ کو امن میں چھپایا ہے، پس میں بھی اس بارے میں اندھا بن گیا اور ایسے ظاہر کرنے لگا جیسا کہ مجھے اس کے ہلاک کر دینے والے فریب کا ذرا برابر علم نہیں، میں نے خود کو اس مناظرے کے لیے تیار کیا اور اس کے لیے ان بزرگوں کے احوال میں سے صرف وہی چنے جو اس کے وہم و گمان میں بھی نہ تھے اور جن سے یہ کسی طور متصف نہ تھا۔ میں نے ہر اس حال سے پرہیز کیا جس میں اس (نفس) کا کچھ عمل دخل پایا۔ اگر مجھے پتا ہوتا کہ اللہ کے ولیوں میں سے کوئی ایسا ولی بھی ہو گا جو اس (نفس) کے حال سے ذرا برابر بھی الگ نہ ہو گا تو میں کبھی اس کو اُن کے احوال کے سامنے نہ کرتا اور جب شروع میں ہی اس نے فرمانبرداری اپنائی تھی اُس وقت اِس پر اعتراض نہ کرتا، بلکہ اِس کو شروع سے ہی نصیحت کرتا، لیکن مجھے اس کی خرابی کا پورا علم تھا اور میں اِس کے عجز سے واقف تھا لہذا میں نے اسے کھلی چھٹی دی کہ یہ خود ان (معارف) تک پہنچے۔

پہلا حصہ مکمل ہوا۔

Marfat.com

[1] اندرائن یا حنظل کے مختلف نام: اردو، اندرائن، عربی نام علقم یا حنظل۔ فارسی نام خربزہ تلخ۔ ڈاکٹری نام کالوسرنتھ سنسکرت نام بھاکال پھل اندردانی پھل، ہندی نام، اندرائن کا پھل پنجابی نام تماں، علاوہ ازیں کوڑ تمبا۔ پسلمبہ، ہندو دانہ ابو جہل، انگریزی میں اسے colocynth, bitter apple, bitter cucumber, egusi, or vine of Sodom بھی کہتے ہیں کا ذائقہ شدید کڑوا ہوتا ہے، یہ اتنی کڑوی ہوتی ہے کہ عربی مثال میں اس کو سب سے کڑوی چیز جانا گیا ہے۔ جب کسی چیز کی کڑواہٹ بتانا مقصود ہو تو کہا جاتا ہے: امر من الحنظل یعنی حنظل سے بھی کوڑی۔ اسی کے بارے میں اردو مثل ہے: اندرائن پھل دیکھنے کا ہے چکھنے کا نہیں۔

(الجزء الثاني: مناظرة مع النفس)

(عشرة شهود من صحابة الرسول)

فقلت لهَا: هاتِ أخرجي أسنَى ما تدَّعينه، وَأعْلَى ما تحفظينه وتَعِينه، وأنا أعرض عَليكِ أوَّلاً حَال أهل الصفّة، ومَا كانوا عَليْه مجملًا، من غير تفصيلِهِم بأسمائهم رغبةً في التخلص في أسرع حَالٍ. قالت: قل.

قلت لها: حدّثنا محمد بن عيشون، قال: حدثنا أبو بَكر بن عبْد الله، حدثنا سَعْد، حدثنا أبو الفضل، حدثنا أحمد بن عبْد الله، حدثنا أبو بكر بن مَالك، حدثنا عبد الله بنْ[1] أحمد بن حنبل، حدثني أبي، حدثنا وكيع، حدثنا فضيل بن غزوان، عن أبي حَازم، عن أبي هريرة، قال: «رأيت سبعين من أهْل الصُفّة يُصَلّون فِي ثوب؛ فمنهم من يبلغ ركبتيْه، ومنهم مَن هُو أسفَلُ من ذلك؛ فإذا ركع أحدهم قبض عليه مخافة أن تبدو عورته». قال بعض علمائنا: «واللهِ؛ مَا اجتمع لهم ثوبان، ولا حضرهم[2] من الأطعمة لونان».

ناشدتك الله يَا نفسي! هَل كنتِ قطّ أفقر منكِ الآن فِي حَرَمِ الله – تعالى –؟ فقالت: لا. فقلت لهَا: الحمد لله؛ ترى لك قميصًا وإزارًا[3] وسَراويل وجُبَّةً وعمامَةً ونعلًا وبُردةً، وخبزًا نقيًّا ولحمًا طريًّا وحلواء، وتخدمك الرؤسَاء، تمتثل أمرك: تقولين[4]: افعل فيفعل، تقولين:[1] لا تفعل فلا يفعل. أين أنتِ منهم؟[2] ماتوا والله

---

١ هو: – حدثنا أحمد بن عبْد الله، حدثنا أبو بكر بن مَالك.

٢ ش: حضر لهم.

٣ ش: إزارًا وقميصًا.

٤ ج: تقول.

دوسرا حصہ: نفس کے ساتھ مناظرہ

صحابہ کرام میں سے دس گواہ

میں نے اس سے کہا: چل آ جا اور اب دکھا کہ تیرا سب سے روشن دعویٰ اور بلند وبالا ادراک کیا ہے؟ میں سب سے پہلے تیرے سامنے اہل صُفہ کا مختصر حال-ان کے ناموں کی تفصیل میں جائے بغیر- بیان کروں گا تاکہ جلد از جلد خلاصی نصیب ہو۔ نفس بولا: چل بول۔

میں نے کہا: ہمیں محمد ابن عیشون نے بتایا، انہوں نے کہا: ہمیں ابو بکر بن عبد اللہ نے بتایا، ہمیں سعید نے بتایا، ہمیں ابوالفضل نے بتایا، ہمیں احمد بن عبد اللہ نے بتایا، ہمیں ابو بکر بن مالک نے بتایا، ہمیں عبد اللہ بن احمد بن حنبل نے بتایا، مجھے میرے والد صاحب نے بتایا، ہمیں وکیع نے بتایا، ہمیں ابن غزوان نے ابو حازم اور انہوں نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا، آپؓ فرماتے ہیں: "میں نے ستر (۷۰) سے زائد اہل صُفہ کو دیکھا کہ وہ ایک کپڑے میں نماز پڑھتے تھے، یہ (کپڑا) ان میں سے کچھ کے گھٹنوں تک ہوتا اور کچھ کا اس سے بھی نیچے ہوتا، جب ان میں سے کوئی رکوع کرتا تو شرمگاہ نظر آنے کے خوف سے کپڑے کو سمیٹ لیتا۔"[10] ہمارے بعض علما نے کہا: "اللہ کی قسم! نہ انہیں دو کپڑے نصیب ہوئے اور نہ ہی دو طرح کے کھانے۔"

اے نفس میں تجھے اللہ کا واسطہ دے کر پوچھتا ہوں: کیا تو اب حرم مکہ میں جتنا غریب ہے اس سے پہلے بھی کبھی اس سے زیادہ غریب رہا ہے؟ وہ بولا: نہیں۔ میں نے کہا: الحمد للہ! تجھے تو قمیص، شلوار، ازار، جبہ، عمامہ، جوتے اور چادر، گرم روٹیاں، تازہ گوشت اور میٹھا پیش کیا جاتا ہے۔ بڑے بڑے امیر لوگ تیری خدمت کرتے ہیں، تیرا کہا مانا جاتا ہے۔ تو کہتا ہے: یہ کرو، تو وہ کیا جاتا ہے۔ تو کہتا ہے: یہ نہ کرو، تو وہ نہیں کیا جاتا۔ تو اُن (یعنی اصحابِ صُفہ) جیسا کہاں؟ اللہ کی قسم وہ تو اپنی خواہشوں کو اپنے سینوں میں لیے ہی مر گئے اور انہیں پورا نہ کر سکے۔ جیسا کہ ہم نے

Marfat.com

بحوائجهم في صُدورهم، لم يَستطيعُوا لهَا قضاء، على مَا رويناه من حَدِيث سليمان بن أحمد، عن هارون بن ملول، عن أبي عبْد الرحمن المُقْرِي، عن سعيد بن أبي أيوب، عن معروف بن سُوَيْد الجُذَامي، عن أبي عُشَانة المَعافري، عن [٣] عبد الله بن عمْرو بن العَاص، عن النبي - عليه السلام - يقول فيهم - فقراء المهاجرين الذين تُتَّقى بهم المكاره-: «يَمُوت أحدهم وحَاجته فِي صَدره، لا يسْتطيع لهَا قضاء» أخبر بهذا عن الله عنهم. بالله يَا نفسي؛ حصَلتِ في هذا؟ قالت: لا والله! قلت لها: فلستِ منهم، استحيي من الله، وارجعي عَلى عقبك، وَلا تطاولي لقوم لستِ منهم [٤] فِي شيء. فقالت: عليّ بغيرهم، فليس لي هنا قدم.

(شهادة عمار بن ياسر رضي الله عنه)

قلتُ لها: فهذا عمّار بن ياسر. رَوينا مِن حَديث أحمد بن جعفر بن حمدان، عن عبد الله بن أحمد، عن داود بن عمرو الأزرق، عن حسان بن إبراهيم، عن محمد بن سلمة بن كهيل، عن سلمة، عن ذر، عن [٥] سعيد بن عبد الرحمن بن ابزي، عن عمّار، أنه قال، وهو يسير على شط الفُرَات: «اللَّهمَّ لو أعلم أنّ الأرضَى لك عني أن أتردَّى فأسْقُط؛ فَعَلتُ، ولو علمت أنّ الأرضى لك عني أن ألقي نفسي فِي هَذا الماء فأغرق فيه؛ فعلتُ». ناشدتكِ الله يا نفسي؛ هَل خطَر لكِ هذا قط فِي رضَى الله، لا تبغين [٦] به بَدلًا؟ قالت: لا والله! انتقل بي عن هَذا.

---

١ ج: تقول.

٢ هو: ممن.

٣ هو: - السند الكامل.

٤ س: - استحيي من الله وارجعي عَلى عقبك، وَلا تطاولي لقوم لستِ منهم.

٥ هو: - السند الكامل.

٦ ج، س، ش: لا تبغي. هو: - لا تبغين به بدلا.

Marfat.com

سلیمان بن احمد کی سند سے روایت کی اور انہوں نے عبد اللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ سے، اور آپؓ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں، آپؓ ان کے بارے میں فرماتے ہیں: ''مہاجرین فقرا ایسے ہیں کہ مصیبتیں بھی ان سے اجتناب کرتی ہیں، ان میں سے کسی کی موت واقع ہو جاتی ہے جبکہ اُس کی حاجت اس کے سینے میں ہی رہتی ہے جسے وہ پورا نہیں کر پایا۔''[11] آپؓ نے ان لوگوں کے بارے میں یہ اللہ تعالی سے روایت کیا۔ اے نفس! اللہ کی قسم کھا کر بتا کبھی تیری ایسی حالت رہی؟ نفس بولا: نہیں، باخدا نہیں۔ میں نے اس سے کہا: پھر تو ان میں سے بھی نہیں، لہذا اللہ سے حیا کر اور واپس لوٹ آ، اُس جماعت سے مقابلہ نہ کر تو جن (کے قدموں) کی خاک بھی نہیں۔ نفس بولا: ٹھیک ہے، اب اوروں کی بات کر، یہاں میرا کوئی عمل دخل نہیں۔

حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ کی گواہی

میں نے نفس سے کہا: عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ کی بات سن، ہم احمد بن جعفر سے روایت کرتے ہیں اور وہ مکمل سند سے حضرت عمار بن یاسرؓ سے روایت کرتے ہیں، آپ (یعنی حضرت عمار) اس وقت دریائے فرات کے کنارے چل رہے تھے کہ آپؓ نے فرمایا: ''اے اللہ! اگر میں یہ جانتا کہ تو مجھ سے اس بات پر راضی ہو گا کہ میرا پاؤں پھسلے اور میں اس (دریا) میں جا گروں تو میں ایسا کرتا، اور اگر میں یہ جانتا کہ تو مجھ سے اِس بات پر راضی ہو گا کہ میں خود کو اس دریا میں گرا دوں اور ڈوب جاؤں تو میں ایسا کرتا۔''[12] اے نفس! میں تجھے اللہ کا واسطہ دے کر پوچھتا ہوں، کیا تیرے دل میں بھی کبھی اللہ کو راضی کرنے کا ایسا خیال آیا جس میں تو کسی بدلے کا طالب نہ ہو؟ نفس بولا: نہیں کبھی نہیں، اس کو بھی چھوڑ، کوئی اور بات کر۔

(شهادة عبد الله بن مسعود رضي الله عنه)

قلت لها: نعم، هذا عبد الله بن مسْعود. روينا من حديث سليمان قال: حدثنا عمر بن حفص، حدثنا عاصِم بن عَلي، حدثنا المسعودي، حدثنا علي بن بَدِيمَة، عن[١] قيس بن حبتر، عن عبد الله بن مسعود، أنّه قال: «ألَا حبّذا المكروهان: الموت والفقر» وأيْم الله إن هُو إلا الغنى والفقر وَما أبالي بأيّهما ابتليت؛ إن كان الغنى إنّ فيه للْعَطْف، وإن كان الفَقر إنّ فيه للصّبر. ناشدتكِ الله يا نفسي! هل عاملتِ الله قطّ مِن عُمْرك بمعَامَلة أثمرت لك أن تقطعي على الله بمِثْل هذا، وتأمني من الفتنةِ فِي الغنى، والكفرِ في الفقر؟ قالت: النصَف، أمّا القطع فلا. انتقل بي عن هذا، فَقَدْ أرْبَى عليّ.[٢]

(شهادة عمر بن الخطاب رضي الله عنه)

قلتُ لها: نعم[٣]، هذا عمر بن الخطاب - رضي الله عنه -. روينا من حديث محمد بن أحمد بن الحسن، حدثنا محمد بن عثمان بن أبي شيبة، حدثنا عمي أبوبكر، حدثنا يحيى بن يعلى الأسْلَمِيُّ، عن عبد الله بن المؤمَّل، عن أبي الزبير، عن[٤] جابر، قال: قال عمر بن الخطاب، وذكر بدء إسلامه، وفيه[٥] لـمَّا اسلم قال له النبيّ - عليه السلام -: «يا عمر، أُسْتُره». قال، فقلت: «والذي بعثك بالحق لأُعْلِنَنّه كما أعلنتُ الشرك». ناشدتُكِ الله يا نفسي؛ هل قمتِ لِي[٦] قط في دين الله - تعالى - حاميةً عنه

---

١ هو: - السند الكامل.

٢ هو: - فَقَدْ أرْبَى علي.

٣ هو: - نعم.

٤ هو: - السند الكامل.

٥ هو: - وذكر بدء إسلامه وفيه.

٦ هو: - لي.

Marfat.com

حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی گواہی

میں نے کہا: اچھا اب عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ (کا معاملہ سن۔) ہم نے سلیمان کی حدیث سے روایت کیا جنہوں نے مکمل سند سے حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ آپؓ نے ارشاد فرمایا: ”دو ناپسندیدہ چیزوں کو خوش آمدید! موت اور غربت۔ اللہ کی قسم! یہ غنا یا فقر ہی ہو سکتا ہے اور مجھے کوئی پروا نہیں کہ میں اِن میں سے کس سے آزمایا جاؤں، اگر غنا ہو تو اِس میں (اُس کی) شفقت ہے اور اگر فقر ہو تو اِس میں (اُس کا دیا) صبر ہے۔“[۱۳] اے نفس! میں تجھے اللہ کا واسطہ دے کر پوچھتا ہوں، کیا تو نے اپنی ساری عمر کبھی اللہ کے ساتھ ایسا تعلق رکھا جس کے نتیجے کے طور پر تجھ سے ایسا قول سرزد ہوا ہو؟ اور تو غنا میں فتنے اور فقر میں کفر سے بے خوف رہا ہو؟ نفس بولا: (میں اس کے) درمیان ہوں، اور جہاں تک قطعی طور پر ایسا کہنے کا تعلق ہے تو ایسا کبھی نہیں ہوا۔ اب کوئی اور بات کر، تو نے تو حد ہی کر دی۔

حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کی گواہی

پھر میں نے اِس سے کہا: اچھا، اب عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ (کا معاملہ سن) ہم نے محمد بن احمد بن حسن سے حدیث روایت کی، جنہوں نے مکمل سند سے حضرت جابر سے روایت کی، فرمایا: حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کا کہنا تھا، پھر آپ نے ان کے اسلام لانے کا تذکرہ کیا، پس جب آپؓ اسلام لائے تو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے آپؓ سے فرمایا: ”اے عمر! اسے چھپا۔“ آپؓ فرماتے ہیں: ”قسم ہے اس ذات کی جس نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو حق سے مبعوث کیا، میں تو لازماً اِس (اسلام لانے) کا اعلان کروں گا جیسے میں شرک کا اعلان کیا کرتا تھا۔“[۱۴] اے نفس! میں تجھے اللہ کا واسطہ دے کر پوچھتا ہوں کیا تو کبھی دین اللہ کی حفاظت میں امر بالمعروف - جو کہ تجھ پر لازم کیا گیا - اور نہی عن المنکر کرتے ہوئے - جہاں تیز تلواریں ہوں اور کوئی مددگار بھی نہ ہو، اور تجھے یہ بھی پتا ہو کہ

Marfat.com

بأمرٍ بمعروفٍ تعيَّن عليك، أو نهيٍ عن منكرٍ فِي موطنٍ دونه السُّيُوف الحِداد[١] وعدم الناصِر، يَغلب فيه على ظنكِ أنك تقتلين[٢] فيه[٣]؟ قالت: لا والله! ولكن قاربتُ هذا المقام، ولكن بسيَاسة وطَّنْتُ بها نفوسَ الأعداء، بحيث إن غلبَ عَلى ظني[٤] الأمن والعَافية فِي دمي. قلت لها: فارجعي. قالت: نعم، هات غيره.

(شهادة أبو عبد الله ثوبان رضي الله عنه)

قلت لـهَا: هذا أبو عبد الله ثوبَان، مولى نبي الله - صلّى الله عليه وسلّم - سَمِعَ النبيّ - صلّى الله عليه وسلّم - يقول: «من يتقبّل لِي واحدةً، تقبّلت لهُ الجنّة». قال ثوبان: أنا يا رسول الله. قال: «لا تسأل أحدا شيئا». قال: فلربما سقط السّوط لثوبان وهو على بعيرهِ، فلا يسأل أحدا أن يُنَاوِله، حتى ينزل إليه فيأخذه. رويناه من حديث حبيب بن الحسن، عن عمر بن حفص، عن عاصِم بن علي، عن ابن أبي ذيب، عن محمد بن قيس، عن عبد الرحمن بن يزيد بن معاوية، عن ثوبان، عن النبيّ - عَلَيْه السَلام -.[٥]

ناشدتك الله يا نفسي؛ هل أقدمتِ قط فِي مخاطباتك هَذا الإقدام على أمرٍ مجهول؟ ثم لو أقدمتِ عليْه هل كنتِ تفين[٦] به هَذا الوفاء؟ ولا تجنحين[٧] إلى تأويلٍ فيه بحصُولك فِي مقام أنت فيه بحكم التخيير فترجحين[٨] الوفاء بدعواكِ؟ قالت:

١ هو: - الحداد.

٢ ج، س، ش: تقتل.

٣ هو: - فيه.

٤ س: من حيث أن غلب ظني.

٥ هو: - السند الكامل.

٦ ج، ش، هو: تفي.

٧ ج، ش: تجنح. هو: تجنحي.

٨ ج، ش: فترجح. هو: فترجحي.

Marfat.com

ایسا کرنے سے جان بھی جا سکتی ہے۔ مجھ پر ایسا قائم ہوا۔ نفس بولا: نہیں، اللہ کی قسم ایسے نہیں! لیکن میں اس مقام کے قریب ضرور گیا مگر ایسی حکمت عملی سے کہ جس سے میں نے دشمنوں کے نفوس کو صلح پر آمادہ کیا کہ میرے گمان میں میری جان و مال عافیت میں رہی۔ میں نے اسے کہا: (اے نفس) لوٹ آ، وہ بولا: ٹھیک ہے کوئی اور بات کر۔

حضرت ابو عبد اللہ ثوبان رضی اللہ عنہ کی گواہی

میں نے کہا: اچھا یہ ابو عبد اللہ ثوبان رضی اللہ عنہ جو کہ محمد مصطفی صلی اللہ علیہ وسلم کے غلام تھے، آپ رضی اللہ عنہ نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ کہتے سنا: "جو کوئی میری ایک بات مانے گا میں اُسے جنت کی ضمانت دیتا ہوں۔" حضرت ثوبان رضی اللہ عنہ نے عرض کیا: یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم (مجھے حکم کریں)۔ آپ نے فرمایا: "کبھی کسی سے کچھ نہ مانگ۔"[۱۵] (راوی کہتا ہے) کہ اگر آپ رضی اللہ عنہ کے ہاتھ سے کوڑا گر جاتا اور آپ رضی اللہ عنہ اونٹ پر سوار ہوتے تو کسی کو یہ نہ کہتے کہ مجھے یہ پکڑا دو بلکہ نیچے اتر کر خود اٹھاتے۔ یہ حدیث ہم نے حبیب بن الحسن سے روایت کی جن کی سند عبد الرحمن بن یزید بن معاویہ سے ہوتے ہوئے حضرت ثوبان رضی اللہ عنہ تک جاتی ہے اور انہوں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کی۔

اے میرے نفس! میں تجھے اللہ کا واسطہ دے کر پوچھتا ہوں، کیا تو نے کسی انجان معاملے کے لیے اتنا جذبہ پیدا کیا؟ اور اگر تو نے اتنی ہمت پیدا کر بھی لی تو کیا اس کو اسی طرح نبھایا؟ اور اس معاملے میں یہ حیلہ اختیار نہ کیا کہ تُو ایسے مقام پر ہے جہاں تجھے (یہ کرنے نہ کرنے کا) اختیار

Marfat.com

كل ذلك لم يَكن مني. قلت لهَا: فلا مع الأحْرار [أنتِ] وَلا مَع الموالي. فصَغُرت وقالت: انتقل بي عن هذا.[١]

(شهادة عثمان بن عَفَّان رضي الله عنه)

قلت: نعم،[٢] هذا عثمان بن عَفَّان - رضي الله عنه -. روَينا من حَديثِ أحْمَد قال: حدثنا عبد الله، حدثني جعفر بن محمّد بن الفضل، حدثنا محمّد بن حمير، حدثنا إسماعيل بن عياش، عن[٣] شرحبيل بن مسلم، أنَّ عثمان كان يُطعِمُ الناسَ طَعَامَ الإمارة، ويَدْخُل بيته فيأكُل الخبز والزيت.[٤]

ناشدتك الله يا نفسي! هل فعلتِ هذا مع أصحَابَك قط؛ آثرتِهم باللطيف واستأثرتِ بالخشن؟ فقالت: لا والله؛ بَل كنتُ عَلى أحدِ وجهين معهم: إن لم يكن لِي طعَامٌ غير مَا جعَلتهُ بين أيديهم؛ شاركتهم فيه، وإن كَان عندي أرَقُّ منه؛ أكلتُ وحْدي، ذلك مثل الحلواء والخشكنان وغير ذلك، وأقول: هو ألطف غذاء وأليق بي، وأُلبِّسُ على نفسي بهذه التّرهات، حتى لا تتنغص به عند أكله،[٥] وَأقول: هؤلاء الإخوان هم فِي مقامِ التربية، فينبغي أن لا أزْرَعَ حُبَّ الشهوات فِي قلوبهم بإطعامي إياهم مثل هذا، ومقامي لا يؤثر فيه هذا الطعام[٦] فلا بأس بتنَاوُلي إيّاه. فآكله[٧] على هذا الحال،[٨] وعميت عن مطالبة الحق لي في موازنة المُعاشرة، وأدناهَا أن أشاركهم

---

١ ج (في الحاشية): بلغ قراءة لعبد الرحمن اللواتي على مؤلفه.

٢ هو: - نعم.

٣ هو: - السند الكامل.

٤ ج (في الحاشية): بلغ قراءة لإسماعيل الأنصاري بمنزل الشيخ بملطية.

٥ هو: - حتى لا تتنغص به عند أكله.

٦ س: - الطعام.

٧ س: فأكلت.

٨ هو: - فآكله على هذا الحال.

Marfat.com

حاصل ہے اور پھر بھی تُو نے اپنی بات کو پورا کیا ہو؟ نفس بولا: میں نے ایسا کچھ نہیں کیا۔ میں نے کہا: نہ تُو آزاد گان میں ہے اور نہ ہی غلاموں میں، تو کتنا حقیر ہے۔ نفس بولا: چل کوئی اور بات کر۔

حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کی گواہی

میں نے کہا: اب عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ (کا حال سن)، ہم نے حدیثِ احمد سے روایت کی، جنہوں نے مکمل سند سے شرجیل بن مسلم سے روایت کی، وہ فرماتے ہیں کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ لوگوں کو بہترین کھانے کھلاتے اور پھر گھر جاکر خود روکھا سوکھا کھاتے۔[۱۶]

اے میرے نفس! میں تجھے اللہ کا واسطہ دے کر پھر پوچھتا ہوں، کیا تو نے بھی کبھی اپنے دوستوں کے ساتھ ایسا برتاؤ کیا کہ انہیں اچھا دیا اور اپنے لیے سادہ اور معمولی پسند کیا؟ نفس بولا: نہیں اللہ کی قسم! ایسا نہیں بلکہ میں تو اپنے دوستوں کے ساتھ ان دو کاموں میں سے ایک کام کرتا ہوں: اگر میرے پاس صرف وہی کھانا ہو جو میں ان کے سامنے پیش کر چکا ہوں تو میں بھی کھانے میں ان کے ساتھ شریک ہو جاتا ہوں لیکن اگر میرے پاس اس سے بہترین کھانا جیسے کہ میٹھا یا خشک نان وغیرہ ہو تو میں وہ اکیلا ہی کھاتا ہوں، کہتا ہوں: یہ نرم غذا میرے لیے ہی ٹھیک ہے، میں اپنے نفس کو ان حیلے بہانوں سے بہلاتا ہوں تاکہ کھاتے وقت اِسے احساسِ ندامت نہ ہو۔ میں کہتا ہوں: میرے یہ ساتھی ابھی مقام تربیت میں ہیں لہذا انہیں اس طرح کے کھانے کھلا کر اِن کے دلوں میں شہوات کی محبت نہیں ڈالنی چاہیے، جبکہ میں جس مقام پر ہوں وہاں اس طرح کی نرم غذا کچھ اثر نہیں کرتی لہذا اگر میں یہ کھا بھی لوں تو کوئی مضائقہ نہیں، میرا کھانا تو اِس حال پر ہوتا ہے۔ اور میں اس بات سے بھی آنکھیں چُرا لیتا ہوں کہ حق تعالیٰ مجھ سے معاشرت میں اعتدال کا طالب ہے، جس کا کم سے کم درجہ یہ ہے کہ میں - چونکہ حقائق کی تاثیر سے یہ جانتا

Marfat.com

في خشونتهم لما أعرفه مِن تأثير الحقائق. ولا شك أنّ عثمان ما فعل هذا فِي بدايته فنجد عنه[١] مندوحة، وإنما هذا بعد التمليك. قلت لها: بارك الله فيك يا نفسي؛ إذ أنْصَفْتِني.[٢] قالت: الحق أحق أن يُتّبع، هات غيره.[٣]

(شهادة علي بن أبي طالب رضي الله عنه)

فقلت لها: نعم؛ هذا علي بن أبي طالب - رضى الله عَنه - باب مدينة العلم النبوي وصَاحب الأسرار وإمَامُهَا الذي تدَّعينه[٤] يا نفسي. روينا من حديث سليمان بن أحمد، حدثنا محمد بن زكريّا الغلابي، حدثنا العبّاس بن بكار الضبي، حدثنا عبْد الواحد بن عمر الأسدي، عن محمد بن السائب الكلبي، عن أبي صَالح، عن[٥] ضِرار بن ضمرة الكناني، قال: أشهد بالله! لقد رأيتُ عَليًّا في بعض مواقفه، وقد أرخى اللّيْلُ سُدولَه، وغَارت نجومه، يتميَّل في محرَابه، قابضًا عَلى لحيته، يَتَمَلْمَلُ تململ السَّليم، وَيبْكي بُكَاء الحزين، فكأنّي أسمعُهُ الآن وهُوَ يقول: «يَا ربّنَا! يا ربّنَا! - يتضرّع إليه - ثم يقولُ للدّنيا: أبي تَغَرَّرْتِ؟ أإليّ تشوَّفْتِ؟ هيْهَات! هيْهات! غُرّي غيري، قد بَتَتُّكِ ثلاثًا؛ فعمركِ قصير، ومجلسكِ حقير، وخطَرُك كثير، آه! آه! مِنْ قلّة الزاد، وبُعْد السّفر، وَوحْشه الطّريق».

وروينا من حديث سُليمان بن أحمد، قال: حدثنا أبو مسْلم الكشي، حدثنا عبْد العزيز بن الخَطاب، حدثنا سَهل بن شعيب، عن أبي عَلي الصّيْقل، عن عبْد الأعلى، عن نوف البكالِي، قال: رأيت عليّ بن أبي طَالب - رضى الله عنه - خَرجَ

---

١ هو: - عنه.

٢ ش: نصفتني.

٣ ج (في الحاشية): بلغ قراءة لعبد الله بدر الحبشي على مؤلفه.

٤ ج، ش، هو: تدعيه.

٥ هو: - السند الكامل.

ہوں تو-سادگی میں ان کے ساتھ شریک ہوں۔ اس میں بھی کوئی شک نہیں کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے اپنے معاملے کی ابتدا میں ایسا نہیں کیا کہ ہمارے پاس اس کے سوا کوئی چارہ نہ ہو بلکہ یہ تو آپ کا مقام تملیک پر فائز ہو جانے کے بعد کا عمل ہے۔ میں نے کہا: اے نفس! اللہ تیرا بھلا کرے کیونکہ تو نے میرے ساتھ انصاف کیا۔ وہ بولا: حق اس بات کا زیادہ حقدار ہے کہ اس کی اتباع کی جائے، کوئی اور دلیل لا۔

حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کی گواہی

میں نے اُسے کہا: علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ جو شہر عِلم النبوی کے دروازے اور اے نفس! اُن رازوں کے امین اور امام ہیں جن تک رسائی کا تو بھی دعوے دار ہے۔ ہم نے سلیمان بن احمد سے روایت کی وہ مکمل سند سے ضرار بن ضمرۃ الکنانی سے روایت کرتے ہیں، فرمایا: میں اللہ کو گواہ بنا کر کہتا ہوں کہ میں نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو ایک جگہ کھڑا دیکھا جبکہ رات چھا چکی تھی اور ستارے ڈوب چکے تھے، آپ رضی اللہ عنہ محراب میں کھڑے اپنی داڑھی کو پکڑے ہوئے مضطرب الحال، حزین و رنجور روتے ہوئے یہ فرما رہے تھے - گویا کہ میں آپ کے یہ الفاظ ابھی سن رہا ہوں-: "یاربنا! یاربنا! گڑگڑاتے ہوئے، پھر دنیا سے مخاطب ہوتے ہوئے فرمایا: کیا تو مجھے دھوکا دیتی ہے؟ کیا تو مجھے شوق دلاتی ہے؟ ناممکن ہے، ایسا ناممکن! جا، کسی اور کو دھوکا دے۔ میں نے تجھے تین طلاقیں دیں کیونکہ تیری عمر بہت قصیر (یعنی قلیل)، تیری محفل بہت حقیر اور تیرا خطرہ بہت کثیر ہے، ہائے افسوس! زادِ راہ کی کمیابی پر، سفر کی دوری پر اور راہ کی وحشت پر۔"

ہم نے سلیمان بن احمد سے روایت کیا، فرماتے ہیں ہمیں ابو مسلم الکشی نے بتایا، ہمیں عبد العزیز بن الخطاب نے بتایا، ہمیں سہل بن شعیب نے بتایا، انہوں نے ابی علی الصیقل انہوں نے عبد الاعلی اور انہوں نے نوف البکالی سے روایت کیا، آپ نے فرمایا: میں نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو

فنظر إلى النّجوم فقال: يَا نوف؛ أراقد أنت أم رامق؟ قلت: بَل رامِق يا أمير المؤمنين. فقال: «يَا نوف؛ طوبى للزاهدين في الدنيَا، الراغبين في الآخرة؛ أولئك قومٌ اتّخذوا الأرض بسَاطًا، وترابهَا فراشًا، وماءها طيبًا، والقرآن والدعاء دثارًا وشعَارًا، قرَضوا الدنيَا عَلى مِنْهَاج المسيح - عليه السلام -».

يا بحورًا تحوي عَليْهَا هذه الألفاظ الرائقة البَليغة، ليسَ لَهَا سَواحِل؛ ناشدتكِ الله يَا نفسي؛ هَذا عليٌّ - على تمكّنه فيما تدعينه[١] مِنْ المقام وَالحالِ - قَدْ غَلب المقام وَعَملَهُ وَحكمَه، ووفّى الحقائق حقّهَا عَلى أتم الوجوه، وَلم يجنح[٢] إلى تلويحٍ من تلويحات الأَحوال، كما فعلتِه[٣] أنتِ وأكثرُ العارفين فِي زمانك؛ الذين انبسَطوا بعد قبضهم، وأنسُوا بعْد هيبتهِمْ، وجمعوا ما قد[٤] كَانوا رموا[٥] به؛ فَرَجَعُوا فرُجع عنهم، فيتخيّلوا أنهم فِي الحاصِلِ وهُم فِي الفائت.

أنظري يَا نفسي إلى تمكُّنِه في المعَارف وتَبَرُّزه في صدور المواقف، وضربه بيده إلى صَدره فيقول: «إنّ هاهُنَا لعُلومًا جمَّة لو وجَدتُ لهَا حَمَلَة». وَهذا عمَلهُ في خلوته، يُخَاطب دنياهُ بلِسَان مَولاه، تَوحيدًا مكمّلًا، وتمييزًا محققًا، لم يَخلِط بين الحقائق، ولا داخَلَ الرقائق بعضها عَلى بَعْض، أحْكم الحال والمقام، وعَلِم أنها ليست بدارٍ[٦] مقامٍ؛ فعامَلهَا[٧] معاملة الرَّاحل، فِعْل الحكيم الحازِم، لم تحجبُه مخاطبته لدنياه بلسان الهجر والقِلَى، وتَحَسُّره على قلّة الزاد وبُعْد الطريق، وذِكرِه الوحشة بعد

---

١ ج، ش، هو: تدعيه.

٢ س: تجنحي.

٣ س: فعلت.

٤ ش، هو: - قد.

٥ س: رموه.

٦ ش: دار.

٧ ش: فعاملنا.

Marfat.com

رات باہر جاتے دیکھا، آپ نے ستاروں پر ایک نظر ڈالی اور فرمایا: اے نوف! سو رہا ہے یا جاگ رہا ہے؟ میں نے کہا: اے امیر المومنین! جاگ رہا ہوں۔ آپؓ نے فرمایا: ”اے نوف! دنیا سے کنارہ کشی اور آخرت کا شوق رکھنے والوں کے لیے خوشخبری ہے، یہی وہ لوگ ہیں جنہوں نے زمین کو بچھونا بنایا، اس کی مٹی کو بستر بنایا اور اس کے پانی کو عطر بنایا، قرآن اور دعا کو اوڑھنا بچھونا بنایا اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے طریقے پر اس دنیا سے منہ موڑا۔“[17]

ان فصیح و بلیغ الفاظ میں ایسے سمندر پوشیدہ ہیں جن کا کوئی کنارہ نہیں۔ اے نفس! میں تجھے واسطہ خداوندی دے کر پوچھتا ہوں کہ علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ - جو مقام اور حال کے ایسے تمکن پر تھے جس کا تو بھی دعوے دار ہے- جنہوں نے مقام پر غلبہ حاصل کیا، اُس پر عمل کیا اور اسے مضبوط کیا، بہترین رخوں سے حقائق کا حق ادا کیا اور احوال کی ان تبدیلیوں کی جانب مائل نہ ہوئے جیسا کہ تو اور تیرے زمانے کے اکثر عارفین کرتے ہیں؛ جو حالتِ قبض کے بعد حالتِ بسط میں آ گئے، اور ہیبت کے بعد پھر سے مانوس ہو بیٹھے، اور وہی سب دوبارہ سے جمع کر لیا جو وہ پہلے پھینک آئے تھے، پس جب یہ لوٹ آئے تو ان سے بھی وہ سب لوٹا لیا گیا، گمان کرتے ہیں کہ یہ جمع شدگان میں ہیں جبکہ در حقیقت یہ اپنا سب کچھ لٹا بیٹھے ہیں۔

اے نفس! معارف پر آپ رضی اللہ عنہ کی دسترس اور پیچیدہ مقامات میں آپؓ کی برتری اور سبقت پر غور کر، آپؓ کا اپنے سینے پر ہاتھ مار کر یہ کہنا کہ ”یہاں علوم کا ایک سمندر رہے، کاش اسے کوئی اٹھانے والا ہوتا۔“ یہ تو تنہائی میں آپ کا عمل تھا، آپ نے اس دنیا کو اپنے آقا کی زبان سے مخاطب کیا- مکمل توحید اور محقق تمیز سے -نہ حقائق کو خلط ملط کیا اور نہ ہی رقائق کو گڈ مڈ کیا، حال اور مقام پر حکم لگایا اور جان لیا کہ یہ (دنیا ہمیشہ) رہنے کی جا نہیں، لہذا اس کے ساتھ ایک مسافر کا سا برتاؤ کیا اور دور اندیش حکیم کا سا حکم لگایا، اس دنیا سے ہجر اور بغض کی زبان میں ہم کلامی، زادِ راہ کی کمیابی اور راستے کی طوالت پر کف افسوس ملنے نے بھی آپ کو محجوب نہ رکھا، آپ نے اُنس کے حصول کے بعد وحشت کا ذکر کیا، اور ان لوگوں پر رشک کیا جو اُس ہستی کے راستے

Marfat.com

تحصيل الأنس، وتغبيطه الدَّارجِين على منهاج مَن وُجِد من غير شهوةٍ؛ فلم يَعْلَقْ بقلبهِ كونٌ، ولم يحنّ إلى عينٍ، ولم يحجبه ذلك كله عن تحققه فِي المشاهدة؛ بل ذلك تمكين على تمكين، حيث أعطى الموطن حقّه، وأنصف ربّه ونفسه ودنياه وآخرته؛ فبقي حُرًّا في وقته، لَمَّا أعطى كل ذي حق حقه في نفسه. أنشَدكِ الله يَا نفسي عَلى مَعْرفتك القاصية، ومَشاهدك الدّانية، هَل صَاحبتِ هذه الحالة استصحاب هذا الإمَام؟

قالت: لا والله؛ إنما هي بَوَارِق تلمَع، وَأهِلَّة تطلع، فِي أوقات دون أوقاتٍ، والغالب الشتاتُ، بَل ندَّعِي - ومن رأيتُ من المشيخة - التَّصرفَ فيهَا والأخذ من طيِّبَاتهَا، من جهة حقائق الإيجَاد السببيّ، والاستخلاف الذي صحّ لِي. وهُوَ نقصٌ فِي الحِكْمَة، حيث لم أكن مثل عليٍّ بحكم الموطن. فوالله مَا لي شبه إلا بمن غاط فِي المَسجِد، وَصَلّى فِي المرحاضِ، وهَكذا كلّ من وسَّعَ على نفسِه فِي الدّنيا من عالٍ ودُون. فالكُلّ والله تافِهٌ، وفي بيداء العماية تائهٌ، إنا لله وإنا إليه راجعون.

لولا أني أريد أن أقف عَلى أحوَال هَؤلاء السّادة، لطويتُ مَعكَ بسَاط المناظرة، وَعَدلنا[1] عن هذه المُحاضرة. فقد - والله! - رَمانِي هذا الإمام بداهيةٍ مَا أرى لها ناهيَة، وقاصمةٍ مَا أرى لها عاصمة، وقد أسلمتُ لبُرهان العلم، واستسلمت لسُلطان الحُكم. ومَن مِثلُ عليّ وهذا مقامه؟! ومن يُعَادله وهَذا كلامه؟! لو لم نُنبَّه[2] لِغفلتنا عن شرف منزلته إلا بسُكوت[3] الحصَى في كفِّه؛ لكان ذلك تنبيهًا لكلّ قلبِ فَطِنٍ نبيهٍ. فيا سُوء ما كنتُ فيه، جزاكَ الله عني خيرًا، زدني زادك الله حِكْمَةً وإيمَانًا، وَحِفْظًا وبيَانًا.

---

١ ش: عدلت.

٢ ش، هو: نتنبه.

٣ س: بسكون.

پر چل رہے ہیں جس کی تخلیق ہی شہوت کے بغیر ہوئی (یعنی حضرت عیسیٰ علیہ السلام)، پس یہ دنیا نہ آپ رضی اللہ عنہ کے دل کو متوجہ کر سکی اور نہ آپ کی آنکھ کو لبھا سکی، اور یہ سب مل کر بھی تحقیق سے بھرے مشاہدے سے آپ کو حجاب میں نہ رکھ سکا، بلکہ یہ تو تمکین در تمکین ہے کیونکہ آپ نے ٹھکانوں کو ان کا صحیح حق دیا، اپنے رب، اپنے نفس، اپنی دنیا اور اپنی آخرت سے انصاف کیا چنانچہ جب آپ نے ہر حقدار کو اس کا حصہ دے دیا تو آپ اپنے وقت کے حُرّ (آزاد) تھے۔ اے نفس! میں تجھے خدا کا واسطہ دیتا ہوں کہ تیری اس عظیم معرفت اور ان قریب مشاہد کے باوجود کبھی تجھ پر یہ حالت (وارد) ہوئی جیسے کہ اس امام کی حالت تھی؟

نفس بولا: نہیں، اللہ کی قسم! یہ تو جھلملاتی روشنیاں اور ایسے چاند ہیں جو مخصوص اوقات میں طلوع ہوتے ہیں اور کسی قاعدے کے پابند نہیں۔ بلکہ ہم - یا کوئی بھی شیخ - اس (دنیا) میں تصرف اور اس کی پاک چیزوں کو درست نیابت اور ایجادِ سببی کے حقائق سے اخذ کرنے کے دعوے دار ہیں۔ یہی تو حکمت میں کوتائی ہے کیونکہ میں ٹھکانے کے حکم تلے علی رضی اللہ عنہ جیسا نہ ہو سکا۔ خدا کی قسم! میری مثال تو ویسی ہے جیسے کسی نے مسجد میں پیشاب کیا اور بیت الخلا میں نماز پڑھی۔ اسی طرح ہر وہ بلند اور پست (مقام) شخص بھی جس نے خود پر اس دنیا کے دروازے دوبارہ کھول لیے، اللہ کی قسم! سبھی بیوقوف ہیں، جو صحرائے عمایہ میں بھٹک رہے ہیں، انا للہ وانا الیہ راجعون!

اگر میں ان بزرگوں کے احوال نہ بیان کرنا چاہتا تو تیرے ساتھ بساطِ مناظرہ لپیٹ چکا ہوتا اور ہمارا یہ مباحثہ ختم ہو چکا ہوتا کیونکہ اللہ کی قسم! اس امام (کے احوال) نے تو مجھے ایسی آفت میں مبتلا کر دیا ہے کہ جس کی کوئی انتہا نہیں، اور ایسی مصیبت کا سامنا کروایا کہ جس سے کوئی جائے پناہ نہیں۔ میں نے خود کو برہانِ علم کے حوالے کیا اور قوت حکم تلے سر تسلیم خم کیا۔ حضرت علی جیسا کون ہو سکتا ہے کہ یہ آپ کا مقام ہے اور کون آپ کا مقابلہ کر سکتا ہے کہ یہ آپ کا کلام ہے۔ اگر ہم اپنی غفلت کا اندازہ آپ کے شرف و منزلت سے صرف اسی بات سے لگائیں کہ جیسے ہم آپ کی مٹھی میں خاموش کنکریاں ہیں تو یہ ہر فہم رکھنے والے ہوشیار دل کے لیے نصیحت ہوتا۔ پس میں کس خرابی میں گرفتار ہوں؟ اللہ تعالیٰ تجھے بہترین بدلہ دے، تو نے

Marfat.com

(شهادة أبو بكر الصديق رضي الله عنه)

قلت لها: نعم؛ هذا الذي بُشِّرتِ غير مرَّة أنك فِي مَقَامه وحَامل أَلْوِيته وأعلامه، أبو بكر الصديق - رضي الله عنه -. فروينا من حديث أبي بكر بن خلاد قال: حدثنا أحمد بن إبراهيم بن ملحان، حدثنا يحيى بن بكير، حدّثني الليث بن سعد، عن عقيل، عن ابن شهَاب، أخبرني أبو سلمة بن عبد الرَّحمن، عن[1] ابن عبَّاس، أنَّ أبا بكر - رضي الله عنه - خرج حين تُوفي رسول الله - صلّى الله عليه وسلّم - وعمر يكلم الناس، فقال: اِجْلس يا عُمر. فأبَى عُمر أن يجلس. فقَال: اِجلس يَا عمر. فتَشَهَّد، فقال: «أما بعد فمن كان مِنكم يعبُدُ مُحَمَّدًا - صلّى الله عليه - فإنّ محمدًا قد مات، ومن كان منكم يعبد الله - عز وجل - فإنَّ الله حيٌّ لا يموت، وإنّ الله قال: ﴿وَمَا مُحَمَّدٌ إِلَّا رَسُولٌ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهِ الرُّسُلُ أَفَإِنْ مَاتَ أَوْ قُتِلَ انْقَلَبْتُمْ عَلَىٰ أَعْقَابِكُمْ﴾» (آل عِمرَان: ١٤٤) - الآية - فسكّن جأشَهم بالقرآن، وهو لم يزل سَاكن القلب مع الرحمن.

ناشدتكِ الله يا نفسي؛ هَل حصَلْتِ بالسرّ الذي تدّعين[2] أنه قد حصَل لك من الحق حالاً ومقامًا من تعظيم الله، مَا علمتِ به تعظيم مَن عظّمه الله من جهة تعظيم الله إيَّاه، ثم وفَّيتِهِ[3] حقّه فِي ذلك بـ﴿كُلُّ شَيْءٍ هَالِكٌ إِلَّا وَجْهَهُ﴾؟ (القصص: ٨٨) مِن غير أن يُسقط - باستيلاء سُلطان عظمة الله - مِن قلبك عظمةَ خير العالَمِين إلى مَن دونه من أهْل التعظيم، مقامًا مُسْتَصْحِبًا؟

قالت: لا واللهِ يا وليّ؛ إنّما أنا بين فناءٍ وبقاءٍ، وتلاشٍ وتغاشٍ، وإقبالٍ

---

١ هو: - السند الكامل.

٢ ج، ش، هو: تدّعي؛ س: تدعينه.

٣ هو: وفيت.

Marfat.com

مجھے حکمت اور ایمان، حفظ اور بیان بتایا، اللہ تجھے اور دے۔

حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کی گواہی

میں نے نفس سے کہا: ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ ہی وہ ہستی ہیں نا، جن کے بارے میں تجھے ایک سے زیادہ مرتبہ یہ بشارت دی گئی[18] کہ تُو انہی کے مقام میں بلکہ انہی کا پرچم اٹھائے ہوئے ہے۔ ابن عباس سے روایت ہے کہ جب حضورؐ کی وفات ہوئی تو ابو بکر رضی اللہ عنہ باہر تشریف لائے، اُس وقت حضرت عمر رضی اللہ عنہ لوگوں سے خطاب فرما رہے تھے۔ آپؓ نے فرمایا: اے عمر! بیٹھ جاؤ، جب حضرت عمر نے بیٹھنے سے انکار کیا تو آپؓ نے دوبارہ کہا: اے عمر! بیٹھ جاؤ، پھر آپ نے کلمہ شہادت پڑھا اور فرمایا: اما بعد! (سن لو) تم میں سے جو کوئی محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی پرستش کرتا تھا تو وہ جان لے کہ بے شک محمد صلی اللہ علیہ وسلم وفات پا چکے ہیں اور تم میں سے جو اللہ کی پرستش کرتا ہے تو (اسے یہ بھی معلوم ہونا چاہیے کہ) اللہ تعالیٰ ہمیشہ سے زندہ ہے اُسے کبھی موت نہیں آئے گی، اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: ﴿محمد صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کے رسول ہی ہیں، ان سے پہلے بھی رسول ہو گزرے، اگر وہ وفات پا جائیں یا قتل کر دیئے جائیں تو کیا تم لوگ اپنی ایڑیوں کے بل واپس پھر جاؤ گے﴾ (آل عمران: ۱۴۴)[19] پس آپؓ نے قرآن سے ان کی بے چینی دور کی، جبکہ آپ خود تو ہمیشہ سے الرحمن کے ساتھ قلبی سکون میں تھے۔

اے نفس! میں تجھے واسطہ خداوندی دے کر پوچھتا ہوں، کیا تو نے اُس راز کو (در حقیقت) پا لیا ہے جس کا تو دعوے دار ہے، کہ (تیرے دل میں) حق کی طرف سے حال اور مقام میں صرف اللہ کی عظمت قائم ہے، جس سے تو نے اس ہستی کی تعظیم جانی جسے اللہ نے اپنی تعظیم کرنے کی وجہ سے عظمت دی۔ اور پھر کیا تو نے اِس قول کہ ﴿ہر چیز فنا ہونے والی ہے سوائے اس کی حقیقت کے﴾ (القصص: ۸۸) کے مطابق اس کا پورا پورا حق ادا کیا۔ وہ اس طرح کہ تیرے دل سے -اللہ تعالیٰ کی عظمت کی قوت کے باعث - خیر العالمین صلی اللہ علیہ وسلم اور دیگر اہل عظمت لوگوں کی عظمت مطلقاً ختم نہ ہوئی ہو، کیا تجھے یہ دونوں حالتیں حاصل رہیں۔

نفس بولا: نہیں، ہر گز نہیں اے دوست! میں تو فنا اور بقا، عروج و زوال، اقبال و ادبار اور

وإدبارٍ، ووصول ورجوع، وما كنتُ فهمتُ قط[1] هذا مِن هذا الكلام الذي خرج على فم الصدّيق حتى نبّهتَنِي عَلَيه، ولا سمعته عَن أحدٍ من أشْيَاخِنا ولا رأيته. عَلى أنَّ لنا بحثًا وأسرارًا فِي الصَّحابة وتعظيمهم، وَمكانتهم، ما سُبِقتُ إليْهَا، وَلا رأيتُ أحدًا ممن لقيتُهُ من أصحابنا عثر على ذلك؛ إلّا أنهم يجمجون عليه، ويحُومون حَوله، وَلم يجدُوا لتحصيله مَنْفَذًا. وإنَّما هو وَهْبٌ إلهيّ لا يوصَل إليه بعمل، وهُم يَطلبونه بالاستعداد وَالمجاهدة. ثمَّ قالت لي: انتقل بي عن هذا - فقد قصم ظهري - من غيره.[2]

(شهادة سلمان الفارسي رضي الله عنه)

قلت لها: نعم؛ هَذا سَلمان الفَارسي - رضي الله عنه - دونك فِي النَّسَب الطيني، وإمامك في النَّسب الدِّينيّ. روينا من حديث إبراهيم بن عبد الله، قال: حدثنا أبو العبّاس السّراج، حدثنا قتيبَة بن سعيد، حدثنا جرير، عن الأعمش، عن[3] عبيد بن أبي الجعد، عن رَجُلٍ من أشجع، قال: سَمِعَ الناس بالمدائن أنَّ سلمانَ فِي المسجد فأتوه، فجعَلوا يَثُوبُون إليْه حتى اجتمع إليْه نحوٌ من ألفٍ، قال: فقامَ فجعَل يقول[4]: اجْلسوا اجْلسوا. فلمّا جَلسوا فتح سُورَة يوسف يقرأُها، قال[5]: فجعَلوا يتصَدَّعون ويذهبون، حتى بقي في نحو من مائة، فغضِبَ وقال: الزخرف من القولَ أردتم؟ قرأتُ عليكم كتابَ الله فذهبتم!.

ناشدتكِ الله يا نفسي! فَهذا مجلس حقّ فاصْدقيني؛ هَل سمعتِ قط كتابَ الله

---

١ ش: كنت قط فهمت.

٢ هو: - من غيره. ج (في الحاشية): بلغ قراءة لعبد الله بدر الحبشي على مؤلفه.

٣ هو: - السند الكامل.

٤ هو: فقام فقال.

٥ هو: - قال.

Marfat.com

وصول اور رجوع کے درمیان ہی رہا۔ میں نے تو کبھی صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے منہ سے نکلی اس بات کے اِس پہلو پر غور ہی نہیں کیا، صرف تو نے ہی میری توجہ اس طرف دلائی، میں نے تو اپنے شیوخ سے بھی اس بارے میں قطعاً نہیں سنا۔ اور نہ یہ جانا کہ ہمارے لیے صحابہ کرام کی تعظیم اور درجات میں سبق اور راز ہیں۔ نہ میں خود اس بات تک پہنچا اور نہ ہی میرے جاننے والوں میں سے کوئی یہ بھید پا سکا؛ ہاں وہ رمزاً اشاروں کنایوں میں اس کا تذکرہ تو کرتے تھے لیکن اسے حاصل کرنے کی راہ نہیں پاتے تھے، کیونکہ یہ عطائے الٰہی سے ہے جسے عمل سے حاصل نہیں کیا جا سکتا جبکہ یہ (بزرگ) اسے استعداد اور مجاہدے سے حاصل کرنے کی کوشش کرتے تھے۔ پھر نفس بولا: اب اس مقام سے بھی آگے نکل کیونکہ اب تو میری کمر ٹوٹ چکی ہے۔

حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ کی گواہی

میں نے اُس سے کہا: حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ جو کہ خاندانی حسب و نسب میں تجھ سے نیچے، جبکہ دینی حسب و نسب میں تجھ سے اوپر ہیں۔ ہم نے اشجع کے ایک شخص سے متصل سند سے روایت کیا، آپ نے فرمایا: مدائن میں جب لوگوں نے سنا کہ حضرت سلمان رضی اللہ عنہ مسجد میں تشریف فرما ہیں تو لوگ آپ کی زیارت کو جمع ہو گئے یہاں تک کہ ہزار سے اوپر کا مجمع ہو گیا۔ (یہ دیکھ کر) آپؓ کھڑے ہوئے اور لوگوں سے بولے: بیٹھ جاؤ، بیٹھ جاؤ۔ جب لوگ بیٹھ گئے تو آپؓ نے سورہ یوسف پڑھنی شروع کی، وہ شخص کہتا ہے کہ لوگ اٹھنا اور منتشر ہونا شروع ہو گئے یہاں تک کہ جب صرف ایک سو باقی رہ گئے تو آپؓ کو شدید غصہ آ گیا، کہنے لگے: تم لوگ میٹھی میٹھی باتیں سننا چاہتے ہو، میں نے تمہارے سامنے کتاب اللہ کی تلاوت کی تو تم بھاگ رہے ہو۔

اے نفس میں تجھے اللہ کا واسطہ دے کر پوچھتا ہوں! یہی (تلاوت کلام پاک) حق تعالیٰ کی مجلس ہے، میں ٹھیک کہہ رہا ہوں نا؟ تو کبھی تلاوت کتاب پاک سن کر تو نہیں جھوما لیکن جب تو

Marfat.com

يُتلى فَلَم تهتزي، فلمّا أُنشِدَ شِعرٌ اهتَزَزْتِ وحَنَنْتِ، وأخذكِ الحال؟. فقالت: ذلك - والله! - دَيْدَني وهِجِّيري[١] ودأبي أبدًا، بل والله؛ أزيدك ما هو أنْحَس مِنْ هَذا ممّا أنا عليه: إني أقرَأ القرآن ويُدركني العيَاءُ وأقول لك: والله ما أقدر على شيء، وقد ضعفت، وَكَلَّ خاطري. فتجيبني إلى ذلك، فتَتْرُك المصحف من يدك، أو التِّلاوةَ مِن لِسَانك. فلمّا نلبث[٢] أن ننبّهك عَلى مقطوعة مِن كلامك، أو من كَلام غيرك في أيِّ فنّ كانت؛ فتفتَحُ فاك بِها، وتُنْشِدُها، وتترنَّم فيهَا، وتُرَتِّلُها مترسِّلًا على طريقةٍ تَسْتَحْسِنُها، نشيطًا طيّب النفس، ما بكَ من كَسَلٍ ولا عيَاءٍ. فلو كان ذلك الكسل والعيَاء حقيقةً مني لاستصحبك، وإنما ثَقُلَ عليَّ القرآن، وكنت أجعَلك فِي تلاوته تحدُرُ ولا ترتّل عسى نستريح.[٣] وكذلك فِي أوراد العِبادات التي يجب التثبّت فيها، وذلك والله كله خديعة مني بِكَ. أترى هكذا هي حَالة المؤمن؟ لا والله، بَل كلام الله للمُؤمِن أحبّ الكلام وأشوق إلى سَماعه[٤] من الظَّمآن للمَاء الزُّلَال، فإنا لله وإنا إليه راجعون على نقصِ الإيمان، بل والله ذهابه.

يا شؤم نفسي، ويا حسرتا! ويَا أسَفا![٥] كم مرة والله سمعتُ آيةً من كلام[٦] الله فثقلت عليّ ومجَجْتُها؟ وكم والله رنّة شِعر سمعتها فاسْتَعذبتها؟ أخاف - والله يا وَليِيّ - على نفسي وعلى مَن هو مِثلي أن ينقل اسمه من ديوان المؤمنين إلى ديوان من قال فيه: ﴿وَإِذَا ذُكِرَ اللهُ وَحْدَهُ اشْمَأَزَّتْ قُلُوبُ الَّذِينَ لَا يُؤْمِنُونَ بِالْآخِرَةِ﴾ (الزمر: ٤٥) وقد اتصفتُ بهذا، ﴿وَإِذَا ذُكِرَ الَّذِينَ مِنْ دُونِهِ إِذَا هُمْ يَسْتَبْشِرُونَ﴾ (الرمز:

---

١ هو: - وهجيري.

٢ هو: فلم نلبث.

٣ ش: تستريح.

٤ س: - كلام الله للمُؤمِن أحب الكلام وأشوق إلى سَماعه.

٥ هو: يا حسرتي! ويا أسفي!

٦ هو: كتاب.

Marfat.com

شعر سنتا ہے تو جھوم اٹھتا ہے اور تجھ پر حال وارد ہو جاتا ہے، نفس بولا: باخدا میرا تو ہمیشہ سے یہی طریقہ، روش اور عادت رہی ہے، بلکہ اس سے بھی شرمناک بات تو یہ ہے کہ جب میں قرآن پڑھتا ہوں تو مجھے سُستی (تھکاوٹ) گھیر لیتی ہے اور پھر میں تجھے کہتا ہوں: اللہ کی قسم! اب تو میں کسی قابل نہیں رہا، بالکل ہی ماند پڑ گیا ہوں، مجھے کچھ سمجھ بھی نہیں آ رہا، یوں تو میری بات مان لیتا ہے اور قرآن مجید بند کر کے رکھ دیتا ہے یا زبان سے تلاوت کرنا بس کر دیتا ہے، لیکن ابھی تھوڑی دیر بھی نہیں گزری ہوتی کہ میں تیری توجہ تیری ہی کسی بات یا کسی اور کی بات -جو اس نے کسی بارے میں بھی کہی ہو- کی طرف دلاتا ہوں تو تو بھی اپنا منہ کھول کے اسے گنگنانے لگتا ہے، یا پھر جس طرح سے چاہتا ہے اسے طرز سے پڑھنے لگتا ہے، جیسے کہ تو بالکل تازہ دم ہے، نہ تجھے کوئی تھکاوٹ ہے اور نہ ہی کوئی سستی۔ اگر یہ سستی اور تھکاوٹ حقیقت پر مبنی تھی تو مجھے بھی اس میں شامل ہونا چاہیے تھا لیکن مجھ پر تو صرف قرآن سننا ناگوار گزرتا ہے لہذا میں تجھے اس کی تلاوت میں سُست اور کاہل کر دیتا ہوں تاکہ تو اس کو چھوڑ کر آرام کر لے، اسی طرح عبادات کے ان ورد وظائف میں بھی (ایسا ہی کرتا ہوں) جن میں تُو ثابت قدم رہنا چاہتا ہے، اللہ جانتا ہے یہ سب تجھ پر میرے دھوکے اور چالیں ہیں۔ کیا تیرے خیال میں مومن ایسا ہوتا ہے؟ اللہ کی قسم نہیں! بلکہ مومن تو اللہ کا کلام سننے کی ایسی تڑپ اور شوق رکھتا ہے جیسے کوئی سخت پیاسا میٹھے پانی کی طلب میں ہو، بلکہ اس سے بھی زیادہ، کیونکہ ہم اللہ کے لیے ہی ہیں اور اسی کی طرف ہمیں لوٹ کر جانا ہے، چاہے ایمان کی کمی ہو یا ایمان ہی نہ ہو۔

اے میرے منحوس نفس! ہائے افسوس اور وائے حسرت! میں نے کتنی دفعہ کلام اللہ میں سے کوئی آیت سنی جبکہ وہ مجھ پر گراں گزری اور مجھے ہضم نہ ہوئی، اور کتنی دفعہ میں نے شعر کی جھنکار سنی تو اسے میٹھا پایا۔ اے دوست اللہ کی قسم! میں خود پر -یا جو میرے جیسا ہے اس پر- ڈرتا ہوں کہ کہیں ہمارا نام مومنین کے دیوان سے نکال کر اُس دوسرے دیوان میں نہ لکھ دیا جائے جن کے بارے میں حق تعالیٰ کہتا ہے ﴿اور جب ایک اللہ کا ذکر کیا جاتا ہے تو جو لوگ آخرت پر ایمان نہیں رکھتے ان کے دل منقبض ہو جاتے ہیں﴾ (الزمر: ۴۵) میں تو ایسا ہی ہوں ﴿اور جب اس کے سوا اوروں کا ذکر کیا جاتا ہے تو یہ خوش ہو جاتے ہیں﴾ (الزمر: ۴۵) میں تو ایسا ہی ہوں

Marfat.com

٤٥) وقد اتصفتُ بهذا، وإلى قوله ﴿ذَٰلِكُم بِأَنَّهُ إِذَا دُعِيَ اللَّهُ وَحْدَهُ كَفَرْتُمْ وَإِن يُشْرَكْ بِهِ تُؤْمِنُوا﴾ (غافر: ١٢).

يقول القَوَّالُ زخرفَ القول وغرورَه فأهْتَزّ وأقوم وأقول: شاباش، هذا[١] والله حسن! فأُقْسِم بالله كاذبًا، ولا يزال الملعون من شيطان يُرْقِصني ويَزفِن[٢] لي - كَمَا يفعل صاحب القرد بقرده - فإذا أخذ حاجَته منّي، صَفَعَنِي صَفْعَةً فأضجعني، فيقوم مَن قَلَّ فلاحه مثلي فيُغَطِّيني برداءٍ حتّى يخلي سبيلي. وأقوم[٣] فأُهنَّأ، وقد عَزَّاني الملأ الأعلى فِي ديني وفيما مَضَى من عقلي. فإذا كَان آخر الليْل أنا والجمَاعة السّوء مثلي - وقد تعبنا من كثرة مَا رقَصْنَا.

فلا نلحق ننَام إلا والصبح قد قام - معَنا؛ فنقوم نتوضأ أقَلَّ ما ينطلق عَلَيْه اسْم الوضوء، ثم نجيء إلى المسجد، هذا إذا وفّقتُ، وإلّا فالأغْلبُ عَلى من هذه حَالته أن يُصَلِّي فِي داره بـ «إنَّا أعْطيناك الكوثر وسورة الفَاتحة» كيف مَا كانت، والقنوت ليس بواجب فأزله، وأنقرها مخففة جدًّا، ثمّ أضطجع لأستريح.[٤] هيَهات! والله مَا كان طريقُ[٥] الله هكذا.

وإن كنتُ مُوَفَّقًا أكثر من غيري؛ توضأت وخرجت إلى المسجد، فإذا دخلتُ يقال لِي: قد صَلَّى الناس فلا أجد لذلك حزنًا، ولا أكترَث، بَل أقيم الصلاة وأصلّي وأخْرُجُ وكأنه ما فاتني شيء، إلا[٦] لاهي القلب مسرورًا، وأقول[٧] بلسان الحال: قد

١ هو: - هذا.

٢ الزفن: الرقص.

٣ ش، س: فأقوم.

٤ س: ليستريح.

٥ ش: + أهل.

٦ هو: - إلا.

٧ ج، ش: ويقول.

اور اللہ کے اس قول تک کہ ﴿یہ اس لیے کہ جب تنہا اللہ کو پکارا جاتا تھا تو تم انکار کر دیتے تھے۔ اور اگر اس کے ساتھ شریک مقرر کیا جاتا تھا تو ایمان لے آتے تھے﴾ (غافر: ۱۲)

قوال جب میٹھی میٹھی جھوٹی سچی ہانکتا ہے تو میں جھوم اٹھتا ہوں، کھڑا ہو جاتا ہوں اور کہتا ہوں: شاباش، واللہ زبردست! ایک تو میں اللہ کی جھوٹی قسم کھاتا، اور دوسرا یہ لعنتی شیطان مجھے ویسے ہی نچاتا اور ڈھونگ رچاتا ہے جیسے کہ بندر کا تماشا کرنے والا بندر کو نچاتا ہے، پھر جب اس کا مجھ سے مطلب پورا ہو جاتا ہے تو یہ مجھے ایک تھپڑ مار کر سُلا دیتا ہے، اور میری طرح کا ایک اور نامراد اٹھتا ہے جو مجھ پر چادر ڈال دیتا ہے تاکہ مجھ سے کچھ پوچھا نہ جائے پھر جب میں ہوش میں آتا ہوں تو مجھے مبارکباد دی جاتی ہے جبکہ ملا اعلیٰ کے فرشتے اس وقت میرے دین اور عقل گم ہو جانے میں میری تعزیت کر رہے ہوتے ہیں۔ جب رات اپنے اختتام پر ہوتی ہے تو میں اور میرے جیسے اور بہت سے نکمے سونے کی کوشش کر رہے ہوتے ہیں، ہم سارا دن ناچ ناچ کر اتنا تھک چکے ہوتے ہیں کہ ہم ابھی ٹھیک طرح سے سو بھی نہیں پاتے کہ صبح ہو جاتی ہے، پھر ہم اٹھتے ہیں اور ایسا وضو کرتے ہیں جس کو پورا وضو بھی نہیں کہا جا سکتا، اور پھر اگر ہمیں توفیق ہو جائے تو مسجد کا رخ کرتے ہیں، نہیں تو جس کی ایسی حالت ہو وہ تو اکثر اوقات گھر پر ہی سورہ کوثر یا سورہ فاتحہ سے جیسے تیسے نماز پڑھ لیتا ہے، (فجر میں) قنوت تو واجب نہیں لہذا میں اسے چھوڑ دیتا ہوں اور نہایت تیزی سے ٹکریں مارتا ہوں، پھر سو جاتا ہوں تاکہ کچھ آرام کر سکوں۔ صد افسوس! خدا قسم! "طریق الی اللہ" ایسے تو نہیں۔

اگر مجھے دوسروں سے زیادہ توفیق ہو جائے تو میں وضو کر کے مسجد کی طرف چل پڑتا ہوں۔ جب میں مسجد پہنچتا ہوں تو بتایا جاتا ہے کہ جماعت تو ہو چکی۔ اس بات کا نہ تو مجھے کوئی دکھ ہوتا ہے اور نہ ہی میں کوئی پرواکرتا ہوں بلکہ اکیلے ہی نماز پڑھ کر واپس چلا آتا ہوں جیسے کہ کچھ ہوا ہی نہیں، میرا غافل دل خوش ہو رہا ہوتا ہے اور زبان حال سے یوں کہہ رہا ہوتا ہے: اللہ نے

Marfat.com

حصَل لِي أجر الجماعة بقصدي، وأراحني الله مِن تطويل الإمَام.[١] وإن أدركتُ الصلاة مع الإمام فأنا في تلك الصلاة[٢] على أحَد وجهين: إذا كنت مستريح القلب مِن كل شيء؛ إمَّا حاضر فِي ليْلتي[٣] البَارحة وَحُسنِها، ومَا كان أحسن ذلك القوَّال وشعره! وتمشي صلاتي كُلها فِي هذا، حتَّى لا أدري ما صلَّى، ولا بما صلَّى،[٤] وإنّما رأيتُ النَّاس يفعلون شيئًا ففعَلْتُ؛ رَكعُوا، فركعتُ وسجدوا فسجدتُ، ووقفوا فوقفتُ، وجلسوا فجلستُ.[٥] أو يَكوُن النَّوم[٦] قد أخذ منّي - وهي الحالة الثانيَة - فأترقَّب عند ذلك فراغ الإمام، وتثقل عليَّ القراءة، وأغتاب الإمَام فِي نفسي وأَمْقُتُهُ، وَأقولُ: مَا أثقلهُ؛ قد افتتح سورة الحشر أو الواقعة، هلَّا قَنِع بالانفطار أو الفَجْر - والنّبيُّ قد أمر بالتخفيف، هذا خلاف السنّة - وتحوقل وتهلّل، كلّ ذلك لغيْر الله، وما تَستحيي من الله؛ وقد وقفتِ البارحة مَسْخَرةً للشيطان ومَلْعَبَةً له،[٧] ورقبتِك مَصْفَعَةً له، وناصيتِك بيده، وأنتِ في هذا كله تلتذ.

ثُمّ الدَّاهية العظمى، والطَّامة الكبرى، وَالدَّاء العُضَال،[٨] وَالمُصِيبَة الأزِفة التي ليسَ لهَا من دون الله كَاشفة، إني أقول في تلك الحَالة كُلّها: إنّي كنت معَ الله، وفي الله، وَبالله قمت، وفِي الله شطحت، وإلى الله وصلت، وقُلتُ لله، وقال لي الله، ويَعْتُبُ هؤلئك الغُمُر الجهلاء مثله فيقول: لِمَ لِمْ تسألوني إذا رجعتُ من حَالي؟ ولو

---

١ هو: - وأراحني الله من تطويل الإمَام.

٢ هو: الحالة.

٣ هو: - من كل شيء، إما حاضر في ليلتي. هو: + متفكرا في.

٤ س: ما أصلي.

٥ هو: - ووقفوا فوقفتُ، وجلسوا فجلستُ.

٦ ش: - النوم.

٧ هو: - وملعبة له.

٨ هو: - الداء العضال.

Marfat.com

مجھے میری نیت سے جماعت کا ثواب بھی دے دیا اور امام کی لمبی قرات سے بھی آرام دیا۔ اگر میں (غلطی سے) امام کے ساتھ شامل ہو جاؤں تو میرے ساتھ ان دو باتوں میں سے ایک بات ہوتی ہے: اگر میرا دل ہر طرح کے خیالات سے دور ہو تو یہ رات کی محفل میں ہی گم ہوتا ہے کہ فلاں قوال بڑا زبردست شعر پڑھتا ہے، میری ساری نماز انہی خیالات میں گزر جاتی ہے یہاں تک کہ مجھے یہ تک یاد نہیں کہ میں نے کیا پڑھا اور کس طرح پڑھا، میں نے لوگوں کو جو کرتے دیکھا وہی کیا، انہوں نے رکوع کیا تو میں نے بھی کر لیا، انہوں نے سجدہ کیا تو میں نے بھی کر لیا، وہ کھڑے ہوئے تو میں بھی کھڑا ہو گیا، وہ بیٹھے تو میں بھی بیٹھ گیا۔ یا دوسری حالت یہ ہوتی ہے کہ مجھے سخت نیند آ رہی ہوتی ہے اور میں یہی سوچ رہا ہوتا ہوں کہ یہ امام کب نماز ختم کرے گا، اُس کی لمبی قرأت مجھ پر گراں گزرتی ہے، میں دل ہی دل میں امام کی غیبت کرتا ہوں اور اُس کو برا بھلا کہتا ہوں۔ کہتا ہوں: یہ کتنی لمبی نماز پڑھاتا ہے، اب اس نے سورہ حشر اور سورہ الواقعہ شروع کر دی ہے، کیا سورہ انفطار اور سورہ الفجر کافی نہیں، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے تو ہمیں تخفیف کا حکم دیا ہے، یہ سنت کے خلاف کر رہا ہے۔ اور (اے نفس) تو لا حول ولا قوۃ پڑھتا ہے اور وہ بھی غیر اللہ کے لیے، تو اللہ سے حیا نہیں کرتا؟ ابھی کل ہی تو تُو شیطان کے ہاتھ میں کھلونا بنا ہوا تھا، تیری گردن اُس کے شکنجے میں تھی اور اس نے تجھے پیشانی کے بالوں سے پکڑ رکھا تھا، اس سب کے ہوتے ہوئے بھی تو لذت محسوس کرتا تھا؟

پھر آفتِ عظمٰی اور قیامتِ کبریٰ، جان لیوا روگ اور تکلیف دہ صورت حال جسے اللہ کے سوا کوئی دوسرا دور نہیں کر سکتا، وہ یہ ہے کہ ایسے حالات میں بھی میں یہی کہتا ہوں کہ ”میں اللہ کے ساتھ، اُس کی معیت میں ہوں، اللہ کے ساتھ میرا اقیام، اللہ میں میری شطح، اور اللہ تک میری رسائی ہے، میں نے جو کہا وہ اللہ کی خاطر کہا، اور اللہ نے مجھ سے یہ کلام کیا۔“ پھر یہ (شخص) اپنے جیسے گمراہ اور جاہلوں کو ڈانٹ ڈپٹ کر کہتا ہے: جب میں اس وجد سے واپس لوٹتا ہوں تو تم مجھ سے کچھ پوچھتے کیوں نہیں؟ اگر اس سے پوچھ ہی لیا جائے تو اُس کا بھانڈا پھوٹ جائے۔ اگر یہ

Marfat.com

سُئِل لافتضح. ولو فَرَضت أنه أجاب، فقد يجيب الكاذبُ عما يسأل عنه مثل هذا.[١] ويُؤَيِّده الشيطان بخيالاتٍ يَنْصبها له، ويُبْدِيها فِي سرِّه[٢] فيعبر عنها، قال - تعالى -: ﴿وَإِنَّ الشَّيَاطِينَ لَيُوحُونَ إِلَىٰ أَوْلِيَائِهِمْ لِيُجَادِلُوكُمْ ۖ وَإِنْ أَطَعْتُمُوهُمْ إِنَّكُمْ لَمُشْرِكُونَ﴾ (الأنعام: ١٢١). فهذا وليٌّ للشيطان ينطق بلسَانه، وهذا مطيع له فانتظَم فِي أهل الشرك، فناهيك من مجلس يحوي أو يضم المشركين وأولياء الشيَاطين[٣].

أخبرني شيخي - وكان من أهْل الكشف والوُجود - عَن رَجلٍ أعمى البصر من الصّالحين، حضر مبيتًا فِي سَماعٍ، فقال الأعمى: هذا إبليس قد دخل على صورة معزى، فرأه يشُمُّ الجماعة واحدًا واحدًا. قال الشيخ:[٤] وقعد الأعمى ينعت الأوّل فالأوّل من الجماعة على التّتابع كما هم عليه من اللبَاس والصورة، وهو يقول: ترى الملعون يمشي عليهم ناظرًا إليهِمْ. حتى قال: تراه قد ثَبَتَ عند واحِدٍ، عَلَيْه غفارة حَمراء وإحرَام وعمامة؛ الْتَفِتوا إليه. قال: فالتفتنا؛ فرأيناه يَستَجلِبُ الحَالَ. فقال الأعمى: أرى هذا الملعُون قد توَقَّف عند هذا الرجل، ثمَّ قال: تراه يُرِيد يَنطَحُه[٥] بقرنه، قال: ثم حمل[٦] عليه فطعنه بقرنه. فإذَا بذلك قد صَاح صيحةً وغَلَبَ عليْه الحال، وقام يشطح، فقام أهْلُ المجلس لقيامه، وهو بهذه المثابة!.

مَا أحسن قول الله - تعالى - إذ قال: ﴿وَمَا عَلَّمْنَاهُ الشِّعْرَ وَمَا يَنبَغِي لَهُ﴾ (يس: ٦٩) فناهيك من خطّة[٧] لم يَرْضَهَا لنبيّه وقال: ﴿إِنْ هُوَ إِلَّا ذِكْرٌ وَقُرْآنٌ مُبِينٌ﴾

---

١ هو: - مثل هذا.

٢ هو: - في سره. هو: + له.

٣ ج (في الحاشية): بلغ قراءة لعبد الرحمن اللواتي على مؤلفه.

٤ هو: - قال الشيخ.

٥ هو: نطحه.

٦ س: - حمل.

٧ خطة: مقصد.

Marfat.com

فرض کر لیا جائے کہ وہ کچھ جواب دے گا تو ایسا شخص جھوٹ کے پُل ہی باندھے گا۔ شیطان ان (فاسد) خیالات سے اس کی مدد کرتا ہے، انہیں اس شخص کے باطن میں الہام کرتا ہے جسے وہ بعد میں بیان کر دیتا ہے، اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: ﴿بے شک شیطان اپنے دوستوں کو وحی کرتا ہے کہ وہ تم سے جھگڑا کریں اور اگر تم نے ان کی بات مانی تو تم بھی مشرک ہو گے﴾ (الانعام: ۱۲۱) یہ شیطان کا دوست ہے جس کی زبان سے شیطان بولتا ہے، یہ اُس کا پیروکار ہے جو اہل شرک سے جا ملا۔ پس سوچ وہ محفل کیسی ہو گی جو مشرکین یا شیطان کے دوستوں سے بھری ہو؟

مجھے میرے شیخ -جو کہ اہل کشف و وُجود میں سے تھے- نے ایک نیک دل اندھے سے روایت کرتے ہوئے بتایا کہ ایک رات اُس نے محفل سماع میں شرکت کی، وہ اندھا کہتا ہے: وہ دیکھو ابلیس بکری کی شکل میں آیا ہے اور ایک ایک کر کے سب لوگوں کو سونگھ رہا ہے۔ شیخ فرماتے ہیں کہ وہ اندھا ہر ایک کی شکل و صورت اور لباس ٹھیک بیان کرنے لگا، کہتا ہے: وہ دیکھو شیطان ان کی طرف جا رہا ہے اور ان کو دیکھ رہا ہے، پھر بولا: وہ دیکھو جس نے سر پر سرخ رومال، عمامہ اور احرام باندھ رکھا ہے یہ شیطان اس کے پاس جا کر کھڑا ہو گیا ہے۔ لوگ کہتے ہیں جب ہم نے اس شخص کی طرف دیکھا تو وہ خود پر وجد طاری کر رہا تھا، وہ اندھا کہتا ہے: میں دیکھ رہا ہوں کہ شیطان اس شخص کے پاس کھڑا ہو گیا ہے، پھر بولا: دیکھو وہ اُس کو اپنا سینگ مارنا چاہ رہا ہے، پھر بولا: شیطان نے اس پر حملہ کر دیا ہے اور اپنا سینگ اس میں گھسیڑ دیا ہے، فوراً اُس شخص نے ایک چیخ ماری، اُس پر وجد طاری ہو گیا اور وہ کھڑے ہو کر اول فول بکنے لگا۔ اہل مجلس بھی اُس کی خاطر کھڑے ہو گئے، یہ اسی لائق تھا۔

اللہ تعالیٰ نے کیا خوب کہا ہے: ﴿ہم نے آپؐ کو شعر نہیں سکھائے اور نہ ہی یہ آپؐ کے شایان شان ہیں﴾ (یس: ۶۹) پس اس مقصد (یعنی شعر و شاعری) میں کیا کمال ہو سکتا ہے جسے وہ اپنے نبی ﷺ کے لیے ہی پسند نہیں کرتا، فرماتا ہے: ﴿یہ تو صرف ذکر اور قرآن مبین ہے﴾ (یس: ۶۹) اے نفس! اللہ تیرا بھلا کرے، تو نے نہ صرف حق کا اقرار کیا بلکہ اس کے سامنے سر

Marfat.com

(يس: ٦٩) بارك الله فيك يَا نفسي؛ أقرَرْتِ بالحقّ وخضعت له؟. فقالت: الحق أحق أن يتّبع، صدق والله سَلمان، ورضي الله عن أبي مَدْيَن حيث قال: «لا يكون المريد مريدًا حتى يجد فِي القرآن كلّ ما يُريد»، هذا مقام المُرِيد فما ظنّك بالعارف، هل يُعَرّجُ على كلامٍ غير كلام سيّده؟.

وكُلُّ مَن سَمِع من الشيوخِ فهُوَ عَلى أحَد أمرين: إمّا قبل أن تحصل له مرتبةَ[١] التمكين؛ فالسَّماع عندنا عَليْه حرَام فِي ذلك الوقت، أوْ سمِعَ بعد التمكين بشروطه المعروفة الّتي قد ذكرناها في غير هذا الموضع. ويُعْلَم مَع هذا أنه قد نَزَل من المقام إلى مَا هُو أسْفَلُ منه[٢] وأدنى[٣] لحظٍّ نفسيّ.[٤] ولهذَا قلنا فِي حقٍّ بعض مَن لقيناه مِن المشايخ - وكان قد تولّع بالسّماعِ، وكان قبل ذلك لا يقول به - فسئلنا[٥] عنه فقلنا: الشيخ متمكن، ومقام السماع نازل وحظّهُ النفس. فما هُو[٦] الشيخ - والله أعلم - إلا نزل إلى السّماع رحمة بنفسه دنيوية، وجَاد على السّماع بذلك ومقامِه ليَشْرُفَ به السّماع؛ فإنّ السّماع يَشْرُف بالعَارفين، ولا يَشْرُفُ به العارفون؛ فصار نزوله إليْه كنزول الحقّ لِعبَاده؛ هَلْ من تائب فيُغْفَر له؛ فشَرَّفَنَا بنزوله إلينا، ولم يَشْرف هو بنا.

هذا إذا كَان الشيخ عَاليًا، ولكن يقع هذا منه نادرًا، إلا إن[٧] أراد الحق أن يُبْقِيَهُ فيه زمانًا طويلًا؛ فيعْلم الشيخ أصلا[٨] - إن كان عارفًا متمكّنًا - أنه مطرود،

١ هو: رتبة.

٢ هو: - منه.

٣ ش: - أدنى.

٤ س: نفسه.

٥ س، هو: سألنا.

٦ هو: - هو.

٧ هو: - إن.

٨ هو: - أصلا.

Marfat.com

تسلیم بھی خم کیا۔ نفس بولا: حق اس بات کا زیادہ حقدار ہے کہ اُس کی پیروی کی جائے، بیشک سلمان فارسی رضی اللہ عنہ نے سچ کہا اور اللہ تعالیٰ شیخ ابو مدین سے بھی راضی ہو کہ آپ کہا کرتے تھے: "مرید اُس وقت تک صحیح مرید نہیں بن سکتا جب تک کہ وہ ہر چیز قرآن میں نہ پائے۔" یہ تو مرید کا مقام ہے، عارف کے بارے میں تیرا کیا خیال ہے، کیا وہ اپنے مالک کی بات چھوڑ کر کسی دوسرے کی بات سن سکتا ہے؟

شیوخ میں سے جس کسی نے بھی سماع سنی وہ ان دو باتوں میں سے کسی ایک پر تھے: یا تو انہوں نے مرتبہ تمکین کے حصول سے پہلے سماع سنی، اور ایسی صورت میں ہمارے نزدیک اس پر سماع سننا حرام ہے، یا پھر مرتبہ تمکین پر پہنچنے کے بعد سماع کو اس کی معروف شروط کے ساتھ سنا، جن کا ہم بارہا ذکر کر چکے ہیں۔ اس سے یہ بھی پتا چلتا ہے کہ یہ شیخ لذتِ نفس کی خاطر اپنے بلند پایہ مقام سے نچلے اور کم درجہ مقام کی جانب اترا۔ اسی لیے ہم نے بعض مشائخ کے بارے میں کہا۔ یہ حضرت سماع کے بہت رسیا ہو گئے تھے جبکہ اس سے پہلے وہ یہ سب سننے کے قائل نہ تھے۔ پس جب ہم سے اس بارے میں پوچھا گیا تو ہم نے کہا: (اس میں کوئی شبہ نہیں کہ) شیخ صاحب تمکین ہیں جبکہ سماع کا درجہ ان سے نیچے ہے اور اس کا حصہ بھی نفسانی ہے لہذا شیخ۔ واللہ اعلم۔ کا سماع کی طرف نزول اپنے دنیاوی نفس پر رحمت کی غرض سے ہے، پس شیخ نے اپنے بلند رتبے سے سماع پر کرم کیا ہے تاکہ آپ کی وساطت سے سماع بھی کسی مرتبے کو پہنچ سکے کیونکہ سماع عارفین کی وجہ سے بلند مرتبت ہوئی ہے، عارفین سماع کی وجہ سے بلند مرتبت نہیں ہوئے، لہذا سماع کی طرف آپ کا نزول ویسا ہی ہے جیسا کہ حق تعالیٰ اپنے بندوں کے لیے نزول فرماتا ہے؛ کوئی توبہ کا طلب گار ہے کہ میں اس کی مغفرت کروں؟ لہذا اُس ذات نے ہماری طرف نزول فرما کر ہمیں عزت بخشی، یہ نہیں کہ وہ ہم سے عزت یافتہ ہوا۔

یہ اُس صورت میں جب شیخ خود بلند مرتبت ہوں، لیکن کسی بلند مرتبت شیخ سے ایسا شاذ و نادر ہی واقع ہوتا ہے، ہاں (ایک صورت میں کہ) جب حق تعالیٰ اُس شیخ کو اِس (مقام) پر ایک طویل مدت تک ٹھہرانا چاہے، یوں یہ شیخ اگر سچ میں صاحبِ تمکین عارف ہے تو جان جاتا ہے کہ وہ نظروں سے گر گیا ہے اور اس کا سماع کی طرف لوٹ آنا اللہ تعالیٰ کا اُس کے کسی گناہ پر اُس کو

Marfat.com

وأنّ رجوعهُ إلى السّماع مُسْتَصحِبًا عقوبةً من الله له لذنبٍ أتاه؛ وَلذلك عَشّقه بالسّماع؛ فلا يجد حَاله إلا فيه، ويَفْقِدُهَا إذا فقده؛ مكرًا مِن الله به واسْتِدرَاجًا. فيبكِي على نفسِهِ، ويبحث على ما جَنَتْهُ نفسه؛ فيجد ذنبًا ضرورةً لا بدّ مِن ذلِك. والله يلبسنَا وإياكُمْ رداء العَافية، ويُحِلّنا وإيَّاكم المراتب السّامية، وَلا يجعَلنا وإيّاكم ممن له إلى سَماع الغِنَاء أذُن واعية؛ فنَكون من أهل القلوب اللّاهية.

يا نفسي أأعرض[١] عَليكِ غير هذا؟ قالت: نعم، أحوال مثل هؤلاء هي الشفاءُ والدَّواءُ؛ إذ ليس لنا سَبيل[٢] إلى الله - تعالى - إلا عَلى مَدارجِهِم، ولا ارتقَاء إلا على معَارجهم؛ فبأحوالهم نتحقق، وهي الموصِلَة إلى الحق.[٣]

(**شهادة أبو الدرداء رضي الله عنه**)

قلت لها: نعم، هذا أبو الدرداء - رضي الله عنه -. روينا من حديث أحمد بن جعفر بن حمدان، قال: حدثنا عبْد الله بن أحمد بن حَنْبَل، عن أبيه، قال: حدثنا إسمعيل، حدثنا أيّوب السختيَاني، عن[٤] أبي قلابة، قال: قال أبو الدَّرْداء: «إنك لا تفقه كُل الفقه حتى ترى للقرآن وجُوهًا، وإنك لا تفقه كل الفقه حتى تَمْقُتَ النَّاس فِي جنبِ الله، ثم ترجع إلى نفسك فتكون لها أشَدَّ مقتًا مِنك للناس» وكان أبو الدرداء من الذين أوتوا العلم.

ناشدتكِ الله يا نفسي؛ هَل كنتِ قط على ما أشار إليْه أبو الدرداء؟ قالت: كنتُ على بعضه، لا كُلِّهِ. قلت لها: فقد نقصكِ من الفقه على قدر ما[٥] نقصك منه؛

---

١ ش، هو: أعرض.

٢ ش: + من الله.

٣ ج (في الحاشية): بلغ سماعا على الشيخ رضي الله عنه.

٤ هو: - السند الكامل.

٥ س: - ما.

Marfat.com

سزا دینا ہی ہے۔ اسی وجہ سے تو رب تعالیٰ نے اسے سماع کی عادت ڈال دی کہ اَب اسے سماع میں ہی حال طاری ہوتا ہے اور سماع کے بغیر حال بھی وارد نہیں ہوتا، یہ سب اللہ تعالیٰ کی طرف سے مکر اور استدراج ہے، وہ اپنے حال پر روتا ہے اور جب اپنے نفس پر غور کرتا ہے تو لازماً کوئی گناہ پاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں اور آپ کو ردائے عافیت میں ملبوس رکھے، ہمیں اور آپ کو بلند پایاں مراتبِ فخر میں ٹھہرائے اور ہمیں اور آپ کو ہرگز ان لوگوں میں سے نہ بنائے کہ جن کے کان سماع میں مگن رہتے ہیں، کہیں ہم بھی غافل دل رکھنے والوں میں سے نہ ہو جائیں۔

اے نفس! اب اس کے علاوہ اور بھی کچھ پیش کروں؟ نفس بولا: ہاں ضرور، ان جیسی ہستیوں کے احوال سے آگاہی ملنا (ہمارے لیے) شفا بھی ہیں اور دوا بھی کیونکہ ہم اللہ تک انہی کے نقش قدم پر چل کر ہی پہنچ سکتے ہیں، ہر بلندی انہی کی بلندیوں میں سے ہے اور ہمیں انہی ہستیوں کے احوال سے متحقق ہونا چاہیے کہ یہی حق سے ملانے والے ہیں۔

حضرت ابودرداء رضی اللہ عنہ کی گواہی

میں نے کہا: حضرت ابودرداء رضی اللہ عنہ کا قول ہے۔ ہم نے احمد بن جعفر بن حمدان سے روایت کیا، فرماتے ہیں ہمیں عبد اللہ بن احمد بن حنبل نے اپنے والد سے روایت کرتے ہوئے بتایا، ہمیں اسمٰعیل نے بتایا، ہمیں ایوب سختیانی نے ابو قلابہ سے روایت کرتے ہوئے بتایا، انہوں نے کہا کہ حضرت ابو درداء رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: ”تو اس وقت تک مکمل سمجھ نہیں حاصل کر سکتا جب تک کہ تو قرآن کے مختلف رخ نہ دیکھ لے، اور تُو اس وقت تک مکمل سمجھ حاصل نہیں کر سکتا جب تک کہ تو اللہ کی خاطر لوگوں کو ناپسند نہ کرے، پھر جب اپنے نفس دیکھے تو لوگوں سے بھی زیادہ اپنے نفس کو ناپسند نہ کرے۔“[۲۰] حضرت ابودرداء رضی اللہ عنہ کا شمار ایسے لوگوں میں ہوتا ہے جنہیں (خصوصی) علم دیا گیا۔

اے نفس! میں تجھے اللہ کا واسطہ دے کر پوچھتا ہوں کیا کبھی تیرا حال بھی ایسا رہا جس کی طرف حضرت ابودرداء رضی اللہ عنہ نے اشارہ کیا؟ نفس بولا: بالکل ایسا تو نہیں لیکن اس کا کچھ حصہ میں نے بھی پایا، میں نے کہا: پس جس قدر حال میں کمی کوتاہی ہوئی اسی قدر تیری سمجھ بھی کم ہے،

Marfat.com

فقد ثبت[١] جَهْلك. قالت: صَدقت، ولكن اشرح لِي قوله، فإنّ فيه إجمالا. قلت لها: نعم، سمعًا وطاعةً.

أمّا قوله: «إنك لا تفقه كُلّ الفقه حتى ترى للقرآن وجوهًا» تحت هذا الكلام بحور طامية، وأسرَار عَالية، عمادها الذي ترجع إليه: مَعْرِفةُ القرآن ومنزله وتَنزُّلُهُ، وليسَ هذا المكتوب يحمله لما بني عَليْه من الاختصَار.[٢]

فأمّا الوجوه يا نفسي، الذي[٣] يَكون بها فقيهًا من رآها فهي كثيرة، نذكر منها وجهين أو ثلاثة: فمنها المسألة التي كنا فيها في[٤] سماع الشعر. وذلك أنَّ الإنسان له أحوال كثيرة، يجمعُهَا حَالان تُسَمَّى: القبض والبسط، وإن شئت الخوف وَالرَّجاء، وإن شئت الوحشة والأنس، وإن شئت الهيبَة والتأنيس، وغير ذلك. فمتى ما اتَّصَفَ الإنسان؛ عَارفًا أو مريدًا، متمكنًا كان أو متلوّنًا، بحالٍ من هذه الأحوال، فإنه من المحال أن يتّصف بهَا عبْدٌ[٥] من غيْر بَاعثٍ ولا داعٍ إليْه، إلا في وقتٍ مّا، وهو مقام مُفزِعٌ نصَّ عَليه الشيوخ؛ وهو أن تجد قبضًا أوْ بسْطًا وتجهل سببه. فالمحققون يخافون من ذلك أنْ يمكر الله بهم فيه. فمتى اتصف الإنسان بشيء من هذه الأوصاف؛ فلينظر مَن[٦] داعيهِ إلى ذلك؟ ومَن سُلطانه؟ فإن كانت[٧] آية من كتاب الله - تعالى - فإنّ حاله انبنى على أصْل صحيح.

---

١ س: ثبتت.

٢ هو: بني على الاختصار.

٣س: التي.

٤ هو: من.

٥ هو: - عبد.

٦ س: - من.

٧ س: كان.

Marfat.com

اب تو تیرا جاہل ہونا ثابت ہو گیا۔ نفس بولا: تو نے سچ کہا لیکن ان کی یہ بات تو ذرا مجھے سمجھا کہ اِس میں کچھ اختصار ہے۔ میں نے کہا: اچھا چل سمجھاتا ہوں۔

جہاں تک آپؒ کا یہ کہنا ہے کہ "تو اس وقت تک مکمل سمجھ نہیں حاصل کر سکتا جب تک کہ تو قرآن کے مختلف رخ نہ دیکھ لے۔" اس قول تلے قلزم زخّار اور بلند پایہ راز ہیں، اس قول کی بنیاد تو معرفتِ قرآن ہی ہے جبکہ اس کی منزل اور اس کی گہرائی کا احاطہ یہ کتاب نہیں کر سکتی کیونکہ اس رسالے کی بنیاد اختصار پر مبنی ہے۔

اے نفس! جہاں تک ان رخوں کا تعلق ہے جن کو جاننے سے کوئی سمجھ دار ہوتا ہے تو وہ بہت سے ہیں، ہم ان میں سے دو تین کا ذکر کرنا چاہیں گے: اِن میں سے ایک تو وہی مسئلہ ہے جس کا ہم نے پہلے بھی تذکرہ کیا ہے، یعنی کہ اشعار وغیرہ سننا، وہ ایسے کہ انسان کے احوال تو بہت ہیں لیکن یہ تمام احوال ان دو حالتوں یعنی قبض اور بسط میں سمٹ جاتے ہیں، اگر تو چاہے تو خوف و رجا کہہ لے، اگر چاہے تو وحشت اور انس کہہ لے، اگر چاہے تو ہیبت اور تانیس کہہ لے یا تو اسے جو بھی نام دے۔ پس جب بھی کوئی انسان - چاہے وہ عارف یا مرید ہو، صاحبِ تمکین یا صاحبِ تلوین - ان احوال میں سے کسی حال سے بھی متصف ہوتا ہے تو لازماً کسی سبب یا کسی وجہ سے ہی ہوتا ہے، سوائے اس ایک نہایت ہی خوفناک حالت کے جس کا تذکرہ شیوخ نے بھی کیا ہے؛ وہ یہ کہ تو قبض اور بسط تو پائے مگر اس کی وجہ نہ جان پائے، ایسی صورت میں محققین کو یہ خوف لاحق ہوتا ہے کہ کہیں یہ اللہ کا ان سے مکر ہی نہ ہو۔ پس جب کبھی انسان ان احوال میں سے کسی حال سے متصف ہوتا ہے تو اُسے غور کرنا چاہیے کہ اُسے اس حال کی طرف کون سی قوت کھینچ رہی ہے اور اس کی وجہ کیا ہے، اگر تو یہ کتاب اللہ کی کوئی آیت ہے تو ایسی صورت میں اس کا حال صحیح اصل پر مبنی ہے۔

Marfat.com

وبيانُ ذلك؛ أنَّ النفس ليست بمحلّ للقرآن الكريم؛ فإنه يَثقُلُ عَليها بطبعها وحقيقتها. وهنا تفصيلٌ: فإنَّ القرآن يَعُمُّ الحقائق كلها، والنفس من جُملتها، فلا بُدَّ أنْ يكون لها فيه نصيب، وما بقي إلا تعيين ذلك النصيب مِن غيره، وكنا نَذْكُرُهُ لولا المدَّعي أنْ[1] يأخذه، فتركناه لهذا السَّبَب.[2] والشيطان أبْعَدُ من ذلك أن يكون له حَالٌ فيك؛ فإنّ الشيطان ليس له منك مَن يأخذ منه إلا نفسك، وهي قد أَبَتْ عَن حمل القرآن لضعفها عنه، فمن المحال أن ينبَعِثَ عن القرآن حَالٌ من الأحوال من الشيْطان أو من النفس البتّة. وتعرف - عند ذلك - أنَّ الحال فِي العَقْل، والْعَقْل فِي الروح لا فِي النفس، وأنَّ الرُّوحَ صاحبُ الملَك، وأنّ الملَك صاحبُ العلم والفراسةِ والإلهامِ واليمين والآخرة وَالذّكرِ وَالحقّ واليقين. فلا بُدَّ أن تكون فِي حَالك الذي قام بك من القرآن صاحبَ علم أو شيء ممّا ذكرناهُ لك، ولهذا أشار الجنيد: «علمنا هَذا[3] مقيّد بالكتاب والسُنّة»، ولهذا قال: «إنَّ فِي ذَٰلِكَ لَآيَاتٍ، لِأُولِي الألباب، وَلِأُولِي النُّهَىٰ ، وَلِقَوْمٍ يَعْقِلُونَ».

كما أنّه إذا انبنى الحال من الشعر وَالسّماع والصَّفق والألحان؛ إنما يَتَلقّاه الهوى، والهوى فِي النفس، وأنَّ النفس صَاحبة الشَّيطان الذي الشعر نَفْثُهُ، على مَا أخبرنا به رسُول الله[4] - صَلّى الله عَلَيْهِ وسَلّم -، إلّا ما تعلق منه بتوحيد الله؛ فهو محمُود من محاميد النفس خاصةً، مَا زال انبعَاثُه من أصله.

وأنَّ الشيطان للنفس بمنزلة الملَك للرُّوح، فكما كان الملَك أمينًا على الأوصَاف الّتي ذكرنا بعضها، كذلك الشيطان فِي مقابلته، صَاحِبُ الجهل فِي مقابلة

---

١ ش: - أن.

٢ العبارة: "وهنا تفصيل.... لهذا السبب" ثابتة في حاشية ج بقلم الشيخ الأكبر.

٣ س: - هذا.

٤ هو: أخبرنا النبي صلي الله عليه وسلم.

Marfat.com

اس کی وجہ یہ ہے کہ نفس قرآن کریم کا محل نہیں کیونکہ نفسانی طبیعت اور حقیقت کے اعتبار سے یہ قرآن اس پر گراں گزرتا ہے۔ یہاں کچھ تفصیل ہے: بے شک قرآن تمام حقائق کا جامع ہے اور یہ (نفس) ان حقائق میں سے ایک حقیقت ہے، پس لازماً قرآن میں اس کا بھی کچھ حصہ ہو گا، اب ہمیں صرف یہ حصہ متعین کرنا ہے، ہم یہ بھی بیان کر دیتے اگر ہمیں یہ ڈر نہ ہوتا کہ لوگ اس کا غلط استعمال کریں گے، اسی لیے ہم نے اِسے متعین نہیں کیا۔ شیطان تو اس سے بہت دور ہے کہ اس کا تجھ میں (قرآن سے حاصل شدہ) اِس حال میں کوئی عمل دخل ہو کیونکہ شیطان کا زیادہ سے زیادہ بس تیرے نفس پر ہی چلتا ہے، جبکہ نفس تو پہلے ہی اپنی کمزوری کے باعث قرآن اٹھانے سے انکار کر چکا ہے لہٰذا یہ خارج از امکان ہے کہ قرآن کریم سے کوئی ایسا حال وارد ہو جس میں نفس یا شیطان کا بہکاوا ہو۔ یہاں تجھے یہ بھی پتا چلا کہ حال عقل میں ہے اور عقل روح میں ہے۔ نفس میں نہیں۔ اور روح فرشتے کے ساتھ ہے، اور فرشتہ صاحبِ علم و فراست و الہام، صاحب برکت و آخرت و ذکر اور صاحب حق و یقین ہے۔ لہٰذا تیرا ہر وہ حال جو قرآن سے تجھ پر قائم ہوا وہ تجھے علم یا جو کچھ ہم نے اوپر ذکر کیا، عطا کرے گا۔ اِسی وجہ سے جنید بغدادی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: "ہمارا یہ علم قرآن و سنت سے جڑا ہوا ہے۔"[۲۱] اسی لیے تو اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: اس قرآن میں، دانش مندوں، سدھ بدھ اور گیان رکھنے والوں، یعنی عقل سے کام لینے والوں کے لیے نشانیاں ہیں۔

اسی طرح اگر حال کی بنیاد شعر، سماع، تالی، نغمے یا کسی دُھن پر مبنی ہو تو صرف خواہش ہی اِسے قبول کرتی ہے، خواہش نفس کا جزو ہے اور بیشک نفس شیطان کا چیلا ہے اور جیسا کہ ہمیں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے بتایا؛ شعر شیطان کا وسوسہ ہے، سوائے اُن اشعار کے جن میں توحید باری تعالیٰ بیان کی گئی ہو، ایسے اشعار خاص نفس کی اچھائیوں میں سے ہیں حالانکہ ان کا جاری ہونا بھی اِن کی اصل سے ہی ہے۔

شیطان نفس کے لیے ویسے ہی (رہنما) ہے جیسے فرشتہ روح کے لیے (رہنما) ہے، جیسے کہ فرشتہ ان خوبیوں پر امین ہے۔ جن میں سے کچھ کا تذکرہ ہم نے اوپر کیا ہے۔ اسی طرح شیطان اس کے مقابل ہے جیسے جاہل عالم کے سامنے، شک فراست کے مقابل، وسوسہ الہام کے

Marfat.com

العلم، والظنّ في مقابلة الفراسة، وَالوسوسة في مقابلة الإلهَام، والشمالُ فِي مقابلة اليَمين، وَالدُّنيا في مقابلة الآخرة، والغفلة فِي مقابلة الذكر، والباطل فِي مقابلة الحقّ، والشّك في مقابلة اليقين، والمعْصية في مقابلة الطاعة، والتشبيه في مقابلة التَنْزيه، والشرك - عَلى مَراتبه - فِي مقابلة التوحيد، وغير ذلك ممّا تضيق هذه العجالة عنه؛[١] فإنه بابٌ واسِعٌ، هذا أنموذجه.

فكلّ حال ينبعث عن القرآن، فلا بد أن يعلو بصاحبه[٢] إلى أحد هذه المنازل على قدر السماع. ومعنى ينبعث عن القرآن: لا يزول سَامِعُهُ عن المعنى الذي نزل لهُ القرآن؛ لا لخيالٍ[٣] قام به عند تلاوة القرآن فِي معشوقه، أو المرأة التي اتخذهَا أختًا في الله على دعواه، وَلكلّ هذا شروط. وَكُلُّ حَالٍ ينبعث[٤] عن الشعر وَهَذَا[٥] السّماع؛ فلا بُدَّ أن ينزل بصاحبه[٦] إلى أحد[٧] هذه الدّركات.

وسِرّ ذلك أنَّ أصْلَ انبعَاث القرآن كلام الله المقدّس، الذي مَا اعتراه قط نقصٌ ولا تدنيسٌ، وَلا جاز عليه ذلك، فمن المحال أن يُعْطِي إلّا بحسب طهَارته. وأصْل انبعَاث الشعر كلام المخلوق النّاقص الدَّنس الذي مَا صحَّ له كمال طهارةٍ لامتزاجه. فالغاية فِي الشعر أنْ يكُونَ ممتزجًا، لا تكمل طَهارته أبدًا، ومن ثَمَّ إلى أنزل فِي النقص والدنس، فمِن المحال أن يعطي أبدًا إلا حَالًا ناقصًا دنسًا.

---

١ هو: - عنه.

٢ س: تعلوا بصاحبها.

٣ ش: الخيال.

٤ س: تنبعث.

٥ س: وعن هذا؛ هو: - وهذا.

٦ س: بصاحبها.

٧ ش: - أحد: س: إحدى.

Marfat.com

روبرو، بائیاں دائیں کے سامنے، دنیا آخرت کے آگے، غفلت ذکر کے مقابل، باطل حق کے روبرو، شک یقین کے سامنے، گناہ نیکی کے بالمقابل، تشبیہ تنزیہ کے مقابل اور شرک۔اپنے تمام ترمراتب میں۔توحید کے روبرو ہوتا ہے، یا اس طرح کی دیگر اور مثالیں جو دی جاسکتیں ہیں لیکن اختصار کے پیش نظر ہم ان سے صَرفِ نظر کرتے ہیں کیونکہ یہ ایک وسیع باب ہے، جس کی چند مثالیں اوپر دی گئی ہیں۔

پس قرآن سے وقوع پذیر ہونے والا ہر حال لازماً قرآن سننے والے کو اس کی سماعت کے لحاظ سے ان بلند منازلِ عُلوی میں سے کسی ایک منزل تک پہنچاتا ہے۔ حال کا قرآن سے وقوع پذیر ہونے کا مطلب یہ ہے کہ سننے والا قرآن سنتے وقت اس معنی کو ذہن سے اترنے نہ دے جو اِسے قرآن نے عطا کیا، یہ نہیں کہ تلاوتِ قرآن کے وقت اپنی محبوبہ کے خیال میں گم ہو یا اپنی منہ بولی بہن کے بارے میں فکر مند ہو، اس وقوع پذیر ہونے کی کچھ شرائط ہیں (جن کو پورا کرنا لازم ہے۔) اسی طرح ہر وہ حال جو کہ شعر اور سماع (قوالی) وغیرہ سے وقوع پذیر ہوتا ہے تو وہ بندے کو ان منازلِ سفلی میں سے کسی ایک منزل میں اتارتا ہے۔

اس کی وجہ یہ ہے کہ قرآن چونکہ اللہ تعالیٰ کا مقدس کلام ہے جس کا واسطہ کبھی کھوٹ یا ناپاکی سے نہیں رہا، اور نہ ہی قابل از امکان ہے کہ ایسا کبھی ہو گا، لہذا یہ (قرآن) اپنی پاکیزگی کے باعث پاکیزہ حال ہی عطا کرتا ہے۔ جبکہ شعر کی بنیاد مخلوق کے کھوٹے اور گندے کلام پر ہے جس میں امتزاج کے باعث اسے کامل طہارت حاصل نہیں لہذا کسی شعر کی انتہا یہی ہو سکتی ہے کہ وہ مِلا جُلا کلام ہو گا، یہ کلام کبھی بھی پاکیزگی میں کمال کو نہیں پہنچ سکتا، یہ تو اس کا سب سے بلند درجہ ہو گا پھر یہ اس سے نیچے ہی نیچے غلاظت اور نجاست میں گرتا جاتا ہے لہذا یہ کلام صرف ناقص اور نجس حال ہی عطا کرتا ہے۔

Marfat.com

هذا حَالة العارفين المكَمَّلِينَ فيه، ومعهم أتكلم، مِن السّادة الكبَار، ويَعْرفون هذا من نفوسِهِمْ، وَأمّا من نزل عنهم مِن المُدَّعين والمريدين فلا كلامَ لنا مَعَهُمْ. ولهذا قال أبو يزيد [البسطامي] فِي سَماع العَارفين - مُطلَقًا يحكمُ على مقام السَّماع -: «إنّهم أهْلُ الكدية»، واستعَاذَ بالله منه، كمَا استعاذ من طيّ الأرض، وَالمشي على الماءِ، وفِي[1] الهَواء. وسأل أن يهيِّئه الله لشيء من أشيائه، أي سرّ من أسرَاره. فلو نيلت هذه الأسرار فِي السّماع لما استعاذ منه مثل أبي يزيد.[2] وقال فِي حق المُريد: «إذا رأيت [= رأيتم] المريد يميل إلى السّماع، فاعْلمُوا أنّ فيه بقيّةً من البَطالة»، فجعَل محلّه؛ للمريد البطالة، وللرّجَال الكدْيَة.

وإنما سُقْتُ كلام أبي يزيد لـما وصلني عن بعض الناس منَ المقلِّدين فِي هذه الطريقة أنّه قال، لمّا سمع منّي الإنكار فِي السّماع - وقد أوضحْتُ لهُ حقيقته حتّى اعْترَفَ بها - فقال: «تقليد بتقليدٍ؛ فالأوْلى أن أُقَلِّد الشيوخ المتقدمين الذين قالوا بالسماع». فلهذا سُقنا كلام أبي يزيد لكونه من المتقدمين، وأنّ كلامنا موافق لهُ.

وَلقد بَلغني مِن ثقةٍ عن رجل من المتشيّخين - لا من الشيوخ - كان يلازم مجلسَنا، فسَمِعَنا نتكلم في السَّماعِ وإجَازته، وأنه مُباحٌ، وبيّنا نقصهُ فِي المقامات وحدّه، وأين ينتهي بصاحبه. فغَضِبَ وانقطع، فسألت عنهُ: ما[3] شأنه؟ فقيل إنّه قال: «قد كان الشيوخ يسمَعُون؛ مثل ابن الدقاق وعبد الرزّاق وغيره[4]». فلم أدر قَبْلُ[5] ممّا[6] أتعجّبُ؟! في جهله إن كان في حكمه على الحق بالرّجَال؛ والرّجال لا

١ س: - في.

٢ ج (في الحاشية): بلغ قراءة لعبد الرحمن اللواتي على مؤلفه.

٣ هو: وما

٤ هو: - وغيره

٥ ش: - قبل.

٦ هو: ممن.

Marfat.com

یہ تو ہو گئی شعر و سماع میں بڑے بڑے شیوخ میں سے عارفین اور اس (عرفان) میں کاملین کی حالت، میں انہی سے مخاطب ہوں اور وہ خود سے بھی یہ جانتے ہیں۔ جہاں تک (سماع کے حوالے سے) ان شیوخ سے کم درجہ مدّعین یا مریدین کا تعلق ہے تو میں ان سے مخاطب نہیں۔ اسی لیے بایزید بسطامی رحمۃ اللہ علیہ نے عارفین کی سماع کے بارے میں کہا- جو کہ آپ کا مقامِ سماع پر ایک مطلق حکم لگانا بھی ہے -: یہ لوگ بھکاری ہیں (جو سماع سے اپنے حال کی بھیک مانگتے ہیں) اور ان سے اللہ کی پناہ چاہی ویسے ہی جیسے آپؒ نے زمین کے سمٹائے جانے، پانی پر چلنے اور ہوا میں اڑنے سے پناہ چاہی، اور یہ دعا کی کہ اللہ مجھے اپنی چیزوں میں سے کوئی چیز، یعنی اپنے رازوں میں سے کوئی راز عطا کر۔ اگر یہ اسرار سماع میں ہی دیئے جاتے تو حضرت بایزید بسطامی جیسی ہستی اس سے پناہ نہ مانگتی۔ مرید کے بارے میں آپ کہتے ہیں: جب تم دیکھو کہ مرید سماع (قوالی) کی طرف لگاؤ رکھتا ہے تو جان لو کہ اس میں نکما پن باقی ہے۔ پس سماع سننے والے مرید کو آپ نے نکما اور شیخ کو بھکاری کہا۔

میں نے بایزید بسطامی رحمۃ اللہ علیہ کا کلام صرف اس لیے نقل کیا کہ مجھے طریقت کے ایک مقلد کی جانب سے کچھ ایسا ہی سننے کو ملا، جب اُس نے میری طرف سے سماع پر انکار سنا- اور میں نے اُس پر سماع کی حقیقت واضح کی جس کا اُس نے اعتراف بھی کیا- (لیکن یہ سب سننے کے بعد پھر) کہتا ہے: یہ بھی تو تقلید ہی ہے لہذا یہ بہتر نہیں کہ میں ان پہلوں کی تقلید کر لوں جو سماع کے قائل تھے۔ اسی وجہ سے ہم نے بایزید رحمۃ اللہ علیہ کا قول بیان کیا کیونکہ آپ خود متقدمین میں سے ہیں اور ہماری بات آپ سے ملتی ہے۔[۲۲]

مجھے قابل بھروسا ذرائع سے ایک شخص کے بارے میں معلوم ہوا جو شیوخ میں سے تو نہیں البتہ اپنے آپ کو شیوخ میں سے ظاہر کرتا تھا، وہ ہماری محفل میں آتا جاتا تھا لیکن جب اُس نے ہمیں سماع کی اجازت اور اِس کے مباح ہونے کے بارے میں بات کرتے سنا، اور جب ہم نے مقامات میں اس کی خامی اور حد واضح کی کہ یہ سماع صاحب سماع کو کہاں تک پہنچا سکتی ہے تو اسے بہت غصہ آیا اور اس نے ہم سے ناتا توڑ لیا، جب میں نے کسی سے اُس کے بارے میں پوچھا تو مجھے بتایا گیا کہ وہ تو یہ کہتا پھرتا ہے: ابن دقاق اور عبد الرزاق جیسی بڑی بڑی ہستیاں جب سماع سنتی

Marfat.com

يُعرفون إلا بالحق، لا الحق يُعرف بهم. فهذا جهل محض، وتقليدٌ صِرْفٌ. ومَن هذه حَالته في العِلم؛ كيْف يُرْجَى فلاحُه في نفسهِ! وكيف[1] إن يتصدر، أن يفلح به غيره؟! أو أتعجب أيضًا مِن عدم تحصيله لما أوردناه في السّماع؛ فإنا لم نحرّمه، بَل أبحنا إنشاد الشعر والغناء عَلى القدر الذي جَاءت به الشريعة، ثم تكلمنا في فصله[2] من المقامَات، وأين منزلته؟ والفرق بينه وبين غيره؟ كما نفرّق بين المتوكل[3] والزاهد الذي ينبني على معرفة التوكل ما هو؟ والزهد ومقامه، فإنّ المتصف بصفةٍ مّا يكون بحيث مقامُها ويتميّز في أهْلهَا.

وقد سمعت من أبي محمّد عبد العزيز – رضي الله عنه، المكتوب له هذه الرسَالة – إشارة عجيبة، لا يعرفها إلا متمكن متحقق جدًّا في قوله – تعالى –: ﴿وَمَا كَانَ لِبَشَرٍ أَنْ يُكَلِّمَهُ اللهُ إِلَّا وَحْيًا أَوْ مِنْ وَرَاءِ حِجَابٍ أَوْ يُرْسِلَ رَسُولًا﴾ (الشورى: ٥١) فقال – رضي الله عنه –: سِرُّ هذه الآية في قولِه: «البشر» ولا يكون بشرًا إلا مَن غلبتْ عَليْه البشريّة. وفِي الآية عندي تفصيل عجيب، وفي نساء يوسف – عليه السلام – مَا يؤيد إشارته: ﴿مَا هَذَا بَشَرًا إِنْ هَذَا إِلَّا مَلَكٌ كَرِيمٌ﴾ (يوسف: ٣١)، وعندنا من الدلائل عَليْه مَا لا يُحْصى. فهذا من بعض وجوه القرآن الذي نبّه عَليْها[4] أبو الدرداء [رضي الله عنه].

ومنها أن يردّك إلى الحق، ويصرفك عن الخلق فِي معَاشك، ومَا ضمِن لك، وغير ذلك مما يُحْذَر ويُرْجَى[5]؛ فإنّ القرآن يُحرّضك على هذا. وَكذا فعل أبو الدرداء بآيةٍ قرأها، قال: «فأردت أن أجمع بين العبَادة والتجارة فلم يجتمعَا، فأخذت فِي

[1] ج، ش: كيف.

٢ س، ش، هو: فضله.

٣ س: الموكل.

٤ ش: عليه.

٥ س: تحذر وترجو.

Marfat.com

تھیں (تو یہ کل کا بچہ (یعنی ابن العربی) سماع میں خامیاں نکالتا پھر رہا ہے۔) جب میں نے اس کا یہ رویہ دیکھا تو مجھے سمجھ نہیں آ رہا تھا کہ میں کس بات پر پہلے حیران ہوں، اس کی جہالت پر کہ وہ حق کی پہچان آدمیوں سے کر رہا ہے جبکہ آدمیوں کی پہچان حق سے کی جاتی ہے، یہ نہیں کہ حق لوگوں سے پہچانا جائے، یہ تو جہالت کی انتہا اور نری تقلید ہے۔ علم میں جس کسی کی ایسی حالت ہو تو اُس سے کیا فلاح کی امید کی جا سکتی ہے؟ یا یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ کوئی دوسرا اس سے کچھ سیکھے؟ یا پھر میں اس بات پر حیرت کروں کہ جو کچھ میں نے سماع کے بارے میں کہا اسے وہ سمجھا ہی نہیں، میں نے اسے حرام تو نہیں کہا، جس قدر شریعت نے اجازت دی ہے اتنا میں بھی شعر یا گنگنانے کو مباح قرار دیتا ہوں، ہم نے تو صرف مقامات میں اس کے فرق کو واضح کیا ہے کہ اس کی انتہا کیا ہے؟ یا اس میں اور دیگر چیزوں میں کیا فرق ہے؟ ویسے ہی جیسے کہ ہم توکل کرنے والے اور اُس کے زاہد کے درمیان فرق کرتے ہیں جو توکل کے مطلب کی معرفت پر بھروسا کرتا ہے یا زُہد اور اس کے مقام (کا فرق کرتے ہیں) کیونکہ کسی بھی صفت سے متصف (شخص) کی پرواز اتنی ہی ہوتی ہے جتنا (بلند) اس صفت کا مقام ہوتا ہے اور اس کی شناخت اسی (صفت) سے ہوتی ہے۔

میں نے ابو محمد عبد العزیز رضی اللہ عنہ - جن کو یہ خط لکھا گیا - سے اللہ تعالیٰ کے اس قول: ﴿کسی بشر کے لیے یہ روا نہیں کہ اللہ اس سے کلام کرے مگر وحی سے یا پردے کے پیچھے سے یا پھر رسول بھیج کر﴾ (الشوریٰ: ۵۱) کے بارے میں اچھوتا اشارہ سنا جسے کوئی متمکن یا متحقق ہی جان سکتا ہے۔ آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اِس آیت کا راز اللہ تعالیٰ کے قول "بشر" میں ہے اور بشر وہ ہوتا ہے جس پر بشریت غالب ہو۔ مجھے اس آیت کی عجیب و غریب تفصیل معلوم ہے،[۲۳] حضرت یوسف علیہ السلام کے بارے میں ان عورتوں کے اس قول سے بھی آپ کی اس بات کی تائید ہوتی ہے، ان کا کہنا تھا: ﴿یہ (یعنی حضرت یوسف) بشر نہیں، بلکہ یہ تو کوئی سخی فرشتہ ہے﴾ (یوسف: ۳۱) ہمارے پاس اس بارے میں اتنے دلائل ہیں کہ ان کا شمار نہیں۔ یہ قرآن کے چند وہ گوشے ہیں جس کی جانب حضرت ابو درداء رضی اللہ عنہ نے توجہ دلائی۔

اور ان (رخوں) میں سے یہ بھی ہے کہ یہ (قرآن) تجھے تیری معاش - تیری قسمت یا جن چیزوں کی طلب رکھنی چاہیے یا جن سے پرہیز کرنا چاہیے - میں تیری توجہ مخلوق سے توڑ کر

Marfat.com

العبَادة وتركت التجارة» يؤيده قول الله لموسى [عليه السلام]: «أُطْلُبْ مني كلّ شيء حَتّى المِلح تلقيه فِي عجينِك» وَهذا المقام هو الذي أخذ سَالم مِن النّبي – عليْه السّلام – وقد تقدم ذكره،[١] هذا بعض مَا في كلامِهِ.

قالت النفس: قلتَ الحق، وفِي هذا لي غنية إن كنتُ عاقلة؛ فالويل لمن[٢] يعلم ولا يعمل – سبْع مرّاتٍ– وقد بقي [أي من كلام أبي الدرداء] لي الكلمتان: «مقتُ الناس في جنب الله، ومقته لنفسه» ومقت الناس مشكِل.

فقلت لها: يا نفسي، ليسَ الأمرُ كما ظننتِ، أرعيني سَمْعَك.[٣] أمّا قوله: «وَلَا تفْقَه كُلّ الفقه حَتّى تمقت الناس في جنب الله» فاعلم [= فاعلمي] أنّ للإنسان حالين: لا يخلو إمّا أن يغلبَ عَليْه ربّه، أو نفسه. فإن غلبَ عليه ربّه لم يعرف الناس، ولا مَا هم عَليْه، وأدّاه ذلك إلى تركهم في جنب ما حصَل في نفسه من الأنس بالله، فـ«تمقت» هُنا بمَعنى تترك؛ فإنّ مَن مقت[٤] شيئًا تَركَه، فكنى بالأصْل عن الفرع.

وأمّا إن غلبت عَليْه نفسه، فالمقت هُنا عَلى بابه. وصورة مقته للنّاس أنّ الغالبَ عَلى النّاس المخالفة والبَطالة؛ فلا يزال يمقت منهم تلك الأفعال، وَيُنبّههم[٥] عَليها، ويقرَع أسمَاعهم بها، وينصَحُهُم فِي دين الله وجنبه؛ فيثقل ذلك عَليْهم،[٦] ويستخفّونه، ويبرّدونه[٧]، ويجتنبُونه،[١] ويسدّون[٢] الأبواب[٣] في وجهه، حتى يتركوه

---

١ هو: – ذكره.

٢ هو: + لم.

٣ س: – ومقته لنفسه، ومقت الناس مشكل. فقلت لها: يا نفسي ليسَ الأمرُ كما ظننتِ، ارعيني سَمْعَك.

٤ س: ندر.

٥ س: وينهيهم.

٦ هو: تلك الأفعال وينصحهم في دين الله ويقرع أسماعهم فيثقل عليهم ذلك.

٧ ج، ش، هو: ويستخفوه، ويبردوه. س: ويستخفوه ويردوه.

Marfat.com

حق سے جوڑتا ہے، بے شک قرآن تجھے اس سب پر اکساتا ہے۔ حضرت ابو درداء رضی اللہ عنہ نے بھی ایک آیت کو پڑھنے کے بعد یہی کیا، فرماتے ہیں: میں نے چاہا کہ بندگی اور تجارت کو جمع کروں مگر یہ دونوں اکٹھے نہ ہو سکے لہذا میں نے عبادت کو اپنالیا اور تجارت کو چھوڑ دیا۔ [۲۴] اللہ تعالیٰ کا موسیٰ علیہ السلام سے یہ قول بھی اس بات کی تائید کرتا ہے: "(اے موسیٰ!) مجھ سے ہر چیز مانگ حتیٰ کہ وہ نمک تک جو تو اپنے آٹے میں ڈالتا ہے۔" یہی وہ مقام ہے جو حضرت سالم رضی اللہ عنہ نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے اخذ کیا، جس کا ذکر پہلے ہو چکا ہے۔ یہ آپ رضی اللہ عنہ کے کلام کے چند پہلو تھے۔

نفس بولا: تو نے سچ کہا اور اگر میں عقل رکھنے والا ہوں تو میرے لیے اتنا ہی کافی ہے، ہلاکت ہے اُس پر - سات مرتبہ - جو جانتا تو ہے پر عمل نہیں کرتا۔ اب میرے لیے حضرت ابودرداء رضی اللہ عنہ کے کلام میں سے صرف دو باتیں ہی باقی بچیں: ۱- اللہ کی خاطر لوگوں کو ناپسند کرنا۔ ۲- اور اپنے نفس کو ناپسند کرنا۔ لوگوں کو ناپسندیدگی کی نظر سے دیکھنے میں ابہام ہے۔

میں نے کہا: اے نفس! یہ بات ایسے نہیں جیسے تو سوچ رہا ہے، اب کان لگا کر سُن (میں تجھے بتاتا ہوں) جہاں تک آپ کا یہ کہنا ہے کہ "تو مکمل سمجھ اُس وقت تک حاصل نہیں کر سکتا جب تک کہ تو اللہ کی خاطر لوگوں کو ناپسند نہ کرے۔" جان لے کہ انسان کی صرف دو ہی حالتیں ہوتی ہیں یا تو اس پر اُس کے رب کا غلبہ ہوتا ہے یا اُس کے نفس کا۔ اگر اُس کے رب کا غلبہ ہو تو اُسے لوگوں کی خبر نہیں ہوتی کہ وہ کیا کر رہے ہیں، اور ایسی حالت پر وہ انہیں انہی کے حوالے کر دیتا ہے اور خود کو حاصل انس باللہ میں مشغول رہتا ہے، لہذا یہاں (عربی لفظ) "تمقت" کا مطلب چھوڑ دینا ہے کیونکہ جو کوئی کسی چیز کو ناپسند کرتا ہے اُسے چھوڑ دیتا ہے، لہذا آپؓ نے فرع سے اصل کی طرف اشارہ کیا۔

یا پھر دوسری صورت میں اُس پر اس کے نفس کا غلبہ ہوتا ہے پس اس جگہ ناپسندیدگی اس کے اپنے دروازے پر ہے۔ اس کا لوگوں کو ناپسندیدگی کی نگاہ سے دیکھنا اس طرح ہے کہ عمومی طور پر لوگ سستی اور برائیوں میں ہی پڑے رہتے ہیں لہذا وہ ان کے برے اعمال کو ناپسندیدگی کی نگاہ سے دیکھتا اور ان کی سماعتوں کو جھنجھوڑتا رہتا ہے، انہیں اللہ کے دین اور اس کے حقوق کے بارے میں نصیحت کرتا رہتا ہے لیکن ان پر یہ سب سننا بھی گراں گزرتا ہے، پھر

Marfat.com

فردًا وحيدًا؛ لا صديق له ولا معَاشر، كما قال - عَليْه السّلام -: «مَا ترك الحق لعُمر من صَديق».

فإذا صَار الناس أعداءه[٤] لا يكلمونه؛ رجع[٥] بالضرورة إلى نفسه فِي نفسه،[٦] وتفرّغ إليهَا في جنب ربّه؛ يمقتها بأنواع من[٧] التوبيخ: من قلة الصّدق فِي العَمل، وعَدم الإخلاص، ودخول[٨] العِلل في المخاطبات والخواطر والنصيحة وَالإشارات؛ فصَار مقته لنفسه أشدّ من مقته للناس، ولا يقدر ينفصِل عن نفسهِ، ولا تنفصِل منه مثل الناس؛ فينفتح له فِي ذلك من الفقه الإلهي والعلم اللّدني، ما لا يعرفه إلا مَن شاهده.

وحسبك يا نفسي، وَقد أطلتِ عَليَّ سؤالكِ، فاقنعي بهذا القدر؛ فإنّ هذه المسألة أعظم وأقوى من أن أبسُط شرْحَها فِي مجلدات.[٩] فقالت: قنعت وبالله استعنت. فهاتِ غيره، فقد والله عرفتُ وتحققتُ أنّي لا شيء، ولا أصْلح لشيء، وأنّي فِي وجودي وفِي عيني كمَا كنتُ قبل وجودي ﴿وَقَدْ خَلَقْتُكَ مِنْ قَبْلُ وَلَمْ تَكُ شَيْئًا﴾ (مريم: ٩) و ﴿هَلْ أَتَىٰ عَلَى الْإِنْسَانِ حِينٌ مِنَ الدَّهْرِ لَمْ يَكُنْ شَيْئًا مَذْكُورًا﴾

---

١ هو: - ويجتنبونه. س: ويجتنبوه.
[٢] ج، ش، هو: ويسدوا.
٣ هو: الباب.
٤ هو: أعداء.
٥ س: فيرجع.
٦ هو: - في نفسه.
٧ هو: - من.
٨ هو: حصول.
[٩] س: المجلدات.

Marfat.com

لوگ اس کی بات کو اہمیت نہیں دیتے اور اسے حقیر سمجھتے ہیں، اس سے راہ فرار اختیار کر کے اس پر تمام دروازے بند کر دیتے ہیں حتیٰ کہ اسے تن تنہا کر کے ترک تعلق کر لیتے ہیں کہ اب نہ تو اس کا کوئی دوست ہوتا ہے اور نہ کوئی ساتھی، جیسے کہ آپ ﷺ نے فرمایا: ”حق گوئی نے عمر کا کوئی دوست نہیں چھوڑا۔“

جب لوگ اُس کے دشمن ہو جاتے ہیں تو اُس سے بات چیت ترک کر دیتے ہیں، ایسی حالت میں وہ شخص خود میں ہی مشغول ہو جاتا ہے اور کمی کوتاہی کے باعث اپنے نفس کو ڈانٹتا رہتا ہے مثلاً: تیرے عمل میں صدق کی کمی ہے، اخلاص تو سرے سے ہی نہیں، اور مخاطبات، خواطر، نصیحت اور اشارات میں یہ یہ خامیاں ہیں۔ لہذا یہ شخص اپنے نفس کو لوگوں سے بھی زیادہ ناپسندیدہ رکھتا ہے جس سے وہ الگ بھی نہیں ہو سکتا اور نہ ہی یہ نفس ان لوگوں کی طرح اس سے جدا ہو سکتا ہے، ایسی حالت میں اس پر خدائی سمجھ اور علم لدنی کے وہ (اسرار) کُھلتے ہیں جنہیں صرف صاحبِ مشاہدہ ہی جانتا ہے۔

اے نفس تیرے لیے اتنا ہی کافی ہے، تو نے اپنے سوال سے بات لمبی کر دی اب اسی قدر (جواب) پر قناعت کر کیونکہ یہ مسئلہ تو اس سے بھی بڑا اور زور آور ہے کہ میں کئی جلدوں میں اس کو مکمل بیان کر سکوں۔ نفس بولا: میں نے قناعت کی اور اللہ سے مدد طلب کی لہذا اب کوئی اور بات کر۔ اللہ کی قسم میں نے یہ جان لیا اور مان لیا کہ میں کچھ بھی نہیں اور نہ کسی قابل ہوں، اور میں اپنے وجود اور عین میں اب بھی ویسا ہی ہوں جیسے کہ میں اس وجود سے پہلے تھا ﴿اور میں نے پہلے بھی تیری تخلیق کی جبکہ تو کچھ بھی نہ تھا﴾ (مریم: ۹) ﴿اور کیا انسان پر زمانے میں ایسا وقت بھی آیا ہے جبکہ وہ کوئی قابل ذکر چیز نہ تھا﴾ (انسان: ۱) حقیقت میں انسان اب بھی ویسا ہی ہے اور ہمیشہ ویسا رہے گا۔

(الإنسان: ١) وفي الحقيقة، ولم[1] يزل كذلك ولا يزال.[2]

(شهادة عثمان بن مظعون رضي الله عنه)

قلتُ لها: نعم؛ هذا عثمان بن مظعون، صَاحب رسُول الله - صَلّى الله عَليه وسلّم - الذي[3] أوْذِي في الله فرضي،[4] وتعَّرض لذلك لـمّا مَات. دخَل عَليْه رسول الله - صَلّى الله عَليه وسَلّم - حين مات، فانكبّ عَليه، فرفع رأسه، ثم حَنى[5] الثّانيّة، ثم رفع رأسه، ثم حنى الثالثة، ثمّ رفع رأسه[6] وله شَهِيق، فعرفوا أنّه يَبْكي، فبكى القوم، فقال: «اِذْهَبْ عنها، أبا السّائب؛ فقد خرجتَ منها ولم تَلبَّس منها بشيء». روينا هذا من حديث أبي حامد بن جبلة قال: حدثنا محمد بن اسحاق، حدثنا سفيان بن وكيع، حدثنا ابن وهب، عن عمرو بن الحارث[7] أنَّ أبا النَّضر حدَّثَه عن زياد عن ابن عبّاس. ورويناه أيضًا من حديث أبي بكر بن مَالك، حدثنا عبد الله بن أحمد بن حنبل، عن أبيه، حدثنا سيّار بن حاتم، حدثنا جعفر يعني ابن سُليمان، حدثنا أيوب، عن عبد ربه بن سعيد المدائني[8] أنَّ رسول الله - صلّى الله عليه وسلّم - دخل على عثمان بن مظعون - وهو فِي الموت - فأكبَّ عَليه يُقبّلُه، فقال: «رحمك الله يا عثمان، مَا أصَبتَ من الدنيا وَلا أصَابتْ منك».

ناشدتكِ الله يا نفسي؛ فنِعْمَتِ النفس؛ عَهدتك في الإنصَاف من نفسك،

[1] هو: لم.

٢ ج (في الحاشية): بلغ مقابلةً وسماعًا للأخوين مريدَي إمامهما منشيها.

٣ هو: - الذي.

٤ هو: + به.

٥ ش: انحنى.

٦ هو: - ثم حنى الثالثة، ثمّ رفع رأسه.

٧ ج، س: الحرث (رسمها هكذا).

٨ هو: - السند الكامل.

Marfat.com

حضرت عثمان بن مظعون رضی اللہ عنہ کی گواہی

میں نے اس سے کہا: صحابی رسول عثمان بن مظعون رضی اللہ عنہ کا حال سن کہ آپؓ کو راہِ خدا میں اذیت کا سامنا کرنا پڑا مگر آپ راضی برضا رہے اور اسی حالت میں آپ کی وفات ہوئی۔ جب آپؓ کی وفات ہوئی تو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم آپؓ کے پاس تشریف لائے، آپ کے اوپر جھکے پھر اپنا سر (مبارک) اٹھایا، پھر جھکے پھر سر اٹھایا، پھر تیسری دفعہ جھکے پھر سر اٹھایا، آپؐ سسکیاں لے رہے تھے لہذا لوگ جان گئے کہ آپؐ رو رہے ہیں، (یہ دیکھ کر) لوگ بھی رونے لگے پھر آپؐ نے فرمایا: ”ابو سائب! اس سے دور ہو جا، تو اِس (دنیا) میں رہ کر بھی ایسا پاک صاف گیا ہے کہ جیسے اس نے تجھے چھوا تک نہ ہو۔“[۲۵] ہم نے یہ حدیث ابو حامد بن جبلہ سے روایت کی، فرماتے ہیں: ہمیں محمد بن اسحاق نے بتایا، ہمیں سفیان بن وکیع نے بتایا، ہمیں ابن وہب نے بتایا، انہوں نے عمرو بن الحارث سے سنا کہ ابو النضر نے انہیں زیاد سے اور انہوں نے ابن عباس سے بتایا۔ اور اسی طرح ہم نے ابو بکر بن مالک سے روایت کی، جنہیں عبد اللہ بن احمد بن حنبل نے اپنے والد صاحب سے روایت کیا، انہیں سیار بن حاتم نے بتایا، اور انہیں جعفر یعنی ابن سلیمان نے بتایا، انہیں ایوب نے عبد ربہ بن سعید المدائنی سے روایت کی کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم حضرت عثمان بن مظعون رضی اللہ عنہ کی وفات کے وقت آپ کے پاس تشریف لائے، اور جھک کر آپؓ کو بوسہ دیا پھر فرمایا: ”اے عثمان! اللہ تجھ پر رحم کرے، نہ تو نے دنیا سے کچھ لیا اور نہ دنیا نے تجھ سے کچھ لیا۔“

اے نفس میں تجھے اللہ کا واسطہ دے کر پوچھتا ہوں – تو بہت بہترین نفس ہے اور میں یہ چاہتا ہوں کہ تو خود سے انصاف کرے – چل مجھے یہ بتا اگر تو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں

Marfat.com

خبّريني؛ لوْ كنتِ في زمان النبيّ - عَليْه السّلام - على هذا[١] الحال، الذي[٢] أنتِ عَليْه[٣] اليَوم وتموتين: هَل كان رسُول الله - صلّى الله عليه وسَلّم - يَفعَلُ بك مثل هذا؟ قالت: أما لو جَاز أني على مَا أنا فيه[٤] وعَليه، لخفتُ والله أن يقول لأصحابه: صلّوا على صَاحبكُم. بَل أعتقد والله فِي شأني أني أقرب إلى قوله - تعالى -: ﴿وَلَا تُصَلِّ عَلَىٰٓ أَحَدٍ مِّنْهُم مَّاتَ أَبَدًا وَلَا تَقُمْ عَلَىٰ قَبْرِهِۦٓ﴾ (التوبة: ٨٤) مني[٥] إلى قوله - تعالى -: ﴿وَصَلِّ عَلَيْهِمْ إِنَّ صَلَوٰتَكَ سَكَنٌ لَّهُمْ﴾ (التوبة: ١٠٣) هيهات! كيف أن[٦] يكبّ علي أو يُقَبِّلُنِي، بل كان يبكي عليَّ شفقةً لي؛ لما يراه من سوء حَالي، وشرّ ما انقلبت إليه.

فياليته يؤذن له - صلّى الله عليه - في الصَّلاةِ عليَّ، غير أنَّ قوله - صلّى الله عليه وسَلّم - له[٧] في معرض الثّناء عَليْه: «ما أصبتَ من الدنيا ولا أصَابت منك»، أخاف أن يكني عن حُبِّه إياها أنه مَا سعى لهَا، ولا أصَابت[٨] من قلبه تشوّقًا إليها،[٩] وَلكنّها أتته من غير سَعْيٍ لها،[١٠] فقبِلها وتصرَّف فيها؛ فلبس منها الرِّقاق، وأكل

---

١ ج، ش، س، هو: هذه.

٢ ش، س: التي.

٣ ش، س: عليها.

٤ هو: - فيه.

٥ ش: - مني. س: منه.

٦ س: - أن.

٧ س، هو: - له.

٨ ش: - ولا أصابت.

٩ هو: - إليها.

١٠ هو: - لها.

Marfat.com

ایسی حالت پر ہوتا جس پر تو آج ہے اور تیری وفات ہو جاتی تو کیا رسول اکرم ﷺ تیرے ساتھ بھی ایسا ہی کرتے ؟ نفس بولا: جس حالت پر میں آج ہوں میں ڈرتا ہوں کہ اس کا صلہ تو یہی ہوتا کہ آپ ﷺ اپنے اصحاب کو کہہ دیتے کہ تم اس (شخص) کی نماز جنازہ پڑھ لو (یعنی خود شریک نہ ہوتے) بلکہ میرا تو یہ خیال ہے کہ جس طرح کے میرے حالات ہیں میں تو اللہ کے اس قول: ﴿ان میں سے جب کسی کی وفات ہو جائے تو نہ ان کی نماز جنازہ پڑھا کرو اور نہ ہی ان کی قبر پر کھڑا ہوا کرو﴾ (التوبہ: ۸۴) کا زیادہ حقدار ہوں بنسبت اس قول کے: ﴿اور اِن کے لیے دعا کیا کرو بے شک آپؐ کی دعا ان کے لیے سکون کا موجب ہے۔﴾ (التوبہ: ۱۰۳) صد افسوس! آپؐ کیسے مجھ پر جھکتے یا مجھے بوسہ دیتے بلکہ آپؐ میری بدحالیوں اور میرے کرتوتوں کو دیکھ کر مجھ پر ترس کھاتے ہوئے رو رہے ہوتے۔

کاش! آپؐ کو میری نماز جنازہ کے لیے ہی بلاوا بھیجا جاتا۔ آپ ﷺ کا حضرت عثمان بن مظعون رضی اللہ عنہ کے لیے یہ کہنا ان کی تعریف ہی تو ہے کہ "نہ تو نے دنیا سے کچھ لیا اور نہ دنیا نے تجھ سے کچھ لیا۔" میرے خیال میں آپؐ کے اس قول میں یہی اشارہ ہے کہ آپؐ نے دنیا طلبی کے لیے کوئی کوشش نہ کی اور نہ ہی یہ آپ کے دل میں سمائی بلکہ یہ (دنیا) خود ہی بغیر کوشش کے آپ کے پاس چلی آئی تو آپ نے اسے استعمال کیا اور اس پر اختیار چلایا، قیمتی لباس بھی زیب تن کیا، اچھا کھانا بھی کھایا اور اچھی رہائش بھی رکھی لیکن آپ کے دل میں ان سب چیزوں کی قدر نہ تھی اور قدرت الٰہی میں ایسا ہونا کوئی اچنبھے کی بات نہیں۔

الرُّقاق،[1] وعلا مسكنه مع فراغ القلب من ذلك، وهذا فِي القدرة جَائز.

[وقالت النفس:] وقد رأيتُ في زماني هذا قومًا مِن أهْل التمكين والتحقيق والمعَارف قد فعلوا ذلك: أكلوا الشهيَّ من الطعَام الغالي ثمنه، وشربوا اللذيذ من الشراب، ولبسُوا الرقيق،[2] الرفيع من الثياب، ورُبَّما شيّدوا البناء وأحكمُوه، ورفعوا سقوف بيوتهم إلى حيث لا يحتاجونه؛ وذلك عن أمرهم بذلك، أوْ عَن اسْتحسَانهم لذلك وسُكوتهم عَليْه، وَلمْ يَعْدِلوا بعْد المعرفة والتحصيل لمقام التمكين، إلى مَا كانوا عَليْه في بدَايتهم؛ من ترك الأسبَاب، وطرح الرِّقاع بعضها على بعضٍ؛ فأخاف أن يكونَ هذا كَذلك. وقد قيل عنه: «مَا أصَابت الدّنيا منك شيئًا ولا أصبتَ منها» من باب السَّعْي والكدِّ لها؛ فأوْضِحْ لي شأنه، وكيف كان حَاله؟ وهذِه الحالة التي رَجَعَ إليهَا العَارفون؛ هَل هي خيرٌ مما كانوا عَلَيْه؟ أوْ كانوا في حَالِ فقرهم وَتَقَشُّفهم أحسن وأثبت؟

فقلت لها: نعم، أمَّا حال عثمان بن مظعون هذا[3] – رضي الله عنه – وحَالة العَارفين الذين ذكرتهم من بسط الدنيا، فروينا من حديث عبْد الله بن أحمد بن إسحاق قال: حدثنا إبراهيم بن محمد بن الحسين، حدثنا أبو الربيع الرشديني، حدثنا ابن وهب، أخبرني يونس بن يزيد، عن ابن شهاب، أنَّ عثمان بن مظعون دخل يومًا المسجدَ، وعَليْه نَمِرة قد تَخَلَّلَتْ؛ فرَقَعها بقطعةٍ من فَرْوَةٍ؛ فرَقَّ رسول الله – صلّى الله عليه وسَلّم – ورقَّ أصحابه لِرقّته، فقال: «مَهْ؛ كيف أنتم يوم يغدو أحدكم في حُلَّة، ويَروح في أُخرى، وتُوضع بين يديه قصعة وترفع أُخرى، وسترتم البيوت كما تُسْتَرَ الكعبة» قالوا: وَدِدنا أنَّ ذلك قد كان يا رسول الله، فأصَبنا الرَّخاء

[1] ج، هو: الدّقاق.

[2] س: الدقيق.

[3] هو: – هذا.

Marfat.com

(نفس بولا) میں نے تو آج کے دور میں اہل تمکین و تحقیق معرفت والے لوگوں کو ایسا کرتے دیکھا ہے کہ وہ بھی لذیذ اور مہنگا کھانا کھاتے ہیں، بہترین مزے دار مشروبات پیتے ہیں، قیمتی اور نفیس کپڑے پہنتے ہیں، اور ہو سکتا ہے کہ انہوں نے عالی شان گھر بھی بنا رکھے ہوں جن میں ضرورت سے زیادہ آسائش کا خیال رکھا گیا ہو، ہو سکتا ہے کہ انہیں اسی بات کا حکم ہوا ہو یا انہیں یہی بہتر لگا ہو جس پر انہوں نے خاموشی اختیار کی۔ انہوں نے معرفت اور مقام تمکین کے حصول کے بعد اس (حال کی) طرف رجوع نہ کیا جس پر وہ اپنے معاملے کی ابتدا میں قائم تھے؛ جیسے کہ اسباب کا ترک کرنا، یا کپڑوں میں پیوند لگانا وغیرہ۔ میرے خیال میں آپ (یعنی حضرت عثمان بن مظعون رضی اللہ عنہ) کا حال بھی ایسا ہی تھا، اور آپ کے بارے میں جو یہ کہا گیا ہے کہ "نہ آپ نے دنیا سے کچھ لیا اور نہ دنیا نے آپ سے کچھ لیا" تو یہ آپ کا (اس دنیا کی) طلب میں کوشش نہ کرنا ہی تھا۔ اب تُو مجھے وضاحت سے آپ کے حال اور معاملے کے بارے میں بتا۔ اور عارفین میں سے جن لوگوں نے یہ دوسری حالت اختیار کی کیا یہ ان کی اُس پہلی حالت سے بہتر ہے؟ یا پھر وہ اپنی غربت اور کسمپرسی میں ہی بہتر حال اور ثابت قدم تھے؟

میں نے اسے کہا: جہاں تک عثمان بن مظعون رضی اللہ عنہ کا حال ہے یا اُن عارفین کا تعلق ہے جن کی آسودگی کا تو نے ذکر کیا تو روایت یوں ہے کہ ایک دن عثمان بن مظعون رضی اللہ عنہ مسجد میں آئے، آپؓ نے دھاری دار چادر زیب تن کر رکھی تھی جو (کئی جگہ سے) ادھڑ چکی تھی اور آپ نے اسے جانور کی بال دار کھال سے پیوند لگایا ہوا تھا، (یہ دیکھ کر) آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا دل پسیج گیا اور آپ کو دیکھ کر صحابہ کرام بھی پسیج گئے، آپؐ نے فرمایا: "اس روز تمہارا کیا حال ہو گا کہ صبح کو اور لباس ہو گا اور شام میں اور لباس ہو گا، تمہارے سامنے ایک پیالہ رکھا جائے گا اور دوسرا اٹھایا جائے گا، اور تم گھروں میں اس طرح پردے لٹکاؤ گے جیسے خانہ کعبہ پر غلاف چڑھایا جاتا ہے۔"
وہ بولے: یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! ہم تو چاہتے ہیں کہ ایسا ہو جائے، ہمیں بھی آسودگی اور آسانی میسر ہو، آپؐ نے فرمایا: "ایسا تو ہونا ہی ہے لیکن تم لوگ آج اُن لوگوں سے بہتر ہو۔"[۲۶]

Marfat.com

والعيش. قال: «فإنَّ ذلك كائن، وأنتم اليوم خيرٌ من أولئك».

فَهذا الحديث يَا نفسي، قد أنبأ عن الفريقين اللذين سألتني عنهما. هذا حال عثمان عَلى ظاهره؛ فقير من الدنيا، وهذا حَال من توَسَّع فِي الدنيا من العَارفين. قد جَعَل الله حالة الضيق والشدة خيرًا للإنسانِ من الرخاء والسَّعَة، وكأني - والله أعلم - يَا نفسي بِكِ[١] تقولين: أرى[٢] أهْل هذا المجلس، وَهُم الصّحابة الأخيار، وَهم العارفون بالله المتحققون بحقائق الوجود، لمّا ذكَّرهم النبي - عليه السلام - سورة الترفّه والنعيم، اهتزُّوا وسَألوا: متى ذلك؟ وفرحوا بهذا القدر؛ فكذلك أنا أيضًا أرضى بهذه المنزلة، وكذلك العَارفون الذين وَسَّعوا على أنفسِهم دنياهم.

فقلت لهَا: مَا أعماكِ عن نور مشكاة النبوّة المزدانة[٣] السَّاطعة أنوارها! ألا تنظرين إلى كلامهَا هَذا[٤] لتعلم [= لتعلمين] أنَّ النعيم لا يَحجب عن الله، وَلا الشقاء والبؤس، لا يَحجب عن الله إذا كان الحق غالبًا عَلى قلب العبد. فإنه لا نعيم أشدّ ولا[٥] أعظم من نعيم النبيين والأولياء في الجنة؛ في ملابسهم، ومأكلهم، ومشاربهم، ومناكحهم، ومَراكبهم، ومفاكهتهم.

وَلا يحجبهم ذلك عن الله البتة لِسرِّين كبيرين: فأنا مُسلِّم أن ذلك لا يحجب عن الله، ولكن قال الرسول - عَليْه السّلام - لتلك الجماعة حين قالوا: «وَدِدنا أنّ ذلك قد كان يا رسول الله، فأصَبنا الرّخاء والعيش، لتحققهم بالله - تعالى - وعلمهم أنّ الأحوَال لا تحجب عن الله - تعالى -، فقال لهم النبي - عَليْه السّلام -

---

١ هو: - بك.

٢ ش: - أرى.

٣ هو: - المزدانة.

٤ هو: - هذا.

٥ ش، هو: - لا.

Marfat.com

اے میرے نفس! یہ حدیث ہمیں اُن دونوں گروہوں کا بتا رہی ہے جن کا تو نے مجھ سے پوچھا۔ یہ عثمان بن مظعون رضی اللہ عنہ کا ظاہراً حال ہے یعنی دنیا میں ایک فقیر تھے، اور یہ ہے اُن عارفین کا حال جنہیں دنیا میں آسودگی نصیب ہوئی۔ بے شک اللہ تعالی نے انسان کے لیے شدت اور تنگی کی حالت کو آسودگی اور آسائش سے بہتر بنایا ہے۔ اور اے میرے نفس! - واللہ اعلم - شاید تو یہ کہنا چاہتا ہے: میں اس (پاک) محفل کی پاک ہستیوں یعنی اصحاب پاک رضی اللہ عنہم کو دیکھ رہا ہوں جو خدا شناس بھی ہیں اور حقائق وجود سے متحقق بھی ہیں، جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے سامنے آسودگی اور آسائش کا ذکر کیا تو ان کا دل خوشی سے باغ باغ ہو گیا، پوچھنے لگے: ایسا کب ہو گا؟ یہ اسی پر خوش ہو گئے۔ اسی طرح میں بھی اس حالت سے خوش ہوتا ہوں، اور وہ عارفین بھی جنہوں نے اس دنیا کے آسائش و آرام کو استعمال کیا۔

پھر میں نے اِس سے کہا: تجھے نبوت کی اس لشکارے مارتی چمک سے کیا چیز اندھا کیے دیتی ہے؟ کیا تو اس کلام پر غور نہیں کر رہا کہ تجھے معلوم پڑتا کہ یہ آسائش و آرام اللہ سے حجاب کا باعث نہیں، اسی طرح بدبختی اور تنگ دستی بھی اس وقت تک اللہ سے حجاب کا باعث نہیں جب تک بندے کے دل پر حق کا غلبہ ہو۔ بیشک جنت میں انبیا اور اولیا کی نعمتوں سے بڑھ کر تو کوئی نعمت نہیں مثلاً وہاں پر ان کا پہننا، کھانا، پینا، جماع کرنا، سیر و تفریح کرنا وغیرہ۔

لیکن یہ سب (نعمتیں) بھی دو وجوہات کی بنا پر انہیں وہاں اللہ سے حجاب میں نہیں رکھ پائیں گی۔ میں اس بات کو مانتا ہوں کہ ایسا عمل حق سے حجاب میں نہیں رکھتا لیکن رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے جواب پر بھی تو غور کر جب انہوں نے کہا کہ "یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! ہم تو چاہتے ہیں کہ ایسا ہو جائے، ہمیں بھی آسودگی اور آسائش نصیب ہو، وہ حق سے متحقق تھے اور یہ بھی جانتے تھے کہ احوال حق سے حجاب میں نہیں رکھتے لیکن پھر بھی انہیں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے یہی جواب دیا: "ایسا تو ہونا ہی ہے" مطلب تمہیں دنیا کی آسائشیں حاصل ہونا وغیرہ، جیسے آپؐ نے قیصر و

Marfat.com

: «فإنَّ ذلك كائن» – يعني بسْطَ الدنيا عَليهم؛ مبشّرًا بفتح مُلك كِسْرَى وقيصر – ثمّ قَال لَهُمْ: «وأنتم اليْومَ خيرٌ مِن أولئك». فأشار بقوله: «وأنتم» لِعصمتهم من[١] الدنيا، وإن فُتِحَتْ فِي حيَاتهم، كأبي عُبيدة بن الجرَّاح وعمر وغيرهما. وَفي ذلك ترجيح الفقر وشظف العيش[٢] على النعيم. فثبت لهم هذا المقام، ونَبّههُم[٣] على نَقْصِ ذلك، وَنقصَ من اتصف به.

وإن أُبقيَتْ عَليْه مشاهَدتُهُ ومَعْرفتُهُ؛ فإنه نعيمٌ استعجله في غير موطنه، وترفُّهٌ استعمله في غير موضعه؛ فوضع الحكمة في غير محلّها، فعَادت معرفَتُهُ جهلًا[٤]، وكشفه حجابًا، وحقيقته خيالًا. ألم تر إلى الذي قال: «لَوْ كُشِفَ الغِطاء، ما ازدَدْتُ يقينًا» لعظيم الكَشْف،[٥] وهُو عليٌّ بن أبي طالب[٦] – رضي الله عنه –. وعُمَر بن الخطاب [رضي الله عنه] كيف اجتنب طيّب الطعَام، وفَهِم من كَلام الله – تعالى –: ﴿أَذْهَبْتُمْ طَيِّبَاتِكُمْ فِي حَيَاتِكُمُ الدُّنْيَا وَاسْتَمْتَعْتُمْ بِهَا﴾ (الأحقاف: ٢٠) أَنّه ينسحب على كُلّ إنسان مِن مؤمن وكَافر؟.

أترى[٧] يا نفسي؛ أو هذا العارف الذي وسّع عَليه دُنياه؛ تكونان أفقه في القرآن من عمر بن الخطاب؟ وهو الذي وافَق ربّه فِي الأحْكام، وقد شهد فيه الرسُول – عليْهِ السّلام – أنه ليس مِن الباطل في شيء. إخسئي يا نفسي، فإنك لا

---

١ هو: عن.

٢ هو: – وشظف العيش.

٣ س، ش: ونسبهم.

٤ هو: جهالة.

٥ ش: – لعظيم الكشف

٦ ج: مكتوب في الحاشية.

٧ س: أنتِ.

Marfat.com

کسریٰ پر فتح یابی کی بشارت بھی دی، لیکن پھر یہ بھی کہا: ''آج تم لوگ ان سے بہتر ہو۔'' آپ کا ''تم لوگ'' کہنا ان صحابہ کا دنیا کے دام میں نہ آنے کی طرف اشارہ تھا حالانکہ یہ فتوحات ان صحابہ کرام میں سے کچھ نے تو اپنی آنکھوں سے دیکھی جیسے کہ حضرت ابو عبیدہ بن جراح اور حضرت عمر رضی اللہ عنہما وغیرہ۔ (آپؐ کے اس قول میں) تنگ دستی اور فقر کو آسودہ حالی پر ترجیح دی گئی ہے، آپؐ نے ان صحابہ کو مقام (فقر) کا اہل تو کہا لیکن ساتھ ساتھ آسودہ حالی کی خرابی اور جو اس سے متصف ہو اس کی خرابی کا بھی بتایا۔

چاہے اس کا مشاہدہ اور معرفت برقرار رہے، کیونکہ اُس نے آسودہ حالی کی اس نعمت کو اس کے مناسب مقام سے پہلے حاصل کرنے میں جلدی کی، عیش و عشرت کا غلط جگہ استعمال کیا، ایسے شخص نے حکمت کو غلط جگہ رکھا لہٰذا اس کی معرفت جہل، اس کا کشف حجاب اور اس کی حقیقت وہم و گمان بن کر رہ گئی۔ کیا تو نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کے اِس قول پر غور نہیں کیا کہ ''اگر حجاب اٹھ جائے تب بھی میرے یقین میں کوئی اضافہ نہ ہو گا۔''[۲۷] حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے اللہ تعالیٰ کے اس قول کہ ﴿تم نے اپنی ساری لذتیں تو دنیاوی زندگی میں ہی حاصل کر لیں اور پھر اُن سے خوب مزے بھی کر لیے﴾ (الاحقاف: ۲۰) سے یہ جان لیا کہ یہ آیت ہر مومن اور کافر انسان کو اپنے اندر شامل کیے ہوئے ہے لہٰذا آپؓ نے لذیذ کھانا ترک کر دیا۔

اے نفس! تیرا کیا خیال ہے، تو یا وہ عارف، جس نے خود کو دنیاوی تن آسانیوں کے سپرد کر دیا، تم دونوں حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ سے زیادہ قرآن کو سمجھتے ہو، حالانکہ آپؓ کا مقام تو یہ ہے کہ شریعت کے بعض احکام میں آپ کی رائے حکم خداوندی سے ہم آہنگ تھی اور اس بات کی گواہی خود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے دی، فرمایا: ''عمر میں باطل کا کچھ اثر نہیں۔''[۲۸] دور ہو اے نفس! تو اپنے مرتبے سے بھاگ نہیں سکتا اور نہ وہ عارف جس نے خود پر (دنیا کشادہ کر لی)، اتباع

تعدين[١] قدرك؛ لا أنتِ ولا العارف الذي وسّع عَلَيْه. إذ ولا بُدّ من التأسِّي، فحالة النبيّ أولى؛ الذي عاش في البُؤس وَضنك العيش حتى رقَّ له عمر لمّا أثَّر شريط السَّرير فِي جنبِهِ - صلّى الله عليه وسلّم - فقال: تذكرتُ كسْرى وقيصر. فقال لهُ - عَلَيْه السّلام -: «أمَا ترضى أن تكونَ لهم الدّنيا ولنا الآخرة»؟

أين أنتِ يَا نفسي من قول سَلمان الفارسي على ما رويناه من حديث أبي أحمد، محمد بن أحْمد الغِطرِيفِي، ومحمد بن عاصم[٢] قالا: حدثنا أبو القاسم[٣] البغوي، حدثنا علي بن الجعد، حدثنا شعبة عن عمرو بن مرّة،[٤] قال: سمعت أبا البحتري يحدّث عن رجُل من بني عبس، قال: صحبتُ سلمَان، فذكر مَا فتح الله على المسْلمين مِن كنوز كسْرى، فقال: «إنّ الذي أعطَاكموه وفتحه عليكم وخوَّلكم لُمسِكٌ خزائنه ومحمد - صلّى الله عَلَيْه وَسَلّم - حيّ، ولقد كانوا يُصبحون وما عندهم دينار ولا درهم ولا مُدٌّ من طعَام؛ بم ذاك يَا أخا بني عبس»؟ ثم مررنا ببيادر تذرى فقال: «إنّ الذي أعطَاكموه وخوّلكم وفتحه لكم لمسِكٌ خزائنه ومحمد - صلّى الله عَلَيْه وَسَلّم - حيّ، لقد كانوا يُصبحون وما عندهم درهم ولا دينار ولا مُدٌّ من طعَام؛ بم ذاك يَا أخا بني عبس»؟[٥]

فانظري يَا نفسي؛ كلام هذا الصَّاحب وشرحِه لحالة النبيّ - عليه السلام -، وتقريعه وتقريره في قوْلِهِ: «بِمَ ذاك»، إنه لو كانت الدنيا تُنَال عَلى حَسْب المراتب عند الله مِن الرفعة لكانت كلّها لرسُول الله - صَلّى الله عَلَيْه وَسَلّم -؛ فلا أرفع

---

١ س، ش، هو: تعدو.

٢ ش: قاسم.

٣ رسم في جميع النسخ: أبو القسم.

٤ هو: - السند الكامل.

٥ هو: - "ثم مررنا ببيادر تذري .... بم ذاك يَا أخا بني عبس»؟"

Marfat.com

تو ضروری ہے لہذا حالتِ نبی ﷺ کی (اتباع) ہی سب سے بہتر ہے کہ جنہوں نے (ساری زندگی) تنگ دستی اور تکلیف میں کاٹی، حتیٰ کہ جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے آپؐ کے جسم مبارک پر چٹائی کے نشان دیکھے تو ان سے آپؐ کی یہ حالت دیکھی نہ گئی اور آپ نے قیصر و کسری (کی آسودہ حالیوں) کا تذکرہ کیا جس پر نبی کریم ﷺ نے فرمایا: (اے عمر!) "کیا تو اس بات سے خوش نہیں کہ ان کے لیے دنیا ہو اور ہمارے لیے آخرت"؟[۲۹]

اے نفس! تو سلمان فارسی رضی اللہ عنہ کے اس قول کے بارے میں کیا کہتا ہے، شعبہ بن عمرو بن مرہ فرماتے ہیں: میں نے ابا البختری کو بنی عبس کے ایک آدمی کے بارے میں کہتے سنا: وہ کہتا ہے ایک دن میں حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ کے ساتھ تھا کہ آپ کے سامنے قیصر و کسری کے خزانوں کی بات چھیڑی گئی جو کہ اللہ نے مسلمانوں کو نصیب کیے تھے، (یہ سن کر) آپ فرمانے لگے: "یہ جان لو! جس ذات نے یہ خزانے تمہیں دیئے، تم پر کھول دیئے اور تمہاری دسترس میں کیے وہی ذات ان خزانوں کو اُس وقت روکے ہوئے تھی جب آپؐ زندہ تھے، صبح ہوتی تھی اور آپؐ اور آپ کے اصحاب کے پاس نہ پیسہ ہوتا تھا اور نہ ہی کھانے کو کچھ ہوتا تھا۔ اے بنی عبس والے یہ کیا ماجرا ہے؟ پھر ہمارا اگزر دانے چھاننے والے مقام سے ہوا تو آپؓ نے فرمایا: "یہ جان لو! جس ذات نے یہ خزانے تمہیں دیئے، تم پر کھول دیئے اور تمہاری دسترس میں کیے وہی ذات ان خزانوں کو اُس وقت روکے ہوئے تھی جب آپؐ زندہ تھے، صبح ہوتی تھی اور آپؐ اور آپ کے اصحاب کے پاس نہ پیسہ ہوتا تھا اور نہ ہی کھانے کو کچھ ہوتا تھا۔ اے بنی عبس والے یہ کیا بات ہوئی؟[۳۰]

اے نفس! حضرت سلمان فارسی کے کلام پر غور کر کہ آپ نے نبی کریم ﷺ کی حالت کو کیسے بیان کیا، آپ کے اس قول (بما ذاک) میں چھپی جھڑکی اور وضاحت پر غور کر۔ اگر دنیا اللہ کے نزدیک رتبے کی بلندی کی مناسبت سے دی جاتی تو ساری کی ساری حضور اکرم ﷺ کو ملتی کیونکہ اللہ کے نزدیک آپؐ سے بڑھ کر بلند مرتبہ کوئی نہیں اور نہ ہی جنت میں آپؐ سے

Marfat.com

[منه] منزلة عند الله ولا أرفع[١] منه درجة،[٢] ولا نعيمًا في الجنة، وهذه حَالته فِي دنياه. وَلم يَرْض لقُرَّة عينه؛ بنته فاطمَة - رضي الله عنها -، وقد رأى أثر حَبْلِ القِربة في عنقها من حَمْل الماء، وأثر الرحَى مِن الطّحين في يديها، وجَاءه السَّبي فلم ير أن يعطيها[٣] خادمًا يحُول بينها[٤] وَبين ذلك الشقاء الذي نزل بها[٥]، وأعطاها[٦] بدل ذلك تسبيحًا وتحميدًا وتكبيرًا، وقال: «هُو خير لكِ».

أين أنتِ يا نفسي، ويا هذا العارف؟ فلا الحق رضيهَا لنبيّه، ولا النبيّ رضيها[٧] لابنته ووصيّه. وإذا لم تقْتَدِي بهذا النبيّ، ولا عرفت تنزيل الحق للموَاطن؛ فقد خرجتِ من حدّ المعرفة بالله، وحبّ حَالة رسول الله وأتباعه، ولا فائدة ولا تميز للعارف من غيره[٨] من العامة إلا باسْتصحَابه فِي حَالته[٩] حالةَ النبي - عليه السلام -. وأمّا العَامة فانهمكت فِي المباحَات، فبما تميّزتِ عنهم فِي ظاهرك كما تدعينه فِي باطنك؟

أَلَسْتِ تدرين[١٠] يا نفسي؛ ليْلةً عند أبي محمد عبد العزيز - المكتوب له هذه الرسَالة - ونحن على العشاء، فتكلمنا فِي حالة الدنيا إذا أقبلت على العَارف

---

١ هو: - أرفع.

٢ ش: أرفع درجة منه.

٣ ج، ش: يعطيهم.

٤ ج، ش: بينهما.

٥ ج ش: بهم.

٦ ج، ش: وأعطاهما. هو: وأعطاهم.

٧ س: - رضيها.

٨ هو: - من غيره.

٩ هو: - في حالته.

١٠ ج، ش، هو: تدري.

Marfat.com

بڑھ کر کسی کی نعمتیں ہوں گی، لیکن دنیا میں آپؐ کی یہ حالت تھی۔ آپؐ نے بھی -اپنی آنکھوں کی ٹھنڈک - اپنی بیٹی فاطمہ رضی اللہ عنہا کے لیے آسودہ حالی نہ چاہی، حالانکہ آپؐ اِن کی گردن پر پانی اٹھانے کی وجہ سے مشکیزے کی رسی کے نشان اور ہاتھوں پر چکی پیسنے کی وجہ سے بنے چھالے دیکھ چکے تھے۔ (اس وقت) آپؐ کے پاس غلام بھی موجود تھے لیکن اس وقت بھی آپؐ نے یہ بہتر نہ سمجھا کہ انہیں اس مشقت سے چھٹکارے کے لیے ایک خادم ہی دے دیا جائے، بلکہ اس کے بدلے آپؐ نے انہیں تسبیح (سبحان اللہ) تحمید (الحمدللہ) اور تکبیر (اللہ اکبر) کا ورد دیا اور کہا: یہ تمہارے لیے بہتر ہے۔

اے نفس! تو اور یہ عارف اب کدھر ہو؟ نہ تو حق تعالیٰ نے اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے اسے (یعنی دنیاوی عیش و عشرت) کو مناسب سمجھا اور نہ نبیؐ نے اپنی بیٹی اور اپنے وصی کے لیے ایسا چاہا۔ (اے نفس!) اگر تو نے اِس نبی کی پیروی نہ کی اور نہ ہی تجھے یہ معلوم ہو سکا کہ مختلف ٹھکانوں میں حق کہاں ہے تو ایسی صورت میں تو تُو معرفت باللہ کی حد اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ظاہری حالت (یعنی فقر و فاقہ کی زندگی) کو اچھا سمجھنے سے بھی گیا۔ کسی عارف کا عوام سے جدا ہونا اور بہتر ہونا صرف اسی صورت میں ہی تو ہے کہ اُس نے اپنی حالت میں حالتِ نبی اختیار کی ہے، جبکہ عام عوام تو مباحات میں ہی گم رہتے ہیں، پس ظاہری حالت میں ان (عوام) اور تجھ میں کیا فرق ہے؟ جیسا کہ تو باطن میں ان سے الگ ہونے کا دعوے دار ہے۔

اے نفس! یاد کر وہ رات جب ہم ابو محمد عبد العزیز- جن کو یہ خط لکھا گیا ہے -کے پاس کھانے کے لیے بیٹھے تھے اور ہمارا موضوعِ سخن یہ دنیا ہی تھی کہ اگر یہ عارف کو وافر مقدار میں

Marfat.com

وتَصرّف فيهَا مَع تعرّي قلبه عن التعلق، أنه قال - رضي الله عنه -: «والله مَا يستوي فراغُ عارف عنده درهمان وفراغُ عارف عنده درهم، وصَاحِبُ الدِّرهَم أفرَغ من صاحبِ الدّرهمين». هَذَا حُكم الشيخ أبي محمّد عبد العزيز في هذا الحال؛ فكيف لو دخَل مَعَكِ في باب المقام والأسرَار؛ لكان يرميهم خارجًا عن المعرفَةِ؛ فإنّ الحقائق ترميه، والموطن يمجّه.

جاء رجل إلى سيّدنا أبي مدين، فقال له[1]: يَا سيّدنا؛ إنّ الشيطان يؤذيني فعَسى أن تدفعه عني. فقال له الشيخ: قد شكى إليّ إبليس بك قبلك! قال: وما قال لك؟ قال، قال لي: لتعلم يا شيخ؛ أنّ الدنيا خلقهَا لي ربي، وجعَلها حِبَالتي وشَرَكي ومَلّكَنِيهَا. فجاء فلان فتعدّى عَليّ فيها، وأخذ لي منها. فعدوتُ[2] وراءهُ أطلبُ حَقّي منه. ووالله ما قصَدْتُ منهم إنسانًا وَلا طَلَبْتُ أحدًا، ولا بَرَحْتُ من مكاني، أحفظ علي بُستاني ومَالي؛ فمن أخذ لي منه شيئا[3] تَبِعتُهُ أطْلب حَقّي. وقد عرفت أنّ فلانًا يشكوني إلَيْك؛ فسبقته، وَقد أخبرتك بالقصّة، وأنا لا أترك منه حقّي، وأسلبُه فيمَا أقدر عَليْه مِن دينه، أو يَرُدُّ إليّ متَاعي كَمَا فعل الزُّهَاد والموفَّقون، ولهذا قال - تعالى -: ﴿إِنَّ عِبَادِي لَيْسَ لَكَ عَلَيْهِمْ سُلْطَانٌ﴾ (الحِجر: ٤٢) فما لِي عَليْهم حجّة ولا حَقٌّ؛ فإنّهم تركوا مَالِي، وهذا تعدَّى: ﴿فَمَنِ اعْتَدَىٰ عَلَيْكُمْ فَاعْتَدُوا عَلَيْهِ بِمِثْلِ مَا اعْتَدَىٰ عَلَيْكُمْ﴾ (البقرة:١٩٤)، مَن الظّالم؟ فقال الرجل: أنا.[4] فقال لَهُ الشيخ: رُد إليه دنياه يَرد إليك آخرتك.

---

١ هو: - له.

[2] هو: فغدت.

[3] ج، ش، هو: شيء.

٤ ش: - فقال الرجل: أنا.

Marfat.com

نصیب ہو اور وہ اس سے دلی رغبت نہ رکھتے ہوئے اس کو اپنے زیر استعمال لائے، تو انہوں نے یہی کہا تھانا؛ اللہ کی قسم، دو درہم والا اور ایک درہم والا عارف فراغتِ قلبی میں کبھی برابر نہیں ہو سکتے، ایک درہم والا (عارف) دو درہم والے سے زیادہ پر سکون ہو گا۔ شیخ ابو محمد عبد العزیز کا ایسی صورت میں یہی کہنا ہے، پس اگر وہ تیرے ساتھ مقام اور اسرار کے حوالے سے بات کرتے تو اِن سب کو معرفت سے عاری بتاتے کیونکہ حقائق انہیں قبول نہیں کرتے اور ٹھکانے ان کا رد کرتے ہیں۔

ہمارے آقا ابو مدین رحمۃ اللہ علیہ کے پاس ایک شخص آیا اور کہنے لگا: سرکار! مجھے شیطان بہت تنگ کرتا ہے، آپ اس سے میری جان چھڑا دیں۔ آپ نے کہا: تیرے آنے سے پہلے ابلیس مجھ سے تیری ہی شکایت لگانے آیا تھا! وہ بولا: وہ آپ سے کیا کہہ رہا تھا؟ آپ نے فرمایا وہ (ابلیس) کہتا ہے: یا شیخ! آپ تو جانتے ہیں کہ اس دنیا کو میرے رب نے میرے لیے پیدا کیا ہے، اِسے میرا دام اور میرا پھندا بنایا ہے اور مجھے اس کا مالک بنایا ہے۔ اب فلانا آدمی آیا، مجھے دھوکا دے کر میرا ہی مال لے اڑا، اب اگر میں اس کے پیچھے جاتا ہوں تو اپنا حق ہی مانگتا ہوں نا۔ اللہ کی قسم میں کبھی کسی کے پاس خود چل کر نہیں گیا اور نہ ہی کسی سے کبھی کچھ (بغیر حق کے مانگا) ہے بلکہ میں تو اپنی جگہ سے اٹھتا ہی نہیں، بس اپنے باغات اور مال و دولت کی حفاظت کرتا رہتا ہوں لیکن اگر کوئی اِس میں سے کچھ لے دوڑے تو پھر اپنے حق کے لیے اس کا پیچھا کرتا ہوں۔ مجھے یہ بھی پتا ہے کہ فلاں آپ سے میری شکایت کرنے آئے گا، تو میں اسی وجہ سے پہلے آگیا تاکہ آپ کو پوری بات بتا دوں، اور ہاں! میں اپنا حق چھوڑنے والا نہیں، اگر میرا بس چلا تو اس (مال و دولت) کے بدلے جس قدر ہو سکا اُس کا دین سلب کرلوں گا، یا پھر وہ خود ہی میرا مال و متاع لوٹا دے جیسا کہ زاہد اور توفیق یافتہ لوگ کرتے ہیں اِسی لیے تو اللہ فرماتا ہے: ﴿میرے (خاص) بندوں پر تیرا کوئی زور نہیں﴾ (الحجر: ۴۲) نہ میرا ان پر کوئی زور ہے اور نہ ہی کوئی حق، انہوں نے میرا مال چھوڑ دیا (تو میں نے اُن کو چھوڑ دیا) مگر اِس (شخص) نے مجھ پر ظلم کیا (اور اللہ تعالیٰ بھی یہی کہتا ہے کہ) ﴿اگر کوئی تم پر زیادتی کرے تو جیسی زیادتی وہ تم پر کرے ویسی ہی تم اس پر کرو﴾ (البقرۃ: ۱۹۴) پھر (شیخ ابو مدین نے اِس شخص سے پوچھا، اب تو بتا کہ) ظالم کون ہے؟ وہ شخص بولا، میں ہی

Marfat.com

هَل قنعتِ يَا نفسي؟ قالت: نعم. قلت لهَا: هَذا عَشرة شهُود كمَا شرطتُ لكِ، قد وفَّيْتُ بذكرهم من خير القرون، من صَحابة الرسُول - عَليْهِ السّلام -، ولم أجد لكِ قدمًا مَعَ أحَدِهم؛ فلِمَنْ[1] اتبعتِ، أو بمن تأسَّيْتِ؟

فقالت: اتَّبعْتُ هواي وتأسّيتُ بشيطان مُدَّعٍ فِي المعرفة، مُكِبٍّ على الدنيا مثلي؛ فأثمر لِي الدَّعوى، وعرَّاني من ملابس التقوَى. وأنا أتوب إلى الله الآن، وأتضَرَّعُ إليْه فِي الوَفاء وَالعَدل في الميزان. وكمَا وفَّيتَ أنت بشهودك العشرة، ومَنَنْتَ عليَّ بذلك؛ فقد وفَّيتُ لك أيضا بالإنصَاف والإقرار بالحقّ، وَلم نمارِ،[2] وَلا دافعت[3] الحق؛ بل كنت سَلِسَةَ القِيادِ، وذلك بتوفيق الله، وَعصَمني الله ممن قال فيهم: ﴿فلَمَّا جَاءَتْهُمْ آيَاتُنَا مُبْصِرَةً قَالُوا هَٰذَا سِحْرٌ مُبِينٌ وَجَحَدُوا بِهَا وَاسْتَيْقَنَتْهَا أَنْفُسُهُمْ ظُلْمًا وَعُلُوًّا﴾ (النَمل: ١٣- ١٤) ولو عَانَدتُ وجَحدَتُ لَما جنيتُ عَلى أحَدٍ[4] إلا علَى نفسي. رفعني الله وإياكَ من توحيده والعلم به - سبحانه - المراتبَ العَليَّة والمنازل القدسيَّة، حيْث لا درن ولا تدنيس، ولا جهل وَلا تلبيس.

(النمط الثاني وهو أخبار أويس القرني - رضي الله عنه -)

فاشرع في النمط الثاني، فَقد لقيتَ سَامعًا مطيعًا. فقلتُ: اَلحْمدُ لله ﴿الَّذِي سَخَّرَ لَنَا هَذَا وَمَا كُنَّا لَهُ مُقْرِنِينَ﴾ (الزخرف: ١٣) فقالت: ﴿الحْمْدُ للهِ الَّذِي هَدَانَا لِهَٰذَا وَمَا كُنَّا لِنَهْتَدِيَ لَوْلَا أَنْ هَدَانَا اللهُ لَقَدْ جَاءَتْ رُسُلُ رَبِّنَا بِالْحَقِّ﴾ (الأعراف: ٤٣) حَمْدِي يا سيّدي أسلمُ من تحميدك؛ فَإنَّك فِي معرض الفتنة من جهة التسخير،

---

١ س: فبمن.

٢ هو: - ولم نمار.

٣ س: دفعت.

٤ ش: - على أحد.

Marfat.com

(ظالم ہوں)۔ آپؒ نے فرمایا: اُس (شیطان) کو اس کی دنیا واپس کر دے وہ تجھے تیری آخرت لوٹا دے گا۔

اے نفس! کیا تجھے اب کچھ تسلی ہوئی؟ وہ بولا: ہاں۔ میں نے کہا یہ ہیں وہ دس گواہ جن کا میں نے تجھے کہا تھا۔ میں نے ان کا ذکر خیر القرون، یعنی صحابہ رسول ﷺ سے کیا ہے۔ میں نے تجھے اِن میں سے کسی کے ساتھ چلتا نہیں پایا؛ تو کس کا پیروکار اور کس کی سیرت پر عمل پیرا ہے؟

نفس بولا: میں نے اپنی خواہش کی پیروی کی اور جھوٹی معرفت کے دعوے دار شیطان کو اپنا نمونہ عمل بنایا جو میری طرح خود بھی اس دنیا کی محبت میں گرفتار ہے؛ اُس نے مجھے دعوے کرنے کا ہنر تو سکھایا لیکن لباسِ تقویٰ سے بے لباس کر دیا۔ اب میں اللہ سے معافی کا خواست گار ہوں، عجز و انکساری سے اس کے حضور وفا شعاری اور میزان میں راستی کا اظہار کرتا ہوں۔ جیسا کہ تو نے اپنی دس گواہیاں پوری کر کے مجھ پر احسان کیا؛ اسی طرح میں انصاف اور اقرارِ حق سے تیرے ساتھ وفاداری کروں گا، نہ تیری مخالفت کروں گا اور نہ ہی حق کو جھٹلاؤں گا بلکہ ایک مطیع بن کر رہوں گا اور ایسا اللہ کی توفیق سے ہی ہو گا، اللہ تعالی مجھے ان لوگوں سے دور رکھے جن کے بارے میں اس نے کہا: ﴿جب اِن کے پاس ہماری روشن آیات آئیں تو کہنے لگے یہ تو کھلا جادو ہے، اور بے انصافی اور غرور سے ان کا انکار کیا جبکہ اُن کے دل ان آیات کا یقین کر چکے تھے۔﴾ (النمل: ۱۳-۱۴) اگر میں بھی اعتدال سے ہٹوں گا اور انکار کروں گا تو صرف خود پر ہی ظلم کروں گا۔ اللہ مجھے اور تجھے اپنی توحید اور اپنے علم سے بلند مراتب اور پاک درجات عطا فرمائے، جن میں نہ کوئی غلاظت ہو اور نہ ہی کوئی دھوکا اور جہالت ہو۔

اسلوب ثانی یعنی واقعات اویس قرنی رضی اللہ عنہ

اب اپنا اسلوب بدل لے کیونکہ تجھے ایک مطیع اور اطاعت شعار مل گیا ہے۔ میں نے کہا: شکر ہے اللہ کا! ﴿جس نے اسے ہمارے زیر فرمان کیا جبکہ ہم میں اتنی طاقت نہ تھی کہ اس کو بس میں کرتے﴾ (الزخرف: ۱۳) نفس بولا: ﴿پاک ہے وہ ذات جس نے ہمیں یہ ہدایت بخشی اور ہم ہرگز ہدایت یافتہ نہیں ہو سکتے تھے اگر اللہ ہمیں ہدایت نہ دیتا۔ بے شک ہمارے رب کے رسول

Marfat.com

وحمدي على تحصيل الهَداية والتيسير. قلت لها: صدقتِ اَرعِيْنِي[1] سمعكِ، هذا خير التابعين بشهادة سيّد[2] المرسَلِين[3]، أويس بن عامر القرني - رضي الله عنه - الذي أوصى به عُمَرَ وغَيْرَهُ النبيُّ[4] - صلى الله عَلَيْه - وذكَرَهُ لَهم.

روينا من حديث أبي بكر محمّد بن أحمد قال: حدثنا الحسن بن محمد، حدثنا عبيد الله بن عبْد الكريم، حدثنا سعيد بن أسَد بن موسى،[5] قال: حدثنا ضمرة بن ربيعة، عن أصبغ بن زيد، قال: كان أويس القرنِي إذا أمْسَى يقول: هذه ليلة الرّكوع، فيركع حتّى يُصبِح، وكان يقول إذا أمسى: هذه ليلة السجود، فيسجد حتى يصبح، وكان إذا أمسَى تصَدَّقَ بما في بيتِهِ مِن الفضل من[6] الطعام والثياب ثم يقول: أللهُم من مات جوعًا فلا تؤاخذني به، ومن مات عُرْيَانًا فلا تؤاخذني به.

ناشدتك الله يَا نفسي! هَل اتَّصَفْتِ بهذه الحَالة: أن قطعت اللَيْلة بسجدةٍ واحدةٍ فلم ترفعي حَتى الفجر، أو رَكعتِ فلم ترفعي حتى الفجر، أو استصحبت ألَّا تبيت [= تبيتين] إلا مثل هذا المبيت كما اسْتَصْحَبَهُ أويس، وقلتِ لله مثل ما قاله؟ قالت: لَا وَالله، كل ذلك لم يكن، ولكنّه تلوح لِي من وراء هَذا[7] الكلام بوارقُ من الحقائق عسَى أن تُنَبِّهنِي عَليْها.

---

[1] ج، ش، س: أرعني

٢ ش: خير.

٣ ج (في الحاشية): بلغ قراءة عليه أحسن الله إليه. وبلغ سماعا لمحمد بن إسحق على شيخه رضي الله عنه.

٤ هو: - النبيُّ صلى الله عَليْه وسلم.

٥ هو: - السند الكامل.

٦ ش: الفضلة في.

٧ ش: تلوح من هذا الكلام.

Marfat.com

حق کے ساتھ آئے ہیں﴾ (اعراف: ۴۳) اے صاحب! میری حمد آپ کی حمد سے زیادہ سلامتی میں ہے کیونکہ آپ تسخیر کی رو سے فتنے کی زد میں ہیں جبکہ میری حمد ہدایت اور عافیت کے حصول کے لیے ہے۔ میں نے اسے کہا: تو نے سچ بولا، اب کان لگا کر میری یہ بات سن، حضرت اویس القرنی رضی اللہ عنہ بہترین تابعی ہیں اور اس بات کی گواہی خود سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم نے دی، یہ وہی ہستی ہیں جن سے ملنے کا حکم حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ اور دیگر صحابہ کرام رضوان اللہ اجمعین حکم بھی دیا، اور ان کے سامنے آپؒ کا (یعنی اویس قرنی کا) ذکر بھی کیا۔

ہم نے ابو بکر محمد بن احمد سے روایت کیا، وہ اصبغ بن زید سے روایت کرتے ہوئے فرماتے ہیں: جب شام ہوتی تو حضرت اویس قرنی کہتے: آج رکوع کی رات ہے، پھر صبح تک رکوع میں ہی رہتے، اور جس شام یہ کہتے کہ آج سجدے کی رات ہے، تو صبح تک سجدے میں ہی رہتے۔ اسی طرح اکثر شام کے وقت اپنے گھر میں موجود پڑا کھانا اور کپڑے وغیرہ صدقہ کر دیتے اور پھر کہتے: "یا اللہ! اب جو کوئی بھوک سے مر گیا اُس کے بارے میں مجھ سے مؤاخذہ مت کرنا اور جو کوئی بے لباسی سے مر گیا اس کے بارے میں بھی مجھ سے مت پوچھنا۔"[۳۱]

اے نفس! میں تجھے اللہ کا واسطہ دے کر پوچھتا ہوں کیا کبھی تیری بھی ایسی حالت رہی کہ تو نے پوری رات ایک سجدے میں کاٹی ہو اور فجر کے بعد ہی اپنا سر اٹھایا ہو، یا تو رات بھر - فجر تک - رکوع میں رہا، یا تو نے کبھی خود پر یہ لازم کیا کہ تو بھی ایسے ہی رات بسر کرے جیسے حضرت اویس قرنی کیا کرتے تھے؟ اور کیا تو نے کبھی اللہ کے ساتھ ایسے کلام کیا جیسے آپ کیا کرتے تھے؟ نفس بولا: نہیں، اللہ کی قسم کبھی ایسا نہیں ہوا لیکن مجھے اس بات کے پیچھے حقائق کی چمک دکھائی دے رہی ہے، کیا تو مجھے اس بارے میں کچھ بتا سکتا ہے۔

Marfat.com

قلت لها: نعم، أويس هذا كان متمكنًا فِي مقامه على بيّنةٍ مِن ربّه وعَلّامة، عارفًا بحَركاته المُستأنفة، على يقين من تحصيل أحوَاله السَّالفة. فكانت ليلة السجود عنده[1] معروفةً، وليْلة الركوع عنده كذلك، وغير ذلك من الأفعَال، ومن هنا تعرف[2] [= تعرفين] تمكّنه. فإنّ أبا يَزيد - وهُوَ مِن الأقطاب ومن كبَار الأئمّة - لم يحصُل له هَذا التمييز، فإنه كان يقول: إني أستقبل الليل أنوي أن أقْطَعَهُ رَاكعًا وسَاجدًا، فأقف في صلاتي فلا أركع، أو أركع فلا أرفع، أو أسجد فلا أرفع. فكم بين من يأتي قصدًا وبين[3] من يأتي بشيءٍ فيُفْتَحُ له في آخر؟ فهذه حالة صلاة أويس.

وأمّا كونه يَتَصَدّق بثيابه وطَعَامه[4] ثم يقول: «اللهمّ من مات جوعًا فلا تؤاخذني به، ومن مات عُرْيانًا فلا تؤاخذني به» يُنبّه على مقامه الأعلى وقُطبيّته المثلى، وهذه حالة إمام الوقت وصَاحبه[5] على الغاية في المقَام؛ فيُعْطِي ما ملك، ويتضرع هَذا التضرّع لمن استخلفه عَلى عَبيده بالرَّحمة لهُم والشّفقة عليْهم. قال الله - تعالى - لنبيّه - عليه السلام -: ﴿وَمَا أَرْسَلْنَاكَ إِلَّا رَحْمَةً لِلْعَالَمِينَ﴾ (الأنبياء: ١٠٧) وقال لهُ لمّا دعَا على رَعْلٍ وذَكْوَان وَعُصَيَّة ولعنَهم: «إنّ الله لم يبعثك سَبَّابًا ولا لعّانًا وإنما بعثك رحمة ولم يبعَثك عَذابًا». والمكمَّل مَن سَبقَتْ رَحْمَتُه غَضَبَهُ.

(مقارنة بين أحوال أويس القرني ومنصور الحلاج)

قالت النفس: يا سيّدي؛ اُرْفُقْ عَليّ ولا تَعجَل. ظهر لِي فِي مَسألة أويس هَذا[6]

---

١ هو: عنده.

٢ س: يعرف.

٣ ش: - بين.

٤ ش: بطعامه وثيابه.

٥ س: صاحبها.

٦ هو: - هذا.

Marfat.com

میں نے کہا: بالکل، حضرت اویس قرنی اپنے رب کی واضح دلیل اور نشانی سے اس مقام پر متمکن تھے کہ آپ کو اپنی جاری حرکات کی معرفت ہوتی اور اپنے سابقہ احوال کی قبولیت کا یقین ہوتا۔ آپ کے ہاں شبِ سجدہ، شبِ رکوع اور اس طرح کے دیگر افعال مشہور ہیں، اور اسی بات سے تجھے آپ کے تمکن کا پتا چلتا ہے۔ بے شک ابویزید (بسطامی) -جو کہ اقطاب اور ائمہ کبار میں سے ہیں- کو بھی یہ صلاحیتِ امتیاز حاصل نہ تھی۔ آپؒ فرمایا کرتے تھے: میں قبلہ رخ ہو کر نیت کرتا تھا کہ یہ رات رکوع اور سجود میں گزاروں گا، لیکن جب میں حالتِ قیام میں ہوتا تو رکوع نہ کر سکتا، اگر رکوع میں ہوتا تو اپنا سر نہ اٹھا سکتا، اگر سجدے میں ہوتا تو بھی سر نہ اٹھا سکتا۔ پس ان دونوں کے مابین کتنا فرق ہے: ایک وہ جو پوری تیاری کر کے آئے، اور دوسرا وہ جو کسی چیز کے پاس سے گزر رہا ہو اور اچانک ہی اس پر معاملہ کھول دیا جائے۔ حضرت اویس قرنی کی نماز میں یہ کیفیت ہوا کرتی تھی۔

اور جہاں تک آپؒ کا کھانا اور کپڑے صدقہ کرنا اور یہ کہنا ہے کہ "اے اللہ اب جو بھوک سے مرا اُس کے بارے میں مجھ سے مؤاخذہ مت کرنا اور جو عریانی سے مرا اُس کے بارے میں بھی مجھ سے باز پرس مت کرنا۔" یہ (عمل) آپؒ کے اعلیٰ مقام اور مثالی قطبیت کی طرف توجہ دلاتا ہے۔ یہ امام وقت کی کیفیت ہے، ایسا شخص مقام کی انتہاؤں پر ہوتا ہے؛ لہذا اپنی ملکیت میں موجود سب کچھ صدقہ کر دیتا ہے اور اپنے مالک سے اس کے بندوں کے لیے رحمت اور شفقت کی بھیک اِسی عاجزی اور انکساری سے مانگتا ہے، اللہ تعالیٰ اپنے نبی پاک محمد ﷺ سے فرماتا ہے: ﴿ہم نے آپؐ کو تمام جہانوں کے لیے رحمت بنا کر بھیجا ہے﴾ (الانبیا:۱۰۷) پس جب آپؐ نے رعل، ذکوان اور عصیۃ کے لیے بدعا کی تو آپؐ سے کہا گیا کہ "اللہ نے آپ کو بد زبان یا بد دعائیں کرنے والا بنا کر نہیں بھیجا بلکہ آپ تو رحمت بنا کر بھیجے گئے ہیں، عذاب بنا کر نہیں۔"[۳۲] بیشک کامل وہی ہے جس کی رحمت اس کے غضب پر بھاری ہو۔

حضرت اویس القرنی اور منصور الحلاج کے درمیان موازنہ

نفس بولا: اے صاحب! مجھ پر رحم کرو اور جلدی نہ کرو، حضرت اویس کے اس معاملے

Marfat.com

أمرٌ خرج الحلاج فيه فوقه، وذلك أنَّ الحلاج - رضي الله عنه - قال - يخبر عن حَالته[١] -: إذا قعد الرجُل عشرين يومًا دون غذاءٍ، ثمّ جَاءه طعام، فعرف أنّ فِي البلد من هو أحوج منه لذلك الطعَام، فأكَله ولم يؤْثِر به ذلك المحتاج؛ فقد سقط. وهذا مقام عَالٍ كمَا رأيته. وهَذا[٢] أويس - رضي الله عنه - مَا كان يتصدق إلا بفضل طعامه وثيَابه؛ فيأخذ[٣] حَاجَتَه أوّلًا ثم يعطي ما فضل كُلّ ليْلة عن قُوته[٤] وهو يعلم أنّ ثم جَائعًا وَلم يُعْطِهِ، وهذا كما رأيتَه.[٥]

قلت لها: يا نفسي، ما أنتِ إلا اعترضت اعتراض مَن يَفْلِي الحقائق، لكنّك جهلت المقام، فاسمَعي[٦] الجواب، واعلمي أنّ أويسًا هُو الإمام الذي لا يُلحق.[٧] لتعَلمي أيتّها[٨] النفس، أنّ العَارف إذا كان صَاحِبَ حالٍ مثل الحلاج فَرّقَ بين نفسه وبين[٩] نفس غيره، فعامل نفسَهُ بالشدة والقهر وَالعذاب، وعَامل نفس غيره بالإيثار والرحمة وَالشفقة. وإذا كان العَارف صَاحبَ مقامٍ وتمكينٍ وقوةٍ، صَارت نفسه عنه أجنبية، لا فرق عنده بينها وبين نفوسِ العَالَم؛ فما يَلْزَمُهُ فِي حق نفوس الغير من الرّحمة والشفقة يلزمه فِي حق نفسه، لكونها صَارت عنه[١٠] أجنبية، وارتفع هو

---

١ هو: حاله.

٢ هو: ذا.

٣ هو: فيأتي.

٤ هو: - كل ليلة عن قوته.

٥ هو: - وهذا كما رأيته.

٦ ج، : فاسمع.

٧ هو: - "لها: يا نفسي، ما .... هُو الإمام الذي لا يلحق."

٨ ش: يا.

٩ هو: - وبين.

١٠ هو: - عنه.

Marfat.com

سے تو یوں معلوم ہوتا ہے کہ منصور الحلاج اس بات میں آپ سے آگے نکل گئے، وہ اس طرح کہ حلاج رضی اللہ عنہ نے اپنی کیفیت بیان کرتے ہوئے (ایک جگہ) کہا: "اگر کوئی شخص بیس دن کھانے کے بغیر رہے، پھر جب اُس کے سامنے کھانا آئے اور اُسے یہ پتا چلے کہ شہر میں کوئی دوسرا اِس کھانے کا اس سے زیادہ محتاج ہے، اگر پھر بھی اِس نے یہ کھانا کھالیا اور اس ضرورت مند کو فوقیت نہ دی تو وہ گر گیا، یہ تو بہت بلند مقام ہے جیسا کہ تو دیکھ رہا ہے۔ حضرت اویس قرنی رضی اللہ عنہ نے تو صرف اپنا بچا ہوا کھانا اور کپڑے صدقہ کیے، آپ نے پہلے اپنی حاجت پوری کی اور پھر ہر روز رات کو اپنا بچا ہوا کھانا صدقہ کیا حالانکہ آپ جانتے تھے کہ یہاں اور لوگ بھی بھوکے ہیں لیکن آپ نے انہیں خود پر فوقیت نہ دی، یہ تو بالکل واضح ہے۔

میں نے کہا: اے نفس! تو نے حقائق سے عاری شخص کی طرح اعتراض کیا ہے، کیونکہ تجھے مقام کا کوئی علم نہیں۔ اب میرا جواب سن اور جان لے کہ حضرت اویس القرنی رضی اللہ عنہ ایسے امام ہیں جن کا درجہ نہیں پایا جا سکتا۔ اے نفس! تو یہ بھی جانتا ہے کہ جب عارف حلاج کی طرح صاحبِ حال ہوتا ہے تو وہ خود میں اور دوسروں میں فرق کرتا ہے، اپنے ساتھ تو شدت، سختی اور تکالیف سے پیش آتا ہے مگر دوسروں کے ساتھ ایثار، رحمت اور شفقت کا سا برتاؤ کرتا ہے۔ اور جب عارف صاحبِ مقام، صاحبِ تمکین اور صاحبِ قوت ہوتا ہے تو اُس کا اپنا آپ بھی اُس سے اجنبی ہو جاتا ہے، پھر اُس کے نزدیک اس کے اپنے نفس یا عالم کے دیگر نفوس میں کوئی فرق باقی نہیں رہتا، لہٰذا جو رحمت اور شفقت وہ دیگر نفوس کے ساتھ روا رکھتا ہے وہی خود پر بھی لازم کرتا ہے کیونکہ اُس کا اپنا نفس اُس سے اجنبی ہو چکا ہوتا ہے؛ وہ (عارف خود) تو بلندیوں میں محوِ پرواز ہوتا ہے جبکہ اس کا نفس اپنے جیسوں میں سفلی ہی رہتا ہے، لہٰذا اس (عارف) پر اس کے اپنے نفس کے ساتھ بھی نرمی کا برتاؤ کرنا ویسے ہی لازم ہے جیسا کہ اس پر دیگر نفوس کے ساتھ ایسا

Marfat.com

وبقيتْ مَعَ أبْنَاء جنسها سُفْلِيَّة؛ فلزمه العطف عليهَا كما لزمه العطف[1] عَلى غيرهَا. فإنّ صَاحب الصدقة العَارف[2] إذا خرج بصدقته ولقي أوّل مسْكِين؛ يدفع الصدقة إليه، فإن تركه إلى مسْكِين آخر[3] وَلم يدفع؛ فقد انتقل من ربّه إلى هوى نفسه، وخرج من ديوانهم. فإنها مثل الرِّسَالة، لا يَخُصُّ به شخصًا دون شخصٍ، [فـ] أوّل مَن يلقاه، يقول له: «قل لا إله إلا الله».

وَلا نَشُكُّ أنّ هَذا العَارف إذا وهبه البَاري رزقًا، يعْرف أنه مرسُول به إلى عَالم النفوس الحيوَانية، فينزل من حضرة عقله إلى أرض النفوس ليُؤدي إليهم ذلك القدر الذي وُجِّهَ به، فأوّل نفس تلقاه نفسُه لا نفس غيره. وسَبَبُ ذلك أنّ نفوس الغير غير متعلقة به؛ لأنها لا تعرفه، ونفسه متعلقة به[4] مُلازمة بابه؛ فلا يفتحه إلّا عَليهَا، فتطلبُ أمَانتهَا منه فيقدّمُهَا عَلى غيرها؛ لأنّها أوّل سائل. وإلى هَذا السِرّ إشارة الشرع بقوله: «ابدأ بنفسك ثم بمن تعول، والأقربون أولى بالمعروف» لتعَلقهم بك ولزومهم بابك، والغير لا يتعَلق بك وَلا يلازمك ملازمة نفسك وأهلك، فلمّا تأخّروا أُخِّروا، كما هي الأسْرار سواء، تَخْرُجُ من عند الحق عَلى باب الرحمَة، فأيّ قلبٍ وُجِدَ متعرّضًا سائلاً عند الباب دُفِعَ إليْه حظُّه من الأسرار والحِكَم. وحظّه منها على قدر مَا يُرى فيهِ مِن التعطش والجُوع والذلة والافتقار، وهم خَاصّة الله، وَإلى هَذا المقام وَعَليْه حَرَّضت الشريعة بقولها: «تعرضوا لِنَفحَات الله». ومن تأخّر أُخِّر ومَن نَسِي نُسِّي.

---

١ هو: – العطف.

٢ هو: فإن العارف المتصدق.

٣ س: تركه لمسكين ولم يدفع.

٤ هو: – لأنها لا تعرفه، ونفسه متعلقة به.

Marfat.com

برتاؤ کرنا واجب ہے۔ بیشک صدقہ کرنے والا عارف جب صدقہ لے کر نکلتا ہے تو اسے جو پہلا مسکین ملتا ہے اُسی کو صدقہ کر دیتا ہے، اگر وہ اس پہلے مسکین کو چھوڑ کر دوسرے مسکین کی طرف گیا تو اپنے رب کی رضا سے نکل کر اپنے نفس کی خواہش میں داخل ہو گیا، اور یوں وہ دیوانِ عارفین سے بھی خارج ہو گیا۔ صدقے کی مثال پیغام رسالت جیسی ہے جو کسی شخص سے مخصوص نہیں، پس اس (رسول) کو جو کوئی سب سے پہلے ملتا ہے یہ اُسی سے لا الہ الا اللہ کہنے کا تقاضا کرتا ہے۔

اور ہمیں اس میں کوئی شک نہیں کہ اس عارف کو جب باری تعالیٰ رزق عطا کر دے تو اسے معلوم ہوتا ہے کہ وہ اس (رزق) کے ساتھ عالم نفوس حیوانی کی طرف بھیجا گیا ہے، پھر وہ اپنی حاضرتِ عقل سے نفوس کے جہاں میں اترتا ہے تاکہ ان کے حوالے ان کی متعلقہ امانت کر سکے، پھر سب سے پہلے اس کا سامنا خود اس کے اپنے نفس سے ہوتا ہے کسی دوسرے کے نفس سے نہیں، اس کی وجہ صاف ظاہر ہے؛ دوسرے نفوس کا اس سے براہ راست تعلق نہیں کیونکہ یہ ان کی اصل حالت کو خود سے نہیں جانتا جبکہ اس کا اپنا نفس تو ہمہ وقت اس کے پاس موجود اور اس کے در کا سوالی ہے، لہذا یہ (عارف) جب بھی یہ دروازہ کھولتا ہے نفس کو سامنے کھڑا پاتا ہے اور وہ نفس اس سے امانت کی ادائیگی کا مطالبہ کرتا ہے، یوں وہ سب سے پہلے اسی کو دیتا ہے کیونکہ یہی سب سے پہلا سوالی ہے۔ اس رمز کی طرف شریعت نے یوں اشارہ کیا ہے: "اپنے نفس سے ابتدا کر، پھر اِن کو دے جو تیرے زیر سایہ ہیں، اور قرابت دار احسان کے زیادہ حق دار ہیں"[۳۳] کیونکہ ان کا تجھ سے رشتہ ہے اور وہ ہر وقت تیرے سامنے ہیں، جبکہ غیروں کا تجھ سے رشتہ بھی نہیں اور نہ ہی وہ تیرے نفس یا تیرے اہل و عیال کی طرح تیرے سامنے ہیں۔ اب چونکہ (غیر) پیچھے ہیں تو انہیں بعد میں ملے گا ویسے ہی جیسے کہ اسرار حق تعالیٰ جب رحمت حق سے خروج کرتے ہیں تو جس کسی سوالی کو درِ اقدس میں سوال کرتا پاتے ہیں اس کے حصے کے مطابق حکمتوں اور اسرار میں سے اُسے عطا کرتے ہیں، ان اسرار میں اس کا حصہ اتنا ہی ہوتا ہے جتنا اس میں بھوک، پیاس، عاجزی اور محتاجی نمایاں ہوتی ہے، یہی تو اللہ کے خاص بندے ہیں۔ اسی مقام کی طرف شریعت نے اپنے اِس قول میں ترغیب دی ہے: "اللہ تعالیٰ کی عطایات کی طلب میں رہو۔"

Marfat.com

فانظري[1] كَمْ بين المنزلتين: منزلة الحلاج، ومنزلة أويس! وانظري[2] هذا المقام على عُلُوِّهِ وسُمُوِّهِ كيف اشترك فِي الظاهر مَعَ أحْوال العامَة؛ فإنّ العامة أوّل ما تجود على نفسهَا، وحينئذ يتعَدى جودُها إلى غيرهَا، وإنما يتصرَفون تحت حُكم هذه الحقيقة وهُم لا يشعُرون. ولـمَّا أُعمُوا عن هَذا السِّرِّ وصَاروا مثل البهائم، لا يعْرفون مواقع أسرار العَالم مع الله، حُرِضُوا على الإيثار ومُدِحوا به، وهو مقام الحلاج الذي ذكرتِ عنه[3] ورأيتِ أنه غاية. فهَكَذا فلتغزل الحقائق، وتحاك حُلل الرقائق.

قالت النفس: هَذا شيء، وَالله، مَا قرع قط سمعي من غيرك، وإنّ هذا لهُو الحق المبين، ولمثل هذا فليَعمل العَاملون، وفِي مثل هَذا فليَتنافس المتنَافسُون. لقد شُرحت صَدْرًا، ورُفِعت في المعارف قدرًا.

(أغيثٌ كغيثِ الكفّار؟!)

ولكن بقيت عليك في المسألة تَمْشِيَة إيضاح حقيقة، وهى لعمري دقيقة، وَهي قولك: إنّ الله بعَث النبيَّ وقد اسْتُسقِيَ فاسْتَسْقَى فسُقِيَ، ثم اسْتُسْقِي في العَام الآخر فأبى وقال: «أغيثٌ كغيثِ الكفّار؟!» فاختار لهُم الشدة عَلى الرخاء، وهُو من باب بَسْطِ العذاب وقبض الآلاء.[4] قلت: صدقتِ يَا نفسي، قد أبنْتُ ذلك في «المحَجَّةِ البيضاءِ»، قالت: فأوْدعني إيَّاه فِي هذه العُجالة الغرَّاءِ، قلت لها: نعم.

خرّج مالك في موطّئه عَن شريك بن عبْد الله بن أبي نمر، عَن أنس بن مالك، أنه قال: جاء رجُل إلى رسُول الله - صَلّى الله عَليه وَسَلّم - فقال: يا رسُول الله؛

[1] ج، ش، س: فانظر.
[2] ج، ش، س: وانظر.
[3] هو: - الذي ذكرت عنه.
[4] ج (في الحاشية): بلغ قراءة لعبد الرحمن اللواتي.

Marfat.com

پس جو پیچھے رہ گیا وہ پیچھے کر دیا گیا اور جو بھول گیا اسے بھلا دیا گیا۔

اب غور کر ان دو مراتب میں کتنا فرق ہے یعنی مرتبہ حلاج اور مرتبہ اویس میں! اور یہ بھی دیکھ کہ کیسے یہ مقام اپنی بلندی اور رفعت کے ساتھ ساتھ ظاہری طور پر عام لوگوں کے احوال جیسا ہی ہے؛ بیشک عام بندے سب سے پہلے اپنا فائدہ دیکھتے ہیں اور پھر ان کا نفع دوسروں تک پہنچتا ہے، یہ (عام لوگ) بھی اسی حقیقت کے حکم تلے تصرف کر رہے ہوتے ہیں لیکن انہیں اس کا ذرا شعور نہیں۔ پس جب انہیں اس رمز سے ناآشنا رکھا گیا تو وہ حیوان صفت رہ گئے کہ اللہ کے ساتھ اس عالم کے بھیدوں کی معرفت سے شناسا نہیں، یوں ان کا میلان ایثار کی طرف کر دیا گیا اور اسی سے ان کی تعریف کی گئی، یہی تو حلاج کا مقام ہے جس کا نہ صرف تو نے ذکر کیا بلکہ اسی کو انتہا جانا۔[۳۴] حقائق کے تانے بانے کا اُدھیڑ بُن اسی طرح ہونا چاہیے۔

نفس بولا: یہ بات تو میرے کانوں نے تیرے سوا کبھی کسی سے نہیں سنی، یہی تو حق المبین ہے اور اسی کے لیے تو عمل کرنے والوں کو عمل کرنے چاہییں اور اسی میں سبقت لے جانے والوں کو سبقت لے جانی چاہیے۔ بے شک مجھے اطمینان ملا اور معارف میں اچھی خاصی ترقی نصیب ہوئی۔

کیا کافروں کی سی بارش چاہتے ہو؟!

لیکن اِسی مسئلے میں چلتے چلتے ایک حقیقت کی وضاحت بھی کرتا جا جو کہ قسم سے مبہم اور دقیق ہے، یہ تیرا ہی کہنا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے نبی کریم ﷺ کو مبعوث کیا، اور آپؐ سے بارش کے لیے دعا کا کہا گیا تو بارش ہوئی، پھر جب اگلے سال دوبارہ بارش کے لیے دعا کا کہا گیا تو آپؐ نے انکار کر دیا اور کہا: "کیا تم کافروں کی سی بارش چاہتے ہو؟!" پس آپؐ نے دشواری کو آسودہ حالی سے بہتر جانا؛ یہ تکلیف میں ڈالنے اور نعمتیں چھین لینے کے مترادف ہے۔ میں نے کہا: اے نفس! تو نے سچ کہا، اس بارے میں وضاحت سے میں (اپنی کتاب) "المحجۃ البیضاء" میں بیان کر چکا ہوں، وہ بولا: اس مختصر وقت میں اُس بارے میں مجھے بھی کچھ عطا ہو، میں نے کہا: اچھا (تو پھر

Marfat.com

هَلكت المواشي وتَقَطَّعَتِ السُّبل فادعُ الله. فَدَعَا رسُول الله فَمُطِرنَا إلى الجمعة. قال: فجاء رجل إلى رسول الله – عليه السلام – فقال: يَا رسُول الله: تهدَّمَتِ البيُوت وانقطعت السُبل وهَلكتِ المواشَي![1] فقال رسُول الله: «اللهم: ظهور الجبال والآكام، وَبُطون الأودِيَة ومنابت الشجر». قال: فانجابت عن المدينة انجيابَ الثوب. يا أهْل القلوب المحجوبَة عن الاطلاع إلى مَا أودَعَ الله فِي هذه الألفاظ من الغيوب.

لَقَدْ نَادَيتُ لَوْ اسمَعتُ حَيًّا   وَلَكِنْ لاَ حَيَاةَ لمن أنَادِي

أُعْطِيَ هَذَا السيّد العَلَم، صَلّى الله عليه وسَلّم، مفتاح المَنْعِ وَالعطاء، والشدة والرخاء، فاسْتَسْقَى وَاسْتَصْحَى، وأثْبَتَ ومحى، ثُمَّ لازَم الأدب بعد هذا فقال: «أغَيْثٌ كغيثِ الكفَّار؟!»، فرَدَّ السَّائِل بسؤاله؛[2] حِكمَةً أجرَاهَا مُرسَلَةً ومَرتبَةً أبدَاهَا مكمَّلَةً. فأجَابَ الأوّل عَلى غاية الاستيفاء،[3] حتى يكون فِي المَنعِ كما كَان في العطاء. ثُمَّ إذا نظرتَ حقيقة هذا المنع وَجدْتَهُ عطَاءً،[4] فملِك الوجود كما هو عند الملِك، وخدَّم في ذلك كلّ مُسَخَّرٍ وَملَك – إنَّا لله على قلوبٍ ماتت فِي صُدورِهَا وَخزًا، فلا أُحِسّ مِنهَا مِن أحدٍ ولَا أُسْمع لهَا رِكْزًا –.

هذا نبيٌّ مُكَرَّمٌ، ورَسُولٌ ممجَدٌ[5] مُعَظّم، قام خطيبًا في شأنِ أداء فَرضِهِ، وجاءَ إليه رسُولٌ من أهلِ أرضِهِ، فرَغِبَ إليه في نَقْضِ إبرَامِهِ، لَمَّا تحقَّقَ مِن مَرْتَبَتِهِ عند عَلَّامِهِ، فألقى ظهْرَ الكفِّ إلى السَّماءِ، وَصفا في الحَالَةِ العمياءِ، لَمَّا كان الكفُّ محلَّ

---

١ هو: – وهلكت المواشي.

٢ ش، هو: سؤاله.

٣ هو: الاستسقاء.

٤ ج (في الحاشية): بلغ [قراءة].

٥ هو: – ممجد.

Marfat.com

سن۔) امام مالک نے اپنی کتاب موطا میں انس بن مالک روایت کیا ہے، آپ فرماتے ہیں: حضور اکرم ﷺ کے پاس ایک شخص آیا اور بولا: یارسول اللہ! مویشی ہلاک ہو گئے، راستے کٹ گئے، آپؐ ہمارے لیے اللہ سے (بارش کی) دعا کریں۔ پس حضور اکرم ﷺ نے دعا کی تو اگلے جمعے تک بارش ہوتی رہی۔ (اگلے جمعے) پھر ایک شخص رسول اللہ ﷺ کے پاس آیا اور بولا: یارسول اللہ! گھر گر گئے، راستے بند ہو گئے اور مویشی ہلاک ہو گئے، (یہ سن کر) نبی کریم ﷺ نے فرمایا: "اے اللہ! (اس بارش کو) پہاڑوں کی چوٹیوں اور چٹانوں پر، وادیوں کے دامن اور پیڑوں کی جڑوں میں نازل فرما۔" حضرت انس کہتے ہیں: بادل مدینے سے ایسے چھٹ گئے جیسے کپڑا پھٹ جاتا ہے۔ [۳۵] اے محجوب دل رکھنے والوں کاش تم جانتے کہ ان الفاظ میں اللہ نے کیا کیا غیوب چھپا رکھے ہیں!

میری یہ ندا ہر ذی حیات کو جھنجھوڑتی ہے، لیکن میں جسے پکار رہا ہوں اس میں آثارِ حیات کہاں؟

اس بزرگ ہستی پر درود و سلام ہو جن کو منع اور عطا، راحت اور ایذا کی چابیاں دی گئیں، آپؐ نے بارش ہونے کی دعا بھی کی اور بارش رُکنے کی بھی، یوں آپؐ نے لکھا بھی اور مٹایا بھی، پھر اِس کے بعد ادبِ (حق) کو ملحوظ رکھا اور کہا: "کیا کافروں والی بارش مانگتے ہو؟" پس سوالی کے سوال کا ایسا حکمت بھرا جواب دیا جو ایک اچھوتا بیان اور نرالا اسلوب ہے۔ پہلے کو پورا پورا جواب دیا حتیٰ کہ نہ دینے میں بھی دینے والی بات تھی۔ پھر اگر تو اس نہ دینے کی حقیقت پر غور کرے تو اسے منع نہیں بلکہ عطا ہی پائے گا، پس وجود کو گرفت میں رکھا جیسا کہ وہ بادشاہ کے پاس ہو، اور اس سلسلے میں ہر مسخر اور فرشتے کو استعمال کیا۔ افسوس ہے ان دلوں پر جو اپنے سینوں میں ہی مر گئے، نہ تو مجھے ان میں سے کسی میں حرکت دکھائی دیتی ہے اور نہ ہی کسی کی آواز سنائی دیتی ہے۔ (یعنی افسوس ہے ان دلوں پر جو یہ رازِ معرفت نہ سمجھ سکے۔)

یہ کرم والا نبی، اور بڑی شان، بڑے رتبے والا رسول، اپنے فرض کی ادائیگی میں کھڑا خطبہ دے رہا ہے کہ اسی دوران اس کے اپنے لوگوں میں سے ایک پیامبر اس کی طرف آیا، اور جب اس نے دیکھا کہ اس نبی کا تو اپنے خالق کے نزدیک بڑا رتبہ ہے تو وہ اِس عہد کے ٹوٹنے (یعنی

Marfat.com

العطَاءِ، وَلم يَفْعَل ذلك فِي الاستصحَاء، فأسْبَلَ رِدَاءه الجَوّ، وَتموَّجَ من حينه الدَّو، فَكان نِكَاحًا مَعنويًّا، وكان السَّيِّدُ شاهدًا وَوليًّا.

فَلمَّا صحَّ الانْتِظَام، ووقع الالتِحَام، دَرَّتِ الضُّرُوع، واخْضَرَّتِ الزُّرُوع، هيهاتَ بعدُ - وَالله - تقطّبٍ وبَسَالةٍ،[1] وستورٍ مَسْدُوْلَةٍ دُوْنَ عَيْنِ الغَزَالة، وَاغبرار وإقتار، وخشوع وافتقار، كما قال المهيمن الجبَّار: ﴿وَمِنْ آيَاتِهِ أَنَّكَ تَرَى الأَرْضَ خَاشِعَةً﴾ (فصلت: ٣٩) فأشْفَقَت لها السَّماء،[2] فأَبْدَتْ مقلتها من أجْلِ خشوعِهَا دَامِعَة، فَلَاحَتْ بين الخشوع والدُّمُوع الرَّوضَات اليَانِعَة.

أين أهْلُ الفَرَحِ وَالدَّعَة، وأرباب الثَّرْوَةِ وَالسَّعَة؟ وَالله والله، لا نَالُوْا شمَّةً مِن روائح الوُجُود، ولا اِسمًا من أسماء المعْبُودِ، إلَّا بِبَذْلِ المجهُود، وصِحَّةِ القُصُودِ، وتَفطُّرِ الكُبُودِ،[3] وخشوع الجوارح، وتَقَصُّفِ الجوانح، وإقامة المآتم والمنائح، والْهَمْهَمَةِ في المحَارِب بالقرآن، والتَّعَرُّضِ بتَوْفِيرِ الهِمَّة وَصِدْق التَوجُّهِ للواحِد الرَّحْمن، فِي زيِّ الظمآن.

ناداني الحق فِي سِرِّي: عَبْدِي وابن أَمَتِي وعبدي؛ وعِزَّتي وجلالي ومجدي، وعظيم سُلطاني وعُلُوِّ جَدِّي؛ لا نال معرفتي ولا نيل مَا عندي، من جَزِيل وعدي، إلَّا حتى تتَّصِفَ في هذهِ الدار الدُّنيا بمَا يتَّصِفُ به أهْلُ الشقاءِ فِي الدَّارِ الأخرى؛ من الخشوع ذِلَّةً وافتقارًا، والبكاءِ دَمْعًا مِدْرَارًا، وَالزَّفَرَاتِ المتصَاعدة، وتنضيج الكبود، وتَضَيُّقِ[4] الجُلُودِ، وتَنَغُّصِ العَيْشِ النَّكِيْدِ، بهذا حَلَّيْتُ أوليائي وأنبيائي لِما سَبَقَ لهم

[1] ج (في الحاشية) البسالة: كراهة المنظر.

[2] هو: أسماء.

[3] هو: - وتفطر الكبود.

[4] ش، س: وتضييق.

Marfat.com

بارش ہونے) کی استدعا کرتا ہے۔ پس آپ نے ہتھیلی کا رخ زمین کی طرف کیا جو کہ اندھے پن کی کیفیت ہے، چونکہ کف دست عطا کی جا ہے، تو اَبر چھٹنے کی دعا کے لیے ایسا نہ کیا، پس فضا نے اپنی چادر کھولی (مطلب بادل گھر آئے) اور ایک طوفانی گڑگڑاہٹ کا شور اٹھا، یہ ایک معنوی نکاح تھا جس میں آقائے دوجہاں ﷺ ولی اور گواہ تھے۔

جب سب کام درست ہو گیا اور یہ جوڑ بیٹھ گیا، تھنوں میں دودھ بھر آیا اور کھیتیاں سرسبز و شاداب ہو گئیں (حالانکہ) بعید تھا یہ سب۔ اللہ کی قسم!۔ منہ بننے اور اکتاہٹ کے بعد، جب چشم آہو پر پردے پڑے تھے، گرد و غبار کے جھکڑ چلے تھے اور چہروں پر بے رونقی اور بے کسی نمایاں تھی، جیسے کہ وہ طاقت والا زبردست فرماتا ہے: ﴿اور یہ اس کی نشانیوں میں سے ہی ہے کہ تو زمین کو پست دیکھتا ہے﴾ (فصلت: ۳۹) پھر آسمان اس پر مہربان ہوا، اس کی آنکھ سے زمین کی یہ خستہ حالی دیکھی نہ گئی اور ٹپ ٹپ آنسو گرنا شروع ہوئے، پس اس خستہ حالی اور اشک باری سے باغات و میوہ جات کا ظہور ہوا۔

کہاں ہیں اہل سرور اور اہل عشرت، عیش پسند لوگ اور ارباب ثروت؟ اللہ کی قسم! وجود کی بو اس وقت تک نہیں سونگھی جا سکتی اور نہ ہی معبود کے اسما میں سے کسی اسم کی خبر پائی جا سکتی ہے جب تک کہ حتیٰ الوسع کوشش نہ کی جائے، نیت کی کجی دور نہ ہو، سینے میں جگر چاک نہ ہو، اعضا جسم (اس کے حضور) جھکے نہ ہوں، پسلیاں ٹوٹی نہ ہوں، غم و اندوہ کے ماتم بچھے نہ ہوں، محرابوں میں قرآن کی سراسراہٹ نہ ہو، اور (اس سب کے بعد) پوری توجہ اور صدق دل سے "الواحد الرحمن" کا سامنا نہ ہو، وہ بھی ایک پیاسے (بے قرار) کی صورت میں۔

حق تعالیٰ نے مجھے اکیلے میں کہا: اے میرے بندے! میری بندی کے بیٹے، مجھے میری عزت و جلال و بزرگی، میری عظمت و طاقت و سربلندی کی قسم؛ تو میری معرفت، میری خاص عطا -جو میرا پکا وعدہ ہے- اس وقت تک نہیں حاصل کر سکتا جب تک کہ تیری حالت اس دنیا میں ویسی نہ ہو جائے جیسی آخرت میں بدبختوں کی ہوگی، یعنی ذلت و محتاجی کی سی زندگی ہو، آہ و بکا و اشک باری ہو، آہ و فغاں کی کثرت ہو، جگر فگار اور (دل شکستہ) ہو، چمڑی ادھڑی ہو اور جینے سے مرنا بہتر ہو۔ میں نے اپنے اولیا اور انبیا کو اسی سے آراستہ کیا، جب ان کے لیے میری طرف سے

Marfat.com

عندي من السَّعَادةِ، بَعْد جُهْدٍ ومُكَابَدَة، وَجُوْعٍ[1] وشَدِّ أحْجَارٍ عَلَى البَطْنِ، قَاسَاهُ الرَّسُولُ السَّيِّد المطيع، فُتِحَ له مع أصحَابه فِي لَبَنٍ وتَمرٍ، دُوْنَ لَحْمٍ ولا خُبْزِ بُرٍّ، قال لأصحابه: «إنكُم لَتُسْألونَ عن نعيم هذا اليَوْم» فنَغَّصَ عَليهم عَيْشَهُم عَلى قِلَّتِهِ وأخْذِهِمْ له عَلى فاقة.

فأحوَال الدَّارين مَعْكُوسَة، وَصفاتُها مَنْكُوْسَة، «حُفَّتِ الجَنَّةُ بالمكاره»، وهي مَا يُقَاسِيهَا المؤمن فِي الدُّنْيَا، والكافر في العُقْبَى، «وحُفَّتِ النَّار بالشَّهَوَاتِ»، وَهي مَا يَلْتَذُّ بها الكَافر في الدُّنيا، والمؤمِن فِي الْعُقْبَى.[2] فانْظُر في أيِّ حِزْبٍ تكون؟ «خَلَقْتُ الدنيا وخلقتُ لها أهْلًا، وخلقتُ النَّار وخلقت لها أهلا، وجعلتُها لهم[3] مَوْطِنًا، وخلقتُ الآخرة وخلقت لهَا أهْلًا، وجعلتُ الجنَّة لهم مَقِيْلا، ومحلِ رؤيتي مستَقرًّا ومَسْكنًا.[4] ملَّكْتُ الدنيا مَن سبقت عَليْه كلمتي، بغضبي القَاصم ولعنتي؛ فطردتْه السَّابقة من باب رحمتِي. وملَّكْتُ الآخرة كلّ خاشِعٍ أوّاه، جَدَّ في مَسْراه، وَضمَّر بطنه للسَّباق، وخاف مِن حَسرة الاستباق، فإنّه طَلَقٌ أنا غَايته، وَرؤية كريم وجهي والتنزُّه فيه نهايته ﴿وَالسَّابِقُونَ السَّابِقُونَ أُولَٰئِكَ الْمُقَرَّبُونَ﴾ (الواقعة: ١٠-١١) تسَابقوا عَلى نجب الأعمال، وتحققوا بحقائق المقامات والأحوَال، فوصَلوا إلى مشاهدَة الجلال والجمال ﴿إِلَيْهِ يَصْعَدُ الْكَلِمُ الطَّيِّبُ وَالْعَمَلُ الصَّالِحُ يَرْفَعُهُ﴾ (فاطر: ١٠) فَهُوَ بُراقه الذي أخرَجه من عندي فإليَّ يُرجعه، لأنَّ قولَهم «بلى» عمَلٌ من الأعمال، وعندي يجدونه إذا رَجعُوا مِن غير نقص فيه ولا إخلال».

---

١ هو: + شديد.

٢ هو: - وحُفَّتِ النَّار بالشَّهَوَاتِ، وَهي مَا يَلْتَذُّ بها الكَافر في الدُّنيا، والمؤمِن فِي الْعُقْبَى.

٣ ش: - لهم.

٤ هو: مسكنا ومستقرا.

Marfat.com

پہلے ہی خوش بختی قرار پائی تو انہیں یہ جاں فشانی اور سختیاں جھیلنے، سخت بھوک اور پیٹ پر پتھر باندھنے کے بعد نصیب ہو گی۔ سید عالم رسول اکرم ﷺ نے بھی سختیاں جھیلیں، آپؐ کو اپنے صحابہ کے ساتھ دودھ اور کھجور میسر آئی، نہ گوشت نصیب ہوا اور نہ گیہوں کی روٹی۔ ایک دن آپؐ نے اپنے صحابہ سے کہا: "تم سے آج کی نعمتوں کا ضرور پوچھا جائے گا"[۳۶] پس اس قلیل طعامی پر بھی ان پر سختی کی اور اس کمیابی پر بھی اِن سے فاقے کروائے۔

اِن دو جہانوں کے احوال و صفات ایک دوسرے کے الٹ ہیں۔ "جنت ناپسندیدہ چیزوں میں گھری ہے"[۳۷] یہ وہی سختیاں ہیں جو مومن دنیا میں برداشت کرتا ہے اور کافر آخرت میں جھیلے گا "اور دوزخ شہوات میں گھری ہے" یہی وہی لذتیں ہیں جو کافر دنیا میں لے گا اور مومن آخرت میں پائے گا۔ پس غور کر تُو کس گروہ میں ہونا چاہتا ہے؟ (اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:) "میں نے دنیا تخلیق کی اور اُس کے اہل بنائے، میں نے جہنم تخلیق کی اور اس کے اہل بنائے، پھر دنیا اور جہنم کو ان کا ٹھکانا بنایا۔ میں نے آخرت تخلیق کی اور اس کے اہل بنائے اور جنت کو اُن کی آرام گاہ، اپنی رویت کی جا اور ایک ہمیشہ رہنے والا گھر بنایا۔ یہ دنیا میں نے اس (شخص) کے سپرد کر دی جو روزِ ازل سے میرے غضب اور میری لعنت کا حق دار تھا، اسی پہلے لکھے نے اُسے میری رحمت سے دھتکار دیا۔ اور میں نے ہر خستہ حال اور آہیں بھرنے والے کو آخرت کا مالک بنا دیا۔ (ایک گھوڑے کی طرح جس نے) میدان میں سخت محنت کی، ریاضت سے اپنے جسم کو دوڑ کے لیے تیار کیا اور اُسے ناکامی کی حسرت کا خوف لاحق رہا، وہ آزاد ہے اور اس کی انتہا میں ہی ہوں، میرے مبارک چہرے کی دید اور اس کے جمال میں گم ہونا ہی اس کی غایت ہے۔ ﴿جو آگے بڑھنے والے ہیں، وہی آگے بڑھنے والے ہیں، یہی تو مقرب ہستیاں ہیں﴾ (الواقعۃ: ۱۱-۱۰) انہوں نے نیک اعمال میں مقابلہ کیا اور مقامات و احوال کے حقائق سے متحقق ہوئے چنانچہ یہ مشاہدہ جلال و جمال کو پہنچے ﴿پاک کلمہ اُسی کی طرف اٹھتا ہے اور عمل صالح ہی اِس کو اٹھاتا ہے﴾ (فاطر: ۱۰) یہ (عمل صالح) اس (پاک کلمے) کا بُراق ہے جس نے اسے مجھ سے دور کیا اب یہی اسے میرے پاس لائے گا، وہ اس طرح کہ ان کا "بلیٰ" کہنا بھی ایک عمل ہے، اور لوٹنے پر وہ اسے میرے ہاں بغیر کمی کوتاہی کے موجود پائیں گے۔

Marfat.com

نكتة بإشاراتها من خلف ستاراتها

﴿وَخُلِقَ الْإِنْسَانُ ضَعِيفًا﴾ (النساء: ٢٨) قامَ السيِّد – صلَّى الله عَليْهِ وَسَلَّم – على أعوَاده، في سَاعةِ إشهَاده، فقيل لهُ لمّا طُلِبَ منه الاستصحَاء: أنعمتَ فأبليتَ، وبالغتَ فِي التكحيل لإزالة الرَمدِ فأعميت. فاهْتزَّ قضيبُ البان عبْد الله – صلى الله عَليْه – وإن شئت قلت: عبْد الرحمن، وجَال في ميدان الاسْتخلاف، وأراد الجنوح إلى فئة الائتلاف مِن فئة الاختلاف، ووقف في برزخ الاعتدال، بين وزيري الجَلال والجَمال، فغِيْضَ الماءُ وقُضِيَ الأمْرُ واسْتَوتْ السفينة عَلى الجُودِيِّ الخاشِع، حين وُصِف غيره بالمتَطاول لها وهو[1] بالمتواضِع.

حكمَة أبداهَا وسَرِيرة أخفاها، وكيفَ وَلا[2] يُنال مَا عنده إلا بتطاول الهِمَمْ، وإبرار[3] المقسِم من أجل القَسَم. فانجابت حتى صَاروا منهَا في مِثل الإكليل وهي هالة، لمّا كَانوا أهْل وَجْهٍ واحدٍ في أصْل السلالة؛ فلو رَأوا مِن وراء ظهورهم وعن إيمَانهم وعن شمائلِهم مثله، لرأوهَا كالهالة أو كالكِلّه.[4]

وقد ورد: «انجابت انجياب الثوب» لإظهَار مَا فِي الغيب، بانجياب الشوب[5] وارتفاع الشك والريْب ﴿إِنَّ مَعَ الْعُسْرِ يُسْرًا﴾ ثم ﴿إِنَّ مَعَ الْعُسْرِ يُسْرًا﴾ (الشرح: ٦). أوّاه ثم أوّاه، على أسرَار تظهر وأقمار تزهر، ولا عيون تبصر ولا ألبابٌ تشعر.

غار – صَلّى الله عَليْه وسلّم – أن يُتَّخَذَ من دون الله رفدًا، وأن يُصْمَد إليْه في

---

١ ش: هي.

٢ س: وما.

٣ س: وإبراز.

٤ الكِلّة: غشاء من ثوب رقيق.

٥ الشوب: الخلط.

Marfat.com

حجابات کے پیچھے اشارات بھرا ایک نکتہ

﴿انسان کمزور تخلیق ہوا ہے﴾ (النساء: ۲۸) آقائے دو جہاں ﷺ اپنی لاٹھی کے سہارے جمعے کے خطبے میں کھڑے تھے تو جب آپؐ سے اَبر چھٹنے کی دعا کا کہا گیا تو یہ بھی کہا گیا: یہ نعمت تو زحمت بنی، آشوب چشم میں سرمہ کیا لگایا کہ اندھا ہی کر دیا، یہ سن کر آپ ﷺ - جنہیں تو عبداللہ کہہ لے یا عبدالرحمن - کی عصا حرکت میں آئی، آپؐ نے نیابت کے میدان میں قدم رکھا، تنگی اور آسانی کی دو انتہاوں یعنی اپنے جلال اور جمال کے دو وزیروں کے درمیان اعتدال کا موقف اپنایا، تو پانی بھی خشک ہوا اور بارش بھی تھم گئی اور یہ (رحمت کی) کشتی "عاجز جودی" پر جا ٹھہری۔ جیسے کہ دوسرے اس (کشتی) پر تکبر کر رہے تھے اور جیسے کہ صرف یہ (جودی) ہی عاجز تھا۔

وہ حکمت جو ظاہر کی اور وہ راز جو چھپائے رکھا، اور نہیں پایا جا سکتا جو اس کے پاس ہے سوائے جرات اور ہمت سے، اور قسم کی خاطر قسم کھانے والے کو سچا کرنے سے۔ یہ (بادل) چھٹ گئے اور ایک تاج کی طرح سے ہو گئے (جو بیچ سے خالی ہوتا ہے)، چونکہ بنیادی نسب میں تو یہ سب ایک رخ والے ہی تھے۔ اگر یہ اپنی پیٹھ پیچھے، اپنے دائیں، اپنے بائیں اسے دیکھتے تو یہ انہیں ایک ہالہ یا ایک پتلا سا پردہ ہی دکھائی دیتا۔

(حدیث میں) الفاظ آئے ہیں کہ وہ بادل ایسے پھٹ گیا جیسے کپڑا پھٹ جاتا ہے تاکہ غیب کا ظہور ہو، اور شک و شبہے اور ابہام کا ازالہ ہو ﴿بیشک مشکل کے ساتھ آسانی ہے﴾ اور ﴿بیشک مشکل کے ساتھ آسانی ہے﴾ (الشرح: ۶) وائے حسرت! کہ اسرار ظاہر ہوتے ہیں اور ستارے چمکتے ہیں لیکن نہ تو کوئی آنکھ دیکھتی ہے اور نہ ہی کوئی عقل سمجھتی ہے۔

آپؐ کو یہ بُرا لگا کہ اللہ کے بجائے آپؐ کو سہارا بنایا جائے، یعنی کہ ضرورتوں میں آپؐ کا در کھٹکھٹایا جائے، جبکہ حق تعالیٰ تو تمام بندوں سے اِن کی شاہ رگ سے بھی زیادہ قریب ہے، لیکن پھر

Marfat.com

الحوائج صَمْدًا، لمّا كان الحق إلى جميع العبيدِ أقرب من حبل الوَريد. ثم أسْدلَ[1] بيننا وبينه حجاب الرَّسَالة، وجعَل بيدهَا مفاتيح الكفَالة، وكتبَ لهم بهَا مرْسُوم الوكَالة. فنظرت القلوب إلى أيديهم، وما برحوا وسط ناديهم؛ فإذا انقضت الحواج[2] أسرعوا فِي الإدلاج. يا لهَا من حَسرة! و يا شؤمها من فترة! حيث لم يقدروا قدره: الواحِد ضُمِنَ له همُّه وَمَعَ تصحيحه لذلك، فاته يومُه، فعَاش عَلى النصف من عمره، وبهَذا زاد[3] الصدّيق عَلى عُمَرِه. والآخرُ أشرك[4] في تحصيل الأبناءِ[5] تعميرَ الوعَاءِ حتى كأنّ الجمعَ ليس لهم خالِق، وأنّ هَذا الرسُول هُو الواحد الرازق[6].

(مقام الصدّيق الأكبر وعبودية المحضة)

رضِي الله عن الصدّيق الأكبر، صاحب السِّر العَلم الأزهر، فِي قيامه على منبر الطرفَاء، يوْم الداهيَة الدَّهياء، بموت سيِّد الأنبياء، محمد - صَلّى الله عَليْه وسَلّم - أمين الأمناء، وعَلَم الاهتداء، وقد ذهل من كَان عندنا أقوَى الأقوياء، فَمَا ظنَّك بالضعفاء! وصَال الرقيقُ[7] الأَسِيفُ على مذهب السيِّدة الحُميرَاءِ، لِمَا كان يظهر عَليْه[8] من شدة التلهف وَالبُكَاءِ؛ فكان أضعفهُم عينًا وأقواهم في صَمِيم السُويداءِ، فقال: «من كان يَعبُد محمَّدًا فإنّ محمدا قد مَات، ومن كان يعبُد الله فإنّ اللهَ حيٌّ لا

---

[1] س: انسدل.

٢ ج (في الحاشية): جمع حاجة.

٣ س: أراد. هو: راد.

[4] هو: اشترك.

[5] س، هو: الأنباء.

[6] ج (في الحاشية): "بلغ سماعا لمحمد بن إسحق على شيخه -رضي الله عنه-". و: "بلغ قراءة لعبد الله بدر الحبشي على المؤلف - رضي الله عنه-".

٧ س: الرفيق.

٨ ش: - عليه.

Marfat.com

بھی اُس نے ہمارے اور اپنے درمیان حجابِ رسالت قائم کیا اور اسی (حجاب) کے ہاتھ کفالت کی چابیاں تھمائیں، اور ان پر اس کا حکم ماننا واجب قرار دیا۔ پس دلوں نے اپنے ہاتھوں کو ہی دیکھا اور وہ اب بھی اس کے حلقے میں ہی ہیں، پھر جب ان کی ضروریات پوری ہوئیں تو انہوں نے بھی چلنے میں جلدی کی۔ وائے حسرت اور ہائے قسمت! کہ انہوں نے اِس کی قدر نہ کی، ایک (شخص) کو اس کی ضروریات کے پورے ہونے کی یقین دہانی کروائی گئی لیکن اس سب کے باوجود اس نے وہ وقت گنوا دیا اور ساری زندگی آدھے مال والا ہی کہلایا، اسی بات پر تو صدیق اکبر، عمر فاروق رضی اللہ عنہما سے سبقت لے گئے۔ اور دوسرے نے بیٹوں کے حصول اور مال بنانے میں شرک کیا، جیسے کہ ان لوگوں کا اور کوئی خالق نہیں، بلکہ ایک یہ رسول ہی سب کا رازق ہے۔

مقام صدیق اکبر اور عبودیت محضہ

اللہ تعالیٰ صدیق اکبر سے راضی ہو جو رمز آشنا اور روشن ستارے تھے، جب آپؓ جھاؤ کی لکڑی سے بنے منبر پر اُس مصیبت بھرے دن کھڑے ہوئے، جس روز آقائے دو جہاں اور سید الانبیا - امینوں کے امین اور ہدایت کے علمدار - پردہ فرما گئے، اس وقت تو مضبوط اعصاب والوں کے اوسان خطا تھے، کمزور دلوں کا کیا کہیں؟ تو حضرت عائشہؓ کے قول کے مطابق ایک رقیق القلب بوڑھا شخص جو شدتِ غم اور صدمے سے نڈھال تھا کھڑا ہوا؛ حضرت ابو بکر دیکھنے میں تو ان سب سے کمزور تھے لیکن در حقیقت ان سب سے قوی تھے۔ آپؓ نے فرمایا: ”جو کوئی محمدؐ کی عبادت کیا کرتا تھا تو محمدؐ وفات پا چکے ہیں اور جو کوئی اللہ کی عبادت کرتا تھا تو اللہ زندہ ہے اور اسے کبھی موت نہیں۔“ پھر آپؓ نے اپنی اس سنہری بات کی گواہی میں قرآن کی یہ آیت تلاوت فرمائی ﴿محمد صلی اللہ علیہ وسلم ایک پیغمبر ہیں، آپؐ سے پہلے بھی پیغمبر ہو گزرے اگر وہ وفات پا جائیں یا مارے جائیں تو تم الٹے پاؤں پھر جاؤ گے؟ (یعنی مرتد ہو جاؤ گے؟)﴾ (آل عمران: ۱۴۴) پھر یہ آیت تلاوت کی: ﴿اے نبی! آپ کو بھی موت آنی ہے اور انہوں نے بھی مرنا ہے﴾ اس کے بعد تمام فریقین سے خطاب کیا۔

يمُوت» ثم تلا استشهادًا على مقالته الزهَراءِ: ﴿وَمَا مُحَمَّدٌ إِلَّا رَسُولٌ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهِ الرُّسُلُ أَفَإِنْ مَاتَ﴾ (آل عِمرَان: ١٤٤) إلى آخر الآية الغَرَّاء، ثم أردفها[١] بقوله جَل ثناؤه: ﴿إِنَّكَ مَيِّتٌ وَإِنَّهُمْ مَيِّتُونَ﴾ (الزمر: ٣٠) ثمّ خاطب جميع الخُصَماء.

فهذه القوَّة الإلهية من زهده في القوت، وسَوْقِه جميع ما مَلِكته يَدُه لله ورسوله؛ فمَلَّكه مفتاح التابُوت. فمن غيرتهِ عَليْه وأمانته، إخفاؤه إيّاه إلى يَوْمٍ فَقَدَ صَاحِبَ رسَالته؛ ففتح تابوتَ صدره، وأبْدى مكنون سِرِّه، ونبَّه بعِلْمِه على مكانَتِه من الله وقَدْرِه. وأقرَّ له الفاروق بالشَّرْح، لَمَّا بدَتْ لعينه أعْلام الْفَتْحِ. ولم يزل الصِّديق مفتوحًا له قبل ذلك، من حين مَلَكَ المفتاح ورُسِم في ديوانِ المَمالك. وإنما كان ينتظر رحْلَةَ العزيز السيِّد - صَلى الله عَليْه - إلى حضرة المحبُوب الرَّفيق الأعْلى المَالِك، فحلَّاه[٢] بزينته، لَمّا شاركَهُ في نوره وطينتهِ. ثم سَلَكَ في الهيِّن واللَّيِّن على مَدْرَجَتِه، لَمَّا دعَا لهُ أنْ يكونَ معَه وفي درجته. ثم أبدى له شاهدًا بما كان عليْه مِن الكتمان، صَوْت تأنيسِهِ في ليْلة الإسراء بالجُثْمَان. ثم أبان له بُرهان الموافقة، بما ذكرَه عن نَفْسِه - صلّى الله عليه - وعَنْه[٣] إلى المقام مِن المسَابقة، فسبق النبيُّ وصَلَّى الصدِّيق، ولذلك[٤] قال لهُ هنالِك: «قِفْ، إنّ ربّك يُصَلّي» بصَوْتِ عتيقٍ[٥]؛ فأنِسَ وحَنَّ، من جِهة إحْسَاس البدن. وقد اتَّضَحَت أسرار، ولَمَعَتْ في غَلبَة هَذا الوجد بَوَارِق الأنوار.

---

١ ش: أردفه.

٢ س: فجلاه.

٣ هو: - وعنه.

٤ س: وكذلك.

٥ عتيق: كنية أبي بكر الصديق.

Marfat.com

یہ وہ خدائی طاقت تھی جو آپؓ نے کھانے میں کمی اور اپنا تمام مال اللہ اور اس کے رسول کے نام کر دینے سے حاصل کی؛ پس اُس نے بھی آپ کو تابوت کی چابیاں عطا کیں اور آپؓ کی اس (عطا) پر غیرت اور امانت داری کا یہ عالم تھا کہ آپؓ نے بھی اسے اپنے یار کی وفات تک چھپائے رکھا، پھر اُس روز اپنے سینے کا تابوت کھولا، اپنے اس پوشیدہ راز [۳۸] کو ظاہر کیا اور اپنے علم سے اللہ کے ہاں اپنی قدر و منزلت کا پتا دیا۔ پھر جب فاروق اعظم کی آنکھوں پر کشف کے دریچے کھلے تو آپ نے بھی کُھلے دل سے صدیق اکبر کی عظمت کا اقرار کیا۔ حضرت (ابو بکر) صدیق کا (معاملہ) تو اس وقت ہی کُھل چکا تھا جب آپ نے چابیاں اپنے قبضے میں کیں اور دیوانِ ریاست میں اپنا نام لکھوایا۔ آپ تو صرف اپنے آقا ﷺ کی بارگاہ محبوب، الرفیق الاعلیٰ یعنی کہ مالک کُل کی طرف رحلت کے منتظر تھے۔ پس (اس مالک الملک) نے آپؓ کو سید العالم کی سی زینت بخشی، جیسا کہ آپؓ کو نبی کریم کا نور اور آپؐ کی طینت بخشی۔ [۳۹] پھر آپ نے ہر مشکل اور آسانی میں نبی کریم ﷺ کی اتباع کی، کیونکہ نبی کریم ﷺ پہلے ہی یہ دعا کر چکے تھے کہ آپؓ ان کے ساتھی اور ان کے درجے میں ہوں۔ پھر ایک گواہ نے بھی اسی راز کو جسدی معراج کی رات ایک مانوس آواز سے ظاہر کیا۔ اور آپؓ پر منظوری کی دلیل ظاہر ہوئی جیسا کہ نبی کریم ﷺ نے خود اپنے لیے اور آپؓ کے لیے سبقت والے مقام کا ذکر کیا، پس نبی ﷺ آگے تھے اور صدیق اکبر ان کے عین پیچھے اور اسی وجہ سے تو وہاں یہ کہا گیا: ٹھہریئے، آپؐ کا رب درود پڑھ رہا ہے، صدیق اکبرؓ کی آواز میں؛ لہٰذا اس آواز کو سن کر آپؐ کو مانوسیت اور آشنائی کا احساس ہوا۔ [۴۰] اسرار واضح ہوئے اور اس وجد کے غلبے تلے انوار کی بارش ہوئی۔

Marfat.com

(قيام النبي - صَلى الله عَليْه - بين وزيري جماله وجَلاله)

فنرجع إلى قيامه - صَلى الله عَليْه - في اعتدالهِ، بين وزيري جماله وجَلاله. فأشار إلى وزيره المهُوب والعبُوس القَطُوبِ: أنْ قد ظهرتْ سطوتك على الأعدَاء الغُمْر،[1] بالهَلاك وَالدَّمَار، بين صيَاح رُعُودٍ ومُرَهَّفَات بُروقٍ وسهَامٍ أمْطَارٍ. فأمَر العسْكر الجَرّار، فجنح وقال[2]: لم يهلك سُلطاني ولكن سَمَحَ. فتبسَّم الجمَال وقال: صَدَقَ يا رسول الله وصَدقتَ، وَبالحق نطق[3] صَاحبي - صَلّى الله عَليك - وبه نطقتَ، فإنا تألَّفْنَا من غير شتات، وحيينا بلا تقدُّم مَمات. أنا أُظْهِر لك صدق صَاحبي فيما ادَّعَاهُ، وَأُبْدي مُتنَزَّهًا عجيبًا إلى مُقْلَتِك النَّجْلَاء ممَّا حوَاه غَضَبُه ووَعَاه.

فأرْسَلهُما خَدِيمَيْن فِي العَالم أمينين،[4] خليلين نديمين، وانصرف السيِّدُ إلى حضرة العَيْن، وغابَ بلا كيفٍ وحيث لا أين. فلذلك لم يَرَوْا منه - صَلى الله عَليْه - إلّا صورته المشهودةَ، والحركة المعْرُوفة بيننا المعهُودة. فقلنا ما شُهِد[5] به علينا فِي الأوْرَاق، وسَارت به الرُّكبان والرِّفَاق، وتُلِيَ في المكَاتب والمنابر والمحاريب فِي جميع الآفاق: ﴿مَا لِهَٰذَا الرَّسُولِ يَأْكُلُ الطَّعَامَ وَيَمْشِي فِي الْأَسْوَاقِ﴾ (الفرقان: ٧). عَثْرةٌ لا تُطَاق، وصيحة ما لها من فُوَاقٍ، يُعَاينها قائلها عند السِّياق، إذَا بلغتِ النفس التَّراق، وقيل هَلْ مِن راقٍ، ﴿وَالْتَفَّتِ السَّاقُ بِالسَّاقِ﴾ (القيامة ٢٩) وَأيقن بالفراق. ولكلِ واحِدٍ منّا[6] في هذه العَثْرَة حظٌّ يَراهُ إذا كان إلى رَبِّه المسَاق. فعليكم

[1] الغُمر: الجهلة. وهي في ش، وقريبا من ذلك في ج: المغمر.

٢ ش: + له.

٣ ش: - بالحق نطق. + صدق.

٤ ج: آمنين.

٥ هو: شاهد.

٦ ش: - منا.

Marfat.com

جلال اور جمال؛ دو وزیروں کے درمیان قیام

اب ہم آپ ﷺ کا جلال اور جمال کے دو وزیروں کے درمیان قیام کی طرف لوٹتے ہیں۔ آپؐ نے اپنے ہیبت ناک ترش رُو وزیر کی طرف اشارہ کیا: بے شک ان کمزور دشمنوں پر تاخت و تاراج،[1] یعنی چیخوں کی گرج، بجلی کی چمک اور بوندوں کے تیروں سے تیری دہشت چھا چکی ہے۔ پس اس لشکر جرّار کو حکم دے، وہ جھکا اور بولا: ابھی میری قوت باقی ہے لیکن پھر اس نے نرمی دکھائی، اسی دوران وزیر جمال مسکرایا اور بولا: رسول اللہ ﷺ نے سچ بولا اور تو نے بھی سچ کہا، میرے ساتھی - اللہ کی اس پر رحمت ہو - نے بھی حق بات کی اور تو نے بھی وہی کہا، بیشک ہماری تالیف میں کچھ جدائی نہیں، اور ہماری حیات تقدم موت کے بغیر ہے۔ میں آپؐ پر اپنے ساتھی کے دعوے کی سچائی بیان کرتا ہوں، اور آپؐ کی اس چشم غزال چِیں[2] پر ایک عجیب پُر لطف منظر کھولتا ہوں جو اس کے غضب نے اپنے اندر چھپا رکھا ہے۔

پس آپ نے ان دونوں کو اس عالم میں خادم، امین، دوست اور ساتھی بنا کر بھیجا، اور وہ سردار خود بارگاہ نگاہ (حضرت الجمع) میں داخل ہوا، اور یوں غائب ہو گیا کہ اس کی کیفیت اور حقیقت بیان نہیں کی جاسکتی۔ اسی وجہ سے انہوں نے صرف آپؐ کی ظاہری صورت اور معروف معمول کی حرکت کو دیکھا۔ پس ہم نے بھی وہی کہا جو کتابوں میں لکھا گیا، جو محدثین نے نقل کیا، اور جو چار اطراف کے منبروں محرابوں اور مدرسوں میں پڑھایا گیا۔ ﴿یہ کیسا پیغمبر ہے جو کھانے کھاتا ہے اور بازاروں کے چکر لگاتا ہے﴾ (الفرقان: ٦) یہ ناقابل برداشت لغزش ہے اور ایسا جھوٹ ہے جس کے بعد کوئی راحت نہیں، جس کا تجربہ اس کا قائل سیاق میں ہی کرتا ہے، جب جان لبوں تک آ پہنچی اور لوگ کہنے لگے اب کوئی چارہ ہے، پنڈلی پنڈلی سے لپٹ گئی اور جدائی متحقق ہو گئی۔ ہم میں سے ہر ایک کا اس لغزش میں ایک حصہ ہے جو وہ رب کے پاس واپس لوٹ

---

1 یعنی ہلاکت، تباہی اور بربادی سے۔

2 چشم آہو مطلب نہایت خوبصورت آنکھ۔

بالإيمان الصِّرفِ، عَلى غاية الجِلَاءِ والكشف، وإلّا فقد والله نُشِر الميثَاق، وأُخِذْتُم بضيق الخِنَاق.

خرَّج أبو داود في «مرَاسِيلِهِ» في هَذا الباب، عن شُريك، يعني ابن أبي نمر [1]، عن عطَاء بن يسَار، أنَّ رجُلاً من نجدٍ أتى رسُول الله - صَلّى الله عَليْه وَسَلّم - فقال: يا رسُول الله، أَجْدَبْنا وهَلَكْنَا إن لم يُدْرِكنا الله منه برَحْمَته، فادعُ اللهَ يُغِثْنَا. فدَعا رسُول الله - صلّى الله عَليْه وَسَلّم - فرجع الرجل وقد مُطِرُوا، فأحيوا عامَهم ذلك. ثم رجع من عامٍ قابل، فقال: يا رسُولَ الله، دعوتَ الله فأُحْيِينَا [2] عَام الأوّل، فادْعُ اللهَ لنا. فقال رسُول الله - صلّى الله عليه وسلّم -: «أغَيْثٌ كغيث الكفّار؟ لا، اِرْجِعْ».

[فانظر] مَا أعظم مَا تحويه هذه اللفظةُ مِنَ الأسرَار، لَمّا عَلِم - صلى الله عَليه وسَلم - أنَّ تَنزّلَ الأمطَار عند الله بمقدار، وأنّ ذلك لم تَجْرِ بنُزُولِهِ الأقدار، أرْدَعَهُ بقوله: «أغيثٌ كغيث الكُفّار»؟! فأدْرَجَ له العِلْمَ فِي موعظةٍ زَاجِرَةٍ، وألصقَ اسْتمرار الرَّخاء والسَّعَة بالأُمّة الكَافرة، وَأنَّ المؤمن يتقلب في نفسِه بين شدة ورَخاء، وفي قلبه بين زَعْزَعٍ ورُخَاء؛ ليَهْرُبَ إلى التَّقليل والزَّهَادةِ مَن دام عَليْه في الدنيا فِي مأكِله ومَشْرَبه نعيمُه، وَليتحقق [3] أنّ ذلك النَّعيمَ عذابُهُ وجحيمه؛ فيَفْرَحُ المُقِلُّ بفاقته، ويَسْتَعمِلُ نفسه في الشكر عليها جُهد طَاقته، ويتنغّص لهُ عيش الغنيّ فيؤجر في تَنَغُّصِهِ، وتحرِّضه على النزوح بتَبْدِيد المَال في ذات الله أو بنَقْصِه.

فيا كلمةً واحدةً عمّت القبضتين، وانسحبت عَلى الطائفتين! لقد أوتي جوامع الكِلَم، وفصل الخطاب والحِكَم. استشهادي لهُ في تَوَقُّفِه عن الإجابة

١ هو: - يعني ابن أبي نمر.

٢ ش: فأحييتنا. هو: فأحيانا.

٣ هو: وليعلم.

Marfat.com

کر پائے گا۔ پس اپنے ایمان کو انتہا درجے کا صاف اور خالص رکھو، اگر ایسا نہیں تو خدا قسم یہ معاہدہ تو طے پا چکا، اور پھندا تمہارے گلے میں آ چکا۔

ابو داود رحمۃ اللہ علیہ نے (اپنی کتاب) "مراسیل" میں حضرت عطاء بن یسار سے روایت کی کہ نجد کا ایک شخص حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں دوڑتا آیا اور بولا: یارسول اللہ! کال پڑ گیا اور اگر اللہ نے رحمت کی بارش نہ کی تو ہم برباد ہو جائیں گے، آپ اللہ سے دعا کریں کہ وہ ہم پر بارش برسائے۔ آپ نے دعا کی تو بارش شروع ہو گئی اور وہ شخص لوٹ گیا، اُس سال وہ قحط سے بچ گئے۔ اگلے سال پھر یہ شخص دوڑتا آیا اور کہنے لگا: یارسول اللہ! آپ نے پچھلے برس اللہ سے بارش کی دعا کی تھی تو ہم بچ گئے تھے، اس دفعہ بھی ہمارے لیے دعا کریں۔ (یہ سن کر) حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کیا کافروں جیسی بارش مانگتے ہو؟ کبھی نہیں، واپس چلا جا۔

غور کر کہ یہ الفاظ کتنے عظیم اسرار کو اپنے اندر سمیٹے ہیں، جب آپ نے یہ جانا کہ اللہ تعالیٰ کے ہاں بارش کا نزول ایک مناسب مقدار سے ہے، اور آپ کی یہ مداخلت اُس معین مقدار کے مطابق نزول کے موافق نہیں تو آپ نے اس کو "کافروں جیسی بارش طلب کرتے ہو" کہہ کر جھڑک دیا، اِس ڈانٹ والی نصیحت میں بھی اُس کے لیے علم رکھا اور دائمی آسودگی اور آسائش کو (دنیا میں) کافروں سے جوڑا۔ مومن اپنے نفس میں دشواری اور آسانی کے درمیان رہتا ہے اور اپنے دل میں خوف اور امید کے درمیان ہوتا ہے، تاکہ وہ جس پر کھانے پینے کی نعمتیں ختم ہونے کا نام نہیں لیتیں وہ کم طلبی اور بے رغبتی کی طرف دوڑے اور یہ جان لے کہ یہی دنیاوی نعمتیں اس کے لیے عذاب اور جہنم کا سامان ہیں۔ پس تنگ دست اپنے فاقے سے خوش ہو، اور اپنی طاقت کے مطابق ایسی حالت میں بھی اس ہستی کا شکر ادا کرتا رہے، اس پر اگر آسائش کی زندگی تنگ کر دی گئی تو اس تنگی کا بھی اجر ہے، اور یہ (قول) اللہ کی راہ میں مال خرچ کرنے یا مال کو ختم کرنے کی ترغیب دلاتا ہے۔

پس یہ ایک لفظ دونوں مٹھیوں پر محیط اور دونوں گروہوں پر منطبق ہوا۔ بیشک آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو جامع کلمات، قطعی بات اور دانش وری عطا کی گئی۔ آپ کا دوسری دفعہ دعا سے رک جانے کی تصدیق ان آیات میں ہے: ﴿ہم نے آسمان سے پانی ایک مناسب مقدار میں اتارا ہے﴾

Marfat.com

﴿وَأَنْزَلْنَا مِنَ السَّمَاءِ مَاءً بِقَدَرٍ﴾ (المؤمنون: ١٨) ﴿وَمَا نُنَزِّلُهُ إِلَّا بِقَدَرٍ مَعْلُومٍ﴾ (الحجر: ٢١) ﴿وَلَكِنْ يُنَزِّلُ بِقَدَرٍ مَا يَشَاءُ﴾ (الشورى: ٢٧). فتأمّل يَا وَلِيي - سَدَّد الله نظرك - مَا تنطَوي عَلَيْه[١] هذه الإشارات، ومَا تتضمَّنُه من المعَارف والأسْرَار والمقامَات هذه العبَارات.

(انقياد النفس)

ولمّا سَمعتِ النفسُ إيرادي لهذه الشذور،[٢] وإبرازي هؤلاء الأسْرَار المخدَّرات من خلف هذه الستور، تيقَّنَتْ أنها في تَبَاب، وأنَّ علينا إنما هُو لذوي الألباب. فألقَتْ يد السَّمع والطاعَة، على ملازمة السّنة والجماعة، وَالإقرار بالفَضْلِ والسَّبْقِ[٣] للمتقدم، وَأنّ ذلك هو الإمَام المُعَلّم، وأيْقَنَتْ باقتراب السَاعة ونفاد أيامها، لظهور أشراطها وأعلامهَا، بقول مَنْ كرَّم هذه الأُمّة وفَضَّلَها: «إنَّ من أشراطِ السَّاعَة أنْ يَلعن آخِرُ هذه الأمّة أوّلها».

وَقد رَأينَا فِي هذه البِلَاد من هذا الشَّرط كثيرًا، وَلَيْتَهُمْ! لو وقَفُوْا مع سَبِّ أوّلهم فِي جنسهم، وَلا يتعدَّون ذلك إلى ما هو أعظم. فوالله يا وليِيّ، لقد قرع سمعَ أخيك سَبُّ عيسى عَليه السلام، وسَبُّ بعض الصّحابة الكرَام، وسَبُّ الله ذي الجلال والإكرام.[٤]

وأمَّا المُدَّعُونَ في هذه الطريقة فقد قاربوا الخروج من الجمَاعَة، بل خَرَجوا. فطائفة بَلغني عنهم أنّهم قد اسْتَغْنَوْا عن شفاعة الرَّسُول لما تحققوا به مع الحق من

١ هو: - عليه.

٢ ج، س (في الحاشية): الشذور: القِطع

٣ ش: بالسبق والفضل.

٤ ج (في الحاشية): بلغ قراءة لعبد الله بدر الحبشي الذي لا يسوى شيء على المؤلف - رضي الله عنه -.

Marfat.com

(المومنون:۱۸)﴿اور ہم اسے ایک معلوم مقدار سے اتارتے ہیں﴾(الحجر:۲۱)﴿وہ جو چاہتا ہے ایک مناسب مقدار سے اتارتا ہے﴾(الشوریٰ:۲۷) پس اے دوست! اللہ تجھے صائب الرائے بنائے غور کر یہ اشارات کن (حقائق) پر مشتمل ہیں، اور ان عبارات میں کیا کیا معارف، اسرار اور مقامات پنہاں ہیں۔

نفس کا سر تسلیم خم کرنا

جب نفس نے میرے یہ دلائل سنے، حجابات کے پیچھے چھپے اِن ٹن کر دینے والے اسرار کو عیاں کرتا دیکھا تو جان گیا کہ وہ صریح گمراہی میں گرفتار ہے، اور علیین کا ٹھکانہ صرف فہم والوں کے لیے ہے۔ پس اس نے سنت اور جماعت کو خود پر لازم کرنے کے لیے سر تسلیم خم کیا، پہلوں کی برتری اور فضیلت کا اقرار کیا کہ یہی تو معلم امام ہیں، اسے قیامت کی قربت اور ایام دنیا کے ختم ہونے کا یقین قیامت کی نشانیوں کے ظہور کے بعد ہوا۔ وہ یوں کہ اس امت کو بزرگی اور فضل دینے والی ہستی ﷺ کا قول ہے: "قیامت کی نشانیوں میں سے ایک یہ بھی ہے کہ اِس امت کے بعد والے اِس کے پہلے والوں پر لعنت کریں گے۔"[41]

اِن شہروں میں ہم نے اس نشانی کو تو بخوبی دیکھا ہے۔ کاش! وہ اپنے جیسے پہلوں پر ہی لعنت ملامت کرتے اور اپنے سے بہتر لوگوں کے بارے میں ایسا کچھ کہنے سے پہلے ہی اپنے لب سی لیتے۔ اللہ کی قسم اے دوست! تیرے بھائی کے کانوں نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام، بعض صحابہ کرام، حتیٰ کہ اللہ عز و جل کو ہذیاں بکتے لوگ سنے ہیں۔

جہاں تک طریقت کے اِن دھوکے بازوں کا حال ہے تو وہ جماعت سے خارج ہونے کے قریب، بلکہ جماعت سے خارج ہیں۔ ایک گروہ کے بارے میں مجھے یہ بتایا گیا ہے کہ وہ شفاعت رسول ﷺ سے بھی بے پرواہ ہو چکے ہیں کیونکہ اپنے گمان میں وہ حق کے ساتھ حقائق وصال

Marfat.com

حقائق الوصَال. وَلوْ رأيتَ أحوَالهُم لَرأيتَ نقيصة[١] الكون، وَما تسْخن به العين. وقال ممَّن قد تبرَّزَ فيهَا إمَامًا تُحلّ إليْه الحُبَا، وهُوَ لا يعرف[٢] مَا خُلِقَ له وَلا يُرْتَضى، وَيدَّعِي الكشف الأتم معَ الحق، فقال: إنَّ الجنَّة لم تُخْلَقْ!. هذا أعطاه كَشْفه المكشوف، وعقله السخيف المتلوف. وَأمّا وَليُّك فسَمِع واحدًا - وقد عَاب عَليهِ بعضُ أصْحَابه السّماع - فقال: لمثلي يقال هذا؟ إنَّ جبريل لا يُحْسِنُ يَسْمَعُ مثلي وَلاَ الملائكَة. فقمتُ عليه فِي ذلك؛ فتاب واستغفر الله وأناب. فهذه قلوبهم الحَاضرة[٣] ووجوههم الناضرة[٤] إلى ربّها الناظرة،[٥] بَل والله وجوهٌ باسرة تظنّ أن يُفْعَلَ بهَا فاقرة.

(أخبار أويس القرني رضي الله عنه)

ثمّ أُعَرِّفُ وَليِّ - أبقاه الله -، أنّ نفسي الخبيثَةَ - بِطَانَةُ السَّوْء - لَمّا قرع سَمْعَها أخبَارُ هؤلاء السَّادة، والأئمّة القادة، كان لهَا من صغرها تعشُّق بحديث أويسٍ، فقالت لي: عسى تَنُصّ لي مِن شأنه بعض مَا وصَل إليك، فإني أَلْهَجُ بذكره، واطْوِ معي بساط المناظرة، وسُدّ باب التَمَثُّل والمحَاضرة، وألقِ عليّ مَا شئتَهُ مِن أنواع المجَاهدة، فإني الموافِقة المساعدة. فشكرتُ الله على طَلَبِهَا الاختصَار وتركها التطويل، وعلمتُ أنها تريد سُلوك سَواء السّبيل.

فقلت لها: نعم، حدثني أبو محمد بن يحيى، قال: حدثني أبو بكر بن أبي[٦]

١ س: نقيضة.

٢ هو: لا يعلم.

٣ هو: الحاسرة.

٤ ج، س: الناظرة. وتوجد علامة البدل «م» في نسخة ج.

٥ ج، س: الناضرة. وتوجد علامة البدل «م» في نسخة ج.

٦ س: - أبي.

Marfat.com

سے متحقق ہیں۔ اگر تو ان کے احوال پر نظر دوڑائے تو انہیں خطاؤں کا ایسا پلندہ پائے جس پر آنکھ خون کے آنسو روتی ہے۔ ان میں ایک جو خود سے ہی امامت کا دعوے دار تھا اور لوگ جس کے طالب تھے، جسے یہ تک علم نہ تھا کہ اس کے لیے کیا تخلیق کیا گیا ہے اور کیسے راضی رہا جاتا ہے، حالانکہ وہ حق کے ساتھ مکمل کشف کا دعوے دار تھا۔ کہتا ہے: جنت وغیرہ کچھ نہیں ہے!۔ اُس کے صریح کشف اور عقل مندی نے اسے یہ بے عقلیاں سکھائیں ہیں۔ تیرے دوست نے ایک شخص کو یہ تک کہتے سنا-جب کچھ لوگوں کی جانب سے سماع سننے پر تنبیہ کی گئی تو کہتا ہے-: کبھی مجھ جیسے کو بھی یہ کہا جاتا ہے؟(عقل کے ناخن لو) بیشک جبرائیل اور دیگر فرشتے بھی میری طرح سماع سننے (کی اہلیت) نہیں رکھتے۔ میں تو (اُس کی یہ بات کے سنتے ہی) اُس پر چڑھ دوڑا یہاں تک کہ اُس نے توبہ کی اور سیدھے راستے کی جانب لوٹ آیا۔ کیا یہ ہیں وہ حاضر القلب ہستیاں اور تروتازہ چہرے جو اپنے رب کے دیدار میں مگن ہیں؟ نہیں، بلکہ اللہ کی قسم! یہ تو کُملائے ہوئے لوگ ہیں جو اسی گمان میں گم ہیں کہ ان پر کوئی آفت نہ ٹوٹ پڑے۔

Marfat.com

حضرت اویس قرنی رضی اللہ عنہ کے حالات

میں اپنے دوست-اللہ اسے سلامت رکھے!-کو یہ بھی بتاتا چلوں کہ جب میرا شر انگیز بد طینت نفس ان بزرگ ہستیوں اور پیش روائمہ کے واقعات سے آشنا ہوا-اور چونکہ اِسے بچپن ہی سے حضرت اویس قرنی رضی اللہ عنہ کی باتیں سننے کا شوق تھا-تو مجھ سے کہنے لگا: تُو مجھے ان (یعنی حضرت اویس قرنی) کی وہ باتیں بتا جو تجھے پتا ہیں کیونکہ مجھے آپ کے واقعات سننے کا بہت شوق ہے!۔ اب اِس مناظرے کی بساط لپیٹ، مثالیں اور درس دینا بند کر، مجھے جس طرح کے مجاہدے بتانا چاہتا ہے بے دھڑک بول، میں تیرے ساتھ ہوں۔ میں نے اس نفس کی جانب سے تفصیل ترک کرنے اور اختصار طلب کرنے پر اللہ کا شکر ادا کیا اور جان لیا کہ اب یہ سیدھے راستے پر واقع ہی چلنا چاہتا ہے۔

میں بولا: مجھے ابو محمد بن یحیی نے مکمل سند سے روایت کرتے ہوئے بتایا کہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، فرماتے ہیں کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اپنے صحابہ کے ایک حلقے میں

منصور، قال: حدثنا أبو الفضل بن أحمد،[1] قال: حدثنا أحمد بن عبد الله عن أبيه، قال: حدثنا حَامد بن محمود، قال: حدثنا سَلمة بن شبيب، قال: حدثنا الوليد بن إسماعيل الحرَّاني، قال: حدثنا محمد بن إبراهيم بن عبيد، قال: حدثني مُخلد بن يزيد، عن نُوفل بن عَبْد الله، عن[2] الضَّحَاك بن مُزَاحم، عن أبي هريرة – رضي الله عنه –[3] قال: بَينا رسُول الله – صلّى الله عليه وسلّم – في حلقة من أصحَابه، إذ قال: ليُصَلِّيَن معكم غدًا رجل من أهلِ الجنّة. قال أبو هريرة: فطمعتُ أن أكون أنا ذلك الرجُل. فغدوت، فصلَّيتُ خلف النبيّ – صلّى الله عليه وسلّم – فأقَمتُ في المسجد حتى انصَرف النَّاس، وبقيتُ أنا وَهُوَ.

فبينما نحن كذلك إذ أقبَل رجُل أسوَدُ، مُتَّزِرٌ بخرقةٍ، مُرْتَدٍ برُقْعَةٍ، فجاء حتى وضع يده في يد رسول الله – صلّى الله عليه وسلّم – ثم قال: يا نبيّ الله، أدع الله لي. فدَعَا النبي – صلّى الله عليه وسلّم – له بالشهادة، وإنا لنجد منه ريح المِسْك الأذفر. فقلت: يا رسُول الله أهُوَ هوَ؟ قال: نعم؛ إنّه لمملوكٌ لبني فلانٍ. قلت: أفلا تشتريه فتُعْتِقُه يا نبي الله؟ قال: وَأنّى لي ذلك إن كان الله – تعالى – يُريد أن يجعله من مُلوك الجنّة. يا أبا هُريرة: إنّ لأهْل الجنة ملوكًا وَسادَةً، وإنّ هذا الأسود أصبح مِن ملوك الجنة وسَاداتِهم. يا أبا هريرة: إنّ الله – عز وجَل – يحب من خلقه الأصفياء الأخفياء الأبرياء، الشَّعِثَة رؤوسهم، المُغْبَرَّة وجوههم، الخَمِصَة بطُونهم من كسْب الحلال، الذين إذا استأذنوا عَلى الأمراء لم يؤذَنْ لهم، وإن خَطبُوا المتنعِّمات لم ينكحُوا، وإن غابوا لم يُفْتَقَدوا، وإن حضَرُوا لم يُدْعَوْا، وإن طَلعُوا لم يُفْرَح بطلعتهم، وإن مرضوا لم يُعَادُوا، وإن مَاتوا لم يُشْهَدُوا.

---

١ ش: – قال: حدثنا أبو الفضل بن أحمد.

٢ هو: – السند الكامل.

٣ هو: + أنه.

Marfat.com

تشریف فرما تھے کہ آپؐ نے فرمایا: کل تمہارے ساتھ جنت کا ایک آدمی نماز پڑھے گا۔ حضرت ابوہریرہ کہتے ہیں کہ میں نے دل ہی دل میں یہ خواہش کی کہ کاش یہ شخص میں ہوں! اگلے روز جب میں نے نبی کریم ﷺ کے پیچھے نماز پڑھی تو میں مسجد میں ہی بیٹھ گیا یہاں تک کہ سب لوگ چلے گئے اور میں اور آپؐ تنہا رہ گئے۔

ابھی ہم اسی طرح بیٹھے ہوئے تھے کہ پھٹے پرانے کپڑے پہنے اور چادر اوڑھے ایک سیاہ فام شخص نمودار ہوا، وہ آپؐ کے پاس آیا اور اپنا ہاتھ آپؐ کے ہاتھ میں رکھ کر بولا: اے اللہ کے نبی! اللہ سے میرے لیے دعا کریں۔ آپؐ نے اُس کے لیے شہادت کی دعا کی، ہمیں اُس سے مِسک (کستوری) کی خوشبو آ رہی تھی۔ میں نے آپؐ سے پوچھا: کیا یہ وہی آدمی ہے؟ آپؐ نے فرمایا: ہاں، یہ فلاں کا غلام ہے۔ میں نے کہا: آپؐ اس کو خرید کر آزاد کیوں نہیں کر دیتے؟ آپؐ نے فرمایا: میں ایسا کیسے کر سکتا ہوں جبکہ اللہ تعالیٰ اِسے جنت کے بادشاہوں میں سے کرنا چاہتا ہے، اے ابوہریرہ! بے شک جنت والوں کے بھی بادشاہ اور سردار ہوں گے اور یہ غلام جنت کے سرداروں اور بادشاہوں میں سے ہے۔ اے ابوہریرہ! اللہ تعالیٰ اپنے بندوں میں صاف دل، گم نام اور پاک دامن لوگوں کو پسند کرتا ہے، جو پراگندہ سر ہوں، جن کے چہرے گرد آلود ہوں، کسبِ حلال کی وجہ سے جن کے پیٹ پیٹھ سے لگے ہوں، یہ ایسے لوگ ہیں کہ اگر یہ حکام سے ملنا چاہیں تو انہیں اجازت نہیں دی جاتی، اگر یہ امیر لڑکیوں کے لیے رشتہ بھیجیں تو وہ قبول نہیں کیا جاتا، اگر یہ کہیں سے چلے جائیں تو کوئی ان کا پوچھتا نہیں، اگر کہیں حاضر ہوں تو کوئی انہیں بلاتا نہیں، اگر یہ کہیں جائیں تو کوئی انہیں دیکھ کر خوش نہیں ہوتا، اگر یہ بیمار پڑیں تو کوئی ان کی عیادت نہیں کرتا اور اگر یہ مر جائیں تو کوئی ان کا جنازہ نہیں پڑھتا۔

Marfat.com

قالوا: يا رسول الله؛ كيف لنا برجل منْهم؟ قال: ذاك[1] أويس القرني. قال: وما أويس القرني؟ قال: أشْهَلُ ذو[2] صُهُوبَة، بعيد مَا بين المنكبين، مُعْتَدل القامَة، آدم شديد الأدمة، ضارب بذقنه إلى صَدره، رامٍ ببصره إلى موضع سجوده، واضِع يمينه على شماله، يتلو القرآن، يبكي عَلى نفسه، ذُو طِمرين لا يُؤبه له، مُتَّزر بإزار صُوفٍ ورداءِ صُوف، مجهول في أهل الأرض معروف في السَماء، لو أقْسَم على الله لأبرَّ قَسمه. ألا وإنّ تحت مَنْكِبِهِ الأيسر لُمعةً بيضاء. ألا وإنّه إذا كَان يوم القيَامة قيل للعبَاد: «ادخلوا الجنّة» ويقال لأويس: «قف فاشفع» فيشّفِعُهُ الله – تعالى – في مثل عدد ربيعة ومُضر. يا[3] عُمر ويَا عليّ: إذا أنتما لقيتماهُ فاطلُبَا إليه يستغفر لكما، يغفر الله لكما.

قال: فمكثا يطلُبَانه عشر سنين، لا يقدران عَليه. فلمَّا كان في آخر السّنة التي هَلك فيهَا عُمر، فِي ذلك العَام قام على أبي قُبَيْسٍ، فنادَى بأعلى صوته: يا أهْل الحجيج مِن أهْل اليمن؛ أفيكم أويس من مُرَاد؟ فقام شيخ كبير[4] طويل اللحيَة، فقال: أنا لا أدْرِي[5] مَا أويس، ولكن ابن أخٍ لِي يُقال له أويس؛ وهو أخْمَلُ ذكرا، وأقَلُّ مالا، وأهون أمرًا من أن نرفعه إليك، وأنّه ليرعى إبلنا، حقير بين أظهرنا. فعَمَّى عَليه عُمر كأنه لا يُرِيْدُه، وقال: أين ابن أخيك هذا؛ بِحَرِّ مِنىً هو؟ قال: نعم. قال: وأين يُصَاب؟[6] قال: بأراك عرفاتٍ.

---

١ ش، هو: ذلك.

٢ ج، ش، هو: ذا.

٣ س: – يا.

٤ ش: – كبير.

٥ ش: ما أدري.

٦ س: يصلب.

Marfat.com

لوگوں نے کہا: یا رسول اللہ! ہمیں ایسے شخص کا حلیہ بتائیں، آپؐ نے فرمایا: اویس قرنی انہی میں سے ہے۔ ایک شخص نے پوچھا: کون اویس قرنی؟ آپؐ نے فرمایا: جس کی نیلگوں آنکھ سرخی مائل ہے، جس کے دونوں شانوں کے درمیان فاصلہ ہے، جو موزوں قامت اور شدید گندمی رنگت والا ہے، جو سر جھکائے اپنی نظر جائے سجدہ پر جمائے رکھتا ہے، جو اپنا دائیاں ہاتھ بائیں ہاتھ پر رکھتا ہے، جب قرآن کی تلاوت کرتا ہے تو خود پر روتا ہے، وہ ایسا فقیر صفت ہے کہ اسے کوئی پوچھتا نہیں، اُون کی چادر اوڑھے اور تہہ بند باندھے اہل زمین میں انجان ہے لیکن آسمان والے اُسے خوب جانتے ہیں اگر وہ اللہ کی قسم کھالے تو اللہ اُس کی قسم ضرور پوری کرتا ہے۔ جان لو! اس کے بائیں کندھے کے نیچے سفید روشنی ہے، اور جان لو! جب قیامت کا دن ہو گا تو عام بندوں سے کہا جائے گا "جنت میں داخل ہو جاؤ" جبکہ اویس قرنی سے کہا جائے گا: "ٹھہرو، اور شفاعت کرو" پس اللہ تعالیٰ قبیلہ ربیعۃ اور قبیلہ مُضر جتنے لوگوں کے حق میں ان کی شفاعت قبول کرے گا۔ اے عمر اور اے علی! جب تم دونوں اُس سے ملو تو اُس سے اپنے لیے ضرور مغفرت طلب کرنا، اللہ تعالیٰ تمہاری مغفرت کرے گا۔

کہا جاتا ہے کہ آپ دونوں دس برس تک انہیں ڈھونڈتے رہے لیکن ان کا پتہ نہ پایا۔ جب وہ آخری سال آیا جس میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی شہادت ہوئی، اُس برس آپؓ مقامِ ابی قبیس گئے اور اونچی آواز سے بولے: اے یمن سے آنے والو، کیا تم میں اویس بن مراد ہے؟ ایک لمبی داڑھی والا بوڑھا اٹھا اور بولا: ہمیں اُس اویس کا تو علم نہیں جسے آپ ڈھونڈ رہے ہیں مگر میرے بھتیجے کا نام بھی اویس ہے؛ وہ تو ایک گم نام، غریب اور عام سا آدمی ہے اسی لیے ہم نے آپ سے اُس کا ذکر کرنا مناسب نہ سمجھا؛ وہ تو ہمارے اونٹ چراتا ہے اور ہمارے درمیان غیر اہم ہے۔ حضرت عمر نے اس وقت تو یہ ظاہر کیا کہ آپ کو اس کی تلاش نہیں، پھر پوچھا: تمہارا یہ بھتیجا کہاں ہے؟ کیا وہ منیٰ کے آس پاس ہی ہے؟ وہ بوڑھا بولا: ہاں جی۔ آپ نے پوچھا: اچھا تو پھر وہ کہاں ہے؟ وہ بولا: عرفات میں پیلو کے درختوں کے پاس۔

Marfat.com

قال: فركب عُمر وعَليّ سِرَاعًا[١] إلى عرفاتٍ، فإذا هو قائم يُصَلّي إلى شجرَةٍ والإبل حَوْله ترعى. فشَدَّا حمارَيْهما ثم أقبلا إليه، فقالا: السلام عليك ورحمة الله. فخَفَّفَ أويس الصَلاة ثم[٢] قال: السلام عليكما ورحمة الله وبركاته. قالا: من الرَّجُل؟ قال: راعي إبلٍ وأجير قومٍ. قالا: لسْنَا نسألك عن الرعاية ولا عن الإجارة، ما اسمك؟ قال: عبْد الله. قالا: قد علمنا أنّ أهل السَموات والأرض كُلُهم عبيد الله، فما اسمك الذي سَمَّتك أُمُّك؟ قال: يَا هذانِ مَا تريدانِ إليّ؟ قالا: وَصَف لنَا محمد - صلّى الله عليه وسلّم - أويسًا القرني؛ فقد عرفنا الصُّهُوبَة والشُّهُولة، وأخبَرنا أنّ تحت منكبك الأيسر لمعة بيضاء؛ فأوضحها لنا؛ فإن كان بك[٣] فأنت هو. فأوْضَحَ منكبه فإذا اللُّمعَة، فابْتَدَرَاه يُقْبِّلانه وقالا: نَشهد أنك أوَيسٌ القرني، فاسْتَغْفِرْ لنا يغفر الله لك. قال: مَا أَخُصُّ باستغفاري نفسي ولا أحدًا مِن ولد آدم، ولكنه في البرّ والبحر في المؤمنين والمؤمنات والمسلمين والمسلمات. يا هَذان؛ قد أشْهَر الله لَكُما حَالي، وعرّفكما أمري، فمَنْ أنتما؟! قال عليّ: أمَّا هذا فعُمَر أمير المؤمنين، وأما أنا فعليّ بن أبي طالب. فاسْتَوَى أويس قائمًا، فقال: السلام عَليك يا أمير المؤمنين وَرَحْمة الله وَبركاته، وأنت يا ابن أبي طالبٍ، فجزاكمَا الله عن هذه الأُمّة خيْرًا. قالا: وَأنت فجزاكَ الله عن نَفْسِك خَيْرًا.

فقال له عُمر: مكانَك - يرحمك الله - حتَّى أَدْخُل مكّة فآتيك بنفقةٍ مِن عطَائي، وفضل كِسْوَة من ثيَابي، هَذا المكان ميعاد بيني وبينك. قال: يا أمير المؤمنين؛ لا مِيْعَاد بيني وبينك،[٤] لا أراكَ بَعْد اليَوْم تَعْرفني، ما أصنع بالنفقة؟ ما أصنع بالكِسوة؟! أمَا ترى عَليَّ إزارًا مِن صُوف ورداءً مِن صُوف، متى تراني

١ ش: - سراعا.

٢ ش: - فخفف أويس الصلاة ثم.

٣ س: فإن تك.

٤ هو: - قال: يا أمير المؤمنين لا مِيْعَاد بيني وبينك.

Marfat.com

(یہ سن کر) حضرت عمر اور حضرت علی سوار ہو کر تیزی سے عرفات کی طرف گئے، دیکھا کہ وہاں ایک نوجوان درخت کے پاس کھڑا نماز پڑھ رہا ہے جبکہ اونٹ اس کے اِرد گرد چر رہے ہیں۔ آپ دونوں نے اپنے گدھوں کو ایک طرف باندھا، پھر اُس کی طرف بڑھے اور کہا: السلام علیک ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔ حضرت اویس رضی اللہ عنہ نے اپنی نماز مختصر کی اور بولے: وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔ دونوں نے پوچھا: آپ کون ہیں؟ وہ بولے: میں اونٹ چرانے والا مالکوں کا خادم ہوں۔ بولے: ہم آپ سے پیشے کے بارے میں نہیں پوچھ رہے، آپ کا نام کیا ہے؟ وہ بولے: عبد اللہ۔ آپ نے کہا: ہم جانتے ہیں کہ زمین و آسمان کی تمام مخلوق عبد اللہ، یعنی اللہ کی غلام ہے، تمہاری ماں نے تمہارا نام کیا رکھا ہے؟ حضرت اویس بولے: اے بزرگو! آپ مجھ سے کیا چاہتے ہیں۔ وہ بولے: حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں اویس قرنی کے بارے میں بتایا تھا؛ آنکھوں کی نیلگونی اور سرخی تو ہم نے دیکھ لی، آپؐ نے یہ بھی بتایا تھا کہ ان کے بائیں کندھے کے نیچے سفید چمک ہے لہٰذا ہمیں دکھائیں، اگر چمک ہوئی تو پھر آپ وہی ہیں۔ انہوں نے کندھا دکھایا تو اس میں چمک تھی، پس دونوں نے آپؒ کو چوما اور بولے: ہم گواہی دیتے ہیں کہ آپ ہی اویس قرنی ہیں، ہمارے لیے دعا کریں اللہ آپ کی مغفرت فرمائے گا۔ اویس قرنی بولے: میں دعائے استغفار کے لیے نہ خود کو مخصوص کرتا ہوں اور نہ ہی ابن آدم میں سے کسی اور کو، بلکہ میری دعا تو بحر و بر، مومنین اور مومنات، مسلمین اور مسلمات سب کے لیے ہے۔ دوستو! اللہ نے آپ پر تو میرا حال کھول دیا میری حیثیت بتلا دی، مگر آپ دونوں ہیں کون؟ حضرت علی بولے: یہ عمر ہیں؛ امیر المومنین اور میں ہوں علی بن ابی طالب۔ پھر حضرت اویس سیدھی طرح کھڑے ہوئے اور بولے: یا امیر المومنین! آپ پر اللہ کی سلامتی، رحمت اور برکات ہوں اور آپ پر بھی اے علی بن ابی طالب، اللہ تعالیٰ آپ دونوں کو اس امت (کی خدمت کرنے پر) جزائے خیر عطا فرمائے۔

دونوں بولے: اور آپ کو آپ کے نفس (کے ساتھ بھلا کرنے پر) بہترین صلہ دے۔

حضرت عمر بولے: اللہ آپ پر رحم کرے، آپ یہیں رکیں، میں مکہ جا کر آپ کے لیے اپنے مال میں سے کچھ مال اور اپنے کپڑوں میں سے کچھ کپڑے لے کر آتا ہوں، ہم اسی جگہ پر دوبارہ ملیں گے، یہ میرا آپ سے وعدہ ہے۔ وہ بولے: یا امیر المومنین! میرے اور آپ کے

Marfat.com

أَخْرِقهُمَا؟! أمَا ترى نَعليّ مخصُوفتان، متى تراني أبْلِيهما؟! أما تراني قد أخَذْتُ من رعايتي أربعةَ دراهم، متى تراني آكلهَا؟! يا أميرَ المؤمنين: إنَّ بين يديَّ ويَديك عقبةً كؤُودًا لا يجاوزُها إلا ضامرٌ مُخِفٌّ مَهْزُولٌ؛ فأَخِفَّ يرحمك الله!.

فلمّا سمع عُمَر ذلك من كلامه ضَرَب بِدُرَّته الأرضَ، ثم نادى بأعلى صَوته: ألا ليْتَ أنَّ أمّ عمر لم تلده! يا ليتَهَا كَانت عَاقرًا، لم تعالج حِمْلَهَا! ألا من يَأخذها بما فيها وَلهَا؟.

ثم قال: يَا أمير المؤمنين؛ خُذْ أنت هَاهنا حتى آخذ أنا هَاهُنا.[1] فَوَلّى عمر ناحيَة مكة، وسَاق أويس إبله، فوافى القوم إبلهم، وخلَّى عن الرعَايَة، وأقبل على العبَادة حتى لحق بالله عز وجل.

قال مغيرة: كان أويسٌ القرني ليتصدق بثيابه حتى يجلس[2] عُريانًا لا يجد مَا يَرْوحُ فيه إلى الجُمْعَة. وَممَّا يؤيد هَذا مَا رَوينا من حديث ابن دثار، قال: قال رسول الله - صَلّى الله عليه وسَلّم -: «إنّ من أُمتي مَن لا يستطيع أن يَأتي مَسْجِدَهُ أو مُصَلّاه من العُري؛ يحجزه إيمانه أن يسأل الناس، منهم أوْيس القرني».

وقال عبد الله بن سلمة: غزونا أذربيجان ومعنا أويس القرني، فلمّا رجعنا، يعني مَرِضَ عَلينا، فَحملناه، فلم يَسْتَمْسِك، فمات. فنزلنا؛ فإذَا قبر مَحْفُورٌ وماء مَسْكُوبٌ وكفَنٌ وحنوطٌ؛ فغسلناه وكفَنَّاه وصَلّينا عَليه ودَفَنَّاه. فقال بَعْضُنَا لبعض: لو رجَعْنَا فعَلَّمْنَا قبره، فرجَعْنا فإذَا لا قبر وَلا أثر.[3]

---

١ س: - حتى أخذ أنا هَاهُنا.

٢ س: يقعد.

٣ ج (في الحاشية): بلغ أبو بكر بن محمد قراءة وعرضا على مصنِّفه - أبقاه الله -.

Marfat.com

درمیان اب کوئی ملاقات نہیں، میں آج کے بعد آپ سے نہیں ملوں گا آپ تو مجھے جانتے ہیں، میں نے مال کا اور کپڑوں کا کیا کرنا ہے؟ کیا آپ نے غور نہیں کیا میں نے تو اُون کی چادر اور اُون کا ہی تہہ بند باندھ رکھا ہے، آپ نے کب دیکھا کہ یہ پھٹ گئے؟ کیا آپ نے میرے ٹھیک کروائے ہوئے جوتے نہیں دیکھے آپ نے کب دیکھا کہ یہ خراب ہو گئے؟ کیا آپ نے غور نہیں کیا کہ میں نے ان اونٹوں کو چرانے کے عوض چار درہم بھی لیے ہیں، آپ نے کب دیکھا کہ میں نے وہ کھائے؟ یا امیر المومنین! بے شک میرے اور آپ کے سامنے ایک دشوار گزار گھاٹی ہے، اسے صرف دبلے جسم کا کم وزن والا ہی پار کر سکتا ہے، پس وزن کم رکھیے، اللہ آپ پر رحم فرمائے!۔

جب حضرت عمر نے آپؓ کی یہ باتیں سنیں تو اپنا کوڑا زمین پر دے مارا اور اونچی آواز سے پکارا: کاش عمر کی ماں عمر کو نہ جنتی! کاش وہ بانجھ ہوتی، جس کے حمل کا علاج نہ ہو سکتا! کوئی ہے جو مجھ سے مومنین کی امارت اِس کے فوائد اور نقصانات سمیت لے لے؟

پھر حضرت اویس نے کہا: یا امیر المومنین! آپ اس طرف کو جائیں تاکہ میں اس طرف کو جا سکوں۔ حضرت عمر واپس مکہ لوٹ آئے اور حضرت اویس اپنے اونٹوں کو لے کر چل دیئے، لوگوں کو اُن کے اونٹ واپس کیے، چرواہے کا کام چھوڑ کر اللہ کی عبادت میں لگ گئے یہاں تک کہ خالق حقیقی سے جا ملے۔[۴۲]

مغیرہ فرماتے ہیں: حضرت اویس قرنی اپنے کپڑے تک صدقہ کر دیتے اور بے لباس بیٹھے رہتے، آپ کے پاس دوسرا جوڑا نہ ہوتا تھا جس کو پہن کر جمعہ پڑھنے جا سکیں۔ اِس بات کی تائید حضرت ابن دینار کی اس حدیث سے بھی ہوتی ہے، حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: "میری اُمت میں ایسے شخص بھی ہیں جو کپڑے نہ ہونے کی وجہ سے مسجد یا نماز کی جگہ پر نہیں جا سکیں گے؛ اُن کا ایمان انہیں لوگوں سے سوال کرنے سے روکے گا، اویس قرنی انہی میں سے ہیں۔"[۴۳]

عبد اللہ بن سلمہ فرماتے ہیں: جب ہم نے آذربائجان پر حملہ کیا تو اویس قرنی ہمارے ساتھ ہی تھے، جب ہم واپس لوٹ رہے تھے تو وہ بیمار ہو گئے، ہم آپ کو اٹھا کر لا رہے تھے لیکن آپ جاں بر نہ ہو سکے۔ جب ہم نیچے اترے تو دیکھا کہ قبر کھدی ہوئی ہے، پانی بہہ رہا ہے اور کفن

Marfat.com

وقال هرم بن حيّان: قَدِمْتُ الكوفة فلم يكن لي هَمٌّ إلا أويس أسأل عنه. فدفعتُ إليه بشاطئ الفرات يتوضأ ويغسل ثوبه، فعرفته بالنَّعْتِ؛ فإذَا رجل آدم محلوق الرأس، كثّ اللحيَة، مهيب المنظر؛ فسلَّمتُ عَليه، ومددتُ إليه يدي[1] لأصَافحه. فأبى أن يصَافحني! فخنقتني العَبْرَة[2] لما رأيت من حَاله.

فقلت: السلام عليك يَا أويس، كيف أنت يَا أخي؟ قال: وأنت؛ فحيّاك الله يَا هرم بن حيَّان! مَن دلَّك عليّ؟ قلت: الله - عزّ وجل -. قال: ﴿سُبْحَانَ رَبِّنَا إِنْ كَانَ وَعْدُ رَبِّنَا لَمَفْعُولًا﴾ (الإسراء: ١٠٨) قلت:[3] يرحمك الله؛ من أين عرفتَ اسمي وَاسم أبي؛ فوالله مَا رأيتك قط وَلَا رأيتَنِي؟! قال: عَرَفَ روحي روحَك حين كلَّمَتْ نفسي نفسَك؛ لأنّ الأروَاح لها أنفس كأنفس الأجسَاد، وإنّ المؤمنين يتعارفون بروح الله - عز وجل - وإن نأتْ بهم الدار وتفرَّقتْ بهم المنازل.

قال قلت: حَدّثني عن رسُولِ الله - صَلّى الله عليه وسَلّم - حديثا لأحفظهُ منك. قال: إني لم أدرِك رسول الله - صَلّى الله عليه وسَلّم - ولم تكن لِي معه صحبة، وقد رأيت رِجَالًا رأوه، وقد بلغني عن حديثه كبعض مَا يَبْلُغُكُم، ولستُ أحبّ أن أفتح هذا الباب عَلى نفسي، لا أحُبُّ أن أكون قاضيًا أو مفتيًا، في نفسي شغل.

قال قلت: فاتْلُ عَليَّ آياتٍ من كتاب الله أسمَعهُنَّ منك، وادع لي بدعواتٍ، وأوْصني بوصيّةٍ. قال: فأخذ بيدي وجعَل يمشي عَلى شاطئ الفرات، ثم قال: قال

---

١ س: - يدي.

٢ ش، هو: الغيرة.

٣ ش: - قلت.

Marfat.com

اور میت کا تمام سامان موجود ہے، ہم نے آپ کو غسل دیا، کفنایا اور نمازِ جنازہ پڑھ کر دفن کر دیا۔ (ابھی ہم تھوڑی دور ہی گئے تھے کہ) کچھ لوگوں نے کہا: کیوں نہ ہم واپس جا کہ آپ کی قبر پر کوئی نشانی لگا دیں تا کہ یاد رہے، جب ہم واپس لوٹے تو وہاں قبر کا نام و نشان تک نہ تھا۔

ہرم بن حیان فرماتے ہیں: جب میں کوفہ آیا تو میرا مقصد صرف اویس قرنی سے ملاقات کرنا تھا۔ مجھے بتایا گیا کہ آپ دریائے فرات کے کنارے وضو کر رہے اور کپڑے دھو رہے ہیں، میں نے آپ کو نشانیوں سے پہچان لیا کیونکہ آپ کی رنگت گندمی تھی، سر سے گنجے اور داڑھی ایسی گھنی تھی کہ دیکھ کر خوف آتا تھا۔ میں نے آپ کو سلام کیا اور اپنا ہاتھ مصافحہ کرنے کے لیے بڑھایا مگر آپ نے مصافحہ نہ کیا، آپ کی یہ حالت مجھ سے دیکھی نہ گئی اور میری آنکھ بھر آئی۔

میں نے کہا: السلام علیک یا اویس! میرے بھائی کیسے ہو؟ آپ نے فرمایا: اے ہرم بن حیان جیتے رہو! تمہیں میرا کس نے بتایا؟ میں نے کہا: اللہ عزوجل نے بتایا۔ آپ بولے: ﴿سبحان اللہ، میرے رب کا وعدہ تو پورا ہو کر رہتا ہے﴾ (اسراء: ۱۰۸) میں بولا: اللہ آپ پر رحم کرے! آپ کو میرا اور میرے والد کا نام کیسے پتا چلا؟ اللہ کی قسم! نہ تو میں کبھی آپ سے ملا اور نہ آپ نے مجھے کہیں دیکھا! آپ بولے: جب میں نے تجھ سے بات کی اسی وقت میری روح نے تیری روح کو پہچان لیا، کیونکہ جس طرح جسم کا وجود ہے ویسے ہی روح کا بھی ایک وجود ہے اور بے شک مومنین (کی ارواح) روح اللہ عزوجل سے آپس میں جان پہچان رکھتی ہیں، چاہے کتنی ہی دوریاں حائل ہوں اور کتنی ہی مسافتیں جدائیاں ڈالیں۔

میں نے کہا: آپ مجھے حضور ﷺ کی کوئی حدیث سنائیں تا کہ وہ میں آپ سے یاد کروں۔ بولے: میں تو آپ ﷺ سے ملا ہی نہیں اور نہ ہی میرا اور اُن کا ساتھ رہا، ہاں البتہ میں ان لوگوں سے ضرور ملا ہوں جو آپ سے روایت کرتے ہیں، مجھ تک بھی آپ کی اتنی ہی حدیثیں پہنچی ہیں جتنی تم تک پہنچی، میں نہیں چاہتا کہ خود پر یہ دروازہ کھول دوں اور قاضی یا مفتی بن بیٹھوں، مجھے اپنے ہی بہت کام نمٹانے ہیں۔

میں نے کہا: چلیں پھر قرآن کریم کی کچھ آیات ہی تلاوت کر دیں جو میں آپ سے سنوں، میرے لیے دعا کریں اور مجھے وصیت بھی کریں۔ آپ نے میرا ہاتھ تھاما اور فرات کے

Marfat.com

ربي، وأحقُّ القول قول ربي عز وجَل، وأصْدَقُ الحديث حديث ربي عز وجل، وأحسَن الكلام كلام ربّي عز وجل، أعوذ بالله[١] السميع العليم[٢] من الشيطان الرجيم: ﴿إِنَّ يَوْمَ الْفَصْلِ مِيقَاتُهُمْ أَجْمَعِينَ﴾ (الدخان: ٤٠) قال: ثم شهِقَ شهقةً فأنا أحسِبُه قد غُشِيَ عَليه، ثم قرأ حتى بلغ: ﴿يَوْمَ لَا يُغْنِي مَوْلًى عَنْ مَوْلًى شَيْئًا وَلَا هُمْ يُنْصَرُونَ إِلَّا مَنْ رَحِمَ اللهُ إِنَّهُ هُوَ الْعَزِيزُ الرَّحِيمُ﴾ (الدخان: ٤١ - ٤٢)

ثم نظر إليّ[٣] فقال: يا هرم بن حيان؛ مات أبوْك ويُوْشِك أن تموت، ومات أَبو حيّان فإمَّا إلى جنة وَإمَّا إلى نار، ومَات آدم وماتت حواء يا ابن حيّان، ومات إبراهيم خليل الرحمن يا ابن حيّان، ومات موسى نجيّ الرحمن يا ابن حيّان، وَمات محمد رسول الله يا ابن حيان، ومات أَبو بكر خليفةُ المسلمين، ومَات أخي وصَديقي وَصفيي عمر، واعمَراه! واعمَراه! - قال وذلك فِي آخر خلافة عمر [رضي الله عنه] - قال قلت: يَرْحمك الله، إنّ عمر لم يمت. قال: بلى إنّ ربّي - عز وجل - قد نعاه لِي وقد علمت ما قلتُ، أنا وأنت غدًا فِي الموتى. ثم دعا بدعواتٍ خِفَافٍ، ثم قال: هذه وصيتي لك يَا ابن حيّان؛ كتابَ الله عز وجل، ونعي الصالحين من المؤمنين، ونعي الصالحين من المسلمين، ونَعِيتُ لك نفسي. فعليك بذكر الموت، فإن استطعت أن لا يفارق قلبك طرفة عين فافعل، وَأنذر قومك إذا رجعت إليهم، وَاكْدَح لنفسك، وإياك أن تفارق الجماعة فتفارق دينك وأنت لا تشعر، فتموت فتدخل النّار يوم القيامة.

ثم قال: اللهُمّ إنّ هذا يزعم أنّه يحبني فيك، وزارني من أجْلك؛ فادْخِلْهُ عَلَيّ زائرًا في الجنّة دارك دار السلام، ورَضِّه من الدنيا باليسير، وما أعطَيتَه مِن شيء فِي

---

١ ج، ش: - بالله.

٢ هو: - العليم.

٣ هو: - ثم نظر إلي.

Marfat.com

کنارے ٹہلنے لگے، پھر بولے: میرا رب فرماتا ہے - اور سب سے حق بات میرے رب کی بات، سب سے سچی بات میرے رب کی بات اور سب سے اچھی بات میری رب - عزوجل - کی بات ہے-:﴿بیشک فیصلے کا دن ان سب کے لیے مقررہ وقت ہے﴾ (الدخان: ۴۰) پھر آپ نے ایک سسکی بھری، میرے خیال میں آپ پر مدہوشی طاری ہوگئی، اور آپ پڑھتے گئے حتیٰ کہ یہاں تک پہنچ گئے ﴿جس دن کوئی دوست کسی دوست کے کچھ کام نہ آئے گا اور نہ ہی اُن کی مدد کی جائے گی، مگر جس پر خدا مہربانی کرے۔ وہ تو غالب اور مہربان ہے﴾ (الدخان: ۴۲-۴۱)

پھر آپ نے میری طرف دیکھ کر فرمایا: اے ہرم بن حیان! تیرے والد کی بھی وفات ہو گئی اور تو بھی مرنے کے قریب ہے۔ ابو حیان کے مرنے کے بعد یا تو جنت ہے یا پھر دوزخ۔ اے ابن حیان! حضرت آدم علیہ السلام بھی انتقال کر گئے اور حضرت حوا بھی رحلت فرما گئیں، اے ابن حیان! حضرت ابراہیم جو کہ خلیل الرحمٰن تھے وہ بھی چلے گئے اور حضرت موسیٰ جو کہ نجیّ الرحمٰن تھے وہ بھی چلے گئے، اے ابن حبان! حضرت محمد ﷺ رسول خدا بھی راہ آخرت سِدھار گئے اور ابو بکر خلیفۃ المسلمین بھی اجل گرفتہ ہوئے۔ اب میرا بھائی اور میرا دوست، میرا پیارا عمر بھی داغ فراق دے گیا، ہائے عمر! ہائے! ہائے! ہائے!؛ جب آپ نے یہ بات کہی تو اس وقت حضرت عمر کی خلافت کا آخری دور تھا۔ میں نے کہا: اللہ آپ پر رحم کرے! عمر رضی اللہ عنہ تو زندہ ہیں۔ آپ نے کہا: نہیں، میرے رب - عزوجل - نے ابھی مجھے آپ کی موت کی خبر دی ہے، میں جانتا ہوں کہ میں کیا کہہ رہا ہوں، کل میں اور تو بھی مُردوں میں ہوں گے۔ پھر آپ نے چند مختصر دعائیں کیں اور بولے: اے ابن حیان! میں تجھے وصیت کرتا ہوں کہ کتاب اللہ - عزوجل - کو تھام لے، ایمان والوں میں سے نیک لوگوں اور مسلمانوں میں سے نیک لوگوں کی موت کی خبر رکھ، میں تجھے اپنی موت کی خبر دیتا ہوں۔ پس موت کا ذکر کر اور اگر ممکن ہو سکے تو ایک لمحہ بھی اس سے غافل نہ رہ، جب اپنے لوگوں میں جا تو انہیں بھی یہ بتا، اپنے نفس پر سختی کر، اور کبھی جماعت کا ساتھ نہ چھوڑنا کہیں ایسا نہ ہو کہ تیرا دین تجھ سے چھوٹ جائے اور تجھے خبر تک نہ ہو؛ اِسی بے خبری میں تجھے موت آجائے اور روزِ قیامت تو واصل جہنم ہو۔

پھر فرمایا: یا اللہ! یہ شخص خیال کرتا ہے کہ یہ تیری خاطر مجھ سے محبت کرتا ہے اور

Marfat.com

الدّنيا فاجعَله فِي يُسْرٍ وعَافية، واجعَله لما تعطيه من أنْعَمُك من الشاكرين. أستودعك الله يا هرم بن حيّان، والسلام عليك، لا أراك بعد اليوم تطلبني ولا تسأل عني، أُذْكُرْني أذكرك وأدعو لك إن شاء الله، انطلِقْ هَاهنا حتى أنطلق هَا هنا. فطلبت أن أمشي معه ساعةً فأبى عَليّ، وفارقني يبكي وأبكي، ثم دَخل في بعض السكك. فكم طلبته بعد ذلك، وَسألت عنْه، فما وَجدت أحدًا يخبرني عنه بشيء.

حَدثنا بهذه الحكَاية أحمَد الشاهد، عن محمد بن عبْد الله، عن سعد بن عبد الله، عن أبي الفضل، عن أحمد بن عبد الله، عن[١] عبد الله بن محمد بن جعفر، عن محمّد بن العَباس بن أيّوب، عن يحيى بن محمّد بن السكن، عن يحيى بن كثير أبو غسَّان، عن الهيثم بن جرموز، عن حمران، عن سُليمَان التيمي، عن أسْلم العِجْلي، عن أبي الضَحّاك الحرمي، عن هرم بن حيّان.[٢]

فهذا يا نفسي من بعض أخبار أويس الذي أحببتيه لله وفي الله، وَلولا التطويل لأشبعناكِ من أخبَاره وأخبَار أمثاله من[٣] سَادات التّابعين – رضي الله[٤] عنهم – ولكنكِ قد قنعتِ بهَذا القدر، فالتزمي طَاعة الله وطَاعة رسوله. فأسْلمتْ إسلامًا جديدًا،[٥] الله يثبّتها عَلَيْه. وأخَذتُ منها العُهُود الذي أخذ النبيّ – عَليْه السّلام – على نِسَاء المؤمنات، فالْتَزَمَتْ ذلك كُلّه عَارفةً قدر ذلك، ومَا لها في الوفاء به عذر.[٦]

---

١ ش: – عن سعد بن عبد الله عن أبي الفضل عن أحمد بن عبد الله عن.

٢ هو: بدون السند.

٣ هو: – أمثاله من.

٤ ج (في الحاشية): بلغ مقابلة وسماعا علي منشئه للأخوين مريدي الشيخ عبد المنعم الأنصاري وإسماعيل بن سودكين النوري.

٥ هو: – جديدا.

٦ ش: – عذر؛ هو: عذره؛ ومعالجة في ج.

Marfat.com

تیرے لیے ہی میری زیارت کو آیا ہے لہذا اسے جنت - تیرے سلامتی والے گھر - میں بھی میری زیارت کو بھیج، اِسے دنیا میں کم پر ہی راضی کر دے، اسے دنیا میں جو کچھ بھی دے اُسے عافیت اور آسانی کا ذریعہ بنا، اور اسے اپنے انعامات اور عطایات پر شکر گزار بنا دے۔ اے ہرم ابن حیان! رب راکھا، اور سلامت رہ، آج کے بعد نہ تو میں تجھ سے ملوں گا اور نہ ہی تو مجھے ڈھونڈنا، تو مجھے یاد کرنا میں تجھے یاد کروں گا اور تیرے لیے دعا بھی کروں گا، ان شاء اللہ! اب تو اِس طرف کو جا، تاکہ میں اُس طرف کو جاسکوں۔ ہرم ابن حیان کہتے ہیں: میں نے کچھ دیر آپ کے ساتھ چلنے کی اجازت چاہی تو آپ نے انکار کر دیا، روتے رلاتے مجھ سے جدا ہوئے اور درختوں کے جھنڈ میں کھو گئے۔ اس کے بعد میں نے آپ کو کتنا ڈھونڈا اور کتنا پوچھا لیکن مجھے کوئی آپ کا پتہ نہ بتلا سکا۔

ہمیں یہ واقعہ احمد الشاہد نے محمد بن عبد اللہ سے روایت کیا، انہوں نے سعد بن عبد اللہ، انہوں نے ابو الفضل، انہوں نے احمد بن عبد اللہ، انہوں نے عبد اللہ بن محمد بن جعفر، انہوں نے محمد بن عباس بن ایوب، انہوں نے یحیی بن محمد بن السکن، انہوں نے یحیی بن کثیر ابو غسان، انہوں نے الہیثم بن جرموز، انہوں نے حمران، انہوں نے سلیمان التیمی، انہوں نے اسلم العجلی، انہوں نے ابو الضحاک الحرمی اور انہوں نے ہرم بن حیان سے روایت کرتے ہوئے سنایا۔

اے نفس! یہ اُس اویس قرنی کے وہ چند واقعات ہیں جسے تو صرف اللہ کی خاطر چاہتا ہے۔ اگر بات لمبی ہونے کا خدشہ نہ ہوتا تو میں تجھے آپ اور آپ جیسے دوسرے سادات تابعین رضی اللہ عنہم کے مزید واقعات سنا کر سیر کرتا لیکن تو اتنے پر ہی راضی ہو لہذا اب اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کو تھام لے۔ نفس نے اسلام کی تجدید کی اللہ اُسے اِس پر ثابت قدم رکھے۔ میں نے بھی اس نفس سے ویسے ہی بیعت لی جیسے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم مومن عورتوں سے لیا کرتے تھے، چنانچہ اس نفس نے یہ سب اس کی اصل قدر کو جانتے ہوئے قبول کیا اور اب اس کے پاس کوتاہی برتنے کا کوئی عذر نہیں۔

Marfat.com

فهَذَا يَا وليي – أبقاك الله[1] – ما اتَّفَقَ بيني وَبين نفسي بمكة – حرَسَها الله –.

ثم أرجع مع وليِّي وصفييّ وأخي في الله – تعالى – أبي محمد – وَفَّقَنَا الله وإيّاه – فأقول: ثم أمَّا بعد يا أخي، فإنّ أكثر الناس خافُوا الله على سَيّئاتِ الناسِ وَذنوبِهم وأوْزَارهم[2]، وأمِنُوهُ[3] عَلى ذنوبهم، وَليسَ هَذا فعْل الرجل الحَازم، وَالله – تعالى – يقول: ﴿قَاتِلُوا الَّذِينَ يَلُونَكُمْ مِنَ الْكُفَّارِ﴾ (التوبة: ١٢٣) وأقربُ عدوّ لك وَأعْدَاه عَليك نفسُك الّتي بين جَنْبَيْك، وفيها شُغْلٌ شَاغِلٌ للعاقل.

وَهَذا الزّمان الذي أنت فيهِ زمان شرٍّ؛ قلَّتْ فيه لقمة الحلال، وكثر الشَّره والكَلَبُ[4] فِي قلوب الناس؛ فلا بطن يشبع وَلا نفس تَقْنَع، فلا عين تدمع وَلا دُعاء يُسْمَع. فكما قلّ الحلال، لوْ وقع التعفف من المريد، وأخْذُ الغذاء عند الاضطرار لكان بعضُ شيءٍ [يكفيه].

وأبشرك يا وَليي – رضي الله عنك – إنّي جربت أحوالي في هذه المطَاعم من باب المغرب إلى باب مكَّة، فما دخل بطني أخلصُ من طعَامك، كنتُ أجدُ له ما لا يمكن وصفه، وذلك لطيب النفوس وعدم تعلق خاطرك به إلا في وقت مّا، تعرفه أنت وابن المرابط، وتعرف سببه. وهذا أعجبُ مَا يُسْمَع فِي هذا الباب، وَلهُ أصْل يستند إليْه في اللَّحْم الذي تُصدِّقَ به على «بريرة» وهو حرام على النبيّ – عليه السلام – فلمّا أهْدَتْ منه للنبي – عليه السلام – أكلهُ حَلالاً محضًا، وقال: «هُوَ عَلَيْهَا صدقة وَلنا هدية». فألق بالك يَا وليِّ؛ وأحْضر ذهنك في هذه المسْألة؛ فإنها

١ ش: – أبقاك الله.

٢ هو: – وأوزارهم.

٣ ش: وآمنوا.

٤ هو: – والكلب.

Marfat.com

اے دوست! اللہ تجھے لمبی عمر دے، میرے اور میرے نفس کے درمیان مکہ المکرمہ۔ اللہ اس کی حفاظت کرے۔ میں یہ معاہدہ طے پایا۔

اَب میں اللہ کی خاطر اپنے دوست، اپنے بھائی اور اپنے ساتھی ابو محمد۔ اللہ اُسے اور مجھے توفیق دے۔ کی طرف لوٹتا ہوں اور کہتا ہوں: اما بعد اے بھائی! اکثر لوگ دوسروں کے گناہوں، نافرمانیوں اور برے اعمال پر تو اللہ سے ڈرتے رہتے ہیں مگر اپنے گناہوں پر انہیں ایسا کوئی اندیشہ لاحق نہیں ہوتا، کسی دور اندیش کا ایسا عمل نہیں ہو سکتا، جبکہ اللہ فرماتا ہے: ﴿ اپنے قریبی کافروں سے جنگ کرو﴾ (توبہ: ۱۲۳) تیرے خلاف برسرپیکار تیرا سب سے قریبی دشمن تو خود تیرا نفس ہی ہے جو بغل میں بیٹھا ہے، شعور رکھنے والا تو اسی کے ساتھ جنگ سے فارغ نہیں ہوتا۔

دوسرا تیرا آج کا یہ دور بہت بُرا دور ہے؛ اس میں لقمہ حلال کم یاب ہے، لوگوں کے دلوں میں حرص و ہوس کی بہتات ہے؛ نہ تو پیٹ بھرتا ہے اور نہ ہی نفس کسی شے پر راضی ہوتا ہے، نہ کوئی آنکھ روتی ہے اور نہ ہی کوئی دعا سُنی جاتی ہے۔ پس جیسے یہ حلال کم ہو گیا ہے، اگر مرید اس سے پرہیز کرے اور نہایت مجبوری کے وقت کھائے تو اُس کے لیے تھوڑا بھی بہت ہے۔

اے دوست! ۔ اللہ تجھ سے راضی ہو۔ میں تجھے یہ خوشی کی خبر سناتا ہوں کہ میں نے مراکش سے لے کر مکہ تک اس کھانے پینے میں اپنے احوال کا تجزیہ کیا ہے (اور میں یہ کہہ سکتا ہوں کہ) میرے پیٹ میں تیرے کھانے سے زیادہ پاک صاف اخلاص بھرا کھانا نہیں گیا، میں نے اس سے وہ وہ کچھ محسوس کیا جو بیان سے باہر ہے۔ یہ سب نفوس کی پاکیزگی اور تیرے گمان کا اس میں اٹکا نہ رہنے کی وجہ سے ہے سوائے اس ایک دفعہ کے جسے تو اور ابن المرابط نہ صرف جانتے ہو بلکہ اس کی وجہ بھی تم دونوں کو معلوم ہے، یہ اس بارے میں عجیب و غریب بات ہے اور ایک حدیث میں ہمیں اس کا حوالہ بھی ملتا ہے، جب حضرت بریرۃ رضی اللہ عنہا کو گوشت صدقہ کیا گیا جو کہ (صدقہ ہونے کی وجہ سے) نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر کھانا حرام تھا لیکن جب آپؐ نے اسے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو ہدیہ کر دیا تو آپؐ نے اسے حلال جان کر کھایا اور فرمایا: "وہ انؓ کے لیے صدقہ تھا جبکہ ہمارے لیے ہدیہ تھا۔"[۴۴] اے دوست! اس بات پر غور کر، اور اِس مسئلے میں اپنا

لطيفة، وقصَدتك بها متحفًا، فإنها من أعْظم التحف؛ لأنها تعطيك من أسرار وضْع الشّرع مِن عند الله فِي عبيده علمًا كثيرًا.[١]

انتهى الجزء الثاني.

[١] ج، س، هو: كبيرا؛ ومعجمة في ش.

Marfat.com

ذہن لڑا؛ یہ ایک نہایت لطیف معاملہ ہے اور میں تجھے یہ تحفتاً دیتا ہوں، یہ بڑا عظیم تحفہ ہے کیونکہ یہ تجھے اللہ کی طرف سے اس کے بندوں پر شریعت وضع کرنے کے اسرار میں سے ایک وافر علم عطا کرتا ہے۔

دوسرا حصہ مکمل ہوا۔

(الجزء الثالث: شيوخ الشيخ الأكبر محي الدين ابن العربي)

ولقد لقينا من المشايخ والإخوان والنساء ما لو دوَّنتُ أحْوَالهم وسَطرت كما سطرت أحوَالَ مَن تقدم لرأيت الحال الحال والعين العين فِي الأعمال والجهد والإشارات وصحّة القصد. فيا وليّ:

تَعَـال نُقِـمْ مَأْتَمًـا لِلْفِـرَاقِ وَنَنْدُبُ إِخْوَانَنَا الظَّاعِنِيْنَا

وأنا أنشرُ لك من بعض أحوال مَن لقيت.[١]

(الشيخ أبو جَعْفر العريبي)

فَمنهُم، وهُوَ أوّل مَن لقيتُه في طريق الله، أبو جَعْفر العريبي. وصل إلينا إلى إشبيلية في أوّل دخولِي إلى معْرفة هذه الطريقة الشريفة. فكنت ممن سَارَع إليه، فدخلتُ عَليْه فوجدتُ شخصًا[٢] مُسْتَهْتِرًا بالذّكر، فَتَسَمَّيْتُ له وعرف بحاجتي منه، فقال لِي: «عزمت على طريق الله - تعالى -»؟ فقلتُ لهُ: أمّا العَبْد فعَازمٌ، والمثبّت الله. فقال لي: «سُدَّ الباب، واقطع الأسْبَاب، وجَالس الوهَّاب؛ يكلّمك من دون حجاب[٣]». فعملتُ عَليهَا حتى فُتِح لِي. وَكان بدوِيًا أمِّيًا لا يَكتُب ولا يحسب، وَكان إذا تكلم فِي عِلم التوحيد فحسْبُك أن تسمَع. كان يُقَيِّد الخواطر[٤] بهمته ويَصْدَعُ الوجود بكلمته، لا تجده أبدًا إلا ذاكرًا عَلى طَهَارة، مستقبل القبلة، أكثر

---

[١] ج (في الحاشية): بلغ قراءة لعبد الله بدر الحبشي الذي لا يسوى شيء على المؤلف - رضي الله عنه-. و بلغ سماعا لمحمد بن إسحق على شيخه المؤلف للكتاب - رضي الله عنه - ببيسان.

٢ ش: رجلا.

٣ ش، هو: الحجاب.

٤ هو: الخاطر.

Marfat.com

تیسرا حصہ: شیوخ الشیخ الاکبر محی الدین ابن العربی

میں نے بہت سے ایسے مشائخ بھائیوں اور بہنوں سے ملاقاتیں کیں ہیں کہ اگر میں ان کے احوال تدوین کروں اور لکھتا جاؤں جیسا کہ میں نے پہلوں کے احوال لکھے تو تُو اِن کے حال کو بعینہ اعمال، جدوجہد، اشارات اور مقصد کی درستگی میں پہلوں جیسا ہی پائے گا۔

اے دوست! آ کہ ہم فراق کا ماتم کریں اور اپنے بچھڑے بھائیوں کی یاد میں آنسو بہائیں۔ اب میں تجھے ان بزرگوں کے کچھ احوال سناتا ہوں۔

شیخ ابو جعفر العریبی رحمۃ اللہ علیہ

طریق اللہ میں میری سب سے پہلی ملاقات ابو جعفر العریبی رحمۃ اللہ علیہ سے ہوئی۔ آپ اُس وقت ہمارے ہاں اشبیلیہ منتقل ہوئے جب مجھے پہلی مرتبہ اس بلند راستے (یعنی طریقت) کے بارے میں پتا چلا، میں فوراً آپ کی طرف متوجہ ہوا اور جب آپ کے حضور حاضر ہوا تو میں نے آپ کو ذکر[45] پر فریفتہ شخص پایا، میں نے آپ کو اپنا نام بتایا تو آپ اس سے میرے دل کی بات جان گئے مجھے کہتے ہیں: "کیا تو نے راہ خدا پر چلنے کا پکا ارادہ کر لیا ہے؟" میں نے عرض کی: بندہ تو صرف ارادہ ہی کر سکتا ہے، ثبات دینے والا تو خدا ہی ہے۔ (یہ سن کر) آپ نے مجھے کہا: "(دنیا سے) منہ موڑ لے، اسباب سے ناتا توڑ لے، "الوھاب" کے ساتھ لو لگا، وہ بنا حجاب تجھ سے خطاب کرے گا۔" میں نے اسی (نصیحت) پر عمل کیا یہاں تک کہ مجھ پر (معاملہ) کھل گیا۔ آپؒ اَن پڑھ اور دیہاتی تھے، نہ لکھ سکتے اور نہ ہی حساب کتاب جانتے تھے لیکن جب علم توحید میں کچھ بیان فرماتے تو تیرے لیے یہی کافی ہوتا کہ تو سنتا رہے۔ آپ اپنی توجہ سے خواطر کو باندھتے اور اپنے الفاظ سے وجود کو چیرتے۔ ہمیشہ باوضو قبلہ رُخ ذکر کرتے رہتے اور اکثر اوقات روزے سے ہوتے۔

دهره صَائمًا.

أَسَرَتْه الإفرنج، وَكان قد أَعْلَمَ بذلك، وقال لأَهْل القافلة: «في غدٍ يُؤخَذُ الكلّ أسرى». فصَبَّحَهُم العدو، فأخذهم عن آخرهم. فأُكْرِمَ مثوَاه، ونُظِّفَتْ لهُ دارٌ حَسَنَة، وخُدِمَ بها. ثم تقاطع معَ العِلج الذي كان عنده - أظنُّ - على خمسمائة دينارٍ، فجَاء عندنا فقيل له: نَجْمع لك من شخصين أو ثلاثة؟ فقال: لا، إنّما أريدهَا مِن أشخاص كثيرة، لو قدرتُ أن آخذها من كُلّ إنسان ذَرَّةً ذرة فعلتُ؛ فإنّ الله أخبرني أنّ كُلّ نسمةٍ وزنت[1] فيهَا شيئًا عُتِقَتْ من النّار. فاسْتَغْنَم الخير لأمّة محمد.

ومِن أخبَاره أنه قيل لهُ - وهو بإشبيلية عندنا -: إنّ أهل قصر كتامة يحتاجون المَطَرَ، فَسِرْ إليهم اسْتَسْقني[2] لهم حتى أسْقِيَهم. فأُخْبِرَ بذلك، وخرج معه محمد من أصحَابه، وبيننا وبينهم البَحْر ومَسيرة ثمانية أيّام. فقيل له: أُدْعُ الله لهُم مِن هنا[3]، قال: أُمرت بالخُروج إليهم. فخرج من عندنا. فلمّا وصَل قصر كتامة، وأشرف عَليْهِ؛ مُنِع من دخوله، واستسقى لهُم وهم لا يَشْعُرون؛ فسقاهم الله في الحِين. ورجع من ذلك الموضع، ولم يَدْخُلِ البلد، حتى وصَل إلينا. قال لنَا محمد - خديمه الذي مشَى مَعَه -: لمّا سقاهم الله ونزلتِ الأَمْطَار؛ كان الغيث يَنْزل عن يميننا وعن يسارنا وأمامنا وخلفنا بحذائنا،[4] ونحن نمشي لا يصيبنا منه بشيء.[5] فقلت للشيخ: عزَّ عَليَّ حيثُ لم تصبك رحمةُ الله! فصَاح وقال: فُزْتَ بهَا يا محمّد، يا حسرةً لو تذكرتهَا هُناك.

---

١ هو: أعطت.

٢ س: استسق.

٣ ش: ها هنا.

٤ هو: - بحذائنا.

٥ في سائر النسخ ما عدا س: شيء.

Marfat.com

فرنگیوں نے آپ کو قید کر لیا اور آپ یہ پہلے ہی بتا چکے تھے، (ایک دن پہلے ہی) آپ نے قافلے والوں سے کہا تھا کہ کل ہم سب قیدی بنا لیے جائیں گے۔ چنانچہ علی الصبح ہی دشمن آن پڑے اور سب کو پکڑ لیا۔ وہاں آپ کی بہترین خاطر داری کی گئی، آپ کے لیے ایک بہترین گھر صاف کروایا اور آپ کی خدمت میں کوئی کسر باقی نہ رکھی گئی۔ پھر آپ نے اِس فرنگی سے اپنی رہائی پانچ سو (۵۰۰) دینار تاوان پر طے کر لی، اور جب آپ ہمارے پاس آئے تو آپ کو مشورہ دیا گیا کہ ہم ایک دو لوگوں سے یہ رقم جمع کر لیتے ہیں، آپ نے فرمایا: ”نہیں، میں چاہتا ہوں کہ اس کارِ خیر میں زیادہ سے زیادہ لوگ شریک ہوں، اگر میرے بس میں ہوتا کہ میں ہر انسان سے ذرہ ذرہ لے سکوں تو میں ایسا ضرور کرتا کیونکہ اللہ تعالیٰ نے مجھے بتایا ہے کہ جو کوئی اس میں اپنا حصہ ڈالے گا وہ دوزخ سے آزادی حاصل کر لے گا، لہٰذا آپ نے اُمتِ محمد ﷺ کے لیے بغیر محنت کے بھلائی چاہی۔

آپ کا ایک واقعہ یہ بھی ہے کہ جب آپ ہمارے پاس اشبیلیہ میں تھے تو آپ سے کہا گیا: ”قصرِ کُتامہ“ کے لوگ بارش کو ترس رہے ہیں، آپ اِن کے ہاں جائیں اور مجھ (یعنی اللہ رب العزت) سے بارش کی دعا مانگیں تاکہ میں (یعنی اللہ تعالیٰ) ان پر بارش نازل کروں۔ آپ نے یہ (ہمیں) بتایا اور اپنے ساتھی محمد کے ساتھ نکل کھڑے ہوئے۔ ہمارے اور ”قصرِ کُتامہ“ کے درمیان سمندر اور آٹھ روز کا فاصلہ تھا۔ آپ سے کہا گیا کہ اِن کے لیے یہیں سے دعا کر دیں، مگر آپ بولے: مجھے ان کی طرف جانے کا حکم ملا ہے، لہٰذا آپ چل پڑے۔ جب آپ ”قصر کتامہ“ پہنچے اور (شہر میں) داخل ہونا چاہا تو آپ کو اندر جانے سے روک دیا گیا، آپ نے وہیں سے اُن کے لیے بارش کی دعا کی۔ جبکہ وہ لوگ یہ نہیں جانتے تھے۔ پس اللہ نے اُسی وقت اُن پر بارش نازل کی۔ آپ شہر میں داخل نہ ہوئے اور اُسی جگہ سے واپس ہماری طرف لوٹ آئے۔ آپ کے خادم ”محمد“۔ جو (اس سفر میں) آپ کے ساتھ تھے۔ نے ہمیں بتایا: ”جب اللہ تعالیٰ نے ان کی فریاد سن لی اور بارش نازل فرمائی تو بارش ہمارے دائیں، بائیں، آگے پیچھے ہر طرف ہوتی تھی، ہم پیدل چل رہے تھے مگر ہم پر ایک بُوند تک نہ پڑی۔“ میں نے شیخ سے کہا: مجھے بڑا افسوس ہوا کہ آپ پر اللہ کی رحمت (یعنی بارش) نہیں پڑی۔ پس آپ نے ایک آہ بھری اور فرمایا: اے محمد! تیرا بھلا

ودخل عليه رجُل معه ابنُه - وأنا إلى جانبه جَالس - فسلَّم عَليْه وقال لابنه: سَلِّم[١] عَليْه، وكَان الشيخ قد ذهب بصره. فقال لهُ الرجل[٢]: يا سيّدنا؛ ابني هذا من حملة القرآن يحفظه. فتغيَّر الشيخ، وصَاح، وَطرَأ عَليْه حَال، وقال: القديم يَحْمِل المُحدَث؟![٣] القرآنُ يحملُ ابنك ويحْملنَا، ويحفظ ابنك ويحفظنا. فَهذا كَان من حضوره.

وكان قويًّا فِي دين الله - تعالى - لا يأخذه في الله لومَة لائم، كُنْتُ إذا دخلت عَليْه يقول: مرحبًا بالابن البَار، كُلُّ وَلَدِي نافق عليّ وجحد نعمتي إلا أنت؛ فإنك مُقِرٌّ بها، معترفٌ، بارٌّ بجانبي، لا أنسَاهَا الله لك.

سألته مَا اتفق له مَع الله في أوّل بدايته، فقال: كان قُوْتُ أهْلي في السَّنَةِ ثمانية أعدَالٍ تينًا - والعِدْلُ فيه مَائة رطْل - فلمّا جلست معَ الله فِي خلوتي، صَاحتْ عليَّ المرأة، وسبَّتْنِي، وقالت لي: قُم وَاخْدُم، وسُقْ مَا يقوم بأوْلادك لعَامِهِم. فشَوَّشَتْ عَليّ خاطري، فقلت: يا ربّ، هَذهِ تحول بيني وبينك، وَلا تزال تُتْعِبُنِي؛ فإن كنتَ تريدني لمجالستك فأرِحني همَّهَا، وإن كنت لا تريدني فعَرِّفْنِي. قال: فناداني الحق في سرّي: يا أحمد اقعد معنا؛ فما يذهبُ النَّهار حتى أتيك بعشرِين عِدلًا تينًا - قوت عامين ونصف وأزيد - واجلس معنا ولا تَبْرَح. فلم تكن إلا ساعةٌ وإذًا بضاربٍ على عنقه عِدْلٌ من تين هدية، فقال لِي الحق: هذا واحِدٌ مِن عشرين. فما

---

١ س: - سلم.

٢ هو: - له الرجل.

٣ هو: الحادث.

Marfat.com

ہو، کاش! یہ مجھے ادھر یاد آ جاتا۔

ایک شخص اپنے بیٹے کو آپ کے پاس لے کر آیا جبکہ میں اس وقت آپ کے ساتھ بیٹھا تھا، اُس نے آپ کو سلام کیا اور اپنے بیٹے سے کہا: بیٹا سلام کرو۔ اُس وقت تک شیخ نابینا ہو چکے تھے۔ وہ شخص کہنے لگا: سرکار! میرا یہ بیٹا حافظ اور حامل قرآن ہے۔ (یہ سن کر) شیخ متغیر ہوئے اور آپ پر حال طاری ہو گیا، ایک آہ بھری اور فرمایا: "(ذاتِ) قدیم ہی حادث کو اٹھائے ہوئے ہے، قرآن ہی تیرے بیٹے اور ہم سب کو اٹھائے ہوئے ہے، یہی تیرے بیٹے اور ہم سب کی حفاظت کرتا ہے۔" یہ آپ کی حضوری کا نمونہ تھا۔

دین اللہ کے معاملے میں آپؒ بہت قوی تھے، اللہ کی خاطر کسی ملامت کرنے والے کی پروانہ کرتے۔ میں جب بھی آپ کے پاس جاتا تو فرماتے: "خوش آمدید میرے نیک بیٹے! میرا ہر بچہ میرے ساتھ دکھاوا کرتا ہے، میرے احسانوں کا انکار کرتا ہے، مگر تو ان کا اقرار اور اعتراف کرتا ہے اور مجھ سے حسن سلوک سے پیش آتا ہے، اللہ تیرا یہ (احسان) کبھی فراموش نہیں کرے گا۔"

ایک روز میں نے اُن سے پوچھ ہی لیا کہ آپ کے معاملے کی ابتدا کیسے ہوئی؟ فرمانے لگے: میرے گھر کا سالانہ راشن آٹھ بوری انجیر ہوتا تھا- ایک بوری سو (۱۰۰) رطل کے برابر ہوتی ہے- پس جب میں خلوت میں اللہ کے حضور بیٹھ گیا تو میری بیوی نے مجھے گالیاں دینا اور شور و غوغا کرنا شروع کر دیا، مجھے کہتی: اُٹھ اور مزدوری کر، تاکہ اپنے بچوں کے لیے اِس سال کچھ جمع ہو جائے۔ اُس (کی اِن باتوں) سے میری توجہ اور خیال میں خلل پڑتا تھا لہذا میں نے دعا کی: یا رب! یہ (عورت) میرے اور تیرے درمیان آگئی ہے، ہمیشہ میرے پیچھے پڑی رہتی ہے، اگر تو مجھے اپنے حضور بٹھانا چاہتا ہے تو اِس مصیبت سے میری جان چُھڑوا، اور اگر تجھے میرا یہ بیٹھنا گوارا نہیں تو مجھے بتا دے، فرماتے ہیں: حق تعالیٰ نے مجھے غیب سے آواز دی: "اے احمد! ہمارے حضور بیٹھا رہ، آج دن ڈوبنے سے پہلے پہلے میں تجھے بیس (۲۰) بوری انجیر دوں گا- جو تیرے اڑھائی سال کا راشن ہے- اور میں اور زیادہ دیتا چلا جاؤں گا۔ ہمارے حضور بیٹھا رہ اور کہیں مت جا۔" ابھی ایک گھنٹہ بھی نہ گزرا تھا کہ دروازے پر دستک ہوئی اور ایک شخص انجیر کی ایک بوری ہدیتاً

Marfat.com

غربت الشمس حتى كَمُلَ عندي عشرون عِدلًا. فسرَّتِ المرأة والأطفال، وشكرت المرأة ورضيَتْ عني.

وكَان - رضي الله عنه ورحمه - كثيرَ التفكُّر مبسُوطًا مع الحق في عمُوم أحواله. دخلتُ عَليه آخر زَوْرَةٍ رأيتُه فيها - رحمه الله - ومعي جماعة، فوجدناه قاعدًا فسَلَّمْنَا عَليْه، وقد أراد بعض الجماعة أن يسأله، فإذَا به - رضي الله عنه - قد رفع رأسه وقال: خذوا مسألةً، وقد رَمَيْتُكَ بها يا أبا بكرٍ - وأشار إليّ -: لم أزل أتعجب من قول أبي العبّاس بن العرّيف: «حتى يَفْنَى مَا لم يكن ويَبْقَى مَن لم يزل» ونحن نعلم أنّ من لم يكن فانيًا، ومَن لم يزل باقيا، فأيش قال؟ أجيبوا. فلم يكن في الجماعة مَن أجابه، فعرضَ عليّ الجواب، فحضرتني نَفْسي بعثوري على وجه المسْألة دونهم، فلم أتكلم، فإني كنت شديد القهر لنفسي في الكلام، وعرف مني الشيخ ذلك فلم يُعِد عليّ.

وكان - رضي الله عنه - لا يتجرد من ثوبٍ لنومٍ، ولا يهتزُّ في سماع، فإذا سمع القُرآن يُتلى تقَصَّفَ وَاضْطَرَبَ وتصَدَّعَتْ أكباده. وصلّيت مَعْه الصُّبح فِي دار وَليّ وصفيّ أبي عبد الله الخيّاط المعروف بالعصّاد وأخيه أبي العبّاس أحمد الحَريري، فقرأ الإمام: ﴿عَمَّ يَتَسَاءَلُونَ﴾ (النبأ: ١) فلمّا وصَل إلى قوله: ﴿أَلَمْ نَجْعَلِ الْأَرْضَ مِهَادًا وَالْجِبَالَ أَوْتَادًا﴾ (النبأ: ٦ - ٧) غِبتُ عن قراءة القاري، وما سمعتُ شيئًا، ورَأيت شيخنا أبا جعفر المذكور وهُو يقول لي: المهادُ العَالَمُ والأوتادُ المؤمنون، المَهادُ المؤمنون والأوتادُ العارفون، المهادُ العارفون والأوتادُ النبيّون، المَهادُ النبيّون والأوتادُ المرسَلون، المهادُ المرسَلون، إيه ماذا! وذَكَرَ من الحقائق الأُوَل ما شاء الله أن يَذْكُر، ورُدِدْتُ إليّ والإمام يقرأ: ﴿وَقَالَ صَوَابًا ذَٰلِكَ الْيَوْمُ الْحَقُّ﴾ (النبأ: ٣٨-٣٩) فلمّا فرغنا مِن الصَّلاة سألته فوَجدته قد خطَرَ لَهُ فِي تلك الآية مَا شهدته.

Marfat.com

لے آیا، مجھے حق تعالی نے کہا: "یہ بیس میں سے پہلی ہے۔" ابھی اس روز کا سورج بھی نہ ڈوبنے پایا تھا کہ میرے پاس بیس بوریاں جمع ہو گئیں (یہ دیکھ کر) میری بیوی اور بچے بہت خوش ہوئے، میری بیوی نے میرا شکریہ ادا کیا اور مجھ سے راضی ہو گئی۔

آپ رضی اللہ عنہ کثیر المراقبہ بزرگ تھے، اپنے روز مرہ کے احوال میں حق کے ساتھ حالتِ بسط پر ہوتے۔ آپ سے آخری ملاقات کے وقت میں نے آپ کو بیٹھے دیکھا- میرے ساتھ کچھ اور لوگ بھی تھے- ہم نے آپ کو سلام کیا، ابھی لوگوں نے آپ سے کچھ پوچھنا ہی چاہا کہ آپ رضی اللہ عنہ نے اپنا سر اٹھایا اور گویا ہوئے: اچھا ایک سوال ہے اے ابو بکر- آپ نے میری طرف اشارہ کیا- اور میں یہ پہلے بھی تجھ سے پوچھ چکا ہوں، میں ابو العباس ابن العریف کے اس قول سے اب تک حیران ہوتا ہوں: "جب وہ فنا ہوا جو نہیں تھا اور وہ باقی رہا جو ہمیشہ سے ہے۔" اور ہم یہ جانتے ہیں کہ جو نہیں تھا وہی فنا ہوا اور جو ہمیشہ سے تھا وہی باقی رہا۔ تو یہ کیا قول ہوا؟ جواب دو!" اس پورے گروہ میں ایسا کوئی نہ تھا جو آپ کو اس کا جواب دے سکتا، پس آپ نے مجھ سے جواب مانگا، اس سوال کا جواب میرے ذہن میں گردش تو کر رہا تھا[46] لیکن میں کچھ نہ بولا کیونکہ میں بولنے کے معاملے میں اپنے نفس پر بہت سختی کیا کرتا تھا اور شیخ کو بھی یہ بات پتا تھی لہذا انہوں نے بھی مجھ سے دوبارہ نہ پوچھا۔

آپ رضی اللہ عنہ نہ تو کپڑے اتار کر سوتے اور نہ ہی سماع میں جھومتے، جب آپ قرآن کی تلاوت سنتے تو بکھر جاتے اور آپ کا جگر پھٹ پڑتا۔ میں نے اپنے ایک مخلص دوست ابو عبد اللہ الخیاط المعروف بِالعصاد اور ان کے بھائی ابو عباس احمد الحریری کے گھر آپ کے ساتھ فجر کی نماز پڑھی، اس روز امام نے سورت النباء پڑھی، جب وہ اللہ کے اِس قول پر پہنچا: ﴿کیا ہم نے زمین کو مہاد (یعنی بچھونا) نہیں بنایا اور پہاڑوں کو اوتاد (یعنی میخیں) نہیں بنایا﴾ (النباء: ۷-۸) تو مجھ پر حالت غیبیت طاری ہو گئی کہ مجھے کچھ سنائی نہ دیتا تھا، اسی حالت میں میں نے اپنے شیخ ابو جعفر العربی کو دیکھا، آپ فرما رہے تھے: "مہاد یہ عالم ہے اور اوتاد مومنین ہیں، مہاد مومنین ہیں اور اوتاد عارفین ہیں، مہاد عارفین ہیں اور اوتاد النبیین ہیں، مہاد النبیین ہیں اور اوتاد مرسلین ہیں، مہاد مرسلین ہیں، پھر کیا؟" آپ نے حقائق اول میں سے وہ کچھ ذکر کیا جو اللہ نے چاہا کہ ذکر ہو،

وأَضْجَعَهُ إنسان ليَذبحه والسَّكين فِي يده، والشيخ يمدُّ له عنقه، وَهَمَّ بِهِ أصحَابه ليَأخذوه، فقال: اتركوه يفعل مَا يؤمر بِهِ! فَكان يَأخذ السّكين لَيُمرَّ بحدِّه على حُلقومه، فيحوّله الله في يده، حتى رمَى به، وترامى بين يديْه تَائبًا.

وَلَوْلا التطويل لأظهرنا مِن أمْرِهِ وأمر غيره ممّن لم نذكره عجَائب، ومن إشاراته، ومَا وقعت بيننا وَبينه من المسائل الإلهيّة في المواقف وغيرهَا، ولنا فيه أبيات لا أذكرهَا الآن.

(الشيخ أبو يعقوب يوسف بن يخلف الكومي)

ومنهم - رضي الله عنهم - شيخنا وإمَامنا أبو يعقوب يوسف بن يخلف الكومي القيسي - رضي الله عنه -. صحب أبا مدين وَلقِي رجَالًا بهذه البلاد. سَكنَ ديارَ مصر مُدَّةً، وتأهَّل بمدينة الإسكندريّة. رغب في مصَاهرَتِه الحافظ أبو طاهِر السَّلفي. عُرِضَتْ عَليْه ولاية فاسٍ فأبى. له في الطريق قدم راسخة، كان أبو مدين - لسان هَذه الطريقة ومُحْيِيها ببَلاد المغرب - يقول فِي هذا أبو يعقوب: هو مثل المَرْسَى القويّ للسفِينة. كان جَزْلًا كثير الأورَادِ يُخْفي صدقته، يُكْرِم الفقير ويُذِلّ الغني، يُسَارع في قضاء حاجة الفقير بنفسه.

دَخَلتُ تحت أمره فربّى وأدّب، فنِعْمَ المُؤدِّب ونِعْمَ المُربِّي. رآه صَاحبنا عبْد الله بَدْر الحبشي وبات عنده. سمعته يقول: إذا شاء الشيخ، أَخَذَ المريد من أسفل

Marfat.com

جب میں ہوش میں آیا تو اُس وقت امام یہ (آیت) پڑھ رہا تھا ﴿اور اُس نے سچ کہا یہی حق کا دن ہے۔﴾ (النباء: ۳۸-۳۹) جب ہم نماز سے فارغ ہوئے تو میں نے آپ سے (اس بارے میں) پوچھا، پس آپ کو بھی اِس آیت میں وہی خیال گزرا تھا جو میں نے دیکھا۔

ایک دفعہ ایک شخص آپ کو مار دینے کی غرض سے آپ پر سوار تھا اور چھری اس کے ہاتھ میں تھی، شیخ اپنی گردن اس کے سامنے کر رہے تھے، جب آپؒ کے ساتھیوں نے اُس (شخص) کو پکڑنے کی کوشش کی تو آپ نے فرمایا: اِسے چھوڑ دو، تاکہ یہ وہ کرلے جس کا اِسے حکم دیا گیا ہے۔ وہ چھری اٹھائے ہوئے تھا، تاکہ اِس کی (تیز) دھار سے آپ کی گردن کاٹ ڈالے مگر اللہ نے اس (چھری) کو اس کے ہاتھ میں ہی گھما دیا (یہ دیکھ کر وہ ڈر گیا) اُس نے چھری پھینک دی اور آپ کے قدموں میں گر کر معافی مانگنے لگا۔

اگر اندیشۂ طوالت نہ ہوتا تو ہم آپ کے اور دیگر ہستیوں کے اُن عجائب، اشارات اور ہمارے درمیان مواقف وغیرہ میں واقع مسائل الٰہیہ کا ذکر کرتے، جن کا تذکرہ ہم نے نہیں کیا، اس بارے میں ہمارے چند اشعار بھی ہیں جو مجھے ابھی یاد نہیں آرہے۔

شیخ یوسف الکومی رحمۃ اللہ علیہ

ان میں ہمارے شیخ اور امام ابو یعقوب یوسف بن یخلف الکومی القیسی رضی اللہ عنہ بھی شامل ہیں۔ آپ نے شیخ ابو مدین رضی اللہ عنہ کی صحبت اختیار کی اور اِن علاقوں کی بہت سی بزرگ ہستیوں سے ملاقاتیں کیں۔ ایک مدت دیارِ مصر میں مقیم رہے اور شہر اسکندریہ میں شادی کی۔ ابو طاہر السلفی آپ کو اپنا داماد بنانا چاہتے تھے۔ آپ کو شہر فاس کی حکومت دی گئی مگر آپ نے انکار کر دیا۔ طریقت میں راسخ القدم تھے۔ شیخ ابو مدین رضی اللہ عنہ جو بلادِ مغرب میں اِس طریقت کی زبان اور اس کا احیا کرنے والے ہیں، وہ شیخ یوسف کے بارے میں فرمایا کرتے تھے: "ابو یعقوب کشتی کے مضبوط لنگر جیسے ہیں۔" آپ کرم والے تھے، کثرت سے ورد وظائف کرتے، اپنا صدقہ چھپاتے، فقیر کی تعظیم کرتے اور امیر کو عاجز بناتے، محتاج کی حاجت روائی میں جلدی کرتے۔

میں نے آپ کی شاگردی اختیار کی، یوں آپ نے میری پرورش کی اور ادب سکھایا[۴۷]

Marfat.com

سَافلين وَألقاه في عِليّين فِي لحظةٍ واحدةٍ. كان كَبير الهِمَّة، الغالب عليْه طَرِيق الملاميّة. قلَّ ما تلقاه إلا مُقَطَّب الوَجْه، إذا أبصَر فقيرًا تَبْرُقُ أَسَارير وَجْهِهِ، رأيته يُدنِي الفقير من نفسه حتى يُجْلِسَهُ على فخذه، يخدم أصحَابه بنفسه. رأيته في النوم - وقد انشقّ صدره، وفيه مصبَاح يضيء كأنهُ الشمس - يقول لي: يا محمد: هَات. فآتيه[١] بجفانٍ بيض كبار، فيتقيَّأ فيها لبنا حتى يملأهَا، فأشْربُ جفنةً مادام يملأ أخرى. جُلّ مَا أنا فيه من بركتِهِ وبركة أبي محمدٍ المَوْروري، وسيأتي ذكره - إن شاء الله -.

أوّل مَسألة ألقاها عليَّ في أوّل سَاعَةٍ رأيتهُ فيها - وقد أقبل عَليّ بكليّته - أن قال: ما الذنب الذي يَأتيه المار بين يدي المُصَلّي حتى يودّ أن يقف أربعين خريفًا؟ فأَجَبْتُه عَلى ذلك على حدِّ مَا وقع له، فسُرَّ بذلك. وكنت إذا قعدت بينَ يديْه وَبين يدي غيره من شيُوخنا، أرعدُ مثل الورقة في يَوْم الريح الشديدة، ويتعثر نُطقي، وتَنْخَدِرُ جوارحي حتى يعرف ذلك فِي حالي. فيؤنسِني، ويطمع أن يبسطني، فلا يزيدُني ذلك إلا مهَابةً وجَلالًا. وكان - رضي الله عنه - يحبّني ولا يُظْهِر ذلك لي، ويُقرّب غيري ويَطردني، ويُصَوِّب كلام غيري، ويوبّخني في المحافل والمجالس، ويشتمني، حتّى كَان أصْحَابي الذين كانوا معي ينسبوني إلى قلّة الهمّة، وهم معِي تحت نظره وفي خدمته؛ فَمَا خرج من تلك الجماعة غيري، لله الحمد! وكان الشيخ يقول ذلك.

وَمما شَاهدتُه منه[٢] - رضي الله عنه - أَنّني لم أكن قط رأيتُ رِسَالة القشيري ولا غيرهَا، ولا كنت أعرف أنّ لأحد في هذه الطريقة تصانيف، ولا كنت أدري لفظة التصَوّف عَلى ماذا تنطَلق. فركب يومًا فرسَهُ، وأمرني وآخرَ من أصحَابه، أن

١ هو: فأتيته.
٢ ش: - منه.

پس (میں نے آپ کو) بہترین پرورش کرنے والا اور بہترین تہذیب سکھانے والا پایا۔ ہمارے دوست عبد اللہ بدر الحبشی نے بھی آپ کی زیارت کی اور آپ کے ہاں رات گزاری۔ میں نے آپ کو کہتے سنا: "اگر شیخ چاہے تو ایک لمحے میں مرید کو اسفل السافلین سے اٹھا کر علیین میں پھینک سکتا ہے۔" بڑی توجہ والے، آپ پر راستہ ملامیہ[۴۸] کا رنگ غالب تھا۔ آپ کا چہرہ ہمیشہ اترا ہوا ہوتا تھا لیکن جب آپ کسی فقیر کو دیکھ لیتے تو آپ کا چہرہ خوشی سے دَمک اٹھتا۔ میں نے دیکھا کہ آپ فقیروں کو خود سے قریب کرتے حتیٰ کہ گود تک میں بٹھا لیتے، اپنے ساتھیوں کی بنفس نفیس خدمت کرتے۔ میں نے خواب میں دیکھا کہ آپ کا سینہ چاک ہو گیا ہے اور اُس میں ایک چراغ سورج کی مانند روشن ہے۔ آپ مجھے کہتے ہیں: اے محمد (ابن العربی!) لاؤ، میں آپ کے پاس ایک بہت بڑا سفید رنگ کا پیالہ لے کر آتا ہوں اور آپ اِس میں دودھ ڈالتے ہیں حتیٰ کہ وہ بھر جاتا ہے، جب تک کہ وہ دوسرا ابھرتے ہیں میں وہ پیالہ پی جاتا ہوں۔

ہماری پہلی ملاقات میں آپ نے مجھ پر مکمل توجہ مرکوز کر کے مجھ سے پہلا سوال یہ کیا کہ نمازی کے آگے سے گزرنے پر ایسا کیا گناہ ہے کہ اُسے چالیس سال تک ٹھہرنے کا حکم ہے؟ میں نے آپ کو ٹھیک جواب دے دیا[۴۹] تو آپ بہت خوش ہوئے۔ میں جب آپ کے پاس یا اپنے دیگر شیوخ کے پاس بیٹھتا تو تیز آندھی میں رکھے ورقے کی طرح پھڑ پھڑاتا، میری آواز گم ہو جاتی، میرے اعضا شل ہو جاتے حتیٰ کہ یہ سب میری حالت سے ظاہر ہونے لگتا، پھر آپ مجھے مانوس کرتے اور مجھ سے بے تکلف ہوتے لیکن یہ عمل بھی اس خوف اور اِجلال میں اضافہ کرتا جاتا۔ آپ رضی اللہ عنہ مجھ سے (بے انتہا) محبت کرتے تھے لیکن کبھی مجھ پر ظاہر نہ ہونے دیتے، (ظاہراً) دوسروں کو اپنے قریب کرتے اور مجھے دور کرتے، دوسروں کی بات کی تائید کرتے، محافل اور مجالس میں مجھے ڈانٹتے اور کوستے یہاں تک کہ میرے ساتھی مجھے "کم ہمت" ہونے کا طعنہ دیتے، میرے یہ ساتھی بھی میری طرح آپ کے زیرِ سایہ آپ کے خدمت گزار تھے۔ اِس جماعت میں مجھ سے کوئی سبقت نہ لے سکا، شکر ہے اللہ کا! اور شیخ بھی اس بات کو مانتے تھے۔

ایک اور چیز جو میں نے آپ میں دیکھی (وہ کچھ اس طرح ہے کہ) مجھے اُس وقت تک رسالہ قشیریہ وغیرہ کا کچھ پتا نہ تھا، اور نہ ہی میں یہ جانتا تھا کہ اِس راستے (یعنی طریقت) میں کسی

Marfat.com

نخرج إلى المَنَتْ بار - جبل عالٍ على فرسخ من إشبيليَة -. فخرجت أنا وصَاحبي عند فتح باب المدينة، وفي يد صَاحبي رسَالة القشري، وأنا لا أعرف مَا القشيري ومَا رسَالته. فصعدنا الجبل، فوجدناه قد سَبقنا، وغلامه يُمْسِك فرسه.

فدخلنا مسجدًا في أعْلَى ذلك الجبَل فصَلَّينا، واستدبر القبلة، وأعطَاني الرسَالة، وقال لي: اقرأ. فلم أقدر أن أضُمَّ كلمة إلى أخرى، والكتاب يسقط من يدي من الهيبَة. فقال لصَاحبي: اقرأه، فأخذه صَاحبي وقرأه، وتكلم عَليْه الشيخ، فلم يزل كذلك حتى صلينا العصر، فقال الشيخ: ننزل إلى المدينَة. فركب فرَسَه وأَلْزَمْتُ[1] يديَّ فِي ركَابه، وجعَل يُحدّثني بفضائل الشيخ أبي مدين وكراماته، وأنا قد[2] فنيتُ فِي كلامه ولا أحسّ بنفسي. وأرفع وجهي إليه في أكثر الأوقات، فأراه ينظر إليّ ويتبسَّم، ويهمز فرسه فيسرع وأسْرَعُ معه. ثم وقف فقال لي: انظر مَا تركتَ خلفك! فنظرتُ فرأيت الطريق الذي مشيت عَليه كله شوكا يصل إلى مَعْقَدِ الإزار، وشوكًا آخر مُنْبَسِطًا في الأرض، قال: انظر إلى قدمَيْك، فنظرت إلى قدميّ فلم أر بها[3] أثرا، قال: انظر إلى ثوبَك، فنظرت فلم أر أثرا،[4] قال: هذا من بركة ذكرنا أبا مدين، اِلْزَم الطريق يا بني تَفْلَح، وهَمَز فرسه وتركني.

١ ش، س، هو: ورميت.

٢ هو، س، ش: - قد.

٣ س: - بها.

٤ س: - قال: انظر إلى ثوبَك، فنظرت فلم أر أثرا.

Marfat.com

شخص کی کوئی تصانیف بھی ہیں حتیٰ کہ مجھے لفظ تصوف کا مطلب بھی نہیں پتا تھا۔ ایک دن آپ گھوڑے پر سوار ہوئے، مجھے اور میرے ایک ساتھی کو یہ حکم دیا کہ (آج) ہم "المنتبار"۔جو کہ اشبیلیہ سے ایک فرسخ (۴ کلومیٹر) کے فاصلے پر ایک پہاڑ پر۔ جائیں گے۔ چنانچہ میں اور میرا ساتھی شہر کا دروازہ کھلتے ہی چل پڑے، میرے ساتھی کے ہاتھ میں رسالہ قشیریہ تھا جبکہ میں یہ تک نہ جانتا تھا کہ قشیری کون ہے اور اِس کا رسالہ کیا چیز ہے۔ جب ہم پہاڑ پر پہنچے تو ہم نے دیکھا کہ آپ پہلے ہی پہنچ چکے ہیں، آپ کا غلام آپ کے گھوڑے کو تھامے ہوئے تھا۔

پھر ہم اِس پہاڑ کی چوٹی پر موجود مسجد میں چلے گئے، ہم نے نماز پڑھی اور آپ قبلے کی طرف پیٹھ کر کے بیٹھ گئے، آپ نے مجھے رسالہ (قشیریہ) دیا اور بولے: پڑھو۔ میں ایک لفظ کو دوسرے لفظ سے نہیں جوڑ پا رہا تھا اور ہیبت سے کتاب میرے ہاتھوں سے گر پڑتی تھی۔ پھر آپ نے میرے ساتھی سے کہا: اِسے پڑھاؤ۔ میرے ساتھی نے کتاب اٹھالی اور اسے پڑھنا شروع کیا جبکہ شیخ اِس پر کلام فرماتے جاتے۔ کچھ دیر بعد ہم نے عصر کی نماز پڑھی، پھر شیخ نے فرمایا: اب ہم واپس شہر کی طرف چلتے ہیں، آپ اپنے گھوڑے پر سوار ہو گئے اور میں نے اپنا ہاتھ اس کی رکاب میں ڈال دیا، ساتھ ساتھ آپ مجھے شیخ ابو مدین کے فضائل اور کرامات بتاتے جا رہے تھے۔ میں آپ کی باتوں میں ایسا کھویا کہ مجھے ہوش نہ رہا، میں بار بار اپنا چہرہ اٹھا کر آپ کی طرف دیکھتا تو آپ مجھے دیکھ رہے ہوتے، مسکراتے اور پھر اپنے گھوڑے کو ایڑ لگاتے اور تیز کرتے، میں بھی آپ کے ساتھ اور تیز دوڑنے لگتا۔ پھر آپ رک گئے اور مجھ سے کہا: دیکھ، تُو اپنے پیچھے کیا چھوڑ آیا ہے۔ جب میں نے پیچھے (مڑ کر) دیکھا تو جس راستے پر میں چل کر آیا تھا وہ جھاڑیوں اور کانٹوں سے بھرا ہوا تھا، کچھ جھاڑیاں کمر بند تک بلند تھیں اور کچھ زمین پر پھیلی ہوئی تھیں۔ پھر فرمایا: اَب اپنے قدموں کی طرف دیکھ، جب میں نے اپنے قدموں کی طرف دیکھا تو اِن پر کانٹوں کا نام و نشان تک نہ تھا، پھر بولے: اب اپنے کپڑوں کی طرف دیکھ، اُن پر بھی (کانٹوں کے) کوئی آثار نہ تھے۔ پھر گویا ہوئے: یہ سب ابو مدین رحمۃ اللہ علیہ کے ذکر کی برکت سے ہے۔ اے بیٹے! اِس راستے پر پکا ہو جا تو کامیاب ہو جائے گا، (یہ کہہ کر) آپ نے اپنے گھوڑے کو ایڑ لگائی اور مجھے وہیں چھوڑ گئے۔

Marfat.com

أخذت منه مسائل كثيرةً، رأيت عنده مَا لم أر من غيره. إذا أعْطَى المجاهدة لِلمُرِيد يَعْمَلُهَا معه، وكذلك للاثنين والثلاثة يعمل مع هذا ومع هذا: فتراه[1] لا يَفْتُرُ. قَعَدتُ معه ليلةً بعد العصر، فرآني أتقلق للخُروج، فقال لي: ما شأنك؟ فقلت له: عَليّ أربع حوائج أريد أن[2] أقضيها، ولي أيَّامٌ أروم قضاءهَا وأتعَمَّلُ فيها، ولا أجد الأشخاص الذين الحوائج بأيديهم. فتبسم وقال لي: إن تركتني ومشيتَ مَا تنقضي لك منها حَاجة، فاقعد معي أذكر لك من أحوَال الشيخ أبي مدين، وأنا أضْمَن قضاءها، فقعدتُ. فلما حان وقت المغرب قال لي: اخرج السَّاعة إلى منزلك؛ فإنك لا تصلّي المغرب حتى تنقضي الحوائج كُلُّها. فخرجت والشمس قد غربت، فوصَلْتُ إلى منزلي ومؤذِّن المغرب يؤَذِّن؛ فوالله مَا أحرمت بالصَلاة للمغرب حتى انقضت حوائجي.

وكان مِن صدقي في صُحْبَتِهِ أني أتمناه بالليل في بيتي لمسألةٍ تخطر، فأراه أمامي؛ فأسْأله ويجيبني، ثم يَنصرف، فأُخْبِرهُ بذلك بُكرةً. ويتفق لي مَعَه هَذا بالنهار في منزلي إنِ اشْتهيته. ومناقبه وَكراماته وَإشاراته أكثر مِنْ أنْ تُحْصَى، فَلْنَضْرِبُ[3] عنها فِي هذه الرسالة صفحًا.[4]

ومن شِعْرِي فيه حين فارقته وَأنا متوجِّهٌ إلى مرّاكش وهو بِسلا[5] قاطن.

إنْ قِيْلَ مَنْ فِيْ الوُجُوْدِ أشْرَفْ؟ ... سـيِّدنا يُوْسُـفُ بـن يَخْلَـفْ

ربُّ المَعَـــالِي قَلْـــبُ المَعَـــانِي ... أَرَقُّ شَـخْصٍ قلبًـا وألْطَـفْ

---

١ س: فنراه.

٢ س، ش: – أن.

٣ ش: فلنصرف.

٤ هو: – فَلْنَضْرِبُ عنها فِي هذه الرسالة صفحًا.

٥ سلا مدينة في المغرب على شاطئ الأطلسي

Marfat.com

میں نے آپ سے بہت سے مسائل سیکھے اور آپ میں وہ کچھ دیکھا جو کسی دوسرے میں نہ دیکھا۔ جب آپ کسی مرید کو کوئی مجاہدہ کرواتے تو اس کے ساتھ اِس پر خود بھی عمل کرتے۔ اسی طرح دو یا تین مریدین کے ساتھ مجاہدہ کرتے۔ کسی کے ساتھ ایک اور کسی کے ساتھ دوسرا۔اس کے باوجود آپ نہ تھکتے۔ ایک دن میں عصر کے بعد آپ کے پاس بیٹھا ہوا تھا اور آپ نے یہ بھانپ لیا کہ میں جانا چاہتا ہوں، مجھے کہنے لگے: کیا مسئلہ ہے؟ میں بولا: میری چار مرادیں ہیں جو میں پوری کرنا چاہتا ہوں اور کچھ دنوں سے اس ارے میں کام کر رہا ہوں لیکن متعلقہ لوگوں تک میری رسائی نہیں ہو پا رہی۔ (یہ سن کر) آپ سکرائے اور فرمانے لگے: اگر تو مجھے یہاں چھوڑ کر چلا جائے گا تو تیری ایک تمنا بھی پوری نہیں ہو گی لہذا میرے پاس بیٹھ، میں تجھے شیخ ابو مدین رحمۃ اللہ علیہ کے احوال میں سے کچھ بتاتا ہوں، اور تجھے ان مرادوں کے پوری ہونے کی ضمانت بھی دیتا ہوں۔ (شیخ اکبر فرماتے ہیں) میں آپ کے پاس بیٹھ گیا، جب (نمازِ) مغرب کا وقت قریب آیا تو آپ کہنے لگے: اب اپنے گھر جا، جب تک تو مغرب پڑھے گا اس وقت تک تیری یہ مرادیں پوری ہو چکی ہوں گی۔ (شیخ اکبر فرماتے ہیں) میں چل پڑا اور سورج غروب ہو چکا تھا۔ جب میں گھر پہنچا تو مؤذن مغرب کی اذان دے رہا تھا۔ اللہ کی قسم! میں نے تکبیر تحریمہ ہی کہی تھی کہ میں نے اپنی تمام مرادیں پا لیں۔

آپ کی صحبت میں میرا اتنا خلوص تھا کہ جب میں اپنے گھر رات کے وقت کسی مسئلے کی وجہ سے آپ کا تصور کرتا تو آپ کو سامنے موجود پاتا، میں پوچھتا جاتا اور آپ بتاتے جاتے اور پھر چلے جاتے، صبح سویرے میں آپ کو یہ سب بتاتا۔ اگر میں ایسی خواہش کرتا تو ایسا اتفاق مجھے اپنے گھر میں دن کے وقت بھی ہوتا تھا۔ آپ کے مناقب، کرامات اور اشارات اِس قدر زیادہ ہیں کہ بیان سے باہر ہیں، اِس رسالے میں ہم انہی پر اکتفا کرتے ہیں۔

شہر "سلا" سے مراکش جاتے ہوئے آپ سے بچھڑتے وقت میں نے یہ اشعار کہے:

اگر پوچھا جائے کہ وجود میں افضل کون؟ تو وہ سرکار یوسف ابن یخلف ہی ہیں۔ شرف والوں کے ہیں آقا اور معانی کے جوہر، لطیف الطبع، نرم دل وہ شخص ہے یا کوئی گوہر، وجود میں سب سے بڑھ کر کرم نواز، اور ان سب سے زیادہ رحم دل اور مہربان۔ رزم گاہ میں سب سے

Marfat.com

أَكْـرَمُ مَـنْ فِي الوُجُـودِ كفًّـا　　أعْظَمُهُـمْ رَأفَـةً وأعْطَـفْ
أثبَـتُهُمْ فِي النِّـزَالِ جَأشًـا　　أشَـدُّهم سَـطْوَةً وأعْنَـفْ
أكْـبَرُهُمْ هِمَّـةً وحَـالًا　　أشـهَدُهُمْ لِلْعُـلَا وأكْشَـفْ
أوسَـعُهُمْ في العُلُـوم بَاعًـا　　أشرَحُهُـمْ بَاطنًـا وأعْـرَفْ
أكْمَلُهُـمْ نِسْـبَةً وَنعْتًـا　　أرْفَعُهُـمْ نِصْـبَةً وأشْرَفْ
أطْـوَلُهُمْ فِي العُـلا ذِرَاعًـا　　أعْلاهُـمُ غَايَـةً وأوْقَـفْ
ألطَفُهُـمْ فِي الغُيُـوبِ مَعنـىً　　أوْضَحُهُمْ حِكْمَةً وأوْصَفْ[1]
قـد يُكْسَـفُ البَـدرُ في عُـلَاهُ　　وَبَـدْرُ مُـوْلَايَ لَـيْسَ يُكْسَـفْ

والقَصيدة طويلة أودَعتها كتاب: «إنزال الغيوب عَلى مرَاتب القلوب» فيمَا لنا في هذه الطريقة من نثر ونظم خَاصَّة.

أفادنِي هذا الشيخ «مَسْألةَ الوصَال»، و«أنا سيِّدُ وَلد آدم»، و«آدم فمن دونه تحت لِوَائي»، و«التدبير نصْف العَيْش»، و«إذا أحبّ الله العبد ابتلاه»، و«قلب القرآن يس»، ولم يَسْبِقهُ أحَد إلى هَذه المسْألة في بلادنا، وغير ذلك ممّا لا أتذكره الآن[2].

(الشيخ صالح العدوي)

ومنهم - رضي الله عَنْهُم - صَالح العِدْوِيُّ. كانَ بالله عَارفًا، ومع الله فِي كل حَالةٍ واقفًا، تَاليًا لكِتَابِه العزيز آناء الليلِ وَآناء النهار. لم يتّخِذ مَسْكنًا قطّ، وَلا تداوى قطّ، كان يعمل عَلى مقام السّبعينَ ألفًا الذين يدخُلونَ الجنّة بغير حِسَاب.

---

[1] هو: - "أوسَعُهُمْ في العُلُوم بَاعًا .... أوْضَحُهُمْ حِكْمَةً وأوْصَفْ".

[2] ج (في الحاشية): بلغ سماعا لمحمد بن إسحق على شيخه - رضي الله عنه -.

Marfat.com

بہادر و شجاع، جس کی ہیبت سے کانپے سب جہاں، سب سے بڑھ کر ہمت اور حال میں، مشاہدۂ کشفِ عُلا کے جال میں۔ علوم میں ہے کس کا دامن یوں وسیع، ہے تیری ظاہر اور باطن پر نگاہ۔ خوبی و نسبت میں حاصل یہ کمال، تجھ سے بڑھ کر کون ہے بلند حال۔ بلندیوں میں تیرا رتبہ سب سے بڑھ کر، ہے وہاں پر انتہا کی بھی انتہا۔ غیوب میں سب سے لطیف معناً ہے تو، سب سے بڑھ کر شرح حکمت تیرا طور۔ اُس چاند کو اپنی بلندی پر ہے داغ، میرا مولی بدر کامل اِس سے پاک۔

یہ ایک لمبی نظم ہے جسے میں نے اس طریقت کے بارے میں اپنی نثر اور نظم پر مشتمل کتاب «إنزال الغيوب على مراتب القلوب» میں ذکر کیا ہے۔

آپ نے ہی مجھے "مسئلہ وصال"[۵۰] اور "میں آدم کے بیٹوں کا سردار ہوں اور آدم اور باقی سب میرے جھنڈے تلے ہیں۔"[۵۱] "تدبیر آدھی زندگانی ہے۔" اور "جب اللہ کسی بندے سے محبت کرتا ہے تو اسے آزماتا ہے۔"، "سورۃ یٰس قرآن کا دل ہے" - ہمارے ملک میں کوئی اِس مسئلے میں آپ سے زیادہ عالم نہ تھا - اور اِن کے علاوہ دیگر وہ مسائل بتائے جو مجھے اب یاد نہیں۔

شیخ صالح العدِوِیؒ رحمۃ اللہ علیہ

ان میں شیخ صالح العدِوِی[۵۲] رحمۃ اللہ علیہ بھی شامل ہیں۔ آپ عارف باللہ تھے، ہر حالت میں اللہ کے ساتھ ہوتے، دن رات کتابِ مجید کی تلاوت میں لگے رہتے، نہ آپ نے کوئی گھر بنایا اور نہ ہی کبھی اپنا علاج کیا۔ آپ اُن ستر ہزار کے مقام کی طلب میں عمل کرتے تھے جو بغیر حساب وکتاب کے جنت میں داخل ہوں گے۔ آپ نہ تو کسی سے (فضول) بات کرتے اور نہ ہی کسی کے پاس بیٹھتے۔

Marfat.com

كان لا يُكَلِّمُ أحدًا وَلا يجالسه.

تأتي عَليْه أوقاتٌ يدخل فِي صلاةِ سبحة الضُّحَى فلا يَزَالُ واقِفًا في الركعة الأُولى حتَّى يُقال لهُ: قد زَالَتِ الشمس!. كان إذا قام إلى الصَّلاة في اليَوم الشديد البَرد يُلْقِي عنه ثيابه، حتى يبقى فِي قميص واحد وسرَاويل، وعَرَقُهُ يتصبَّب[١] كأنما هو في ديَماسٍ.[٢] له فِي صَلاته زئير وهَمْهَمَة، لا يُفْقَهُ[٣] ما يقول، لا يدَّخِرُ شيئًا لغد البتة، ولا يقبل ما لا يحتاج إليْه؛ لا لنفسه ولا لغيره. كان يَأوِيْ ليْلَهُ إلى مسجد أبي عامرٍ الرُّطَنْدَالِي المقري. صاحَبْتُه سنين،[٤] أكاد أعُدُّ كلامهُ معي من قلّته.

كان في بعض السنين يُفْقَدُ من البلد إذا قرب عيْد الأضحى، فأخبرني فقيه شاهدٌ مِن شهود البلد، أنّه يَحْضُرُ المَوْسِمَ بعرفات، أخبره بذلك من شاهَدَه. كان له بنا تَعلُّق، وإلى جهتنا تأمّل، انتفعنا به. أخبرني بأمور في حقي مما تتفق لِي في المسْتَقبل، فرأيتها كُلها،[٥] مَا غادَرَتْ منها كلمة واحدة. خدمه في مرضه أبُو علي الشكاز. لم يزل بإشبيلية على هذه الحالة أربعين سنة حتى مَات بها[٦]، فغَسلناهُ ليلًا وحَملناه على رقابنا إلى مقبرته، وتركناه بها وانفصلنا عنهُ حتى صُلِّي عَليْه ودَفنه النّاس. لم أر بعده على حَاله مثله، كانت حَالته تُشْبِه حالة أويس،[٧] وله أخبار كثيرة[٨] يَطُول ذكرها.

---

١ س: يَنْصَبُّ.

٢ هو: – كأنما هو في ديَماسٍ.

٣ هو: يفهم.

٤ س: سنتين.

٥ س: – كلها.

٦ هو: – بها.

٧ هو: + القرني.

٨ هو: – كثيرة.

Marfat.com

کئی بار ایسا بھی ہوتا کہ آپ چاشت کے وقت نفل نماز کی نیت کرتے اور ابھی پہلی رکعت میں ہی ہوتے کہ آپ کو بتایا جاتا کہ زوال کا وقت ہو گیا ہے۔ آپ سخت سردی کے دنوں میں بھی جب نماز کے لیے کھڑے ہوتے تو (گرم) کپڑے اُتار دیتے اور صرف ایک قمیض اور شلوار میں ہوتے لیکن آپ پسینے میں اس قدر بھیگ جاتے جیسے کہ آپ کسی تندور میں ہیں۔ آپ کی نماز میں ایسی لَے اور سرسراہٹ ہوتی جو سمجھ نہ آتی۔ کل کے لیے کوئی چیز بچا کر نہ رکھتے اور غیر مطلوبہ چیز قبول نہ کرتے؛ نہ اپنے لیے اور نہ کسی دوسرے کے لیے۔ اپنی راتیں زیادہ تر مسجد ابو عامر الرطندالی المقری میں گزارتے۔ میں برسوں آپ کے ساتھ رہا اور (اس دوران) آپ نے میرے ساتھ اتنی کم بات چیت کی کہ میں وہ دہرا سکتا ہوں۔

کئی دفعہ ایسا ہوا کہ جب بڑی عید آتی تو آپ شہر میں نہ پائے جاتے، مجھے ایک فقیہ -جو کہ گواہانِ شہر میں سے تھا- نے بتایا کہ آپ ایامِ حج میں میدانِ عرفات میں موجود تھے، اُسے یہ سب ایک دوسرے شخص نے بتایا تھا جس نے آپ کو عرفات میں دیکھا تھا۔ آپ کا ہم سے ایک خاص تعلق اور ہم پر خصوصی کرم اور توجہ تھی جس سے ہمیں بہت فائدہ ہوا۔ آپ نے مجھے کچھ ایسی باتیں بتائیں جو مجھے مستقبل میں پیش آنا تھیں، میں نے وہ سب ویسی ہی پائیں، اِن میں سے ایک لفظ بھی آگے پیچھے نہ ہوا۔ آپ کی بیماری کے دوران ابو علی الشّکاز نے آپ کی خدمت کی، آپ چالیس (۴۰) سال تک اشبیلیہ میں اِسی حالت پر رہے اور وہیں وفات پائی، لہٰذا ہم نے آپ کو رات ہی میں غسل دیا اور اپنے کندھوں پر اٹھا کر آپ کی قبر (مبارک) تک لائے، اور وہاں رکھ کر دور کھڑے ہو گئے یہاں تک کہ آپ کی نماز جنازہ پڑھائی گئی اور لوگوں نے آپ کو دفن کیا۔ میں نے آپ کے بعد آپ جیسا کوئی نہ دیکھا، آپ کی حالت حضرت اویس قرنی رضی اللہ عنہ جیسی تھی، قصّے تو آپ کے اور بھی ہیں لیکن پھر بات لمبی ہو جائے گی۔

Marfat.com

(الشيخ أبو عَبْد الله محمد الشرفي)

وَمنْهُم أبو عَبْد الله محمد الشَّرَفي، رضي الله عنه. كَان يُلازم الصَّلواتِ الخمس بجامِعِ الْعَدَبَّس بإشبيليَة. كان يعيش من الأفيون، يخرج إليه في وقته فيجمعه، فيشتريه منه قوم مَعْلُومون بالورع، وأنَّ المال الذي بأيديهم حَلال. تَوَرَّمَتْ أقدامه من طول القيَام، كان إذا وقف فِي الصَّلاةِ تتحدر[1] دموعه على بياض لحيته كَأنّها اللؤلؤ. سَكن موضعًا نحوًا، من أربعين سنة، مَا أوقد فيه سِرَاجًا وَلا نارًا، بالغ فِي العبَادة جُهدَهُ.

لقيني يومًا، وأنا واقفٌ على معتوه عندنا في جملة الناس، فلم نَشْعُرُ به حتى أخذ بأُذني وأخرَجني مِن الحَلقة، وقال لِي: أنت تفعل هذا؟! فخَجِلْتُ ودخلتُ معَه الجَامع. كان يخبرني بالشيء قبل كونِه، فيَكونُ كمَا يخبرني. لم يتخذ قط في المسجد موضعًا معيّنًا، ولا صَلَّى قط في موضع واحد في المسجد صَلاتين.

لا يَجْرَأ[2] أحدٌ عَليْه[3] أن يقول لهُ: «أُدْعُ لي» فَالذي يريد أن ينتفع بدعَائه يراقبه، إذا دخَل المسجد، أين يصلى منه؛ فيحرِم إلى جانبه. فإذا قعد؛ يدعو صَاحبُ الحاجة بما يريده، ويُعْلِن، فيقول الشيخ: «آمين» خَاصة، هكذا كَانت دعوته. وسَألته أنا في الدّعَاء، ودَعَا لي، وقد بدأني بالدّعاء - لله الحمد -، وَكَلَّمَنِي قبل أن أكلمه؛ فإني كنت أهَابه، وانتفعت به وعَاينت من بَركاته.

لمّا اقترب[4] مَوْتُهُ أَخْلَى مسكنه، وقال: أريد سفرًا. فخرج إلى القريَة التي كان منها في الشرف عَلى فرسخين، فلمَّا وصَل إليهَا مات بها[1] رحمه الله.

---

١ س، ش: تنحدر.

٢ هو: لا يجتري.

٣ هو: - عليه.

٤ هو: - قرب.

Marfat.com

شیخ ابو عبد اللہ الشرفی رحمۃ اللہ علیہ

اِن میں ابو عبد اللہ محمد الشرفی رضی اللہ عنہ بھی شامل ہیں۔ پانچوں نمازیں اشبیلیہ کی جامع مسجد العدبّس میں پڑھتے۔ آپ افیون جمع کر کے گزر بسر کرتے، اس کی تلاش میں نکلتے، اسے اکٹھا کرتے اور صرف پرہیز گاروں کو بیچتے جن کے بارے میں آپ جانتے کہ ان کے پاس حلال مال ہے۔ طویل قیام کی وجہ سے آپ کے دونوں پاؤں سُوج گئے تھے، جب آپ نماز میں کھڑے ہوتے تو آنسو آپ کی سفید داڑھی میں یوں بہہ رہے ہوتے جیسے کہ موتی ہوں۔ آپ ایک جگہ تقریباً چالیس (۴۰) سال رہائش پذیر رہے جہاں آپ نے کبھی چراغ اور آگ نہ جلائی۔ عبادت میں آپ نے اپنا تن من لگا دیا۔

ایک روز میں (بازار میں) کسی دیوانے کا (تماشا دیکھ رہا) تھا کہ آپ نے مجھے آن لیا، مجھے کان سے پکڑ کر علیحدہ لے گئے اور کہنے لگے: تو بھی ایسا کرتا ہے؟ یہ سن کر میں بہت شرمندہ ہوا اور آپ کے ساتھ مسجد چلا گیا۔ آپ مجھے کسی واقعے سے قبل اگر کچھ بتاتے تو ویسا ہی ہوتا جیسا کہ آپ نے کہا ہوتا۔[۵۳] آپ نے مسجد میں کبھی (اپنے لیے) کوئی جگہ مخصوص نہ کی اور نہ ہی کبھی کسی ایک جگہ پر مسجد میں دو نمازیں پڑھیں۔

کسی میں اتنی جرات نہ تھی کہ آپ سے دعا کی درخواست کر سکے، پس جو شخص آپ کی دعا سے مستفید ہونا چاہتا تھا وہ آپ پر نظر رکھتا کہ آپ کب مسجد میں آتے ہیں، پھر وہ آپ کے ساتھ نماز پڑھتا اور جب آپ (نماز سے فراغت کے بعد) بیٹھ جاتے تو وہ شخص اونچی آواز میں دعا مانگتا لہٰذا آپ خصوصی طور پر آمین کہتے، آپ کی دعا اِسی طرح ہی ہوا کرتی تھی۔ میں نے آپ سے دعا کی درخواست کی تو آپ نے میرے لیے دعا کی اور مجھ ہی سے دعا کی ابتدا کی، شکر ہے اللہ کا! آپ میرے کچھ کہنے سے پہلے ہی مجھ سے بات کرتے کیونکہ میں آپ سے ڈرتا تھا۔ میں نے آپ سے بہت کچھ حاصل کیا اور آپ کی (بے حد) برکات دیکھیں۔

جب آپ کی وفات کا وقت قریب آیا تو آپ نے رختِ سفر باندھا اور بولے: ”میں سفر پر جا رہا ہوں“ پس آپ دو فرسخ (آٹھ کلومیٹر) دور ایک بستی کی طرف چل پڑے اور جب وہاں پہنچے

نظر يومًا إلى غلام صغير على رأسه مِكْتَل فيه شيء من رازيانج، ورآه متحيرًا، فأشفق عَليه، فاستدعَاه، وَالنَاس يَرونه، فَقالَ له: ما شأنك يا وَلدي؟ قال: يَا عمّي، مات أبي وترك أوْلادًا صغارًا، وليسَ لنا شيء، فأصْبَحنَا يومنا هذا ومَا عندنا ما نأكل، وكَان عند والدتي هذا الرازيانج، فقالت: يا بني خذه وَبِعْهُ، وَسُقْ لنا به قُوْتَ اليوم إنْ كَفَى. فبكى الشيخ وأدخل يَدهُ في المكتل وأخذ منه حبّاتٍ وقال: هذَا شيء طيّب يَا صبي! قل لأمّك: عمّي الشرفي أخذ منه قليلاً، تجعلني منه فِي حِلٍّ. فأخذ بعض التجار المكتل بالرازيانج من الصَّبيّ، وقال: شيء أخذ منه هذا الشيخ حلَّتْ فيه البركة. فمشى إلى أُم الصَبيّ، ودفع لهَا فِي المكتل سبعين دينارًا مؤمِنيَّةً.[٢] وإنما قصدها الشيخ رَحمَةً بهم، رضي الله عنه.[٣]

(الشيخ أَبو يَحي الصنهاجي)

وَمنهُمْ - رضي الله عنهم - أَبو يَحيى الصنهاجي. كان قد عَمِي وقد أَسَنّ. كان يَرْتُبُ بمسجد الزُبيدي حتي مَات، ودفنَّاه بالمنَت بار، وبتنا عليه. عاشَرْتُهُ فرأيته مُجْتهِدًا في العبَادة، له قدم راسخة في الريَاضَات وَالإشارات، كبيرُ الشأن، مَا رأيته قط يقعد إلا عَلى كرسي صغير.

مَات عندنا بإشبيلية - رحمهُ الله - وظهرت[٤] له كرامة بَعْد مَوته؛ فإنَّ الجَبَل الذي دفنَّاه فيه عالٍ لا يخلو عن الرِّيح أبدًا، فسكّن الله الريح فِي ذلك اليَوْم،

---

١ هو: - بها.

٢ نسبة إلى الخليفة عبد المؤمن.

٣ ج (في الحاشية): بلغ مقابلة بالأصل.

٤ س: ظهر.

Marfat.com

تو آپ رحمۃ اللہ علیہ کا وصال ہوا۔

ایک دن آپ نے (بازار میں) ایک بچے کو دیکھا کہ اس نے اپنے سر پر سویے کے بیجوں کا ایک ٹوکرا اٹھا رکھا ہے، جب آپ نے اسے متحیر پایا تو پاس بُلا کر اُس کے سر پر ہاتھ پھیرا۔ جبکہ لوگ یہ سب دیکھ رہے تھے۔ پوچھا: بیٹا! کیا ہوا ہے؟ وہ (لڑکا) بولا: چچا! میرا باپ مر گیا ہے اور میرے چھوٹے چھوٹے بہن بھائی ہیں، ہمارے سر پر کوئی نہیں، اب ہماری حالت یہ ہو گئی ہے کہ ہمارے پاس کھانے کو بھی کچھ نہیں، میری امی کے پاس یہی سویے کے بیج تھے تو وہ مجھے کہنے لگی: بیٹا! یہ (بازار) لے جاؤ، اور اگر ہو سکے تو انہیں بیچ کر آج کا کھانا لے آؤ۔ یہ سن کر شیخ کی آنکھیں بھر آئیں، آپ نے اپنا ہاتھ اِس ٹوکرے میں ڈالا اور اُس میں سے چند دانے اٹھا لیے، پھر بولے: یہ تو اچھی چیز ہے، بیٹا! اپنی ماں سے کہنا: چچا شرفی نے ان میں سے کچھ دانے لیے ہیں، میں یہ کھا سکتا ہوں نا؟ ایک تاجر نے بچے سے یہ ٹوکرا لے لیا اور کہنا لگا کہ جس چیز میں اِس بزرگ نے ہاتھ ڈالا ہے یقیناً وہ بابرکت ہو گئی ہے لہٰذا وہ (تاجر) اس لڑکے کی ماں کے پاس گیا اور ستر (۷۰) مومنی دینار[1] کے عوض یہ ٹوکرا خرید لیا۔ شیخ نے یہ سب ان پر رحمت کی غرض سے ہی یہ کیا تھا، اللہ ان سے راضی ہو۔

شیخ ابو یحیٰی الصنہاجی رحمۃ اللہ علیہ

ان میں ابو یحیٰی الصنہاجی رضی اللہ عنہ بھی شامل ہیں۔ آپ عمر رسیدہ اور نابینا تھے، اپنی وفات تک "مسجد الزبیدی" میں ملازم رہے، ہم نے آپ کو "المنتبار" (پہاڑ) پر دفن کیا اور وہیں رات گزاری۔ میں نے آپ سے تعلق بنایا اور آپ کو عبادت میں کوشاں پایا، ریاضات اور اشارات میں آپ راسخ القدم تھے، بڑے مرتبے والے! میں نے ہمیشہ آپ کو چھوٹی کرسی پر ہی بیٹھے دیکھا۔

آپ رحمۃ اللہ علیہ کی وفات ہمارے ہاں اشبیلیہ میں ہوئی اور موت کے بعد بھی آپ کی کرامت ظاہر ہوئی، وہ یہ کہ جس پہاڑ پر ہم نے آپ کو دفنایا، وہ بہت بلند تھا اور اس پر ہر وقت تیز ہوائیں

---

1 یہ سکے عبدالمومن نے رائج کیے تھے جس نے اندلس پر اس عرصے کے دوران حکومت کی تھی۔

Marfat.com

واستبشر الناس، وباتوا على قبْره يقرءون عَليْه القرآن. فلمّا نزل الناس هبّت الريح عَلى عَادتها. كانت صُحبَتي إيّاه شهُورًا قبْل موته، كَان من أهْل السياحَات؛ ملازمًا للسَواحِل، مؤثرًا للخلوة.

(الشيخ أبو الحجاج يُوسف الشبربلي)

ومنهم أبو الحجاج يُوسف الشبربلي. كان من شبربل - قرية بالشرفِ على فرسخين من إشبيلية- كان أكثر إقامته[1] بالبَادية. صحبَ أبا عبْد الله بن المجاهد. كان يعيش من عمَل يده. دخل الطريق قبل الحلم، ولم يزل عليهَا حتّى مات. كان ابن المجَاهد - إمام هذه الطريقة ببلادنا - يقول: التمسوا الدعاء من أبي الحجاج الشبربلي. وكان يُكبّره[2] إذا زاره، أخبَرني أبو الحجاج هذَا بنفسه، قال: كانت زيارتي لابن المُجاهد - شيخنا - كُلّ يوْمٍ جمعةٍ، فجئته أزوره يوم جمعة على عَادتي، فوجَدته واقفًا عَلى البناء، يبني حَائط دار سُكْنَاه، وكان قد تهدم، فبناه ليستر عيَاله. فسلَّمت عَليْه، فقال لي: خَالفتَ عَادتك يَا أبا الحجاج، جئت يوم الخميس! فقلت له: بل هو الجمعَة. فضرب يدًا على يدٍ وصَاح: أواه! هذا ما فعل الضروري الذي لا بد منه فكيف لو زدنا؟! وناح وبَكى على نفسه، وتحسَّر على وقته. فكَان أبو الحجاج متى ما ذكر لي هذه الحكاية يبكي ويقول: هكذا يكون الرّجَال؛ ينوحون على فوات حظوظهم من الحضور مع الله.

كان شيخنا هذا أبو الحجاج كبير الشأن، لم يَزل يأكل من عمل يده، حَتى

---

١ هو: أوقاته.

٢ هو، س، ش: يكبّر.

Marfat.com

چلتی رہتی تھیں لیکن اُس روز اللہ تعالی نے یہ ہوا بند کر دی، یہ دیکھ کر لوگ بہت خوش ہوئے اور انہوں نے وہ رات آپ کی قبر پر تلاوتِ قرآن پاک کرتے ہوئے گزاری۔ پھر جب لوگ نیچے اترے تو ہوا اپنے معمول کے مطابق دوبارہ چل پڑی۔ آپ سے میری صحبت آپ کی وفات سے چند ماہ پہلے سے تھی، آپ اہل سیاحات میں سے تھے، ساحلوں پر رہتے اور خلوت کو ترجیح دیتے۔

شیخ ابو الحجاج یوسف الشبر بلی رحمۃ اللہ علیہ

اِن میں ابو الحجاج یوسف الشبر بلی رحمۃ اللہ علیہ بھی شامل ہیں۔ آپ اشبیلیہ سے دو فرسخ (آٹھ کلو میٹر) کی دوری پر موجود ایک بستی شبر بل سے تعلق رکھتے تھے۔ آپ کا زیادہ وقت بیابانوں میں گزرتا۔ [۵۴] آپ نے ابو عبد اللہ ابن المجاہد کی صحبت اختیار کی، آپ محنت مزدوری کر کے گزر بسر کیا کرتے تھے۔ طریقت میں بلوغت سے قبل داخل ہوئے اور اپنی وفات تک اِسی پر قائم رہے۔ ابن المجاہد جو ہمارے ملک میں طریقت کے اماموں میں سے تھے وہ آپ کی بہت تعظیم کرتے، فرماتے: "ابو الحجاج یوسف شبر بلی سے دعا کی درخواست کیا کرو۔" شیخ ابو الحجاج نے مجھے یہ خود بتایا تھا۔ فرماتے ہیں: میں اپنے پیرو مرشد ابن المجاہد سے ملنے ہر جمعے کے روز جایا کرتا تھا چنانچہ حسب معمول میں ایک جمعہ آپ سے ملنے آیا تو میں نے دیکھا کہ آپ مستری کے پاس کھڑے ہیں اور اپنے گھر کی گری دیوار کی مرمت کروا رہے ہیں تاکہ گھر والوں کا پردہ برقرار رکھ سکیں۔ میں نے آپ کو سلام کیا تو کہنے لگے: ابو الحجاج! آج خلاف معمول جمعرات کو ہی آ گئے؟ میں نے عرض کی: (حضور!) آج تو جمعہ ہے۔ پس آپ نے ہاتھ روک لیا اور اونچا اونچا خود کو کوسنے لگے، کہنے لگے یہ (مرمت) ایسا بھی کام نہیں جس کے بغیر گزارا نہ ہو، اگر میں یہی کرتا رہا تو (میرا کیا) ہو گا؟ پھر آپ وقت کے ضیاع پر حسرت زدہ اور شکستہ دل خود پر رونے لگے۔ شیخ ابو الحجاج نے جب مجھے یہ واقعہ سنایا تو آپ بھی رو رہے تھے اور فرما رہے تھے: مرد اس طرح ہوا کرتے ہیں، جو اللہ کے حضور اپنا حصہ کھو دینے پر روتے ہیں۔

ہمارے شیخ ابو الحجاج بھی بڑی شان والے تھے، ہمیشہ اپنے ہاتھ کی کمائی کھاتے رہے یہاں تک کہ آپ مزدوری کے قابل نہ رہے پھر آپ "فتح" (اللہ کی غیبی مدد) سے گزر بسر کرتے۔

Marfat.com

ضَعف عن العَمل، فصَار يَأكل من الفتح. وكان لمّا أسنّ وثقل عن الحرَكة يبكي[١] ويقول لِي[٢]: يا بني، فتح الله عليَّ باب قصد الناس إليّ وزيارتهم، وعرَّض بِي للفتن ومن أنا؟ ويَا ليتني سلمت! ووَدِدْتُ أني أجد قوّةً حتى أزور النّاسَ في ديَارهم فلا يجيئون إلي.

وكان رحمَةً للعَالم؛ كان إذا دخل عَليْه عُمّال السُّلطان يَقول لي: يا بني، هَؤلاء هم أعْوَان الحق المُشتغِلون بأسبَاب العالم، ينبغي للناس أن يتفرغوا في الدّعاء لهم أن يجريَ الله الحق عَلى أيديهم ويعينهم. كان يقبل من السلطان.

مَا دخل أحد عليْه قط وعنده فِي بيته مَا يؤكل إلا يجعَله أمام الداخلين؛ كَثروا أو قلّوا، وكثر الطعام أو قلّ، لا يترك شيئًا يكون له البتة.[٣] ولقد رأيتُهُ ودخل عَليْه[٤] جماعة فقال لي: يا بني، نزِّل إليهم المِكْتَل، فأنزلته فلم أجد فيه غير ملء الكفّ حِمّصًا، فجعَلته بين أيديهم، فتناولوا منه.

رأيتُ له بَركات كثيرة، كان ممن يمشي عَلى الماء. كَان له بدَاره بالقرية بئر يستقي منها لوضوئه، فرأينا بجانب البئر شجرة زيتون قد عَلَتْ وأورَقَتْ وحملت، جسمُهَا غليظٌ، فقال له صَاحبي: يا سيّدنا، لِمَ غرست هذه الزيتونة في هذا الموضِع، وضيّقت بها عَلى البئر؟ فالتفت إلينا ونظر، وكان قد انحني ظهره من الكبر، فقالَ: في هَذه الدار ربيت من صغري، والله مَا رأيت قط هذه الزيتونة إلا الآن!. فكان بهَذه المثابة من الاشتغال بقلبه. ما دخلت قط عليه - لا أنا ولا غيري - إلا وجدته قارئًا في المصحف، لم يمسك كتابًا غير المُصحَف حتى مات.

---

١ س: - يبكي.

٢ ش، س: - لي.

٣ هو: - لا يترك شيئا يكون له البتة.

٤ س: - عليه.

Marfat.com

جب آپ اس قدر بوڑھے ہو گئے کہ حرکت بھی نہ کر سکتے تھے تو روتے اور مجھے کہتے: اے بیٹے! اللہ نے لوگوں کو میری طرف متوجہ کر دیا ہے- وہ میری زیارت کے لیے آتے ہیں - اور مجھے فتنوں میں ڈال دیا ہے۔ میں کون ہوں (کہ یہ میرے پاس آئیں)؟ کاش! میں صحیح ہوتا اور کاش میرے پاس اتنی طاقت ہوتی کہ میں لوگوں سے اُن کے گھروں میں جا کر ملتا، وہ میرے پاس نہ آتے۔

آپ تمام عالم کے لیے رحمت تھے، جب سلطانِ وقت کے کارندے آپ کے حضور حاضری دیتے تو آپ مجھے فرماتے: بیٹے! یہ حق کے معاون ہیں جو دنیا والوں کے کاموں میں لگے ہوئے ہیں، لوگوں کو چاہیے کہ ان کے لیے (خصوصی) دعا کریں تا کہ اللہ ان کی مدد کرے اور ان کے ہاتھوں حق جاری کرے۔ آپ سلطان سے (تحائف) قبول کیا کرتے تھے۔

جب آپ سے ملنے لوگ آتے - چاہے وہ زیادہ ہوں یا کم - تو گھر میں کھانے کے لیے جو کچھ موجود ہوتا - چاہے کم ہو یا زیادہ - وہ ان کے سامنے کر دیتے اور اپنے لیے کچھ نہ بچاتے۔ ایک دفعہ آپ سے ملنے کچھ لوگ آئے تو آپ نے مجھ سے کہا: بیٹا! یہ ٹوکری اُتارو، میں نے وہ ٹوکری اُتاری تو اِس میں صرف ایک مٹھی چنے تھے، وہی میں نے ان کے سامنے رکھ دیئے اور وہ کھانے لگے۔

میں نے آپ کی بہت برکات دیکھیں۔ آپ اُن (لوگوں) میں سے تھے جو پانی پر چلا کرتے تھے۔ آپ کے گاؤں والے گھر میں ایک کنواں تھا جس کے پانی سے آپ وضو کرتے، ہم نے دیکھا کہ کنویں کی ایک جانب زیتون کا ایک درخت بہت پھیل گیا ہے اور کافی جگہ گھیر رہا ہے۔ میرے دوست نے پوچھا: سرکار! آپ نے زیتون کا درخت اِس جگہ کیوں لگایا ہے کہ جس سے کنویں کی جگہ بھی تنگ ہو رہی ہے۔ آپ ہماری طرف متوجہ ہوئے - اُس وقت آپ کی کمر بڑھاپے کی وجہ سے جھک چکی تھی - اور بولے: میرا بچپن اسی گھر میں گزرا ہے لیکن اللہ کی قسم! میں نے یہ زیتون کا درخت ابھی دیکھا ہے؛[۵۵] آپ اپنے قلبی معاملات میں مشغولیت کے باعث اِس درجے کو پہنچے ہوئے تھے۔ جب میں یا کوئی اور آپ کے پاس آتا تو آپ کو قرآن مجید ہی پڑھتے پاتا، آپ نے اپنی وفات تک قرآن کے علاوہ کبھی کوئی کتاب نہ اُٹھائی۔

Marfat.com

وكانت له هرّة سَوْداء، لا يستطيع أحد أن يَمْسِكها ولا يُلقي يده عليها، وكانت ترقد في حجره، فكان يقول لي: جعل الله لي[١] في هذه الهرّة تمييز الأولياء؛ فهَذا الفِرَار الذي تَرى فيهَا مَا هُوَ سُدى جُملة، فقد جعَلهَا الله تأنس بالأولياء. فشاهَدتها مرارًا عنده يَدخل إنسان فتحكّ خدّهَا في رِجْلِه وتتعلق به، ويدخل آخر وتفرّ منه. ولقد دخل عَلَيْه[٢] شيخنا أوّل ما دخل عَليه - نعني[٣] أبا جعفر العريبي - رحمه الله تعالى - الذي ذكرته أوّلا - وَكانتِ الهرّة في البيت الآخر. فخرجتْ من البيت، ونظرتْ إلى شيخنا أبي جَعْفَرٍ[٤] قبل أن يَجْلِس، وشيخنا أبو الحجاج يقول له: «اجلس» فوثبت وثبةً إلى صَدر الشيخ أبي جعفر، وفتحت يَديهَا على عنقه، فَعَانقَتْهُ ومَرَّغت وجهها في لحيته. فقام إليْه أبو الحجاج حتى أجلسه ولم يقل لهُ شَيئًا. فأخبَرني أبو الحجاج أنّ ذلك الفعل ما رأيته فَعَلَتْهُ قط مع غيره، ولم تزل عنده حتى خرج من عنده.

وجاءه رجل - وأنا عنده في جماعةٍ - وفي عينيه وجع شديد يصيح منه مثل النفسَاء، فدخل عَليه[٥] وقد شقّ على الناس صيَاحه. فاصْفَرَّ الشيخ وارتعد، وقلع[٦] يده المباركة ووضعها[٧] على عينيه؛ فسكن الوجع من حينه، واضطجع الشخص كأنه الميت، ثم قام وخرج مع الجماعة ومَا به بأس. وكان له صَاحب من صَالحي مؤمني الجن يُلازمه أبدًا، لا يبرح من عنده.

---

١ س، ش: - لي.

٢ هو: - عليه.

٣ ش: أعني.

٤ هو: - أبي جعفر.

٥ هو: - فدخل عليه.

٦ هو: ووضع.

٧ هو: - ووضعها.

Marfat.com

آپ نے ایک کالی بلی پال رکھی تھی جو آپ کے ساتھ سوتی تھی، نہ تو اِسے کوئی پکڑ سکتا تھا اور نہ ہی اِس پر (پیار سے) ہاتھ پھیر سکتا تھا۔ آپ مجھ سے کہا کرتے تھے: اللہ تعالیٰ نے اِس بلی میں میرے لیے اولیا اللہ کی پہچان رکھی ہے۔ تُو جو یہ اس کا بھاگنا دیکھتا ہے یہ بالکل بے معنی نہیں۔ اللہ تعالیٰ نے اِسے اولیا کے ساتھ مانوس ہونے والی بنایا ہے۔ میں نے کئی مرتبہ اِسے دیکھا کہ جب آپ کے پاس کوئی شخص آتا تو وہ (بلی) اپنا منہ اس کی ٹانگوں سے مس کرتی، اُس سے لاڈ کرتی۔ اور جب دوسرا شخص آتا تو اُس سے بھاگ جاتی۔ ہمارے مرشد- ابو جعفر العربی جن کا ذکر میں نے سب سے پہلے کیا ہے-جب پہلی بار آپ سے ملنے آئے تو یہ بلی کسی دوسرے گھر میں تھی، یہ وہاں سے واپس آئی، اُس نے ہمارے شیخ ابو جعفر کو دیکھا-اُس وقت شیخ ابو الحجاج آپ کو بیٹھنے کا کہہ رہے تھے-اِس نے وہیں سے شیخ ابو جعفر کی طرف چھلانگ لگا دی اور اپنے اگلے پاؤں آپ کی گردن میں ایسے ڈال دیئے جیسے کہ آپ سے بغل گیر ہو رہی ہے، پھر اپنا منہ آپ کی داڑھی میں لوٹ پوٹ کر دیا۔ (یہ دیکھ کر) ابو الحجاج اُٹھ کر آئے اور آپ کو بٹھایا مگر آپ سے (اس بارے میں) کچھ نہ بولے۔ (بعد میں) ابو الحجاج نے مجھے بتایا کہ میں نے اسے کبھی کسی کے ساتھ ایسا کرتے نہیں دیکھا۔ وہ بلی (اس وقت تک شیخ ابو جعفر) کے پاس ہی بیٹھی رہی جب تک کہ آپ وہاں سے چلے نہ گئے۔

ایک دفعہ آپ کے پاس ایک آدمی آیا-میں بھی اس وقت آپ کے پاس بیٹھا تھا-اُس کی آنکھ میں شدید درد تھا جس کی وجہ سے وہ چِلاّ رہا تھا، جیسے کوئی عورت بچہ جنتے وقت چیختی چِلاّتی ہے۔ جب وہ آپ کے پاس آیا تو لوگ اس کی چیخوں سے بہت تنگ ہوئے۔ یہ دیکھ کر شیخ کا چہرہ زرد ہو گیا اور آپ مضطرب ہو گئے، پھر آپ نے اپنا مبارک ہاتھ اُٹھایا اور اس کی دونوں آنکھوں پر رکھ دیا۔ ہاتھ کا رکھنا تھا کہ اُس کا درد جاتا رہا اور وہ ایسے لیٹ گیا جیسے کہ کوئی مردہ پڑا ہو۔ پھر اُٹھا اور لوگوں کے ساتھ (ایسے سکون سے) چل پڑا کہ اُسے کوئی درد ہی نہ تھا۔ صالح مومن جنوں میں سے ایک جن آپ کا مصاحب تھا جو ہمیشہ آپ کے ساتھ ہی رہتا اور کبھی آپ سے جدا نہ ہوتا۔

دَخلتُ عَليْه يومًا معَ شيخنا أبي محمد المورُوري - رضي الله عنهُما - فقلت له: يا سيّدنا، هَذا من أصحاب أبي مَدين. فتبسّم الشيخ وقال: عجب! أمس كان عندنا أبو مدين - رضي الله عنه - نِعم الشيخ! وأبُو مدين إذ ذلك[١] ببجاية، وبينهما مسيرة خمسة وأربعين يومًا، فكان كشفًا بينهما - وكانت هذه الحالة تتفق لي كثيرًا مع أبي يعقوب - فإنّ أبا مَدين كَان قد سَكن عن الحركة.

وأَحْفظُ من أخبَاره مما شاهدتُه[٢] كثيرًا، تضيق هذه العجالة عنه، وهَكذا في كلّ من أذكره، وَإنّما أذكره ليُعْرَف أنّ الزمَان لا يخلو من الرجَال.[٣]

(الشيخ أبو عبد الله محمد بن قسُوم)

ومنهُمْ أبو عَبْد الله محمد بن قَسُّوم، رضي الله عَنْهُ. صحبَ ابن المُجاهِد، وقرأ عَليه حتى مات، واستخلفه فِي موضعِهِ؛ فجرى على حَاله وزاد. جمع بين العِلْم والعَمل، مَالكي المذهب، قائلاً بشرف العلم ومرتبته.[٤] صحبته وقرأت عَليْه مَا يَصْلح بي في طهارةٍ وصَلاةٍ، وسمعت عَليْه.[٥]

كان دعاؤه فِي خاتمة مجلسه أبدا: «اللهم اسْمِعْنَا خَيْرًا واطْلِعْنَا خَيْرًا، ورزقنا الله العَافية وأدَامها لنا، وجمعَ الله قلوبنا على التقوى، ووفقنا لما يحبّه ويرضاه»[٦] وخواتم البقرة، وهُوَ الدُّعَاء الذي التزمناهُ في خواتم مجلسنا. ورَأيتُ النبيّ - عَليْه

---

١ هو: ذاك.

٢ س: سمعته.

٣ ج (في الحاشية): بلغ قراءة لعبد الله بدر الحبشي علي المؤلف - رضي الله عنه -.

٤ هو: - مرتبته.

٥ هو: - وسمعت عليه.

٦ هو: يحبه ويرضى؛ ش: يحب ويرضاه؛ س: يحبه ويرضيه.

ایک دن میں شیخ ابو محمد الموروری کے ساتھ آپ کے پاس حاضر ہوا میں نے کہا: سرکار! یہ ابو مدین کے ساتھیوں میں سے ہیں۔ شیخ مسکرائے اور فرمایا: عجیب بات ہے، کل ابو مدین رضی اللہ عنہ ہمارے پاس تشریف فرما تھے، وہ کیا ہی اعلیٰ شیخ ہیں۔ اُس وقت ابو مدین بجایہ میں تھے اور آپ دونوں کے درمیان پینتالیس (۴۵) روز کا سفر تھا لیکن کشف کے ذریعے آپ دونوں کی اکثر ملاقات رہا کرتی تھی- میرے اور شیخ ابو یعقوب یوسف الکومی کے مابین بھی اکثر ایسا اتفاق ہوتا تھا -کیونکہ ابو مدین کچھ عرصے سے سفر ترک کر چکے تھے۔

مجھے آپ کی بہت سی باتیں یاد ہیں جو یہاں بیان نہیں ہو سکتی، اور یہ ان سب پر بھی صادق آتا ہے جن کا میں یہاں ذکر کر رہا ہوں، ان کا ذکر تو میں صرف اِس لیے کر رہا ہوں تاکہ یہ پتا چل سکے کہ زمانہ کبھی مردوں سے خالی نہیں رہا۔

شیخ ابو عبد اللہ محمد بن قسوم رحمۃ اللہ علیہ

ان میں ابو عبد اللہ محمد بن قسوم رضی اللہ عنہ بھی شامل ہیں۔ آپ ابن مجاہد کے صحبت یافتہ تھے، اُن کی وفات تک انہی سے پڑھا، اور اُن کے بعد ان کے جانشین ہوئے، آپ بھی انہی جیسے بلکہ اُن سے بڑھ کر تھے۔ صاحبِ علم و عمل تھے، مالکی مذہب سے تعلق رکھتے اور علم کے شرف اور مرتبت کے قائل تھے۔ میں نے آپ کی صحبت اختیار کی، نماز اور طہارت کے بنیادی مسائل آپ سے ہی سیکھے اور آپ سے سماعت بھی کی۔

مجلس کے اختتام پر آپ ہمیشہ یہ دعا کرتے: "یا اللہ! ہمیں بھلائی سنا اور بھلائی دکھا، اے اللہ! ہم پر سایہ عافیت ہمیشہ قائم رکھ، اے اللہ! ہمارے دلوں کو تقویٰ سے جوڑ دے اور اس بات کی توفیق دے جو تیری پسند اور رضا ہو۔" اور پھر سورۃ البقرۃ کی آخری آیتیں تلاوت فرماتے۔ یہ وہی دعا ہے جو ہم بھی اپنی مجلس کے خاتمے پر لازماً پڑھتے ہیں، (اس کی وجہ یہ ہے کہ) میں نے حرم شریف میں خواب میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا، پڑھنے والا آپؐ کے سامنے صحیح بخاری پڑھ رہا تھا جب وہ پڑھ چکا تو آپؐ نے یہی دعا مانگی، لہٰذا اِس (دعا) پر میرا رشک اور بڑھ گیا۔

Marfat.com

السَلام - في المنام بالحرم، وَقارئٌ يقرأ عَليْه صحِيح البخاري، فلمّا فرغ دعَا بهَذا الدعاء، فزدتُ به غبطةً.

كان - رضي الله عنه - من أهْل الجِد والاجتهاد. كان[١] معتدل العبَادة، التزم وظائفَ فيها عمّر بهَا أوقاته،[٢] لم يزل مُحَافِظًا عليها حتى الآن. له زمام يقيّده كل يوم حتى الليل يحاسب به نفسه، فلا ينام إلا عن محاسبة؛ فإذا وجد خيرًا يحمد الله، وإذا وجد غير ذلك يقابله بما يجب له من الاستغفار أو التوبة وَمَا جرى مجرى ذلك، هكذا كلَّ ليلةٍ.

كان يعيش من خياطة القَلَنْسِيَات.[٣] فقعد يومًا وقد فرغت نفقته، فأخذ المِقَصَّ وأسبَاب شُغْلِه، فسمع الباب قد فُتِحَ ثم أُغْلِقَ! فخرج، وَلم يجد أحدًا، وقد رُمِيَ له بستة دنانير. فأخذها، ودخل، ورَمى بالمقص في البئر وقال: الله[٤] يدبّر عيشي وأنا أدبّره وأتعنّى في مَا ضمن لي! الرزق يَطْلبك لا أنت تطلبه. فلازم بَاب الفتح وترك الحرفة إلى الآن.[٥]

قسّم لَيْلَه ونهاره عَلى مَا أقوله لك:[٦] إذَا صَلّى الصّبح قعد يذكر الله حتى تطلع الشمس؛ فيَركَع ركعتين، ويدخل منزله، فيأخذ كتبه، ويخرج إلى الطلبة، فيقرؤون العلم إلى ارتفاع النهار، ودخل منزله. فإن لم يكن صَائمًا أخذ شيئًا من الغذاء، وصلّى ضحاه، ونام يسيرا. ثم يقوم فيُسْبغُ الوضوء، فإن كان له تقييد قيّد وإلّا ذكر الله.

---

١ هو: - كان.

٢ هو: - فيها عمّر بهَا أوقاته.

٣ هو: - القنلسيات.

٤ هو: إن الله.

٥ هو: - إلى الآن.

٦ هو: - عَلى مَا أقوله لك.

Marfat.com

آپ رضی اللہ عنہ اہل جِد اور اجتہاد میں سے تھے، عبادت میں اعتدال پسند، مخصوص اوقات میں وظائف کے پابند، اور اب تک اِس معمول پر کار بند تھے۔ آپ کے پاس ایک رسی تھی جس میں صبح سے شام تک گرہ لگاتے جاتے اور اس سے اپنے نفس کا محاسبہ کرتے۔ نفس کا محاسبہ کر کے ہی سوتے، اگر کوئی اچھائی پاتے تو (اللہ کا) شکر ادا کرتے اور اگر برائی پاتے تو اس کے الٹ توبہ استغفار وغیرہ کرتے، روزانہ رات اسی معمول پر عمل کرتے۔[۵۶]

آپ ٹوپیاں سی کر گزر بسر کرتے، ایک دن (کام پر) بیٹھے تھے جبکہ آپ کے پیسے ختم ہو چکے تھے، آپ نے قینچی اور کام کے دوسرے اوزار اٹھائے کہ اچانک دروازہ کھلنے اور بند ہونے کی آواز آئی، آپ باہر نکلے تو دیکھا کوئی نہیں ہے اور چھ دینار پڑے ہوئے تھے، آپ نے وہ اُٹھا لیے، واپس اندر آئے اور قینچی کنویں میں پھینک دی، فرمانے لگے: میری زندگی کی گاڑی اللہ چلا رہا ہے اور میں تدبیریں کرتا ہوں، جس چیز کا مجھ سے وعدہ کیا گیا ہے اُس کی طلب میں خود کو تھکاتا ہوں، رزق تیری طلب میں ہے تو اُس کی طلب میں نہیں۔ یوں آپ نے "فتح" (اللہ کی طرف سے رزق دیئے جانے) کا در تھام لیا اور اپنا پیشہ چھوڑ دیا۔

آپ نے اپنے روز و شب کا معمول یوں باندھ رکھا تھا: فجر کی نماز پڑھنے کے بعد طلوعِ آفتاب تک ذکر اذکار کرتے، پھر دو رکعت (نفل) پڑھتے اور اپنے گھر چلے جاتے، اپنی کتابیں اٹھاتے اور طالب علموں کو دن چڑھنے تک تعلیم دیا کرتے، پھر گھر جاتے اور اگر روزے سے نہ ہوتے تو کچھ کھاتے پیتے، پھر چاشت کی نماز پڑھتے اور تھوڑی دیر آرام کرتے، پھر اٹھتے اچھی طرح وضو کرتے، اگر کچھ اندراج وغیرہ کرنا ہوتا تو وہ کرتے، نہیں تو اللہ کا ذکر کرتے۔

Marfat.com

فإذا جَاء الظهر؛ فتح المسجد وأذّن، ودخل منزله يتنفّل ويذكر[١] الله إلى دخول وقت الصَلاة متمكنا، يخرج إلى المسجد يُقِيْمُ الصلاة لا[٢] يتنفل، يتمايل في محرَابهِ تمايل النشوان مما يجد في باطنه من الوجد بكلام الله. فإذا سلّم خرج، وتنفّل راتبة الظهر، وأخذ المصحف ففتحه على ركبتيه، ومشى بيديه على حروفه، وعيناهُ فِي المصحف، مرتل[٣] القراءة بحنان وتدبُّرٍ، حتى[٤] يتم خمسة أحزاب وقد حان العصر، خرج فأذّن، ودَخل منزله يتنفل حتى تجتمع الجماعة؛ فيصلّي بهم، ثم يدخل منزله[٥] يذكر الله فيه.[٦] حتى يجيء المغرب، يخرج، فيؤذّن وَيُصلّي، ويدخل بيته، فيحيي بين العشاءين حتى يحين[٧] وقت العتمة أو قربها؛ أسرَج القنديل في المَسْجد وأذّن، ودخل منزله يتنفَّل حتى تجتمع الجماعة، يخرج فيصلّي بهم.

ثم يُغْلِق المسجد، فيدخل منزله، ويحضر زمامه، فيحاسب نفسه في حركاته وألفاظه وجميع ما يعرف أنّ الملَك يُقيّده عَلَيْه[٨]، فتكون حالته على حسب مَا يجده في صحيفته. ثم يقوم إلى سريره فينام، فإذا مضى من الليْل جزءٌ قام. فإن كَان أصَاب أهلَه اغتسلَ، ودخل مُصَلّاه يترنّم بالقرآن ويتلذذ بهِ؛ تارة في حضرة التوحيد، وتارة في الجنة، وتارة في الاعتبار، وتارة في الأحكام، بحسب مَا تُعْطِيْهِ الآية حتى يُصْبِح. فيخرج من صَلَاته وقَد اطَّلَعَ على عَلُومٍ كثيرة في تلاوته من الله - تعالى - لم تكن

---

١ ش: وذكر.

٢ ش، هو: ولا.

٣ هو: يرتل.

٤ ش: ثم.

٥ س: - يتنفل حتى تجتمع الجماعة فيصلي بهم، ثم يدخل منزله.

٦ هو: - فيه.

٧ ش، س: يجيء.

٨ هو: - عليه.

Marfat.com

جب ظہر کا وقت ہوتا تو مسجد کھولتے، اذان دیتے اور اپنے گھر جا کر نفل پڑھتے اور جماعت کھڑی ہونے تک ذکر اذکار میں مشغول رہتے، پھر متانت سے چلتے ہوئے مسجد کی طرف آتے، نماز پڑھتے مگر نفل نہ پڑھتے۔ اپنے باطن میں کلام اللہ کا ایسا وجد پاتے کہ محراب میں مخمور جھومتے، جب سلام پھیر دیا جاتا تو باہر چلے جاتے اور ظہر کی سنتیں پڑھتے۔ قرآن مجید اٹھاتے، اسے کھول کر اپنے گھٹنوں پر رکھ لیتے اور اپنی انگلی کو اس کے حروف پر رکھتے جاتے، آپ کی آنکھیں قرآن مجید پر ہوتیں، شوق اور تدبر سے قرآن پاک کی تلاوت فرماتے یہاں تک کہ پانچ احزاب پورے ہو جاتے، تب تک عصر کا وقت ہو چکا ہوتا، مسجد جاتے اذان دیتے اور پھر اپنے گھر واپس آ کر نفل پڑھتے رہتے، یہاں تک کہ جماعت کھڑی ہو جاتی پھر نماز پڑھاتے۔ پھر گھر واپس آ جاتے اور مغرب تک اللہ کے ذکر میں مصروف رہتے۔ پھر باہر آتے، اذان دیتے، نماز پڑھتے اور گھر چلے جاتے، پھر مغرب اور عشا کے درمیان کسی وقت (دوبارہ) مسجد جاتے اور (قندیلیں) چراغ یا فانوس روشن کرتے، اذان دیتے اور پھر گھر چلے جاتے۔ جب تک جماعت کھڑی نہ ہو جاتی نفل پڑھتے رہتے، پھر مسجد جاتے اور نماز پڑھاتے۔

پھر مسجد کا دروازہ بند کر کے اپنے گھر چلے جاتے، اپنی رسی تھام لیتے، اپنی حرکات الفاظ اور ہر وہ چیز جو فرشتے نے لکھی ہو اس پر اپنا محاسبہ کرتے۔ پس آپ کی حالت ویسے ہی ہوتی جو آپ کے صحیفے میں ہوتا۔ پھر بستر پر لیٹتے اور سو جاتے۔ جب رات کا ایک پہر گزر جاتا تو اٹھتے، اگر حاجتِ غسل ہوتی تو غسل کرتے اور مصلّے پر بیٹھ جاتے، ترنم سے قرآن کریم پڑھتے اور ہر آیت کے حساب سے اس کا مزہ لیتے، کبھی حاضرتِ توحید میں، کبھی جنت میں، کبھی غور و فکر میں اور کبھی احکام میں، یہاں تک کہ صبح صادق ہو جاتی، اس وقت نماز ختم کرتے۔ اللہ نے آپ کو اس تلاوت (کی برکت) سے بہت سے ایسے علوم تک رسائی دی جو آپ کے پاس نہ تھے، اللہ نے آپ کو یہ سب قرآن حکیم سے سمجھائے۔ اللہ تعالی فرماتا ہے: ﴿اللہ کا تقویٰ اختیار کرو وہ تمہیں سکھائے گا﴾ (البقرۃ:۲۸۲)

Marfat.com

عنده، فَهَّمَهُ الله إياها من القرآن. قال - تعالى -: ﴿وَاتَّقُوا اللهَ وَيُعَلِّمُكُمُ اللهُ﴾ (البقرة: ٢٨٢).

فإذا طلع الفجر فتح المسْجد، وأذّن، وأَسْرَجَ، ودخل منزله فركع الفجر، وقعد يذكر الله حتى يُسْفِر. فإذا أسفر خرج فَصَلّى بالناس. هكَذا دَيْدَنُه ودأْبُهُ. لا يأتدم في الجُمعة[1] إلا مرتين: ليْلة الاثنين، وليْلة الجمعَة. سنيّ الحال والمقام، كبير المعرفة، قلّ أن ترى مثله.[2] جمعتُ بينه وبين صاحبي عبد الله بدر الحبشي، وصلّى خلفه.[3]

(الشيخ أبو عِمْرَان مُوسى بن عمران الميرتلي)

ومنهم أبو عِمْرَان؛ مُوسى بن عمران الميرتلي.[4] أنشدني لنفسه في شعرٍ مجنّسٍ[5] يخاطب نفسه:

فأنتَ ابنُ عِمْرَانَ مُوْسَى المُسِيء ... ولَسْتَ ابن عِمْرَانَ مُوْسَى الكَلِيْمَا

هُوَ - رضي الله عنه - قد أخذ نفسه بالشدائد، لزم بيته منذ ستين عَامًا لا يخرج إلى الآن. جرى على طريقة الحارث بن أسدٍ المحاسبي؛ لا يقبل من أحدٍ شيئًا، ولا يطلب حاجةً لنفسه وَلا لغيره.

رأيتُ له رؤيا تَدُلُّ عَلى انتقاله من مقامه إلى مَا هو أعلى منه، فقال لي: بشّرتني بشّرك الله بالجنّة. فلم يكن إلا يسيرا ونال المقام الذي رأيت لهُ. فدخلت عَليْه في

---

[1] الجمعة: الأسبوع.

٢ ج، س، ش: إلا مثله؛ وتوجد علامة شطب "إلا" في ش.

٣ ج (في الحاشية): [بلغ] سماعا لمحمد بن إسحق [على شيخه] رضي الله عنه.

٤ ج: المارتلي (وصححت في الحاشية)؛ س: الميارتلي والمارتلي والميرتلي؛ هو: المارتلي. لكن في الفتوحات وبخط الشيخ: الميرتلي (فتوحات ٢/ ١٧٧)

٥ هو: - في شعرٍ مجنّسٍ.

Marfat.com

جب فجر کا وقت ہو جاتا تو مسجد کھولتے، اذان دیتے، چراغ جلاتے اور گھر جا کر سنتیں پڑھتے۔ پھر روشنی ہونے تک اللہ کا ذکر کرتے رہتے۔ جب روشنی ہو جاتی تو مسجد جا کر نماز پڑھاتے۔ یہی آپ کی عادت اور معمول تھا، ہفتے میں دو روز سالن کھاتے ایک اتوار کی رات اور دوسرا جمعرات کو۔ آپ کا حال اور مقام دونوں بہت بلند تھے، آپ جیسے بڑی معرفت والے لوگ بہت کم ہوں گے۔ میں نے آپ کی ملاقات اپنے دوست عبد اللہ بدر حبشی سے بھی کروائی اور اُنہوں نے آپ کے پیچھے نماز پڑھی۔

شیخ ابو عمران موسیٰ بن عمران المیرتُلی رحمۃ اللہ علیہ

اِن میں ابو عمران موسیٰ بن عمران المیرتُلی رحمۃ اللہ علیہ بھی شامل ہیں۔ آپ نے خود سے خطاب کرتے ہوئے ایک مجنس[57] شعر مجھے سنایا۔

"تو گناہگار موسیٰ بن عمران ہے
تو کلیم اللہ موسیٰ بن عمران نہیں۔"

آپ نے اپنے نفس پر بہت سختیاں کی، اور گزشتہ ساٹھ (۶۰) سال سے اپنے گھر سے باہر نہ نکلے۔ آپ حارث بن اسد المحاسبی کے طریقہ پر تھے، نہ کسی سے کوئی چیز لیتے اور نہ ہی اپنے لیے یا کسی دوسرے کے لیے کچھ مانگتے۔

میں نے آپ کے بارے میں ایک خواب دیکھا جو آپ کا حالیہ مقام سے بلند مقام میں جانا بتاتا تھا۔ یہ سن کر آپ مجھے کہنے لگے: تو نے مجھے بشارت دی ہے اللہ تجھے جنت کی بشارت دے گا۔ ابھی تھوڑا عرصہ ہی گزرا تھا کہ آپ نے وہ مقام پالیا جو میں نے آپ کے لیے (خواب میں) دیکھا تھا۔ میں اُسی روز آپ سے ملنے گیا تو آپ کے چہرے پر خوشی عیاں تھی، اُٹھے اور مجھے گلے لگایا۔

Marfat.com

اليَوم الذي حَصَلَ فيه، والسُرور بادٍ عَلى وجهه، فقام إليَّ وعانقني، فقلت لهُ: ﴿هَذَا تَأْوِيلُ رُؤْيَايَ مِنْ قَبْلُ﴾ (يوسف:١٠٠) وبَقِيَتْ دعوتك أن يُبَشِّرني الله بالجنة. فقال: يَكونُ إن شاء الله. فما تم الشهر حتى بشرنِي الله بالجنّة بإيجاد آيةٍ منه إليَّ ظَهرَتْ مُصَدِّقةً لدعوَى المُبَشِّر عن الله، تحدّى بهَا علَى صدق بُشْرَاهُ لي بالجنّة. فأنا أقطع بهَا ولا أشك البتة في أني من أهل الجنّة، كما لا أشك في نبوّة محمد - صَلّى الله عَليْه وَسَلّم - غير أنه لا أدْري هل تمسّني النار أم لا؟ عَافانا الله وإياكم، وأرجو من كرمه أن لا يفعل.

وَلهَذا الشيخ شأن كبيرٌ، وَمَعْرفة تامة، وأدبٌ عَظيمٌ، مقبوض في عموم أحواله، حَسن البشاشة لزواره، لنا مَعه مَواطن عجيبَة، كانت همته مُتعلقة بالله في حفظنا وعصمتنا من الفتن والرجوع. فقضى حَاجته في ذلك، وشهد لي بها، وبشّرني، وقال لي منه إليَّ بمحضر صاحبي عبد الله بدر الحبشي: كنتُ أتخوّف عليك جدّا لصِغر سنّك، وعَدمُ المعين، وفساد الزمان، وما ظهر في أهْل هذه الطريقة مِن الفسَاد، وهم الذين ألزموني بيتي لما عَاينت من فساد الأحوالِ؛ فالحمد لله الذي أقرّ عيني بك.

أنشدني من شعره كثيرًا، وطلبَ مِنّي أن أقيّد لهُ مِن شعْري بخطّي ففعلت، وقرأتهُ عَليْهِ وسُرّ به. فممّا كتبتُ له أبيَاتًا استحسنَها جدًّا، ووقعت منه بموقع، فكان منها[١]:

تَرَكْتُ هَوَايَ فِي هَوَاهُ فَلا هَوَى وَكُلّ مُحِبٍّ لَمْ يَكُنْهُ فَقَدْ هَوَى
وَأَجْرَيْتُ طِرفَ الأُنْسِ فِي حَلْبَةِ[٢] الفَنَا وَجُزْتُ بِحَارَ الشَّوْقِ فِي مَرْكَبِ الهَوَى
وَأَلْقَيْتُ مرْسَى الوَصْلِ فِي سَاحِلِ الرِّضَا وَنَادَانِي الحَقُّ المُبِيْنُ مِنَ الهَوَى

[١] هو: - فكان منها.

[٢] س: جلبة.

Marfat.com

میں نے کہا: ﴿یہ میرے اس خواب کی تعبیر ہے جو میں نے پہلے دیکھا تھا﴾ (یوسف: ۱۰۰) آپ کا دعوی ابھی باقی ہے کہ اللہ مجھے جنت کی بشارت دے گا۔ بولے: ایسا ضرور ہو گا، انشاء اللہ۔ ابھی ایک ماہ بھی نہ گزرا تھا کہ اللہ نے اپنی طرف سے میرے لیے ایک (خصوصی) نشانی ایجاد کر کے۔ جو اللہ کی طرف سے بشارت دینے والے شخص کے دعوے کی تصدیق کرتی تھی۔ مجھے جنت کی بشارت دی، اور اس نشانی کو اُس (پہلی) بشارت کی صداقت کی دلیل بنایا۔[۵۸] اب میں قطعاً اِس (بشارت کو سچ جانتا ہوں) اور اِس بارے میں ذرّہ برابر شک نہیں کرتا کہ میں اہل جنت میں سے ہوں ویسے ہی جیسا کہ میں حضرت محمد ﷺ کی نبوت کے بارے میں شک نہیں کرتا، البتہ میں یہ نہیں جانتا کہ مجھے آگ چھوئے گی یا نہیں۔ اللہ مجھے اور آپ سب کو اس (آگ) سے بچائے۔ اور میں اللہ کی رحمت سے یہ امید رکھتا ہوں کہ وہ مجھے اس سے بچائے گا۔

آپ بڑی شان، کامل معرفت اور بڑے ادب والے بزرگ تھے، حسب معمول سنجیدہ رہتے لیکن اپنے ملنے والوں سے ہمیشہ مسکرا کر ملتے، ہمارا آپ کے ساتھ عجب معاملہ تھا۔ آپ ان فتنوں اور رجعت کے خوف سے ہمارے حق میں اللہ سے دعا گو رہتے،[۵۹] اس بارے میں آپ کی دعا قبول ہوئی جس کا آپ نے مجھ سے ذکر بھی کیا اور مجھے خوشخبری بھی سنائی۔ ایک روز مجھے عبد اللہ بدر الحبشی کی موجودگی میں کہتے ہیں: "تیری کم عمری، حمایتی کی عدم موجودگی، زمانے کی خرابی اور طریقت سے منسوب لوگوں میں ظاہر فساد کے باعث مجھے تیری بہت فکر ہے، احوال کے اس بگاڑنے ہی مجھے اپنے گھر میں قید کر رکھا ہے، لیکن شکر ہے اللہ کا جس نے تیری صورت میں میری آنکھوں کو سکون بخشا۔"

آپ نے مجھے اپنے کافی اشعار سنائے اور مجھ سے کہا کہ میں اپنے ہاتھ سے آپ کو اپنے چند اشعار لکھ کر دوں، لہٰذا میں نے ایسا ہی کیا اور جب آپ کے سامنے وہ اشعار پڑھے تو آپ بہت خوش ہوئے۔ پس میں نے جو بھی اشعار لکھے آپ نے انہیں بہت پسند کیا، اور یہ موقع کی مناسبت سے تھے، ان میں سے چند یہ ہیں:

میں نے اپنی خواہش کو اُس کی خواہش پر قربان کر دیا تو اب کوئی خواہش نہیں، ہر وہ محبت کرنے والا جو یہ نہ کر سکا تو اس نے اپنی خواہش کی پیروی ہی کی۔ میں نے انس کے اسپِ اصیل کو

أَلَا فَــاكْتُبُوا عَبْـدِي مِــنَ العَــارِفِيْنَ بِي وَهَـذا نِـدَاءُ الحَـقِّ فِي مَوْقِـفِ السَّـوَا
فَرَاجَعْتُــهُ لَمَّــا سَـمِعْتُ نِــدَاءَهُ بِــأَنْ لَـيْسَ لِي هَـمٌّ وَلَا بَغْيَـةٌ سِـوَى
وِصَــالِكَ يَــا مَــوْلَا أَلُــوذُ بِقُرْبِــهِ فَـإِنِي أُخَـافُ[1] سَـطْوَةَ الْبَـيْنِ وَالنَّـوَى
فَــآمَنَنِي مِــنْ كُــلِّ شَيءٍ وَقَــالَ لِي: ظُنُونُـك حَسَـنٌ إِنَّ لِلْمَـرءِ مَـا نَـوَى

ولا أذكر من القصيدةِ اليوم إلا هَذا، وخَرَجَتْ عنّي منها أبيَات ذكرتُها في كتاب «إنزال الغيوبِ» ومِن ذلك أيضًا:

مُذْ حَلَّ كَاتِبُ حُبِّ اللهِ فِي خَلَدِي وخَـطَّ سَطْـرًا مِنَ الأشْـوَاقِ فِي كَبِدِي
ذُبْــتُ اشْــتِيَاقًا وَوَجْـدًا فِي مَحبَّتِـهِ فَـآهٍ مِنْ طُولِ شَـوْقِي آه مِن كَمَـدِي
يَـا غَايَةَ السُّؤلِ والمَأْمُولِ يَـا سَنَدِي شَــوْقِي إِلَيْــكَ شَـدِيْدٌ لَا إِلَى أَحَـدِ
يَـدِي وَضَـعْتُ عَـلَى قَلْبِـي مَخافَـةَ أنْ يَشُـقَّ صَـدْرِيَ لَمَّـا خَـانَنِي جَلَـدِي
مَــا زَالَ يَرْفَعُهَــا طَـوْرًا ويَخْفِضُـهَا حَتَّى جَعَلْتُ الْيَدَ الأُخْرَى تَشُدُّ يَدِي
مَـرَّ الفُـؤَادُ عَـنِ الجُـثْمانِ مُـرْتَحِلاً إِلَى الحَبِيْبِ الَّذِي يُفْنِـي وَلَـيْس يَـدِي
مَــا زِلْــتُ أَطْلُبُــهُ وَجْـدًا وأَنْدُبُـهُ بِعَــبْرَةٍ حيرَّتْهَــا[2] زَفْــرَةُ الخَلَــدِ
حَتَّـى سَـمِعْتُ نِدَاءَ الحَقِّ مِنْ قِبَلِي: مَــنْ كَــانَ عِنْـدِيَ لَمْ يَنْظُـرْ إِلَى أَحَـدِ
فَمُتْ بِوَجْدِكَ أَوْ مُتْ إن تَشَـأ طَرَبًا فَــإِنَّ قَلْبَــكَ لَا يَلْــوِي عَــلَى الجَسَـدِ
فَقُلْـتُ وَالحُـبُّ يَطْـوِيْنِي ويَنْشُـرُنِي وَصِحْتُ مِنْ شِدَّةِ الأَفْرَاحِ: وَاكَبِدِي
لَمَّــا شَـهِدْتُكَ يَـا مَـنْ لَا شَـبِيْهَ لَـهُ لَا فَـرْقَ عِنْـدِيَ بَـيْنَ الفَـرْدِ والعَـدَدِ

إلى آخر الأبيات، فإني لا أذكرها الآن.[1]

---

١ س: أخفتني.

٢ ش: حبّرتها؛ س: جبّرتها.

فنا کے میدان میں دوڑایا اور شوق کے سمندر کو محبت کی ناؤ پر پار کیا۔ میں نے وصال کا لنگر رضا کے ساحل پر ڈالا تو الحق المبین نے مجھے محبت سے پکارا: میرے بندے کو مجھے جاننے والا لکھو۔ یہی تو اعتدال کے راہ میں حق کی نِدا ہے۔ پس جب میں نے اس کی یہ پکار سنی تو اسی سے رجوع کیا کہ آپ کے سوا میری کوئی تمنا کوئی چاہ نہیں ہے۔ مولیٰ تیری قربت والا وصال ہی میری منزل ہے کیونکہ میں ہجر و فراق کی قوت سے ڈرتا ہوں۔ پھر اُس (ذات) نے مجھے ہر چیز سے بے خوف کر دیا اور کہنے لگا: تیرے خیالات اچھے ہیں بیشک آدمی کے لیے وہی کچھ ہے جو وہ نیت کرے۔

اب مجھے اس نظم میں سے بس یہی یاد ہے، اس نظم کے دیگر اشعار کا ذکر میں نے اپنی کتاب «إنزال الغيوب» میں کیا تھا۔ ان میں سے چند حاضر خدمت ہیں:

جب سے لکھنے والے نے میرے دل پر اللہ کی محبت لکھی، اور میرے جگر پر آرزو اور تمنا کی شوق انگیز لکیر کھینچی، تب سے میں اُس کی الفت کے وجد اور اشتیاق میں تڑپ رہا ہوں، اس آس کے پوری ہونے اور غم کی گھٹا چھانے پر آہیں بھر رہا ہوں۔ اے میری تمناؤں میری آرزؤں کی انتہا! اے میری آس میری تکیہ گاہ! اب میری امنگوں کا مرکز کون ہے تیرے سوا۔ میں نے اس خوف سے اپنا دل تھامے رکھا کہ میرے جسم کی بے وفائی سے میرا سینہ پھٹ نہ پڑے۔ کبھی یہ کیفیت اسے بلند کرتی اور کبھی پست، حتیٰ کہ میں نے اپنے دوسرے ہاتھ سے اپنا ہاتھ تھام لیا۔ میرا دل اب میرے جسم سے نکل کر اُس حبیب کی طرف چل پڑا جس کا شیوہ ہی قتل کرنا ہے، زندگی بخشنا نہیں۔ میں ہمیشہ بے خودی میں اُسے پکارتا رہا اور دل کی آہوں کے جمع شدہ اشک بہاتا رہا، حتیٰ کہ میں نے سامنے سے حق کی ندا سن ہی لی: جو میرے حضور ہوتا ہے، پھر وہ کسی اور کی طرف التفات نہیں کرتا، پس اپنی اس بے خودی یا اپنی خوشی سے موت کو گلے لگا لے کیونکہ تیرا دل اس جسد سے بے پرواہ ہے۔ میں نے کہا: یہ محبت ہی ہے جو مجھے سمیٹتی بھی ہے اور پھیلاتی بھی ہے، میں تو اس بے پناہ خوشی کے باعث ہوش میں آ گیا؛ ہائے میرا جگر۔ جب سے میں نے تیری بے مثال (صورت) دیکھی تب سے میرے نزدیک فرد اور عدد کے درمیاں کوئی فرق نہ رہا۔

اس نظم کے اختتام تک، وہ (اشعار) اب مجھے یاد نہیں آ رہے۔

Marfat.com

دخلت عَلى هَذا الشيخ فقال لي: يا بُنَيَّ؛ عليك بنفسك. فقلتُ له: إنّ شيخنا أحمد [العريبي] دخلتُ عَليْه فقال لِي: يا بُنَيَّ، عليك بالله، فممن[٢] أسمع؟ قال: «يَا بني؛ أنا مع نفسي وأحمد مع ربه، وكُلُّ واحد منا دلّكَ[٣] عَلى مَا تقتضيه حَالُهُ، فبارك الله لأبي العَبَّاس ووصَلني إليه»، فهذا مَا عاينت من إنصافه.

كان يُبَاسطني غاية البَسْط؛ فلا يزيدني ذلك إلا مهابةً له وتعظيمًا. فكان يتعجب مِن حِفْظِي للأدب[٤] معه فِي حين بَسْطِهِ معي، فيرجع مِن المُبَاسَطَةِ إلى باب العبُودية، فحينئذ أباسِطُهُ لسِرٍّ عجيب، إن تأمَّلْتَهُ يَا وَلِي وقَفْتَ عليه.

(الشيخان أبو عبد الله محمد الخيّاط وَأبو العبَاس أحمد الحرار[٥])

ومنهم - رضي الله عنهم - الأخوان الشقيقان: أبو عبد الله محمد الخيَّاط، وَأبو العبَاس أحمد الحرَّار[٦] الإشبيليين، رضي الله عنهما. صَاحبتهما زمانًا بإشبيلية، حتى إلى عام تسعين وخمسمائة خرجا يريدان الحج - وهو العَام الذي رحلتُ إليك فيه يا وليي - ووصلا مكة. فأمّا أحمد فجاور بها سنة وخرج إلى مِصر، ودخل طريق الملاميّة. وأمَّا محمد فجاور خمسة أعوام وَلحق بأخيه بمِصر. لمّا رحلتُ من عندكم

١ هذه الأبيات موجودة في كتاب الإسراء إلى مقام الأسرى، عند ذكر سماء الغاية وهي السابعة، واجتماع الشيخ بروحانية إبراهيم الخليل عليه السلام، و في القصدة زيادة، وهي:

فالنَّفْسُ تَعْرِفُهُ عِلْمًا، وَتُبْصِرُهُ   عَيْنًا، وَتَشْهَدُهُ فِي الوَقْتَ والأَبَدِ
مَنْ عَايَنَ الذَّاتَ لَمْ يَنْظُرْ إِلَى صِفَةٍ   فَإِنَّ فِيْهَا حِجَابَ الضَّيْفِ بالصَّفَدِ

٢ ش: فمن.

٣ س: ذلك.

٤ س: حفظ الأدب.

٥ الصواب هو الحريري كما ورد في الفتوحات المكية بخط الشيخ وفي مختصر الدرة الفاخرة.

٦ هو: - الحرار.

Marfat.com

ایک دن جب میں آپ کے پاس آیا تو کہنے لگے: "بیٹا! اپنی فکر کر۔" میں نے عرض کی: جب میں شیخ احمد العریبی کے پاس گیا تھا تو انہوں نے کہا تھا: "بیٹا! بس اللہ ہی اللہ کر۔" اب میں کس کی سنوں؟ کہنے لگے: "بیٹا! میں اپنے نفس کے ساتھ ہوں اور احمد اپنے رب کے ساتھ ہے، ہم میں سے ہر ایک نے تجھے وہی بتایا جو اس کے حال کا تقاضا ہے، اللہ ابو العباس پر رحم کرے اور مجھے اُن تک پہنچائے۔" یہ (قول) آپ کی انصاف پسندی میں سے تھا۔[٦٠]

آپ میرے ساتھ حد درجہ بے تکلفی فرماتے لیکن یہ بھی مجھ پر آپ کی ہیبت اور تعظیم میں ہی اضافہ کرتی۔ آپ بے تکلفی کے وقت (اپنے حق میں) میرا ادب ملحوظ رکھنے سے تعجب فرماتے تھے لیکن جب آپ بے تکلفی سے عبودیت کی طرف لوٹتے تو میں آپ کی دلجوئی کرتا، یہ ایک عجیب راز کی وجہ سے تھا، اے دوست! اگر تُو اس بارے میں غور و فکر کرے تو اس (راز) کو پا سکتا ہے۔

شیخ ابو عبد اللہ محمد الخیاط اور شیخ ابو العباس احمد الحرار رحمۃ اللہ علیہما

اِن میں دو سگے بھائی شیخ ابو عبد اللہ محمد الخیاط اور شیخ ابو العباس الحرار رضی اللہ عنہما- اشبیلیہ والے - بھی شامل ہیں۔ میں ایک مدت اشبیلیہ میں - سن ۵۹۰ھ تک - آپ کے ساتھ رہا، اسی برس یہ دونوں بھائی حج کے ارادے سے نکلے اور مکہ مکرمہ پہنچے، اے دوست! یہ وہی سال ہے جس برس میں آپ کی طرف آیا تھا۔ شیخ احمد ایک سال مکہ میں مقیم رہے پھر مصر چلے گئے اور ملامیہ طریقہ اپنایا جبکہ شیخ محمد پانچ سال مکہ میں مقیم رہے اور پھر اپنے بھائی کے پاس مصر چلے گئے۔ جب میں سن ۵۹۸ھ میں آپ (المہدوی) کے ہاں سے چلا تھا تو میں نے مصر میں ان دونوں سے ملاقات کی تھی اور کچھ عرصہ ان کے ہاں ٹھہرا تھا - اس وقت ابو عبد اللہ کسی دیرینہ مرض میں مبتلا تھے۔ میں نے اِن کے ساتھ رمضان کے روزے رکھے اور پھر بیت المقدس کی طرف چل پڑا، اُس کے بعد میں مکہ گیا اور اب تک مکہ میں ہی مقیم ہوں جبکہ میرا دل اب بھی ان دونوں کی جدائی میں تڑپ رہا ہے۔

Marfat.com

سنة ثمان وتسعين وجدتُهما بمصر، فأقمت معهما - وبأبي عبد الله زمانَةٌ - فصُمْتُ معهما رمضان، وخرجتُ إلى القُدس، ومشيت إلى مكّة وأقمتُ بها إلى الآن، وفي قلبي من فراقهما لَهيب.

أمّا أبو عبد الله فرجع إلى الطريق قبل أخيه بزمان طويل، وكان له والدة، وكان برًّا بها - رضي الله عنه - لزم خدمتَها حتى ماتَتْ. غلب عليه الخوف حتّى إذا صَلّى يُسْمَعُ لقلبه في صَدره دَويٌّ على بُعْدٍ، سَريع الدَّمْعَة غزيرهَا، طويل الصَّمْتِ دَائم الحُزْنِ، كثير الفكرة شديد التأوّه. ما رأيت قط أَخْشَعَ منه، لا تراه أبدًا إلا مُطْرِقًا ضَارِبًا بعينيه الأرضَ، لا يمازِح أحدًا ولا يُعَاشِرُهُ، بريء مِن المدَاهنة، قويّ في المناصحة، لا يستحي فِي الحقِّ من أحَدٍ وَلا يأخذه في الله لومة لائمٍ، لا يُداري ولا يُماري، ابْتُلِيَ بالفقر والضرَّاء فصبر، له شَأن عجيب وهمّة رفيعة.

كنتُ أتعشّقُ به وأنا صَغير عند الذي كنتُ أقرأ عَليْه القرآن، كان جَارًا لنا. كان إذا دخل المسجد هابَه كُلُّ مَن رآه.[١] مَا عاينته قط يكلِّم[٢] أحدًا مُبتدئًا، وَلا يجيب إذا كُلِّمَ إلا فِي ضرورة، يحفظ دينه حِفْظًا.[٣] مَا تمنَّيتُ قط في كُلّ مَن رأيت أن أكون مثلَه إلا هُو، وآخَيْتُهُ لمّا رجعتُ إلى هذه الطريقة وفرح بي، وَلازمته ملازمةً، وانتفعت بآدابه، وأخذت من خُلقِهِ. كان يَحْتَمِل الأذى وَيَكُفُّ جفاه، صدوق الرؤيا، كثير النجوى، ليلهُ قائم ونهاره صَائم، لا تجده فارغًا قط، يحب العلم وأهله. كنا قد اجْتمعنا أربعَة: أنا[٤] وهُو وأخوه ورابع لنا عَلى السَواء في كُل مَا يُفْتَحُ به

---

١ هو، ش: يراه.

٢ هو: كلم.

٣ هو: - حفظا.

٤ س: - أنا.

ابو عبد اللہ اپنے بھائی سے بہت پہلے طریقت کی طرف آ گئے تھے، آپ رضی اللہ عنہ اپنی والدہ کے نہایت فرمانبردار تھے اور اُن کی وفات تک ان کے خدمت گزار رہے۔ آپ پر خوف کا ایسا غلبہ تھا کہ نماز پڑھتے وقت آپ کے دل کی دھڑکن دور تک سنائی دیتی تھی۔ خاموش طبع، دائمی غم آشنا، فکر اندوز، آنسوؤں سے منہ دھونے والے اور شدید آہ و بکا کرنے والے تھے۔ میں نے آپ سے بڑھ کر کوئی عاجز نہ دیکھا، ہمیشہ سر جھکائے، دونوں آنکھیں زمین پر جمائے بیٹھے رہتے، نہ کسی سے مذاق کرتے اور نہ ہی میل جول بڑھاتے، چاپلوسی سے بری اور نصیحت میں قوی تھے۔ حق کے معاملے میں کسی کا لحاظ نہ کرتے اور اللہ کے معاملے میں کسی کی ملامت خاطر میں نہ لاتے، نہ کسی کو دھوکا دیتے اور نہ ہی حجت و تکرار کرتے۔ آپ مفلسی اور ناداری سے آزمائے گئے لیکن آپ نے صبر کیا۔ آپ بڑی شان اور بلند ہمت والے تھے۔

میں اُس وقت سے آپ کو پسند کرتا ہوں جب میں بچپن میں قرآن پڑھا کرتا تھا۔ آپ ہمارے پڑوسی تھے جب آپ مسجد جاتے تو جو کوئی آپ کو دیکھتا اس پر آپ کا رعب چھا جاتا۔ میں نے کبھی آپ کو کسی سے بات شروع کرتے نہیں دیکھا اور کسی بات کا جواب بھی آپ صرف ضرورت کے تحت ہی دیتے، اپنے دین کی بہت حفاظت کرتے۔ میں نے آپ کے سوا کبھی کسی کو دیکھ کر یہ تمنا نہیں کی کہ میں ان جیسا ہو جاؤں۔ طریقت میں میں نے آپ کو اپنا بھائی اور دوست بنایا اور آپ بھی میری دوستی سے خوش ہوئے، پھر میں نے آپ کی صحبت اختیار کی، آپ کے آداب سے مستفید ہوا اور آپ کے اخلاق (کریمہ) سے سیکھا۔ آپ تکلیف برداشت کرتے اور اس کی سختیاں جھیلتے، سچے خوابوں والے، بہت سرگوشی والے، رات کو قیام کرتے اور دن کو روزے رکھتے، کبھی فارغ نہ بیٹھتے، علم اور اہل علم سے آپ کو (خصوصی) محبت تھی۔ جب ہم چار -یعنی کہ میں، آپ، آپ کا بھائی اور ایک چوتھا شخص- مل بیٹھتے تو ہر وہ چیز جو ہمیں پتا چلتی اس پر برابری سے بات کرتے، میں نے اپنی زندگی میں ان سے بہتر دن کبھی نہیں دیکھے۔

Marfat.com

عَلينا، فلم أر أيامًا قط[١] في عُمْرِي أحسن مِن تلك الأيام.

رأيت من همَّتِه - رضي الله عنه - أن كان بين منزلي ومنزلهم بُعْد كثير، فأُذِّنَ بالعتمة، وقد وجَدتُ في خاطري: الانزعاج إلى الوصُول إليه، وَالرجوع إلى منزِلي، الأمرين معًا[٢]! فَحِرْتُ كيف أجمع بَين الخاطرين، وكُنْتُ أعمل عَلى أوّلِ الخاطر. فَاشْتَدَدتُ إليه عَدْوًا[٣] إلى أن دخَلْتُ عَليْه، فوجدتُه واقفًا في وَسَطِ الدار مستقبل القبلة وَأخوه أحمد يتنفَّل. فسلَّمْت عليه[٤] وتبَسَّم فقال لي: ما الذي أبْطَأ بك؟ قلبي متعلق بك؛ عندك شيء؟ وكان في جيبي خمسَة دراهم سِكّة، فدفعتها له، فقال لي: جاءنا فقير يُقال له عليّ السَّلَاوِي[٥] وما عندنا شيء. ورجعتُ اشْتَدُّ إلى موضعي.

كان يَخْدُم الفقراءَ بنفسه، ويؤثرهم باللباس والطعام، كان رَحيمًا رؤوفًا، عَطْوفًا شفيقًا،[٦] رفيقًا رقيقًا،[٧] يرحم الصغير ويَعْرف شرف الكبير، يُعطِي كُلَّ أحد[٨] حقه، لهُ الحقّ عَلى الناسِ وَليسَ عليه[٩] لأحد حقّ إلا لله؛ على هذا فارقته، وَعَلى هذا وجدتُه الآن، وعليه تركته[١٠]. جَمَع الله بيني وبينه في عَافية.

---

١ ش: - قط.

٢ هو: - الأمرين معا؛ ج، س: الأمران معا.

٣ س: غدوا.

٤ ش: إليه.

٥ هو: - يُقال له علي السَّلَاوِي.

٦ ش: - شفيقا.

٧ هو: - رقيقا.

٨ ش: واحد.

٩ س: - عليه.

١٠ هو: - الآن وعليه تركته.

Marfat.com

آپ کی فعال توجہ کا مشاہدہ میں نے یوں کیا کہ میرے اور آپ کے گھر کے درمیان کافی فاصلہ تھا، (ایک روز) عشا کی اذان ہو چکی تھی کہ اِسی دوران میں نے اپنے دل میں آپ کے پاس جانے اور واپس گھر آنے کی پریشاں حالی محسوس کی، اور یہ دونوں باتیں اکٹھی محسوس کیں، ابھی میں سوچ ہی رہا تھا کہ اِن دونوں خواطر کے درمیان کس طرح تطبیق کروں - حالانکہ میں پہلی خاطر پر عمل کیا کرتا تھا- کہ ناگہاں آپ کی طرف دوڑ پڑا، جب آپ کے پاس پہنچا تو میں نے آپ کو گھر کے صحن میں قبلہ رخ کھڑے پایا، اس وقت آپ کے بھائی احمد نفل پڑھ رہے تھے۔ میں نے آپ کو سلام کیا تو آپ مسکرائے اور بولے: تُو نے (آنے میں) اتنی دیر کیوں لگائی؟ میں کب سے تیرے ہی بارے میں سوچ رہا تھا، تیرے پاس کچھ ہے؟ اُس وقت میری جیب میں ۵ درہم تھے جو میں نے آپ کو دے دیئے۔ کہنے لگے: میرے پاس علی السلاوی نامی ایک فقیر آیا ہے اور میرے پاس (اُس کو دینے کے لیے) کچھ نہ تھا۔ پھر میں واپس اپنے گھر لوٹ آیا۔

آپ بنفس نفیس فقرا کی خدمت کرتے، اُن کے کپڑوں اور کھانے پینے کا خصوصی خیال رکھتے۔ آپ بہت رحم والے، مہربان، شفیق، ہمدرد، نرم دل اور خدا ترس تھے، چھوٹوں پر رحم کرتے اور بڑوں کی عزت اور احترام کرتے، ہر حق دار کو اُس کا حق دیتے۔ لوگوں کے ذمے آپ کے حقوق ادا کرنے باقی تھے لیکن آپ نے اللہ تعالیٰ کے سوا سب کا حق ادا کر دیا۔ اِسی حالت پر میں آپ سے جدا ہوا تھا اور اِسی حالت پر میری دوبارہ آپ سے ملاقات ہوئی اور اب اِسی حالت پر آپ کو چھوڑ کر (یہاں) پہنچا ہوں، اللہ نے مجھے اور آپ کو عافیت میں رکھا۔

Marfat.com

وأمّا أخوُه أبو العبّاس أحْمد؛ ومَا أدْراك ما أحمد؟ جمَع الفضائل واجتنبَ الرذائل. عرف الحقّ فلزمه، وكُشِفَ لهُ عن السرِّ فكتمه. هو ممّن ينادى مِن وراء حجابٍ، قويّ المشاهدة، كثير المساعدة، وطيء الأكناف[1]، حسن المعاشرة، سَمْحُ الخليقة،[2] موافق[3] فيما يرضي الله، نزيه الجانب،[4] مخالف[5] لما لا يرضي الله. لزم الاسم فسَمَا،[6] وعمَّر ذكره كلّ أرض[7] وسما. تراه كأنه ذاهل،[8] سريع الحرَكة كأنه مَطْلوبٌ بثأر،[9] يخضع تحت سُلْطَانِ وارد الأسرَار، كثير المكاشفة. كُنَّا إذا أخذنا فِي مسألةِ غُيِّب عنّا ثم يَرْجِعُ فيخبرنا بوجه من وجوه مَا نحن فيهِ، هَذا الحال له مُستمر إلى الآن. لزم خدمة أخيه، لم يخدم غيره؛ فكلّ ما هو فيه من بركة أخيه. لقي شيخنا العُرَيبي وَأبا عبد الله بن جنيد وجَماعة من أصحابنا، أراد صُحْبَتَنَا إلى مكة لولا مَرض أخيه، ولوْ كان صَحِيحًا رَحَلْنَا بجملتنا.[10]

حلَّتْ بمصر هذه[11] المُسْغَبَةُ والوَباء الذي هلك فيه أهْلُها. فمشى يومًا[12] فرَأى الأطفال الصِّغَار الرُّضَّعَ يموتون جُوعًا، فقال: يَا ربّ ما هذا؟ فغُيِّب فنُودي:

[1] هو: – وطيء الأكناف.

[2] هو: – سمح الخليقة.

[3] ج، س، ش: موافقا.

[4] هو: – نزيه الجانب.

[5] ج، س، ش: مخالفا.

[6] س: الأمر فسَمَّى.

[7] س: أمر.

[8] ش: – ذاهل.

[9] هو: – تراه كأنه ذاهل، سريع الحرَكة كأنه مَطْلوبٌ بثأر.

[10] هو: – "لقي شيخنا العُرَيبي .... رَحَلْنَا بجملتنا."

[11] س، هو: – هذه.

[12] هو: – فمشى يوما.

Marfat.com

جہاں تک آپ کے بھائی ابو العباس احمد کا تعلق ہے، تُو کیا جانے کہ یہ احمد کون ہیں؟ وہ جنہوں نے تمام اچھائیوں کو جمع کیا اور تمام برائیوں سے اجتناب کیا، جب حق پہچانا تو اسے تھام لیا اور جب آپ پر راز افشا ہوا تو اسے چھپا لیا۔ آپ اِن (لوگوں) میں سے تھے جنہیں حجاب کے پیچھے سے ندا دی گئی، مضبوط مشاہدے والے اور بہت مدد کرنے والے، چھوٹی چھوٹی چیزوں کا خیال رکھنے والے اور اچھے میل جول والے، فیاض طبیعت والے اور اللہ کی رضا سے مطابقت رکھنے والے، برائی سے دور رہنے والے اور اللہ کو ناراض کرنے والی باتوں کے (سخت) مخالف، آپ نے اسم (اللہ) کو تھام لیا تو خود بھی بلند ہوئے اور آپ کا ذکر زمین و آسمان میں پھیل گیا، نظر اِس طرح آتے تھے کہ جیسے کوئی غافل ہو، بہت تیز حرکت کرنے والے جیسے کہ خون بہا میں مطلوب ہیں۔ وارِدِ اسرار کی طاقت تلے نہایت عاجز، بہت کشف والے۔ (بعض اوقات) جب ہم کسی مسئلے میں غرق ہوتے تو آپ کہیں کھو جاتے، پھر ہوش بحال ہونے پر ہمیں اِس مسئلے کے کچھ پہلوؤں پر لازماً کچھ بتاتے، آپ کا یہ حال اب تک باقی ہے۔ آپ نے اپنے بھائی کی خوب خدمت کی اور اُن کے علاوہ کسی کی خدمت نہ کی لہذا آپ کو جو کچھ حاصل ہوا وہ آپ کے بھائی کی برکت سے تھا۔ آپ نے ہمارے شیخ (ابو العباس) العریبی، ابو عبد اللہ بن جنید اور دیگر ساتھیوں سے ملاقاتیں کی۔ اگر آپ کے بھائی بیمار نہ ہوتے تو آپ ہمارے ساتھ مکہ جانے کا ارادہ بھی رکھتے تھے، اگر وہ تندرست ہوتے تو ہم سب مل کر (مکہ) جاتے۔

اِسی دوران مصر میں قحط اور وبا پھیلی جس میں آپ کے اہل خانہ جاں بحق ہوئے، ایک دن آپ جا رہے تھے کہ آپ نے دودھ پیتے بچوں کو بھوک سے مرتے دیکھا، کہنے لگے: یا رب! یہ کیا ماجرا ہے؟ آپ پر غیبیت طاری ہوئی اور آواز آئی: اے میرے بندے! کیا میں نے کبھی تیرا

Marfat.com

يا عبدي؛ هل ضَيَّعْتُك قط؟ قُلت: لا، قال: فلا تعترض، هَؤلاء الأطفال الذي رأيت أولاد الزنا، هَؤلاء قوْمٌ عطّلوا حدودي فأقمت عَليهم حُدودي، هذه حُدودي في كُلّ من عطّل حُدودي،[١] فلا يكن في نفسك من ذلك. ثم سُرِّيَ عنه فبقي راضيًا بتلك الحالة للخلق. وعنده من هذه المخاطبات كثير.

وأمّا الإيثار وتَوْسِعتُهما عَلى الخلق وتَضْييقهُمَا على أنفسهما، فلا أحدٌ[٢] فوقهما في ذلك. جمع الله بيني وَبيْنَهما في عافية، وَلا فرّق بيني وبينهما بعَد ذلك.

(الشيخ أبو عَبْد الله بن جمهور محمد)

ومنهم أبو عَبْد الله بن جمهور محمد، رضي الله عنه. كان من أقران أبي عَلي الشَّكّاز وأبي عبد الله الخياط - الذي ذكرناه - فِي السِّن والحال. كان مجتهدًا في العبَادة، كان يُقرئ[٣] القرآن والعَربيّة، لم يُقْرِئ[٤] شِعرًا قط. أخبرني أبو الحسَن العثماني قال: كنت وأنا[٥] صغير أقرأ عَليْه القرآنَ، فسمع دُفًّا يُضْرَب، فجعل أصَابعه في أذنيه فسكتَ، فقعد سَاعةً ثم قال لي: هدأ هذا الدف أمْ لا؟ فقلت: لا. فلمّا استمر ذلك قام على نفسه وأصَابِعُهُ قد سَدَّ بها أذنيه،[٦] وانصرف إلى دَارِه، وأرسَل إليَّ، فجئتُ إليه، فدخلتُ عليه وأتممتُ عليه حزبي. كَان - رحمَه الله - إذا سَمِع من يقرأ عُشرًا في المسْجدِ ليسْأل بِهِ أوْ يسمع سَائلاً في المسْجد؛ يسُدّ أُذنيه.

---

١ س: - فأقمت عَليهم حُدودي، هذه حُدودي في كُلّ من عطل حُدودي.

٢ س: أجد.

٣ س: يقرأ.

٤ س: يقرأ.

٥ هو: - وأنا.

٦ هو: - نفسه وأصَابِعُهُ قد سَدَّ بها أذنيه.

Marfat.com

نقصان کیا؟ آپ نے کہا: نہیں۔ آواز آئی: لہذا تُو ان بچوں کی ہلاکت پر اعتراض مت کر، یہ بچے جو تُو دیکھ رہا ہے، اولادِ زنا ہیں۔ ان لوگوں نے میری حدود کو معطل کیا تو میں نے خود اِن پر اپنی حدود قائم کیں، جو میری حدود کو معطل کرے گا میں اُس پر اِسی طرح اپنی حدود قائم کروں گا لہذا اپنے تیئں افسوس نہ کر۔ جب حالتِ صحو میں لوٹے تو (آپ کا غم زائل ہو چکا تھا) اور آپ مخلوق کی ایسی حالت سے بھی راضی تھے، حق تعالیٰ کا آپ کے ساتھ اکثر اِس قسم کا خطاب رہتا تھا۔

جہاں تک ایثار، مخلوق پر کشادگی اور خود پر تنگی کرنے کا تعلق ہے تو اِس (عمل) میں آپ دونوں سے بڑھ کر کوئی نہ تھا۔ اللہ تعالیٰ نے مجھے اور آپ دونوں کو عافیت میں اکٹھا کیا اور اس کے بعد کبھی ہمیں اِس سے جدا نہ کیا۔

شیخ ابو عبد اللہ بن جمہور رحمۃ اللہ علیہ

ان میں شیخ ابو عبد اللہ بن جمہور محمد رضی اللہ عنہ بھی شامل ہیں۔ آپ عمر اور حال میں ابو علی الشّکاز اور ابو عبد اللہ الخیاط کے ہم عصر تھے۔ عبادت کا بہت اہتمام کرتے، قرآن اور (علوم) عربیہ پڑھاتے لیکن آپ نے کبھی شعر نہیں پڑھے۔ مجھے ابوالحسن عثمانی نے بتایا، فرماتے ہیں: ''میں بچپن میں آپ سے قرآن پڑھا کرتا تھا، (ایک روز) آپ کو دف بجنے کی آواز آئی تو فوراً اپنی انگلیاں کانوں میں ڈال لیں، میں خاموش ہو گیا، کچھ دیر بیٹھے رہے پھر مجھ سے پوچھا: کیا یہ دف (بجنا) تھم گیا ہے یا نہیں؟ میں نے کہا: نہیں۔ پھر جب کافی دیر تک بھی وہ دف بند نہ ہوا تو آپ اٹھے - آپ کی انگلیاں آپ کے کانوں میں تھیں - اور اپنے گھر کی طرف چل پڑے ساتھ میں مجھے بھی وہیں بلا لیا، پھر میں نے آپ کے گھر میں اپنا بقیہ سبق پورا کیا۔ جب آپ رحمۃ اللہ علیہ مسجد میں کسی کو مانگنے کی غرض سے کچھ گاتے سنتے یا کسی سوالی کو مسجد میں صدا لگاتا سنتے تو اپنی انگلیاں کانوں میں ڈال دیتے۔

كان من الراكعين الساجدين حتى قبضه الله إليْه.[١] كَان قويّ القلب ضعيف البَدن، مصفرّ اللون، شَديدًا عَلى نفسه، يقال له: ارفق عَليهَا، فيقول: للرفق أجْهَد. كان يقوم إلى حزبهِ من الليْل؛ فيقوم حتى يسقط مِن قامته، يضع خدّه لينام فيقول:

يَـا خـدُّ إنَّـكَ إنْ تَوَسَّـدُ لَيِّنًـا   وُسِّدْتَ بَعْدَ المَوْتِ صُمَّ الجَنْدَلِ

فيثُوبُ كأنّ أفعى لدغته إلى مُصَلّاه، فلا يزال هَكذا حتى يُصْبح. فلقد مات - رحمه الله - وأنا في خِدمَةِ أبي يَعْقُوبَ الكومي. فلمّا ألْقِيَ في القبْر رَأيت أعْجُوبَةً سَبَّبَ الله - لا أدْرِي مِن أين - جَنْدَلًا كبيرًا حَصَلَ معه فِي القبر، فصَاح بعض الناس، فأخذه الذي أنزله في القبر، وجعل الجندل تحت خَدِّه، فعلمت أنّ الله صَدَقه فيما كان يقول:

يـا خَـدُّ إنَـكَ إن توسَّـد لَيِّنًـا   وُسِّدْتَ بَعْدَ المَوْتِ صُمَّ الجَنْدَلِ[٢]

كان - رحمَهُ الله - كثيرَ النُفور عن الخلق،[٣] يحب الوحدة والعزلة، ورعًا، زاهدًا، عارفًا بالله، واقفًا مَع الله،[٤] شَدَّ فِي المعَاملة طَلبًا للمُواصلة، يُحِبُّ أهْل الله: أهْل القرآن. توفاه الله صَغير السِّنِّ في عنفوان شبابه ونار اجتهاده،[٥] يقول لنفسه: «لا زال دأبي ودأبكِ هَذا حتّى أموت»، ما فاقهُ أحَدٌ في العبَادة.[٦]

---

١ هو: - حتى قبضه الله إليه.

٢ هو: - البيت الكامل.

٣ هو: - كثيرَ النُفور عن الخلق.

٤ هو: واقفا معه.

٥ هو: - ونار اجتهاده.

٦ ج (في الحاشية): بلغ قراءة بملطية على المؤلف - رضي الله عنه - لإسماعيل الابذي - غفر الله له -.

Marfat.com

آپ رکوع کرنے والوں اور سجدہ کرنے والوں میں سے تھے یہاں تک کہ اللہ نے آپ کو اپنے پاس بلا لیا۔ آپ مضبوط دل اور کمزور جسم کے مالک تھے، زرد رنگت والے اور خود پر سختی کرنے والے۔ جب آپ سے کہا جاتا کہ نفس کے ساتھ نرمی سے پیش آئیں تو فرماتے: میں اِس کی آسانی کے لیے ہی تو کوشاں ہوں۔ رات میں اپنے مقرر کردہ (حصے کی تلاوت) کے لیے قیام کرتے اور اُس وقت تک کھڑے رہتے جب تک کہ گر نہ پڑتے۔ پھر اپنے رخساروں کو نیند کے حوالے کرتے اور کہتے:

اے رخسار! اگر تو آج نرم تکیے پر لیٹے گا تو موت کے بعد تیرا تکیہ سخت پتھر ہوں گے۔

یہ سوچ کر پھر اُچھل کر مصلے پر لوٹتے جیسے کہ آپ کو کسی سانپ نے ڈسا ہو اور صبح تک یہی کرتے رہتے۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ کی وفات کے وقت میں شیخ ابو یعقوب الکومی کی خدمت میں حاضر تھا۔ جب آپ کو قبر میں اتارا گیا تو میں نے اللہ کے کرنے سے ایک عجیب منظر دیکھا۔ پتا نہیں کہاں سے آپ کی قبر میں ایک بہت بڑا پتھر آ گرا، کچھ لوگوں نے چیخ و پکار شروع کر دی پس آپ کو قبر میں اتارنے والے شخص نے یہ پتھر اٹھا کر آپ کے رخسار کے نیچے رکھ دیا اس وقت مجھے پتا چلا کہ اللہ تعالی نے آپ کی وفات کے بعد بھی آپ کے قول کی لاج رکھ لی کیونکہ آپ (اکثر) کہا کرتے تھے:

اے رخسار! اگر تُو آج نرم تکیے پر لیٹے گا تو موت کے بعد تیرا تکیہ سخت پتھر ہوں گے۔

آپ رحمۃ اللہ علیہ لوگوں سے دور بھاگتے تھے، تنہائی اور خلوت کو پسند کرتے۔ آپ نہایت پرہیز گار، زہد پسند، عارف باللہ اور واقف مع اللہ تھے۔ وصل کی چاہ میں خود پر سختی کرتے، اہل اللہ (یعنی) اہل قرآن سے محبت کرتے۔ اللہ تعالی نے آپ کو کم عمری، بھری جوانی اور آپ کے اجتہاد کے دنوں میں ہی اپنے پاس بلا لیا۔ اپنے نفس سے اکثر کہا کرتے: ”میری موت تک تیری اور میری حالت ایسی ہی رہے گی۔“ عبادت گزاری میں آپ سے بڑھ کر کوئی نہ تھا۔

(الشيخ أبو عَلي حَسن الشكَاز)

وَمنهُمْ أبو عَلي حَسن الشكَّاز، رضي الله عنه. كان عندنا بإشبيليَة وَبهَا مات، هُو الذي[١] خدم صَالحًا العِدْوي شيخنا حتى مَات. كان كثير الدّمعَة لا تزال عينه تهْطل أبدًا. كَان لي عمّ - أخو والدي - وكان من أهْل الله وخاصته، فكان أبو عَلي يلازمه، فكنت أبيت معه فألقي[٢] الحصير الجديد له يُصَلّي عليه، فتجري دموعه[٣] فتسقط على الحصير، فأَقْلَعُهُ في اليوم الثاني، وموضع دموعه قد تعفَّن كله وانْتَثر. عَاشرته من وقت دخولي إلى هذه الطريقة حتى مَات.

كان مُولعًا بالنكاح جدًّا لا يستغني عنه. فأراد شيخنا الشُّبربلي يأخذه لابنة أخته، فمشت إليه أمّ الزَّهراء وقالت له: يَا أبا علي؛ إنّ الشيخ أبا الحجاج يحب أن يُعطِيك بنت أُخْتِه وكان هذا[٤] يَوْم الأحد. فأطرق ساعةً إلى الأرض كأنه يحدَّث، ثم قام وقال: أنا كنت أَحبّ الناس فِي مصَاهرة شيخنا أبي الحجاج، ولكن قد تزوجتُ، وبعد خمْسة أيام من يومي هذا أدخل بزوجتي عرُوسًا. فقالت له: بنت مَن تزوجتَ؟ قال لها: سترين[٥] ذلك، وَانصرف إلى منزله، ولازم فراشه حتى انقضت خمْسَة أيام ومَات.

كان يمد يده إلى مَا وجَد من نبات الأرض، من أعظمه مرارةً؛ فيطعمك إياهُ كَأنه حَلواء![٦] رَأيت له بَركاتٍ كثيرةً، انتفعت بصحبته. كان قد عَمل على الأربعين

---

١ هو: - هو الذي.

٢ ج، س: فالق.

٣ هو: فتسقط دموعه على الحصير.

٤ س: من هنا يبدأ نقص لـ ٤ صفحات.

٥ ج، ش: سترا؛ هو: سرا.

٦ هو: - كان يمد يده إلى مَا وجَد من نبات الأرض من أعظمه مرارةً فيطعمك إياهُ كَأنه حَلوا.

Marfat.com

شیخ ابو علی حسن الشکاز رحمۃ اللہ علیہ

اِن میں شیخ ابو علی حسن الشکاز رضی اللہ عنہ بھی شامل ہیں۔ آپ ہمارے ہاں اشبیلیہ میں مقیم تھے اور یہیں آپ کی وفات ہوئی۔ آپ نے شیخ صالح العدوی کی وفات تک ان کی خدمت کی۔ آپ بہت روتے، آپ کی آنکھیں ہر وقت آنسوؤں میں نہاتی تھیں۔ آپ کا میرے چچا سے -جو اہل اللہ اور خواص میں سے تھے- بہت یارانہ تھا۔ میں ایک رات آپ کے ساتھ ہی تھا، آپ نے نماز پڑھنے کے لیے ایک نئی چٹائی بچھائی، (دوران نماز) آپ کے آنسو بہتے اور چٹائی پر گرتے۔ دوسرے دن جب آپ نے اس چٹائی کو اُٹھایا تو آپ کے آنسوؤں کی جگہ متعفن اور خراب ہو چکی تھی۔ میں طریقت میں اپنی آمد سے لے کر آپ کی وفات تک آپ کے ساتھ رہا۔

آپ نکاح کے بہت شیدائی تھے اور اِس کے بغیر نہیں رہ سکتے تھے۔ ہمارے شیخ شبربلی اپنی بھانجی سے آپ کی شادی کروانا چاہتے تھے، لہذا (ایک دن) اُمّ زہرا آپ کے ہاں گئیں اور کہنے لگیں: ابو علی! شیخ ابو الحجاج اپنی بھانجی سے تمہارا رشتہ کروانا چاہتے ہیں- یہ اتوار کا دن تھا- آپ نے نظریں جھکالیں، تھوڑی دیر خاموش رہے جیسے کہ کسی کی سُن رہے ہیں پھر اٹھے اور بولے: شیخ ابو الحجاج کی طرف رشتہ ہو جانا تو میرے لیے شرف کی بات ہوتی لیکن میری شادی ہو چکی ہے اور آج سے ٹھیک پانچ دن بعد میری رخصتی ہے۔ آپ نے پوچھا: اچھا کِن کے ہاں سے شادی کی؟ بولے: عنقریب آپ کو پتا چل جائے گا۔ یہ کہہ کر آپ اپنے گھر لوٹ آئے اور بستر نشین ہو گئے یہاں تک کہ پانچ دن بعد آپ اس جہانِ فانی سے کوچ کر گئے۔

آپ زمین میں اُگی کڑوی جڑی بوٹی اپنے ہاتھ سے توڑ کر کھلاتے تو وہ خوش ذائقہ اور میٹھی ہوتی۔ میں نے آپ کی بہت برکات دیکھیں اور آپ کی صحبت سے مستفید ہوا۔ آپ نے "اربعین السہلیۃ" پر عمل کیا۔ آپ بہت بہادر تھے، اپنے ہاتھ کی کمائی سے گزر بسر کرتے۔ وفات کے بعد آپ کے بھائی نے آپ کو (خواب میں) دیکھا تو پوچھا: اللہ نے آپ کے ساتھ کیا معاملہ کیا؟ آپ

Marfat.com

السَهلية،[١] وكان شُجاعا يعيش مِن عمل يده. رآه أخوه بَعْد موته فقال له: مَا فعَل الله بك؟ فقَال: يعطيني فِي كُلّ يومٍ عَمل ثمانية أيام. كان دائم الصّيَام والمواصلة، كثير القيام، منقبضًا عن النّاس غير مجالس لهم البتة، يحِنّ إلى جنسه، كان مليح الدُعابة،[٢] يمزح ولا يقول إلا حقًا، وكَان يعجبه المزح بالحق، يكره الكذب وَأهْله وَلا يحتمله.

خرج يومًا إلى دور بني صَالِح بجلودٍ له، فأنقعها في النهر وبسَطهَا فِي الشمس، فمرّت به امرأة من أهْل إشبيلية، وفيهم وفي نسائهم حلاوة وَظرافة، فقالت لصَاحبتها: تعالي يَا أختي، نمازح هذا الرجُل فإنّه شكّاز - والشكاز عندنا المشتغل بهذه الجلود الرّقاق على نوع مّا[٣] يبيّضها وَيُلِينُها كثيرًا بعْد شدّتها، فاتخذ أهْل البَلد هَذه اللفظة - لفظة الشكاز - لقبًا للرجل الذي لا يقوم بالنساء - يقال للرجل الذي لا يقوم بالنساء شكّاز؛ أي ليّن العضو مثل الجلد الذي يعمله -. فوقفتْ عليه وَهو يذكر الله - تعالى - وكان كثير الذكر لا يفتُر، فقالتْ له: سَلام عَليك يا أخي. فقال لها: وعلَيكِ السَلام، ورجع إلى ذِكره. فقالت له: مَا صنعَتُك، وَمَا حرفتك؟ فقال لهَا: خلّي عنك هذا، وعلم مَا تريد [= تريدين]. فقالت له: لا بد من هذا! فتبسم، وقال لها: أنَا رَجلٌ أبلّ اليابس، وأليّن الشديد، وانتف المشعر. فوَلّتْ وهي تضحك، وقالت: أردنا أن نرميه فرَمانا.

وكان جَليل الشأن،[٤] سَليْم الصَدر مَا أضمر شحناء لأحد قط، لا يعلم مَا الناس فيه، ما[١] يتخيل أنّ في الوجود مَن يعصي الله.[٢]

---

١ نسبة إلى سهل التستري.

٢ هو: - كان مليح الدُعابة.

٣ هو: - على نوع ما.

٤ هو: - جليل الشأن.

Marfat.com

نے فرمایا: وہ مجھے میرے اعمال کا آٹھ گنا ثواب دیتا ہے۔ آپ ہمیشہ اور لگاتار روزے سے ہوتے، بہت قیام کرنے والے، لوگوں سے دامن سمیٹنے والے، کبھی ان کے ساتھ (فضول) نہ بیٹھتے، اپنے جیسوں کے مشتاق رہتے، آپ خوش مزاج اور ظرافت پسند تھے، مذاق میں بھی صرف حق بات ہی کہتے، حق گوئی میں ظرافت کا پہلو آپ کو بہت پسند تھا جبکہ جھوٹ اور جھوٹوں سے سخت نفرت تھی، جھوٹ تو بالکل برداشت نہیں کرتے تھے۔

ایک دن آپ اپنی کھالیں اُٹھائے بنی صالح چوک پہنچے، اُنہیں دریا میں بھگویا اور پھر دھوپ میں پھیلا دیا۔ اسی دوران وہاں سے اہل اشبیلیہ کی ایک عورت کا گزر ہوا۔ اہل اشبیلیہ اور ان کی عورتوں میں ظرافت اور فکاہت نمایاں ہوتی ہے، اُس نے اپنی ساتھ والی کو کہا: بہن آؤ! اِس شخص سے چھوٹا سا مذاق کرتے ہیں یہ تو شکّاز ہے۔ ہمارے ہاں شکّاز اُس شخص کو کہتے ہیں جو کھالوں اور چمڑے کا کام کرتا ہے، اُن کا رنگ اُتارتا ہے اور انہیں نرم کرتا ہے، پس شہر والے یہ لفظ (یعنی شکّاز) ہر اُس شخص کے لیے بھی استعمال کرتے تھے جو عورتوں سے میل جول نہ رکھتا ہو۔ لہٰذا جو شخص عورتوں سے میل جول نہ رکھتا اِسے بھی شکّاز کہتے، مطلب نرم عضو والا بالکل اسی کھال کی طرح جسے وہ نرم کرتا ہے۔ وہ عورت آپ کے پاس رکی جبکہ آپ ذکر الٰہی میں مشغول تھے، آپ اللہ کا بہت ذکر کرتے اور کبھی نہ رکتے۔ بولی: بھائی! السلام علیکم، آپ نے کہا: وعلیکم السلام، اور دوبارہ ذکر میں مشغول ہو گئے، وہ بولی: بھائی! تم کیا کرتے ہو، (مطلب) تمہارا پیشہ کیا ہے؟ آپ نے فرمایا: چھوڑو، تمہیں اس سے کیا مطلب، حالانکہ آپ جانتے تھے کہ وہ کیا چاہتی ہے۔ بولی: مجھے لازماً پتا کرانا ہے۔ آپ مسکرائے اور بولے: اچھا! میں ایسا شخص ہوں جو خشک کو تَر کرتا ہے، سخت کو نرم کرتا ہے اور بالوں والی جگہ کو صاف کرتا ہے۔ یہ سن کر وہ ہنستے ہوئے واپس مڑی اور کہنے لگی: ہم آپ کے ساتھ مذاق کرنے آئے تھے کہ آپ نے ہمارے ساتھ کر دیا۔

آپ بڑی شان والے اور کھلے دل والے تھے، کبھی کسی سے کینہ نہ رکھتے، انہیں یہ (تک) پتا نہ ہوتا کہ لوگ کیا کر رہے ہیں۔ آپ کو یہ گمان تک نہ تھا کہ وجود میں کوئی اللہ کی نافرمانی بھی کرتا ہے۔

Marfat.com

(الشيخ أبو محمد عبْد الله بن محمد ابن العربي الطائي)

ومنهُمْ - رضي الله عنهم - أبو محمد عبْد الله بن محمد ابن العربي الطائي وَهُو عمّي - شقيق وَالدي -. دخل هذا الطريق في آخر عمره على يدي صبيٍّ صغيرٍ لم يدر قط هذا الطريق ما هو،[٣] دخله وهو فِي عشر الثمانين، فلازم المجاهدة والسَواحِلَ حتى برع فيه. كانت له في كل يوم ختمة لازمة، يهب نصفها لذلك الصَبيّ الذي رجع عَلى يَديه؛ بَصَّرَهُ ذلك الصبيّ بالطريق.[٤]

وكان - رحمه الله - يجلسْ فِي البَيت فيقول: قد طلع الفجر، فسَألته: من أين تعرف ذلك[٥]؟ فقال: يا بني؛ إنّ الله - تعالى - يُوجِّه ريحًا من تحت العرش تهبّ فِي الجنّة، فتخرج بريحها عِند طُلوع الفَجْر يشمّها كلّ مؤمن فِي كُلّ يوم.

أصَابته أُدْرَة كبيرة يجعلُهَا أمامَه مثل المخدّة كبيرةً، وكان له ولد خلف قد أقرح قلبه، فدعَا عليْه فمرض. وكان يسأل الله أن يقدّمه أمامه وَحينئذٍ يمُوت، فمات ابنه قبله،[٦] فلمّا دفنه قال: الحمدُ لله؛ إني أعيش بعده أربعة وأربعين يومًا وأموت. فعاش كما قال، ومَات.[٧]

ولّما كانت ليْلة وفاته قعدنا عنده[٨] بعد صلاة العتمة، وَهُوَ مستقبل القبلة، فوجد بعض راحة، وأُدْرته قد عظمت، فقال لنا: استريحوا وارقُدُوا.[١] فأخذنا

---

١ ش، هو: لا.

٢ ج (في الحاشية): بلغ سماعا لمحمد بن إسحاق علي شيخه رضي الله عنه.

٣ هو: - ما هو.

٤ هو: كانت في كل يوم ختمة القرآن يهب نصفها لهذا الصبي الذي بصره الطريق.

٥ هو: - ذلك.

٦ هو: - يسأل الله أن يقدّمه أمامه وَحينئذٍ يمُوت، فمات ابنه قبله.

٧ هو: - فعاش كما قال ومات؛ + فكان كذلك.

٨ هو: قعدنا عنده ليلة وفاته.

Marfat.com

شیخ ابو محمد عبد اللہ بن محمد ابن العربی رحمۃ اللہ علیہ

اِن میں ابو محمد عبد اللہ بن محمد ابن العربی الطائی رحمۃ اللہ علیہ میرے چچا؛ یعنی میرے والد کے سگے بھائی بھی شامل ہیں۔ آپ آخری عمر میں ایک کم عمر لڑکے کے ہاتھوں طریقت میں داخل ہوئے (اس سے پہلے) آپ یہ تک نہ جانتے تھے طریقت کیا چیز ہے۔ جب آپ طریقت میں آئے اس وقت آپ اَسّی (۸۰) کی دہائی میں تھے۔ آپ نے خود پر مجاہدے اور ساحلوں کی تنہائی لازم کر لی یہاں تک کہ آپ اِس (راہ) میں کامل ہو گئے۔ آپ روزانہ ایک قرآن ختم کرتے اور اِس میں سے آدھا اُس لڑکے کو تحفتاً دے دیتے جو آپ کی توبہ کا سبب بنا اور جس نے آپ کو طریقت کی راہ دکھلائی۔

آپ رحمۃ اللہ علیہ گھر میں ہی ہوتے اور کہتے: فجر ہو گئی۔ میں نے آپ سے پوچھا: آپ کو یہ کیسے پتا چل جاتا ہے؟ فرمانے لگے: بیٹے! اللہ تعالیٰ عرش کے نیچے سے ایک ہوا جنت میں داخل کرتا ہے اور پھر طلوعِ فجر کے وقت جنت یہ خوشبو باہر نکال دیتی ہے جسے ہر مومن روزانہ سونگھتا ہے۔

آپ کو ایک پھوڑا نکل آیا؛ جو آپ کے سامنے کی جانب اس طرح لٹکتا تھا جیسے کوئی بڑا تکیہ ہو۔ آپ کا ایک ناخلف بیٹا تھا جس نے آپ کو بہت دکھ دیئے، آپ نے اسے بد دعا دی تو وہ بیمار پڑ گیا آپ اللہ سے یہی دعا کرتے کہ اِسے مجھ سے پہلے اٹھا لے تاکہ میں سکون سے مر سکوں۔ پس آپ کا بیٹا آپ سے پہلے چل بسا، جب آپ اِسے دفن کر چکے تو کہنے لگے: اللہ کا شکر ہے، اب میں چوالیس (۴۴) دن مزید زندہ رہوں گا اور پھر مر جاؤں گا۔ آپ اتنا ہی زندہ رہے جتنا آپ نے کہا تھا اور پھر آپ کی موت واقع ہوئی۔

جس رات آپ کی وفات ہونا تھی اس رات ہم عشا کے بعد آپ کے پاس ہی بیٹھ گئے، آپ قبلہ رُخ تھے آپ نے تھوڑا آرام محسوس کیا لیکن آپ کا وہ پھوڑا بہت بڑھ چکا تھا، ہم سے بولے: اب تم لوگ بھی آرام کر لو۔ ہم سونے چلے گئے، صبح جب میں اٹھا تو میں نے دیکھا کہ آپ

Marfat.com

مضاجعنا. فقمت إليْه في السّحر، فوَجدته كما[٢] فاضت نفسه - رحمه الله - ومَا شاهد أحَدٌ موته. وَطلبنَا تلك الأُدرة فلم نجد منها شيئًا، فقلنا: لعَلَّ كَانت ريَاحًا وبقي الجلد! فإذا به مثل جميع الناس ما عنده شيء،[٣] فعجبت أن ستره الله وأخفاه.

كان يخبرنا بعجائب. كان عمره من وقت رجُوعه إلى هذه الطريق إلى أن مات ثلاثة أعَوامٍ خَاصّه، مَات قبل أن أدخل هذا الطريق.[٤]

(الشيخ أبو محمّد عَبْد الله بِن الأستاذ الموروري)

ومنهم - رضي الله عنهم - أبو محمّد عَبْد الله بِن الأستاذ الموروري. خدم الشيخ أبا مَدين، وكان الشيخ يسميه الحاج المبرُور، حجّ[٥] صحبة[٦] عَبْد الرزاق. صَاحبَ بمكّة أبا عبْد الله بن حَسان، طلب ابنُ حسَان أن يُعطيه ابنته رغبة فيه فأبى أن يأخذَها مخافة أن لا يقوم بحقها.

كان الشيخ أبو مَدين يحبُّه جدًّا، قال له يومًا: يا عَبد الله، كثُر عليَّ دعائي[٧] الناس إلى الله ولا أحَدٌ يجيب، وأريد أن أصطفيك لنفسي، تخرج مَعي إلى بعض هذه الجبالِ فألزمُ مغارةً تصحبني فيها إلى أن أمُوت. قال: ففرحت بذلك وعلمتُ أنّ لِي عند الله مكانة. فلمّا كان اللّيْل قال عبْد الله: نمتُ فرأيت الشيخ في النوم إذا تكلَّم

---

١ هو: - وارقدوا.

٢ هو: - كما.

٣ هو: - "وَطلبنَا تلك الأدرة ... ما عنده شيء." + وذهبت الأدرة.

٤ هو: - "كان عمره من ... قبل أن أدخل هذا الطريق."

ج (في الحاشية): بلغ قراءة لعبد الله بدر الحبشي لمؤلفه رضي الله عنه.

٥ هو، ش: - حج.

٦ هو، ش: صحبه.

٧ ش: دعاء.

Marfat.com

کی روح پرواز کر گئی ہے -اللہ آپ پر رحم کرے -کسی نے آپ کو حالتِ نزع میں نہ دیکھا۔ جب ہم نے اس پھوڑے کو دیکھنا چاہا تو ہمیں کچھ نظر نہ آیا، ہم نے کہا: شاید یہ ہوا تھی (جو نکل گئی ہے) اور جلد باقی رہ گئی لیکن یہ جلد بھی عام لوگوں کی طرح ہی تھی جیسے کہ انہیں کچھ ہوا ہی نہ تھا۔ مجھے اس بات پر بڑی حیرت ہوئی کہ کیسے اللہ نے آپ کی پردہ پوشی کی۔

آپ ہمیں عجیب وغریب باتیں بتایا کرتے تھے۔ راہ طریقت میں رجوع سے وفات تک آپ تین سال زندہ رہے۔ آپ میرے اِس راستے میں آنے سے قبل وفات پا چکے تھے۔

شیخ عبد اللہ بن الاستاذ الموروری رحمۃ اللہ علیہ

اِن میں شیخ ابو محمد عبد اللہ بن الاستاذ الموروری رحمۃ اللہ علیہ بھی شامل ہیں۔ آپ نے شیخ ابو مدین کی بہت خدمت کی۔ شیخ آپ کو "الحاج المبرور" (یعنی ایسا شخص جس کا حج قبول ہوا ہو) کہا کرتے تھے۔ آپ نے عبد الرزاق کی معیت میں حج کیا اور مکہ میں ابو عبد اللہ بن حسان کے ساتھ وقت گزارا۔ عبد اللہ ابن حسان نے آپ کی محبت میں اپنی بیٹی کے لیے آپ کا رشتہ مانگا تو آپ نے اس ڈر سے انکار کر دیا کہ آپ سے اس کا حق ادا کرنے میں کوتاہی نہ ہو جائے۔

شیخ ابو مدین آپ سے بہت پیار کرتے تھے، ایک دن آپ سے کہتے ہیں: "اے ابو عبد اللہ! میں لوگوں کو اللہ کی طرف بلا بلا کر عاجز آ گیا ہوں اور کوئی مثبت جواب نہیں دیتا، میں چاہتا ہوں کہ تو میرا ساتھ دے، میرے ساتھ ان پہاڑوں میں چل اور کسی غار میں میری موت تک میرا ہم نشین بن۔" آپ فرماتے ہیں: یہ سن کر مجھے بہت خوشی ہوئی اور میں نے جان لیا کہ اللہ کے نزدیک مجھ خاکسار کا بھی کوئی مقام ہے۔ اُس رات جب میں سویا تو میں نے خواب میں شیخ (ابو مدین) کی زیارت کی، جب آپ لوگوں سے بات کرتے تو سورج بن جاتے اور جب خاموش ہوتے

Marfat.com

عَلى النّاس صَار شمسًا، وإذا سَكت صَار قمرًا! فقصصتُها عَليه بكرةً؛ فتبسّم وقال: الحمد لله يَا وَلدي؛ شمسًا أريد أن أكون؛ فإنّ الشمس تنفي كُل ظلمة[١] وتكشف كلّ كُربة.

كان هَذا عبْد الله له همّة فعّالة وصِدق عجيب. سَافر من عند أبي مدين إلى الأندلس بسبب والدته، فأودعَهُ الشيْخ أبو مدين سَلامَه إلى أبي عبد الله، الشيخ المُسِنِّ بمدينه «المرية» المعرُوف بالغزَّال - من أصْحَاب ابن العرّيف من أقران أبي مدين[٢] وأبي الربيع الكفيف الذي كان بمصر[٣] وعبْد الرحيم الذي كان[٤] بقنا، وأبي النجا الذي كان[٥] بجزيرة الذهب، رحمهم الله -. فلمّا وصَل إلى «المرية» قصَد إلى الشيخ أبي عبد الله فوجَد أصحَابَه قُعُودًا، فقال لهُم: استأذِنوا لي على الشيخ. فقالوا له: الشيخ نائم في هذه السَاعة[٦]، وَلم يُقبِلُوا عليْه. فعزَّ عليه مَا هُم فيه من كثافة الحِجاب، حيثُ لم يعرفوه. فقال لهم: إن كنتُ جئتُ إليْه في الله، فالله يوقظه السَاعة! فإذا بالباب[٧] قد فُتِحَ، والشيخ قَد خرج يمسح النوم عن عينيه، فقال: أين هَذا الذي جَاء؟ فسلَّم عَليْه وأكرم نُزُلَه.

وكان الغالب على أبي محمدٍ البسط، وكان أصحَاب الشيخ مقبوضين. فعندما وادعهم[٨] وانصرف، قالَ لهُ أصحاب الشيخ: لو انقبضتَ يا أبا محمد من هذا

[١] ش: مظلمة.

[٢] ش: - أبي مدين.

[٣] هو: - الكفيف الذي كان بمصر.

[٤] هو: - الذي كان.

[٥] هو: - الذي كان.

[٦] هو: - في هذه الساعة.

[٧] هو: الباب.

[٨] هو: أودعهم.

Marfat.com

تو چاند بن جاتے۔ صبح میں نے یہ خواب آپ کو سنایا تو آپ مسکرائے اور بولے: الحمد للہ! بیٹا میں سورج بننا چاہتا ہوں کیونکہ سورج ہر ظلمت کو مٹاتا ہے اور ہر پریشانی کو دور کرتا ہے۔

آپ فعّال توجہ والے اور صداقت شعار تھے۔ اپنی والدہ کی خاطر شیخ ابو مدین کو چھوڑ کر اندلس پہنچے؛ شیخ ابو مدین نے آپ کے ہاتھ شہر "المریہ" کی بزرگ ہستی شیخ ابو عبد اللہ المعروف الغزال کو خصوصی سلام بھجوایا جو کہ شیخ ابن العریف کے اصحاب اور شیخ ابو مدین، شیخ ابو ربیع الکفیف مصر والے، شیخ عبد الرحیم قنا والے، اور شیخ ابو النجا جزیرہ ذہب والے کے ہم عصر تھے۔

جب آپ "المریہ" پہنچے اور شیخ ابو عبد اللہ سے ملنا چاہا تو اُن کے ساتھیوں کو بیٹھا پایا، آپ نے ان سے کہا: شیخ ابو عبد اللہ سے کہیں کہ میں ان سے ملنا چاہتا ہوں۔ وہ بولے: شیخ اس وقت سو رہے ہیں۔ جب اِن لوگوں نے آپ کی طرف کوئی توجہ نہ کی تو یہ دیکھ کر آپ کو بہت دکھ ہوا کہ ان کے دلوں پر پڑے پردوں کی وجہ سے وہ آپ کو پہچان نہیں پارہے۔ پھر آپ گویا ہوئے: اگر میں (محض) اللہ (کی رضا) کے لیے شیخ سے ملنے آیا ہوں تو اللہ تعالیٰ ضرور انہیں جگا دے گا۔ آپ کا یہ کہنا تھا کہ دروازہ کھلا اور شیخ نیند سے اپنی آنکھیں مَلتے باہر نکلے، پوچھا: مہمان کہاں ہے؟ آپ کو سلام کیا اور آپ کی بہترین خاطر تواضع کی۔

شیخ ابو محمد پر احوالِ بسط کا غلبہ تھا جبکہ شیخ (ابو عبد اللہ) کے اصحاب احوالِ قبض میں تھے۔ جب آپ رخصت ہونے لگے تو شیخ کے ساتھیوں نے آپ سے کہا: ابو محمد، کاش آپ بھی حالتِ قبض میں ہوتے! آپ نے ان سے پوچھا: بسط کیا چیز ہے؟ بولے: رحمت، پھر پوچھا: اور

Marfat.com

البسط الذي أنت فيه! فقال لهم: البسط ما هو؟ فقالوا: رحمة. قال: والقبض ما هو[١]؟ قالوا: عذاب، فقال: «اللّهم، لا تنقلني من رحمتك إلى عذابك» فخجلوا وانصرف عنهم[٢].

ومن أخبَاره - رضي الله عنه - أنّه لمّا وَصَل إلى أغرناطة [=غرناطة] نزل عند الشيخ أبي مروان، وكان قد عرفه عند أبي مَدين، وقد رأى أبو مروان عند الشيخ أبي مَدْين في حق رَجُل مرض منهم، فأخذوا عنه مرضه وحَملوهُ، فاستراح من حينِهِ، فأخبَر بذلك أصحَابه بأغرناطة.[٣] فلمّا وصَل شيخنا عبْد الله المَوْروري إليهَا قال له أبُو مَروان، والنّاس قد اجتمعُوا من أجله فِي الدّار،[٤] وقد جُعِلَتْ بين أيديهم مائدة عليهَا مجبّنات بعَسل، وكان ابن صاحب الدار قد مشى في السحرِ إلى قريةٍ له قريبة من البلد،[٥] فتأسّف أهل المجلس لمّا لم يحضر معهم الطعام ابنُ صاحب الدار.[٦] فقال لهم أبو محمد الموروري بعدما أكل وشبع وأكل النّاس،[٧] قال: إن شئتم أكلتُ عنه هنا[٨] ويَشبع هو فِي قريته من هذا الطعَام بعينه. فارتابُوا في كلامه، وتوقفوا في ظاهرهم، وباطنُهم يُحِيل ذلك جملةً.[٩] فقال له أبو مروان: بالله يا أبا محمد افعل ذلك. فقال: بسم الله، وابتدأ يأكل كَأنه مَا أكل شيئًا، حتى وقف وقال: قد شبع، إن

---

[١] هو: - ما هو.

[٢] هو: - فانصرف عنهم.

[٣] هو: - بأغرناطة.

[٤] هو: فلمّا وصل عبد الله إليه اجتمع الناس من أجله في الدار.

[٥] هو: - له قريبة من البلد.

[٦] هو: - ابن صاحب الدار.

[٧] هو: - وأكل الناس.

[٨] ش، هو: - هنا.

[٩] هو: - وتوقفوا في ظاهرهم، وباطِنهم يحيل ذلك جملةً.

قبض کیا ہے؟ بولے: عذاب۔ آپ نے کہا: اے اللہ! مجھے اپنی رحمت سے اپنے عذاب میں نہ ڈالیں، یہ سن کر وہ لوگ شرمندہ ہو گئے اور آپ چل دیئے۔

آپ کا ایک واقعہ یہ بھی ہے کہ جب آپ رضی اللہ عنہ غرناطہ پہنچے تو شیخ ابو مروان کے ہاں ٹھہرے۔ شیخ ابو مروان آپ کو شیخ ابو مدین کے ہاں سے جانتے تھے، شیخ ابو مروان نے شیخ ابو مدین کے ہاں یہ دیکھا تھا کہ جب اُن (کے ساتھیوں) میں سے ایک شخص بیمار ہوا تو کیسے آپ نے اُس کی بیماری اپنے سر لے لی اور وہ اسی لمحے ٹھیک ہو گیا۔ شیخ نے یہ واقعہ غرناطہ میں اپنے ساتھیوں کو بتایا تھا لہٰذا جب ہمارے شیخ عبد اللہ الموروری آپ کے ہاں (غرناطہ) پہنچے تو سب لوگ آپ سے ملنے کے لیے پہلے ہی گھر میں جمع تھے، لوگوں کے سامنے ایسا کھانا رکھا گیا تھا جس میں شہد اور پنیر تھا۔ ان اہل خانہ کا لڑکا آج صبح ہی کسی کام سے قریبی بستی گیا تھا، اہل مجلس اِس بات پر افسوس کا اظہار کر رہے تھے کہ گھر کے مالک کا بیٹا اِن کے ساتھ کھانے میں شریک نہیں ہو سکا۔ جب تمام لوگ کھانا کھا بیٹھے اور آپ بھی سیر ہو گئے تو آپ نے کہا اگر آپ لوگ چاہیں تو میں یہاں اُس لڑکے کے لیے کھاتا ہوں اور وہاں بستی میں اُس کا پیٹ بھر جائے گا۔ لوگ آپ کی یہ بات ماننے کو کسی صورت تیار نہ تھے اور ڈھکے چھپے الفاظ میں یہی کہنے لگے کہ ایسا تو ہو ہی نہیں سکتا۔ اسی دوران ابو مروان نے آپ سے کہا: ابو محمد! یہ کر کے دکھائیے۔ آپ نے بسم اللہ پڑھی اور دوبارہ کھانا شروع کیا جیسے کہ آپ نے پہلے کچھ کھایا نہ ہو، پھر آپ نے اپنا ہاتھ روک لیا اور کہنے لگے اب اُس کا پیٹ بھر گیا ہے اور اگر میں نے اِس سے زیادہ کھلایا تو وہ ہلاک ہو جائے گا۔ اہل محفل یہ سب دیکھ کر بہت حیران ہوئے اور سب نے یہ پختہ ارادہ کیا کہ وہ یہاں سے اس وقت تک نہیں جائیں گے جب تک کہ وہ شخص نہ آجائے جس کے ساتھ یہ واقعہ پیش آیا۔

زدت عَلَيْه أكثر من هذا يهلك. فَبُهِتَ أَهْلُ المجلس وعزموا على أن لا يبرح أحدٌ منهم حتى يَصِل ذلك الرجُل الذي أُكِلَ عنه.[١]

فلمّا كان عشية ذلك اليَوم دخل[٢] عليْهم من القرَيةِ، فقامُوا إليْه وأنزلوه، فقالوا له: نراك جئت بزادِك الذي حَمَلته معك، مَا أكلت منه شيئًا؟![٣] فقال لهم: يَا إخوتي،[٤] اتّفَق لي اليَوم أمر عجيب؛ أنا عندمَا[٥] وصلتُ إلى القرية وقعدتُ، فإذا أنا أُحِسُّ بمجبّنات بعسلٍ تنزل في حلقي فتستقر في معدتي حتى شبعت، ولو زادت عَليّ أهْلكتني، وأنا حتى الآن شابع منها[٦] أتجشأهَا![٧] فتعجَّب القوم وفرحوا[٨] أنْ رأوا رَجُلاً فأخبرنا بالمسْألة كيف جرت. أخبرني بها بدار عبْد الله الشكّاز البَاغي، الشخصُ الذي أُكِل عنه فشَبعَ، ومعي صَاحبي عبْد الله بدَر - ونحن فِي جَماعَة - وتأسّف وقال: مَن مِثلُ عبْد الله الموروري، مَا رأينا مثله![٩]

ولقد أطلعني الله - عز وجل - ليلةً على المقامَات، ومشى بي عَليها حتى وصَلت مقام التوكل، فرأيت شيخنا عبْد الله الموروري في وَسط ذلك المقام، والمقام يدور عَليْه كدورَان الرّحى عَلى قطبها، وهُو ثابت لا يتزلزل، فكتبتُ لَهُ بذلك. عَاشرته معَاشرةً، انتفعت به.

---

[١] هو: - الذي أكل عنه.

[٢] هو: + هو.

[٣] هو: - مَا أكلت منه شيئًا.

[٤] هو: - لهم يا إخوتي.

[٥] هو: إذا.

[٦] س: هنا انتهى النقص الأول المشار إليه قبل ٤ صفحات.

[٧] هو: - وأنا حتى الآن شابع منها أتجشأهَا.

[٨] هو: + على.

٩ هو: - "فأخبرنا بالمسْألة كيف ... مَا رأيناه مثله."

Marfat.com

رات کے وقت جب وہ شخص واپس آیا تو یہ سب اُس کے استقبال کو پہنچے ہوئے تھے، اسے بٹھا کر پوچھنے لگے: تو جو کھانا ساتھ لے کر گیا تھا وہ واپس لے آیا ہے تو نے کچھ نہیں کھایا؟ وہ بولا: دوستوں! آج میرے ساتھ ایک عجیب واقعہ پیش آیا ہے، جب میں بستی پہنچا اور بیٹھا ہی تھا تو میں نے یہ محسوس کیا کہ شہد کے ساتھ پنیر میرے حلق سے نیچے اتر رہا ہے یہاں تک کہ میرا پیٹ بھر گیا۔ اگر میرے ساتھ یہ ہوتا رہتا تو میں مر سکتا تھا۔ میرا پیٹ اب تک اُس (کھانے) سے بھرا ہوا ہے اور مجھے ڈکار بھی آرہے ہیں۔ لوگ یہ سن کر حیران بھی تھے اور خوش بھی کہ انہوں نے اس آدمی کو دیکھ لیا۔ آپ نے مجھے خود اِس بارے میں بتایا کہ یہ سب کیسے ہوا۔ یہی سب شیخ عبد اللہ الشکّاز الباغی کے گھر میں مجھے اُس شخص نے بھی بتایا جس کے ساتھ یہ واقعہ پیش آیا، اُس وقت عبد اللہ بدر حبشی اور دیگر احباب بھی میرے ساتھ بیٹھے تھے، اس نے اظہار تاسف کیا اور بولا: عبد اللہ الموروری جیسا کون ہو سکتا ہے؟ ہم نے تو آپ جیسا نہیں دیکھا!۔

ایک رات اللہ عز و جل نے مجھے مقامات پر مطلع کیا اور اِن پر چلایا یہاں تک کہ میں مقامِ توکل تک پہنچا۔ میں نے اپنے شیخ عبد اللہ الموروری کو اِس مقام کے عین وسط میں پایا، یہ مقام آپ کے گرد ایسے گھوم رہا تھا جیسے چکی اپنے مرکز کے گرد گھومتی ہے، آپ غیر متزلزل اور ثابت قدم تھے۔ پس میں نے یہ مقام آپ کے لیے لکھ لیا۔ میں نے آپ کے ساتھ اچھا وقت گزارا[٦١] اور آپ سے بہت فیض حاصل کیا۔

Marfat.com

وَله امرَأة في غاية من[1] الجمال صَغيرة السّن، أحسن منه وأقوى.

كان سيّدنا هذا عند شمس أم الفقراء بـ«مرشانة الزّيتون» في يوم أربعَاء، فقالت العجوز: تمنيّت أن يأتينا غدًا أبوُ الحسن بن قيطون، فَاكتبوا إليْه اليَوْم عسَى يَصل غدًا، وكان فِي بلد «قرمونة» بينهُما سبْعة فراسِخ، وكان هَذا أبو الحسن يعلّم الصبيَان القرآن بـ«قرمونة» ويعطّل الخميس والجمعة. فقال أبو محمد سيّدنا - رضي الله عنه -: وَهَكذا تعمل العَامَّة. فقالت له العجوز: فماذا نفعل؟ قال: نسوقه بهمّتي! قالت له: افعل، فقال: قد حرّكت السّاعةَ خَاطره بالوصُول إلينا غدًا إن شاء الله. فلمَّا أصبح قالت له: نراه مَا جَاء. قال: غَفلتُ عنه، ولكني أخرجه السّاعة. فأرسَل همّتهُ إليْه، فلمّا كان قبيل الظهر دخل عليهم على غفلةٍ أبو الحسن المذكور، فتعجّبوا! فقال الموروري: سَلوه مَا الذي مَسكك عَنّا حتى إلى هذا الوقت، وَكيفَ خطر لك؟ ومتى نويت الوُصُول إلينا؟

فقال: أمْس فِي العَصر وجَدت في باطني قائلاً يقول: مُر غدًا إلى العجوز إلى «مرشانة»، فقلت لصبيان المكتب: لا يجيء أحد منكم غدًا. فَلمّا أصبح فتر عني ذلك - وهُو الوقت الذي غفل عنه سيّدنا أبو محمد - قيل له: إيه[2]؛ قال: فوجّهت في الصبيان، ووصلوا، وأخذوا ليكتبوا ألواحَهُم. فأنا كذلك إذ وجدتُ قلبي قد انقبض وَشُدَّ عَلَيْه، وقيل له: أخرج الساعة إلى «مرْشانَة» لزيارة العُجوز! فقلتُ للصبيَان: سيروا إلى منازلكم؛ وهُو كان خروجي إليكم. فهَذا الذي أبطَأني. فقالوا له: اتفق مِن الأمر كذا وكذا[3] ووصفوا له الحال. فتعجّب وقال: هذا والله عظيم!. فكان ينظره بعين التعظيم.

---

١ هو، ش: - من.

٢ هو: - قيل له: إيه.

٣ هو: - "سيروا إلى منازلكم..... كذا وكذا".

Marfat.com

آپ کی بیوی کم سن اور حد درجہ خوبرو تھی، وہ آپ کے مقابلے میں کہیں درجہ حسین اور قوی تھی۔

ایک مرتبہ بروز بدھ آپ "مرشانہ الزیتون" میں شمس ام الفقرا (جو کہ ایک بزرگ خاتون تھیں) کے ہاں موجود تھے، وہ کہنے لگیں: میں چاہتی ہوں کہ کل ابو الحسن ابن قیطون ہمارے ہاں تشریف لائیں، آپ انہیں آج چٹھی لکھ دیں شاید وہ کل آ جائیں۔ وہ اُس وقت شہر قرمونہ میں قیام پذیر تھے، جو مرشانہ الزیتون سے سات فرسخ (اٹھائیس کلومیٹر) کے فاصلے پر تھا۔ یہ ابو الحسن، قرمونہ میں بچوں کو قرآن کی تعلیم دیتے اور جمعرات اور جمعہ کی چھٹی کیا کرتے تھے۔ ہمارے سرکار ابو محمد الموروری رضی اللہ عنہ نے کہا: یہ تو عام لوگوں کا طریقہ ہے۔ وہ بولیں: پھر ہم کیا کریں؟ آپ نے فرمایا: میں انہیں اپنی توجہ سے بلاتا ہوں! بولیں: اچھا! چلو بلاؤ۔ کہتے ہیں: میں نے اُسی لمحے اُن کے دل میں یہ خیال ڈالا کہ کل آپ ہمارے ہاں آئیں گے، انشاء اللہ۔ جب صبح ہوئی تو وہ خاتون پوچھنے لگیں: وہ آئے نہیں؟ آپ نے کہا: میں ہی ذرا سست پڑ گیا تھا لیکن میں انہیں ابھی کے ابھی وہاں سے چلاتا ہوں۔ پھر آپ نے ان پر توجہ ڈالی، ابھی ظہر کا وقت ہونے کو تھا کہ ابو الحسن غیر متوقع طور پر آ پہنچے تو سب بہت حیران ہوئے۔ شیخ الموروری کہنے لگے: اِن سے پوچھو انہوں نے آنے میں اتنی دیر کیوں کر دی؟ کیسے انہیں ادھر آنے کا خیال آیا اور کب انہوں نے آنے کا ارادہ کیا؟

وہ بولے: کل عصر کے وقت میں نے اپنے اندر سے آواز سنی کہ کل "مرشانہ" جا کر بی بی صاحبہ سے ملو لہٰذا میں نے پڑھنے والے بچوں سے کہہ دیا کہ کل تمہاری چھٹی ہے۔ صبح میری یہ کیفیت نہ رہی - یہ وہی وقت تھا جب ہمارے سرکار ابو محمد آپ سے غافل ہو گئے تھے - ان سے پوچھا گیا: پھر کیا ہوا، بولے: میں بچوں کو پڑھانے چلا گیا اور وہ سب بھی آ گئے، ابھی انہوں نے لکھنے کے لیے اپنی تختیاں نکالیں ہی تھیں کہ میں نے محسوس کیا کہ میرا دل بیٹھا جا رہا ہے اور جی اُچاٹ ہو رہا ہے، اِسی دوران مجھے یہ سنائی دیا کہ بی بی صاحبہ کی زیارت کے لیے ابھی کے ابھی مرشانہ کی طرف نکلو۔ میں نے بچوں سے کہا: (بچو!) تم سب چھٹی کرو اور اپنے اپنے گھر جاؤ، میں بھی اِسی وقت آپ کی طرف چل پڑا اور اسی وجہ سے مجھے دیر ہوئی۔ اس کے بعد اہل مرشانہ نے

واهتزّ وأخذ في الرحلة[١]، أبو الحسن المذكور، إلى «المرية» إلى شيخ كان بها يُقال له أبو عَبد الله الغزّال - رحمه الله - من أصْحَاب ابن العرّيف مِن أقران أبي الربيع الكفيف وأبي النجا وعبْد الرحيم وهَذه الطبقة - ورآه[٢] وانتفع به. ثم عَاد إلى «قرمونة» فلم يزل يخدم الفقراء ويُضيفهم ويتواضع، وكنت أستحسن منه هذا. فأشهد لقد رأيته قد وصل إلى إشبيلية فصَاحَبَ الفقهاءَ وجَالس الطلبة المكبّين على الدّنيا، وَقرَأ الفقه وَأُصُوله وَعلم الكلام، وسكن إشبيلية يعلّم[٣] بها القرآن؛ فأدّاه صحبة أولئك إلى تجهيل الفقراء الصّادقين في أحوالهم ونبذهم.

وإياك[٤] - يا أخي؛ عافاك الله - من قيام الظن السوء بك أن تظنّ فيّ أني أذمّ الفقَهاء من أجل أنهم فقهاء، أو لتعلّمهم الفقه، لا ينبغي أن يظنّ هذا بمسلم، فإنّ شرف الفقه وعِلم الشرع لا خفاء به، ولكن أذم من الفقهاء الصنف الذي تكالب على الدنيا، وطلب الفقه للرياء والسمعة، وابتغى به نظر الناس إليه ليقال، ولازم المِراء والجدال، وأخذ يردّ على أبناء الآخرة الذين اتقوا الله فعلّمهم من لدنه علمًا. فأخَذَتِ الفقهاء - أعني هذا الصنف منهم - في الرد عليهم في علم لا يعلمونه، ولا عرفوا أُصوله، ولو سئل عن شرح لفظ مما اصطلح عليه علماء الآخرة ما عرفه، وكفى به جهلاً، ولو نظر في قول الله - تعالى -: ﴿هَا أَنْتُمْ هَؤُلَاءِ حَاجَجْتُمْ فِيمَا لَكُمْ بِهِ عِلْمٌ فَلِمَ تُحَاجُّونَ فِيمَا لَيْسَ لَكُمْ بِهِ عِلْمٌ﴾ (آل عمران: ٦٦) لاعتبرَ ورجع وتاب.

---

[١] هو: - واهتز وأخذ في الرحلة؛ + وارتحل.

[٢] هو: - من أصحاب ابن العريف... ورآه.

[٣] ش، س: تعلم.

[٤] س: من هنا يبدأ نقص جديد ينتهي في الصفحة التالية، وهذه الصفحة الناقصة في س مكتوبة في حاشية النسخة ج بقلم الشيخ الأكبر.

Marfat.com

انہیں بتایا کہ اصل بات یہ ہے اور پورا واقعہ بیان کیا، یہ سن کر وہ بہت حیران ہوئے، کہنے لگے:
اللہ کی قسم! یہ تو بڑی عجیب بات ہے۔ اِس کے بعد وہ آپ کی بے حد تعظیم کیا کرتے تھے۔

ابو الحسن اس (واقعہ) سے اتنے متاثر ہوئے کہ ”المریہ“ میں شیخ ابو عبد اللہ الغزال رحمۃ اللہ علیہ کی زیارت کو چل پڑے جو ابن العریف کے اصحاب، اور ابو الربیع الکفیف، ابو النجا، عبد الرحیم اور اس طبقے کے لوگوں کے ہمعصر تھے۔ انہوں نے شیخ کی زیارت کی اور فیض حاصل کیا پھر قرمونہ لوٹ آئے۔ اس کے بعد آپ ہمیشہ فقیروں کی خدمت، ان کی مہمان نوازی اور خاطر تواضع کرتے۔ میں آپ کا یہ (عمل) پسند کرتا تھا۔ میں یہ بھی گواہی دیتا ہوں کہ (اس کے بعد) میں نے آپ کو اشبیلیہ میں دیکھا، آپ نے فقہا کی صحبت اختیار کر لی اور دنیا کی طرف مائل طالب علموں کے ساتھ میل ملاپ بڑھا لیا، فقہ، اصول فقہ اور علم کلام کا مطالعہ کیا، پھر اشبیلیہ میں ہی رہائش اختیار کر لی اور وہیں قرآن کی تعلیم دیا کرتے تھے؛ اِن لوگوں کی صحبت نے آپ کو سچے فقیروں سے دور کر دیا اور آپ نے بھی انہیں بُھلا دیا۔

بھائی! اللہ آپ کو بدگمانی سے بچائے میرے بارے میں کبھی یہ گمان نہ رکھنا کہ میں فقہا کو صرف فقہا ہونے یا فقہ پڑھانے کی وجہ سے برا بھلا کہتا ہوں، کوئی مسلمان ایسا سوچ بھی نہیں سکتا۔ فقہ اور علِم شریعت کا بلند مرتبت ہونا روز روشن کی طرح عیاں ہے۔ میں تو صرف ان فقہا کو بُرا بھلا کہتا ہوں جو دنیا کا حرص کرتے ہیں اور محض دکھاوے کے لیے فقہ سیکھتے ہیں جبکہ ان کا اصل مقصد لوگوں کی توجہ حاصل کرنا ہوتا ہے، ایسا شخص بحث و مباحثے میں ہی پڑا رہتا ہے اور اپنی توانائیاں اللہ کا تقویٰ رکھنے والی نیک ہستیوں - جنہیں اُس نے علم لدنی عطا کیا - کے رد میں صرف کرتا رہتا ہے۔ ایسے فقہا اس علم میں اِن کا رد و کد کرتے رہتے ہیں جس (علم) کا انہیں ذرا برابر علم نہیں اور نہ ہی جس (علم) کے اصولوں سے یہ واقف ہیں۔ اگر ان سے اللہ والوں میں رائج اصطلاحات میں سے کسی ایک اصطلاح کے بارے میں ہی پوچھ لیا جائے تو یہ اس کا مطلب نہیں جانتے اور اسی بات سے ان کی جہالت عیاں ہے۔ کاش! انہوں نے اللہ کے اس قول میں ہی غور کیا ہوتا ﴿ دیکھو ایسی بات میں تو تم نے جھگڑا کیا ہی تھا جس کا تمہیں کچھ علم تھا مگر ایسی بات میں کیوں جھگڑتے ہو جس کا تمہیں کچھ علم نہیں ﴾ (آل عمران: ٦٦) تو یہ کچھ سمجھتے اور توبہ تائب

Marfat.com

وقد ذم - عليه السلام - العلماء لكونهم طلبوه لغير الله، وتصرّفوا به في غير مرضاة الله، لا لكونهم علموا، كما مدح الصنف الآخر من العلماء بالخشية وغير ذلك.

كما أني قد ذممت الصوفية في كتابي هذا، ولم أُرِد به الصادقين، وإنما أعني الصنف الذي تزيّا بزيّهم عند الناس، وباطنُه مع الله بخلاف ذلك. قال - تعالى -: ﴿وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يُعْجِبُكَ قَوْلُهُ فِي الْحَيَاةِ الدُّنْيَا وَيُشْهِدُ اللهَ عَلَىٰ مَا فِي قَلْبِهِ﴾ (البقرة: ٢٠٤).

فلا أُنكر مرتبة الفقه، وقد سمعت النبي - عليه السلام - يقول: «من يرد الله به خيرًا يفقّهه في الدين». ولكن لمّا كان هذا الصنف من الفقهاء غلبت عليهم نفوسهم وشهواتهم، واستولى عليهم الشيطان، وعلى يديهم جرى الضرر على أهْل الله، وبشهادتهم هلكوا كما سيأتي في آخر الكتاب، هذا عن النبي - صلّى الله عليه وسلم -. وأمّا العلماء[1] العاملون المنصفون الراسخون في العلم فهم السادة[2] الذين[3] هداهم الله، فهم مصابيح الهدى وأعلام التقى، وارثوا رسول الله - عليه السلام - في العلم والعمل والحال والوصف، الذين صحّ لهم نسب التقوى.

فإذا سمعتني أذمّ الفقهاء في هذا الكتاب، فإنما أعني به هذا الصنف المدبِر الذي اتّبع شهوته وغرض نفسِه الأمّارة بالسوء. وكذلك ذمّي للصوفية إنما أذم الصنف الذي ذكرت، فإنّ الحلولية والإباحية وغيرهم مِن هذا الطريق ظهروا، وبظاهره اتصفوا؛ فهم قرناء الشيطان وحُلفاء الخسران. نوّر الله بصائرنا وبصائرهم، وأصلح سرائرنا وسرائرهم، وأوقفهم على عيوبهم لعلهم يرجعون.[4]

[1] هو، ش: الفقهاء.

[2] هو، ش: + الأئمة.

[3] "هذا عن النبي.... إلى السادة الذين" هذا الجزء بخط آخر في وسط كتابة الشيخ الأكبر.

[4] وهنا ينتهي النقص في س الذي بدأ في الصفحة السابقة. وهنا انتهت إضافة الشيخ الأكبر.

Marfat.com

ہوتے۔ آپ ﷺ نے اُن علما کو بُرا بھلا کہا جنہوں نے غیر اللہ کے لیے علم حاصل کیا اور اِس علم کو اللہ کی رضا میں صرف نہ کیا، اِسی طرح آپ ﷺ نے اللہ کا خوف رکھنے والے علما کی تعریف بھی کی۔

اِسی طرح میں نے بھی اپنی اس کتاب میں جب صوفیا کو برا بھلا کہا تو اس سے مراد وہ سچے فقیر نہیں بلکہ میری مراد وہ لوگ ہیں جو ظاہری طور پر تو (سچے فقرا) کا لبادہ اوڑھے ہوئے ہیں لیکن باطن میں تصوف سے عاری ہیں۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: ﴿اور لوگوں میں کوئی شخص ایسا بھی (ہوتا) ہے کہ جس کی گفتگو دنیاوی زندگی میں تجھے اچھی لگتی ہے اور وہ اس پر اللہ کو گواہ بھی بناتا ہے﴾ (البقرۃ: ۲۰۴)

میں فقہ کے بلند رتبہ ہونے کا منکر نہیں کیونکہ میں نے آپ ﷺ کا یہ قول سن رکھا ہے: "اللہ جس کے ساتھ بھلائی کرتا ہے اسے دین کی سمجھ عطا کرتا ہے۔" چونکہ اس قسم کے (جعلی) فقہا اپنے نفوس اور شہوات کے تابع ہوتے ہیں اور شیطان اِن پر قابض ہوتا ہے، انہی کے ہاتھوں اہل اللہ کو تکلیف پہنچتی ہے اور انہی کی گواہیوں سے (اللہ والوں) کی ہلاکت ہوتی ہے جیسا کہ اس کتاب کے آخر میں اس بات کا ذکر نبی کریم ﷺ کی ایک حدیث کے حوالے سے بھی آئے گا۔ جہاں تک نیک اعمال کرنے والے انصاف پسند راسخ العلم علما کا تعلق ہے تو یہی وہ سردار ہیں جنہیں اللہ نے سیدھا راستہ دکھایا، یہی ہدایت کے چراغ اور تقویٰ کے عَلم بردار ہیں، یہی علم، عمل، حال اور وصف میں رسول اللہ ﷺ کے اصل وارث ہیں، اِنہی سے تقویٰ کی نسبت درست ہے۔

اگر تو اِس کتاب میں مجھے فقہا کو برا بھلا کہتا سنے تو (میری مراد ہر گز یہ نیک ہستیاں نہیں بلکہ) میری مراد ایسے فقہا ہیں جو اپنی غرض اور نفس امارہ بالسوء سے قائم شہوات کی پیروی کرتے ہیں۔ اسی طرح میں صوفیا میں بھی اسی قسم کے لوگوں کو برا بھلا کہتا ہوں کیونکہ اس راستے میں حلولیہ، اباحیہ اور دیگر بہت سے فرقے ظاہر ہو چکے ہیں، یہ ظاہری طور پر تو ان (نیک صوفیا) جیسے ہی ہیں لیکن باطن میں یہ شیطان کے مددگار اور نقصان کے طرفدار ہیں۔ اللہ سے دعا ہے کہ وہ ہماری اور ان کی آنکھیں کھولے اور ہمارے اور ان کے باطن کی اصلاح کرے اور انہیں ان کی

Marfat.com

وأشهد؛ لقد وصَل إلينا هذا السيد عبد الله الموروري - الذي رأى له تلك البَركة - ليزوره[١] في داره، فقرع عليه الباب وأنا معه وَعبد الله - صاحبي - بدر الحبشي، فقال: مَن بالباب؟ فقال: عبد الله الموروري جاء ليراك. فسكت ساعة ثم خرج إليْه ابنه، وقال لهُ: مشغول هُوَ، ثم قال: مَا هُو هنا. ولم يَر مكانته!. هذا انتهى بغضه في الفقراء، وهذا حَصَل له من شؤم الفقهاء - حَال الله بيننا وبين كل من يقطع بنا عن الله وَعن أهْله وخَاصته -.

وكان إذا لقيني يعتبني على صحبتهم، ويقول لي: مثلك مَن يصحبهم؟! فأقول له: مثلي مَن لا يصلح أن يخدمهم فإنهم السادة. وإنما كان يحنّ إليَّ لمشاركتي له في عِلمه الذي قرأه، لا لكوْني في طريق القوم، ولا لمحبتي فيهم. فتركته في ذات الله - تعالى - وقطعت معاشرته. وصَار اليوم حكمه حكم الفقهاء في الولاية: «أنها معقولة متوهّمة لا يُعرَفُ صَاحِبُهَا». ثم إذا وَصَف الفقيهُ أفعَال الأوليَاء أقيّدها عَليْه، ثم أُرِيه تلك الأفعال في شخصٍ مَّا، فإذا رآه يقول: «إيهٍ؛ مَن قال إنه أخلص فيها؟ لو كان مخلِصًا مَا اطلعت أنت وَلا أنا على عمله، إنما هُو نَصَب هذا لحيلةٍ مّا»، فلا تراه قط يحسن الظن بأحدٍ.

وَلم أزل أبدًا - وَالحمد لله - أجاهد الفقهاء في حَق الفقراء السّادة حق الجهَاد، وأذبّ عنهم وأحمي، وبهذا فُتِح لي. ومَن تعرّض لذمّهم والأخذ فيهم على التعيين، وحَمَل مَن لم يعَاشر عَلى من عاشر؛ فإنه لا خفاء بجهله[٢]، ولا يفلح أبدًا.

بحاشية ج، وأتبعها بقوله: أرجع إلى قولنا وأشهد لقد وصل حيث..؛ وحاشية أخرى في ج: بلغ قراءة عليه أحسن الله إليه.

[١] أي ليزور الفقيه أبا الحسن.

[٢] هو: - لا خفاء بجهله؛ + جاهل.

Marfat.com

کوتاہیوں پر مطلع کرے، شاید یہ لوٹ آئیں۔

اور میں اس بات کا گواہ ہوں کہ شیخ عبد اللہ الموروی۔ جن کی برکت کا مشاہدہ ابو الحسن کر چکے تھے۔ میرے پاس تشریف لائے کہ آپ (یعنی ابو الحسن) سے آپ کے گھر جا کر ملا جائے، چنانچہ آپ (یعنی شیخ الموروی) نے دروازہ کھٹکھٹایا جبکہ میں اور میرا دوست عبد اللہ بدر حبشی ساتھ کھڑے تھے۔ آواز آئی: دروازے پر کون ہے؟ آپ نے فرمایا: عبد اللہ الموروری آپ سے ملنے آئے ہیں۔ کچھ دیر خاموشی رہی پھر آپ کا بیٹا باہر آیا اور پہلے کہنے لگا کہ وہ تو مصروف ہیں، پھر بولا کہ وہ گھر پر نہیں۔ اُس شخص نے آپ کے رتبے کا بھی خیال نہ کیا۔ فقرا کے ساتھ اس کا بغض اس درجے کو پہنچ چکا تھا، اور منحوس فقہا سے اُس نے یہ کچھ سیکھا تھا۔ اللہ تعالی ہمیں ہر اُس شخص (کے شر) سے بچائے جو اللہ، اہل اللہ اور اس کے خواص سے ہمارا رشتہ توڑنے پر تُلا ہو۔

یہ شخص (یعنی ابو الحسن) جب بھی مجھے ملتا تو ان بزرگوں کی صحبت پر مجھے طعن ملامت کرتا اور کہتا: تیرے جیسا شخص ان کی صحبت کب اختیار کرتا ہے؟ میں اس سے کہتا: واقع ہی مجھ جیسا تو ان کا خادم بننے کا بھی اہل نہیں کیونکہ یہ لوگ تو سردار ہیں۔ مجھ پر اس کی مہربانی کی وجہ میرا وہ علم جاننا تھا جو اس نے پڑھ رکھا تھا، یہ سب (لطف و کرم) راہِ طریقت پر ہونے یا ان بزرگوں سے محبت کی وجہ سے نہیں تھا۔ پھر میں نے اللہ تعالی کی خاطر اس سے میل جول ختم کر دیا۔ آج وہ بھی ولایت کے بارے میں دیگر فقہا جیسا عقیدہ رکھتا ہے کہ (یہ ولایت) ایک معقول اور متوہم چیز ہے اور صاحب ولایت کا تعین ناممکن بات ہے۔ پھر جب یہ فقیہ اولیا کے افعال بیان کرتا تو میں اسے اسی بات پر روک لیتا اور کسی بھی ولی میں اُسے یہ افعال گنواتا اور دکھاتا تو اس کا جواب یہی ہوتا: تجھے کس نے کہا کہ اس شخص نے یہ اعمال اخلاص سے کیے؟ اگر وہ یہ سب اخلاص سے کرتا تو مجھے اور تجھے اس کا یہ عمل کرنا معلوم نہ ہوتا، بلکہ اِس نے کسی خاص مقصد کے لیے یہ ڈھونگ رچا رکھا ہے۔ یہ شخص کبھی کسی کے ساتھ حسن ظن نہ رکھتا تھا۔

اللہ کا شکر ہے کہ میں شروع سے لے کر اب تک (ان جھگڑالو) فقہا سے معزز فقرا کے حق کا دفاع کرتے آیا ہوں، اور اِسی حمایت اور حمیت کی برکت سے مجھ پر معاملہ کھلا۔ جو کوئی ان بزرگ ہستیوں کو متعین کرکے ان کو برا بھلا کہتا ہے یا پھر غائب کا اطلاق حاضر پر کرتا ہے تو اس

ولقد تكلم معي فقيه بحرم مكة، يُقال له القاضي عبد الوهاب الأزدي من أهل إسكندرية، قد استحوَذ الشيطان عَلى قلبه بحيث أن صَيّره أن يعتقد أنّ الزمان فارغ من جميع المراتب فِي كلّ فن، وإنما هي تلفيقات[1] وخرافات. فسألته: كم بلد فِي معمور الأرض للمُسْلمِين؟ فقال: كثير. فقلت له: كم دخلت منها؟ فذكر ستة بلاد أو سبعة. قلت له: كم الخلق؟ قال: كثير. قلت له: من أكثر: الذي رأيت أو الذي لم تر؟ قال: الذي لم أر. فضحكتُ وقلت له: حَدُّ المعتوه الأحمق الذي يرى الكثير ويبقى لهُ القليل، فيقيس القليل على الكثير ويحْمله عَليْه[2] فِي الحكم بما يراه. وأمّا المؤمِن النّاصح نفسَه فإنه يقول: ولعَلّ في ذاك القليل، ولو كان واحدًا ولم أره، لعَلّه[3] ذلك السعيد. كيف ومن يقول: إني ما رأيتُ إلا القليل، من[4] البلاد ومن[5] الناس، ثم يعتقد؛ فلا خفاء بجهله.

ثم إنه لا يُطلِع الله مثل هذا إلا على نقَائص العَالم لا على فضائله، حتى يحكم على الغائب بما رآه؛ فيشقى بذلك عند الله. وأين هو من قول الله - تعالى -: ﴿وَإِنْ تُطِعْ أَكْثَرَ مَنْ فِي الْأَرْضِ يُضِلُّوكَ عَنْ سَبِيلِ اللهِ﴾ (الأنعام: ١١٦) فكثّرهم، وقال: ﴿إِلَّا الَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ وَقَلِيلٌ مَا هُمْ﴾ (ص: ٢٤) ثم قلّلهم.

ثم إنّ في المسْألة ما هُوَ أعجب من هذا كله؛ إني سمعته يقول مَا يُناقض أصْله من جهة علمه، فقال: «الناس على قسمين: ذكيّ وغير ذكيّ، فغير الذكيّ لا كلام معَه - يعني لنقصه -، والذكيّ لا يسْلم من الغلط، فما ثمّ شيء!». فانظر نَظَرَهُ - إلى باب العيب والنقص - لشقاوته، وتركِه النظر في أحْوالِهم إلى باب الفضلِ! هَلّا قال

---

[1] هو: - تلفيقات.

[2] هو: - عليه.

[3] هو: - لعله.

[4] ج، ش، س: لا من.

[5] ج، ش، س: ولا من.

کی جہالت میں کوئی شبہہ نہیں، ایسا شخص کبھی فلاح نہیں پا سکتا۔

حرم مکہ کے ایک فقیہ قاضی عبد الوھاب الازدی - اسکندریہ والے - نے بھی مجھ سے ایسی ہی بات کی، شیطان نے اُس کے دل میں یہ بات بٹھا رکھی تھی کہ زمانہ ہر فن میں تمام مراتب سے خالی ہے اور یہ (مراتب) سب مَن گھڑت باتیں اور خرافات ہیں۔ میں نے اُس سے پوچھا: اچھا اس کرۂ زمین پر مسلمانوں کے کتنے ملک ہیں؟ بولا: بہت ہیں۔ میں نے پوچھا: تُو نے ان میں سے کتنے دیکھے ہیں؟ اُس نے چھ سات کا ذکر کیا۔ میں نے پوچھا: ان سب میں کتنے لوگ ہوں گے؟ کہنے لگا: بہت ہیں۔ میں نے پوچھا: وہ زیادہ ہیں جو تُو نے دیکھے ہیں یا وہ جو تو نے نہیں دیکھے؟ کہنے لگا: ظاہر سی بات ہے وہ (زیادہ ہیں) جو میں نے نہیں دیکھے۔ یہ سن کر میں ہنس پڑا اور اس سے کہا: کم عقل تو وہ ہے جو اکثر کو دیکھے اور جو تھوڑے باقی بچیں اُن پر انہی اکثر کا قیاس کر کے انہیں بھی شریکِ حکم کرلے۔ جبکہ ایک مومن جو خود کو نصیحت بھی کرتا ہے وہ تو یہی کہتا ہے: اُن تھوڑوں میں جنہیں میں نے نہیں دیکھا - اگر ایک ہی کیوں نہ ہو - شاید یہی وہ خوش بخت ہو۔ کہاں وہ جو یہ کہتا ہے: میں نے تو تھوڑے ہی دیکھے ہیں - ملکوں میں بھی اور لوگوں میں بھی - اور پھر ایسا عقیدہ رکھے تو ایسے شخص کی جہالت میں کسی شک کی گنجائش باقی نہیں۔

پھر اللہ تعالی بھی ان جیسوں کو لوگوں کے عیبوں پر ہی مطلع فرماتا ہے - ان کی اچھائیوں پر نہیں - تاکہ وہ غائب پر حاضر کا قیاس کرنے سے اللہ کے ہاں بد بخت قرار پائیں۔ ایسا شخص اللہ تعالی کے اس قول کے بارے میں کیا کہتا ہے: ﴿اگر تو اکثر اہل زمین کی بات مانے گا تو وہ تجھے اللہ کے راستے سے گمراہ کر دیں گے۔﴾ (الانعام: ۱۱۶) اللہ نے ان کی تعداد زیادہ بتائی ہے پھر فرمایا: ﴿سوائے وہ جو ایمان لائے اور جنہوں نے نیک عمل کیے اور ایسے لوگ بہت کم ہیں﴾ (ص: ۲۴) اللہ تعالی نے ان کی تعداد کم بتائی ہے۔

پھر اِس مسئلے میں سب سے زیادہ حیران کن بات میں نے اِسے یہ کہتے سنا، جو علمی طور پر خود اس کی اپنی بات کے الٹ تھی، کہتا ہے: لوگ دو قسم کے ہیں، ایک ذہین اور دوسرے کند ذہن۔ کند ذہن کی تو بات ہی نہ کرو کیونکہ وہ تو پہلے ہی کم سمجھ ہے جبکہ یہاں ذہین بھی غلطی سے پاک نہیں لہٰذا یہاں کچھ بھی قابل بھروسا نہیں۔ پس دیکھ کہ اپنی بد بختی کی وجہ سے اسے

Marfat.com

عند هذا التقسيم: «فغَير الذكي يأتي إلى العالِم فيأخذ مِنه العلم تقليدا لعدم فطنته، فيوفق ويرجى أن يعلّمهُ الله، والذكيّ الغالب عَليه الإصَابة في عمُوم أحوالِهِ، وهو لا يقنع في الأشياء إلا بالبرَاهين من نفسه لذكائه، فمهما غلط، إنِ استمر في غلطه بعد اجتهاده، فمعفوّ عنه، أو قد يرجع عن ذلك».

وأمّا نقض أصله فيها، فقول[1] النبيّ – عليه السلام – في الحاكم: «إذا اجتهد فإن أصَاب فله أجْران وإن أخطأ فله أجْر». وكلّ مجتهد مُصيب. فتراه مَأجورًا في الحالتين لا وزرَ عَليه البتة، وَهو مصيب للحكم، حُكم الله في المسألة؛ لأنه تُعبّد باجتهاده فتعبّد نتيجة ذلك، وذلك حكم الله في المسألة. فرأيت هَذا الفقيه أجهَل الجاهِلين والحمد لله رب العالمين.[2]

(الشيخ أبو محمد عبْد الله البَاغي الشَّكّازُ)

ومنهم – رضي الله عنهم – أبو محمد عبْد الله البَاغي الشَّكّازُ – رضي الله عنه – مِن «حصن باغة» سَكن «أغرناطة» وهو بهَا حتى الآن، اجتمعت به في منزله مَع صَاحبي عبد الله بَدر الحبشي. وكانت عَادتي إذا دخلت على مَنْ دخلت عليه؛ من شيخ أو فقير؛ أدفع لهُ كلّ درهم يكون عندي، لا أمْسك شيئا ألبتة، فلم يكن عندي سوى درهم وَاحد في ذلك اليوم فدفعته إليه.

كَان – رضي الله عَنْه – مِنْ أهْل الجدّ والاجتهاد الغالبُ عَليْه الحزن والبُكاء، يكرَهُ المعصيَة كما يكرهُ الكفر، ويكرهُ الصغيرة كما يكره الكبيرة، تحقّق في مقام

---

[1] ش، هو: فيقول.

[2] ج (في الحاشية): سماعا لمحمد بن إسحاق على شيخه رضي الله عنه.

Marfat.com

کوتاہیوں اور عیبوں کے سوا کچھ دکھائی ہی نہیں دیتا، لوگوں کی خوبیاں دیکھنے سے تو یہ اندھا ہے۔ اِس تقسیم کے وقت اس نے یہ کیوں نہ کہا کہ کند ذہن صاحبِ علم کے پاس جاتا ہے اور عدم فطانت کے سبب اُس (عالم) سے تقلیدی علم لیتا ہے لہذا اِس سے امید کی جاسکتی ہے کہ اللہ تعالیٰ اسے بھی سکھائے گا جبکہ دوسرا جس پر اپنی ذہانت کے باعث عمومی احوال میں درستگی غالب ہے وہ اِس ذہانت کی وجہ سے ٹھوس دلائل سے ہی قائل ہوتا ہے لہذا وہ کتنی بھی غلطیاں کر لے اس سیکھنے کی کوشش کے باعث اُسے معافی حاصل ہے بلکہ ہو سکتا ہے کہ وہ غلطیاں کر کے سیکھ جائے۔

جہاں تک اِس فقیہ کی بات کا دین کی ایک اصل کے خلاف ہونا ہے تو آپ ﷺ کا حاکم کے بارے میں یہی فرمانا ہے: "اگر وہ ٹھیک اجتہاد کرے تو اس کو دہرا اجر ملتا ہے اور اگر وہ غلطی کرے تو اسے ایک اجر ملتا ہے۔" اور ہر اجتہاد کرنے والا (کسی حد تک) درست ہے۔ ان دونوں حالتوں میں اسے کچھ نہ کچھ اجر ملتا ہے اور اس پر کوئی گناہ نہیں، وہ اس مسئلے میں اللہ کے حکم کو درست پانے والا ہے کیونکہ اسے اپنے اجتہاد کے مطابق عبادت کا حکم تھا اور اس نے ایسا ہی کیا اور یہی تو اس مسئلے میں اللہ کا حکم ہے۔ لہذا تو نے غور نہیں کیا کہ یہ فقیہ تو جاہلوں کا بھی سردار نکلا۔[۶۲] والحمد للہ رب العالمین۔

شیخ ابو محمد عبد اللہ الباغی الشکّاز رحمۃ اللہ علیہ

اِن میں شیخ ابو محمد عبد اللہ الباغی الشکّاز رضی اللہ عنہ - قلعہ باغہ والے - بھی شامل ہیں۔ آپ نے غرناطہ میں رہائش اختیار کی اور اب تک وہیں مقیم ہیں۔ میں نے آپ کے گھر اپنے دوست عبد اللہ بدر حبشی کی معیت میں آپ سے ملاقات کی۔ میری یہ عادت تھی کہ میں جب بھی کسی شیخ یا فقیر کے ہاں جاتا تو اپنے پاس موجود تمام درہم ان کی نذر کر دیتا اور اپنے لیے کچھ نہ رکھتا، اُس روز میرے پاس صرف ایک ہی درہم تھا جو میں نے آپ کو پیش کر دیا۔

آپ رضی اللہ عنہ اہلِ جِدّ اور اجتہاد میں سے تھے اور آپ پر کیفیتِ حُزن و بُکا کا غلبہ رہتا۔ گناہ چاہے چھوٹا ہو یا بڑا، آپ اس کو کفر کی طرح ناپسند فرماتے۔ آپ مقام محافظہ سے متحقق تھے اور

Marfat.com

المحافظة يكادُ يكون معصومًا، كما قال أبو عقال قال: صحبت شيخي هارون فلم أر له كبير عمل؛ كان ينام الليل كلّه. فوقع في نفسي من قلّة اجتهاده؛ فهتف بي هَاتف: ﴿أَمْ حَسِبَ الَّذِينَ اجْتَرَحُوا السَّيِّئَاتِ أَنْ نَجْعَلَهُمْ كَالَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ سَوَاءً مَحْيَاهُمْ وَمَمَاتُهُمْ سَاءَ مَا يَحْكُمُونَ﴾ (الجاثية: ٢١) قال: فأتيتُه، فقلتُ له: يا سيّدنا هَلْ أتيت كبيرة قط؟ فقال: ولا صغيرة عن تعمّدٍ.

كان الشكّاز هذا – رضي الله عنه – ليله قائم ونهاره صَائم، لم يقدر مريد قط على صحبته لأنه كَان يطلبه باجتهاده فيفرّ منه. عاش وحيدا فريدا ليس عنده، ولا لهُ عَلى النفس رحمة. يُقال له عن[١] رحمة الصَّحَابَة بأنفسهم، فيقول: لو لم تكن لهم إلا الصُحْبة، متى نلحق بهم؟!. لم أر له شبيهًا إلا أبا مُسلم الخولاني من التابعين، كان قد أخذ في الجد والاجتهاد[٢] يقطع القضبَان، فإذا كسل عن الوقوف في الصَلاة ضرب بالقضيب ساقيه، ويقول: أنتِ أحق بالضرب من دابتي حتى تنكسر القضبَان كلّها، ثم يقول: «أيظُنُّ أصْحَاب محمد أن يفوزوا بمحمد دوننا! والله لأزاحمنّهم عَليه حتى يعلمُوا أنهم خلّفوا بعدهم رجَالاً».

كان هذا الشكّاز مليح المقابلة،[٣] حسن المعَاشرة، كثير التلهف،[٤] يحنّ إلى الإشارات، سمعته يقول: انظروا في هذه الأربعة: ﴿رِجَالٌ صَدَقُوا مَا عَاهَدُوا اللَّهَ عَلَيْهِ﴾ (الأحزاب: ٢٣) ﴿رِجَالٌ لَا تُلْهِيهِمْ تِجَارَةٌ﴾ (النور: ٣٧) ﴿وَعَلَى الْأَعْرَافِ رِجَالٌ﴾ (الأعراف: ٤٦) ﴿يَأْتُوكَ رِجَالًا﴾ (الحج: ٢٧) رضي الله عنه.

---

[١] هو: – يقال له عن؛ + ذكر له.

[٢] هو: – والاجتهاد.

[٣] هو: – مليح المقابلة.

[٤] هو: – كثير التلهف.

Marfat.com

(گناہوں) سے معصوم تھے جیسا کہ ابو عقال کا قول ہے، کہتے ہیں: جب میں نے اپنے شیخ ہارون کی صحبت اختیار کی تو میں نے آپ کو کوئی بڑا عمل کرتے نہ دیکھا، آپ ساری رات سوتے رہتے، میرے دل میں آپ کی کم محنتی کا خیال آیا ہی تھا کہ غیب سے آواز آئی: ﴿جو لوگ بُرے کام کرتے ہیں کیا وہ یہ خیال کرتے ہیں کہ ہم ان کو ان لوگوں جیسا کر دیں گے جو ایمان لائے اور عمل نیک کرتے رہے اور ان کی زندگی اور موت یکساں ہوگی۔ یہ جو دعوے کرتے ہیں بُرے ہیں﴾ (الجاثیہ: ۲۱) ابو عقال فرماتے ہیں میں آپ کے پاس آیا اور پوچھا: سرکار! کیا آپ نے کبھی کبیرہ (گناہ) کیا ہے؟ بولے: میں نے تو کبھی جان کر صغیرہ (گناہ) بھی نہیں کیا۔

آپ رضی اللہ عنہ کی رات قیام میں گزرتی اور دن روزے میں گزرتا۔ کوئی مرید آپ کی صحبت کا حق ادا نہ کر سکتا تھا کیونکہ آپ اُس سے اور محنت کرنا مانگتے لہٰذا وہ بھاگ جاتا۔ آپ نے اکیلے اور تنہا زندگی گزار دی۔ آپ اپنے نفس پر ذرّہ برابر نرمی نہ کرتے۔ جب آپ سے یہ کہا جاتا کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم بھی اپنے نفسوں پر نرمی کرتے تھے تو آپ فرماتے: اگر ان کے پاس صرف (نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی) صحبت ہی ہو تب بھی ہم کدھر اُن تک پہنچ سکتے ہیں؟ مجھے آپ کے مشابہ بزرگ ہستی صرف تابعین میں ابو مسلم الخولانی ہی نظر آئے۔ آپ بھی بہت مجاہدے اور ریاضت والے بزرگ تھے، اپنے پاس ڈنڈا رکھتے اور اگر نماز میں کھڑے ہونے سے سستی محسوس کرتے تو اپنی ٹانگوں پر ڈنڈے برساتے اور کہتے: (اے میری ٹانگوں) میرے مویشیوں سے زیادہ تو تم اِس مار کی حق دار ہو، یہاں تک کہ تمام سوٹیاں ٹوٹ جاتیں، پھر فرماتے: کیا اصحاب محمد یہ گمان کرتے ہیں کہ وہ ہم سے مقابلہ کیے بغیر محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو پالیں گے۔ اللہ کی قسم! میں آپؐ کو پانے کے لیے ایسے آؤں گا کہ انہیں بھی پتا چل جائے گا کہ انہوں نے اپنے پیچھے مرد کے بچے چھوڑے ہیں۔

آپ بڑے اچھے آداب والے، بہترین تعلق رکھنے والے، بہت پشیمانی والے اور اشارات طریقت کے مشتاق تھے۔ میں نے آپ کو فرماتے سنا: ان چار طرح کے لوگوں میں غور کرنا چاہیے ﴿ایسے لوگ جنہوں نے اللہ سے کیا وعدہ پورا کیا﴾ (الاحزاب: ۲۳) ﴿ایسے لوگ جنہیں تجارت (ذکر اللہ) سے غافل نہیں کرتی﴾ (النور: ۳۷) ﴿اعراف والے لوگ﴾ (الاعراف: ۴۶) اور ﴿ایسے لوگ جو تیرے پاس پیدل چلے آتے ہیں﴾ (الحج: ۲۷) اللہ ان سے راضی ہو۔[۶۳]

Marfat.com

(الشيخ أبو محمد عبد الله القطان)

ومنهمْ أبو محمد عبد الله القطان، المفتوح عَليه فِي القرآن، كَان يصدع بالأمر لا تأخذه فِي الله لومة لائم، يردّ كلام السَلاطين فِي وجوهِهم أقبح الرد، له صولة يرمي من شاء بالحق ولا يبالي، عرّض بنفسه للقتل من كثرة سبّه لأفعال السلاطين ومَا هم عَليْه من مخالفة الشريعة. له مجالس معهم يضيق الوقت عن ذكرهَا، لا يتكلم إلا بالقرآن ولا يَرى غيره، لم يكتسب كتابا. سمعته يقول بمدينة قرطبة فِي جماعةٍ: مسَاكين أصحَاب المصنفات والتواليف، مَا أطول حسابهم غدًا! في كتاب الله مقنعٌ، وفي حديث رسُوله. كان يحافظ عَلى صَاحبه، لم يتنعم قط ولا جمع بين درهمين.

وَجّه السلطان فيه ليقتلهُ، فأخذه الأعوَان ودَخلوا به عَلى الوزير فأقعد بين يديه، فقال: يَا ظالم يَا عدُوّ الله وعدوّ نفسه، في ماذا وجّهت؟ فقال له: قد أمْكن الله منك، مَا تعيش بعدها أبدًا. فقال له الشيخ: لا تقرِّب أجَلا ولا تدفع[1] مقدورا، كل ذلك لا يكون، أنا والله أشهد جنازتك! فقال الوزير لوزعته: اسجنوه حتى أشاور السُلطان في قتله. فسجن تلك الليلة، فانصرف وهُو يقول: عجبًا لم يزل المؤمن في السجن، وإنما هذا بيت من بعض بيوتِ السجن!

فلمّا كان في اليوم الثاني، جَلس السلطان وأخبره الوزير بقصّة الشيخ وكلامه. فأمر به، فحضر بين يديه، فرأى رجُلاً دميم الخلقة لا يؤبه له، ومَا أحدٌ مِن أهل الدنيا يريد لهُ خيرًا، وهذا كله لقوله الحق وإظهار معَايبهم، وما هم عَليْه مِن

[1] ش: ندفع.

شیخ ابو محمد عبداللہ القطان رحمۃ اللہ علیہ

ان میں شیخ ابو محمد عبداللہ القطان بھی شامل ہیں جن کا معاملہ تلاوت قرآن سے کھلا۔ آپ حق گوئی میں کسی ملامت کرنے والے کی پروانہ کرتے۔ بادشاہوں کے منہ پر بہت بُری طرح اُنہی کی بات کارد کرتے۔ آپ کا ایسا دبدبہ تھا کہ جسے چاہتے حق سے اُس پر وار کرتے اور کچھ لحاظ نہ کرتے۔ حکمرانوں کے شریعت مخالف اقدامات پر کثرت سے رَد و کَد کرنے میں اپنی جان خطرے میں ڈال لیتے۔ حکمرانوں کے ساتھ آپ کے باقاعدہ اجلاس ہوا کرتے تھے جن کے بیان کا یہاں وقت نہیں۔ صرف قرآن کریم سے ہی استدلال کرتے، اور دیگر کتابوں سے تجاہل برتتے۔ میں نے شہر قرطبہ میں آپ کو کہتے سنا: یہ بہت زیادہ کتابیں لکھنے والے بھی بیچارے مسکین ہیں، کل ان کا کتنا لمبا حساب ہو گا! آپ اللہ کی کتاب اور رسول کی حدیث پر ہی قناعت کرتے تھے۔ آپ ہمیشہ اپنے دوستوں کا خیال رکھتے حالانکہ آپ نے خود کبھی آسودگی نہ دیکھی اور نہ ہی کوئی مال جمع کیا۔

ایک دفعہ سلطان نے آپ کو قتل کرنے کے لیے (کچھ لوگ) بھیجے، (اس کے) محافظوں نے آپ کو گرفتار کر لیا اور وزیر کے سامنے پیش کیا۔ شیخ فرمانے لگے: اے ظالم! اے اللہ کے اور اپنے دشمن! مجھے گرفتار کیوں کیا ہے؟ وہ بولا: آج اللہ نے تجھے پکڑوا ہی دیا، آج کے بعد تو زندہ نہیں رہے گا۔ شیخ نے کہا: نہ تُو موت قریب کر سکتا ہے اور نہ تقدیر دور کر سکتا ہے، ایسا کچھ نہیں ہونے والا، بلکہ تیرا جنازہ تو میں پڑھوں گا! یہ سن کر وزیر نے اپنے محافظوں سے کہا: اِس کو قید رکھو، میں اِس کا قصّہ تمام کرنے کے بارے میں ذرا بادشاہ سے مشورہ کر لوں۔ جب آپ کو اس رات قید خانے میں لے جایا جارہا تھا تو آپ فرمارہے تھے: مومن کے لیے تو یہ دنیا ہی قید خانہ ہے اور یہ قید خانہ تو اس کے گھروں میں سے ایک گھر ہے۔

دوسرے دن جب دربار لگا اور وزیر نے شیخ کی باتیں اور کل کا سارا واقعہ بادشاہ کے گوش گزار کیا تو بادشاہ نے آپ کو پیش کرنے کا حکم دیا۔ جب آپ کو بادشاہ کے سامنے پیش کیا گیا تو اس نے دیکھا کہ یہ تو کوئی بد مزاج، بدحال سا شخص ہے جس کی کوئی قدر نہیں اور نہ ہی دنیا میں کوئی

Marfat.com

الفساد والجور. فقال لهُ السلطان بعد ما سأله عن اسمهِ ونسبه: أتحفظ توحيدك؟ فتلاه عَليه من القرآن بتقاسيمه. فتعجبَ الملك، وانبسَط له إلى أن دخل معهُ في المملكة وَشأنها.

فقال له السُلطان: مَا تقول في مُلكي هذا؟ فضحك! فقال له: مِمّ تضحك؟ فقال: منك؛ تسمي الهذيان الذي أنت فيه مُلكًا، وتسمي نفسك مَلِكًا! أنت كمن قال الله فيه: ﴿وَكَانَ وَرَاءَهُمْ مَلِكٌ يَأْخُذُ كُلَّ سَفِينَةٍ غَصْبًا﴾ (الكهف: ٧٩) إنما كان المُلك[1] للذي يُصْلِي اليوم بنارها أو يُجزِي بِهَا. وأما أنت فَرجُل عُجِنت لك خُبزة وقيل لك كُلها. ثم أغلظ عَليْه في القول بكل مَا يكرَهه ويُغيظهُ، وفِي المجلس الوزراء والفقهاء. فسَكت السُلطان وخجل وقال: هذا رَجُل موفق. يا عبد الله تحضر مجلسنا؟ قال: لا، فإنّ مجلسك مغصوب ودَارك التي تسْكنها أخذتموها بغير حق، وَلولا أني مجبُور مَا دخلت هنا، حَال الله بيني وبينك وبَين أمثالك. فأمرَ له بأعطية، وَعَافَاه فِي نفسه. فردّ الأعطية، وقَبِل العفو وخرج. فأمر السلطان أن تدفع إلى أهله. ومَا مضى زمنٌ قليل إلا والوزير قد مات، وخرج أبو محمد وحضر جَنَازته، وقال: بررتُ قسمِي.

كان[2] يَصيح ويرفع صوته أمَام أرباب الدّولة، ويقول: هَؤلاء الفجار بغوا فِي الأرض ﴿عَلَيْهِمْ لَعْنَةَ اللهِ وَالْمَلَائِكَةِ وَالنَّاسِ أَجْمَعِينَ خَالِدِينَ فِيهَا لَا يُخَفَّفُ عَنْهُمُ الْعَذَابُ وَلَا هُمْ يُنْظَرُونَ﴾ (آل عمران: ٨٧-٨٨)

صاحبتُ هَذا الرّجُل، وكان يحبّني كثيرًا. استدعيته ليلة ليبيت عندي؛ فلمّا

---

[1] هو، ش، س: الذي.

[2] ش: وكان.

Marfat.com

اس سے خوش ہے، یہ سب اس کی حق گوئی اور لوگوں کے ظلم و جبر کو ان کے سامنے بیان کرنے کی وجہ سے ہے۔ بادشاہ نے آپ کا نام و نسب پوچھنے کے بعد کہا: کیا تو توحید پر ایمان رکھتا ہے؟ آپ نے اُس کے سامنے قرآن مجید کی (چند آیات) فہم کے ساتھ تلاوت کیں۔ یہ دیکھ کر بادشاہ بہت حیران ہوا اور آپ سے اِس قدر بے تکلف ہو گیا کہ امور مملکت کے بارے میں پوچھنے لگا۔

بادشاہ بولا: میری اِس بادشاہت کے بارے میں تیری کیا رائے ہے؟ آپ مسکرائے تو بادشاہ بولا: کس چیز پر ہنس رہے ہو؟ شیخ بولے: تجھ پر؛ تُو اِس ہذیان - جس میں تو مبتلا ہے- کو بادشاہت اور خود کو بادشاہ کہتا ہے، تُو بالکل ویسا ہی ہے جیسا کہ اللہ نے فرمایا: ﴿ان کا ایک بادشاہ تھا جو ہر کشتی زبردستی چھین لیا کرتا تھا﴾ (الکہف: ۷۹) بادشاہت تو اسے بھی ملی تھی جو آج آگ میں جل رہا ہے اور اُسے اُس کے کیے کا پھل مل رہا ہے۔ تو کہاں کا بادشاہ ہے؟ تیرے لیے تو روٹی پکائی جاتی ہے اور کہا جاتا ہے کہ اِسے کھالے۔ پھر آپ نے بادشاہ کے منہ پر ہر وہ بات کی جو اُسے بُری لگے یا اُس کا غصہ ابھارے، اور یہ سارا واقعہ فقہا اور وزرا کی مجلس میں پیش آیا۔ یہ سن کر بادشاہ شرم سار ہو گیا، تھوڑی دیر خاموش رہا پھر بولا: یہ بندہ ٹھیک کہہ رہا ہے، یا ابو عبد اللہ! ہماری محفل میں آیا کرو۔ آپ نے فرمایا: ہر گز نہیں! کیونکہ تیری محفل مغضوب ہے، تیرا یہ محل ناجائز ذرائع سے حاصل شدہ ہے، اگر میں مجبور نہ ہوتا تو کبھی اِدھر نہ آتا، اللہ مجھے، تجھ سے اور تجھ جیسوں سے دور رکھے۔ (آخر میں) بادشاہ نے آپ کو نذرانہ پیش کرنے اور جان بخشی کا حکم دیا۔ آپ نے نذرانہ لوٹا دیا اور معافی قبول کر کے وہاں سے نکل پڑے۔ بادشاہ نے حکم دیا کہ یہ تحائف آپ کے گھر والوں کو دیئے جائیں۔ ابھی تھوڑا عرصہ ہی گزرا تھا کہ وزیر کا انتقال ہو گیا۔ شیخ ابو محمد اُس کے جنازے میں شریک ہوئے اور فرمایا: میں اپنی قسم میں سچا رہا۔

آپ اربابِ مملکت کے سامنے آواز اونچی رکھتے، فرماتے: اِن بدکاروں نے زمین میں فساد برپا کر رکھا ہے ﴿ان پر اللہ تعالیٰ، فرشتوں اور تمام لوگوں کی لعنت ہے۔ یہ ہمیشہ (دوزخ) میں رہیں گے، نہ ان پر سے عذاب میں کمی ہو گی اور نہ ہی انہیں مہلت دی جائے گی﴾ (آل عمران: ۸۷-۸۸)

میں نے آپ کے ساتھ وقت گزارا اور آپ مجھ سے بہت محبت رکھتے تھے۔ ایک رات

Marfat.com

أخذ مجلسه جَاء والدي - رحمهُ الله - وكان مِن أصحَاب السُلطان، فلمّا دَخل سَلّم عَليْه، وَكان والدي قد أنقى.[١] فلمّا صَلّينا العتمة قدمتُ له الطعَام وقعَدت آكل.

وانضمّ والدي يغتنم بَركته. فردّ إليه وجهَهُ - رضي الله عنه - وقال له: يا شيبَةً منحوسَةً: أمَا آن لك أن تستحيي مِن الله؟! إلى متى تصحب هَؤلاء الظلمَة؟ مَا أقَلّ حيَاءك؛ أَمِنْتَ من الموت أن يأتيك وَأنت على شرّ حالة؟ أمَا لك فِي ابنك هَذا - وأشار إليَّ - مَوْعظة؟ شاب صَغير في شهوته؛ قمع هَواه، وَطرد شيطانَه، وعَدل إلى الله يُصَاحِبُ أهل الله،[٢] وأنت شيخ سَوء على شفا حفرة من النّار. فبكى وَالِدي واعترفَ، وأنا في ذلك كُلّه أتعجبُ.

أخباره كثيرة، وشأنه عجيبٌ. جمعت بينه وبين صاحِبي عبد الله الحبشي بقرطبة، ومشينا معَه إلى منزله - رضي الله عنه -.[٣]

سمعته يومًا يقول: عجبتُ لمن يَطلب مَا يركب وهُوَ لم يشرع في شكر مَا أكل ومَا لبس. كان لا يزيد عَلى الحاجة شيء في مأكله وملبسه، كان قاصمًا للجبّارين، مَا تفوته قط غزوة فِي الروم رَاجلا بغير زادٍ.[٤]

(الشيخ عبد الله بن جعدون الحناوي)

ومنهم عبد الله بن جَعْدون بن محمد بن زكريا الحنّاوي، مَات بفاس سنة سبع وتسعين وخمسمائة. جمعت بينه وَبين صَاحبي عبْد الله بدر الحبشي.

---

[١] هو: - وَكان والدي قد أنقى.

[٢] هو: - يُصَاحِبُ أهل الله.

[٣] هو: - "جمعت بينه وبين صاحِبي... ومشينا معَه إلى منزله - رضي الله عنه -."

[٤] ج (في الحاشية): بلغ قراءة لعبد الله بدر الحبشي على المؤلف رضي الله عنه.

میں نے آپ کو اپنے ہاں ٹھہرنے کی دعوت دی، جب آپ بیٹھ گئے تو میرے والد صاحب - اللہ ان پر رحم کرے - بھی آگئے جو کہ سلطان کے اصحاب میں سے تھے، جب آپ اندر آئے تو شیخ کو سلام کیا، اس وقت میرے والد بہت بوڑھے ہو چکے تھے۔ جب ہم نمازِ عشا پڑھ چکے تو میں نے آپ کے لیے کھانا لگایا اور ساتھ خود بھی کھانے بیٹھ گیا۔

میرے والد شیخ کی برکت حاصل کرنے کے لیے آئے تو آپ نے اپنا چہرہ مبارک میرے والد کی طرف موڑا اور کہا: اے زبوں بخت بوڑھے! کیا تجھے اللہ سے شرم نہیں آتی؟ تُو کب تک ان ظالموں کا ساتھ دے گا؟ تُو کتنا بے شرم ہے، کیا تو موت سے بے خوف ہے کہ اسی برائی میں جیے جارہا ہے؟ کیا تیرے لیے تیرے اس بیٹے -اور میری طرف اشارہ کیا- میں نصیحت نہیں؟ یہ ایسا نوجوان ہے جو شہوت پرستی سے دور ہے؛ اِس نے اپنی خواہش کو مسل دیا، شیطان کو دھتکارا، اللہ کا قصد کیا اور اہل اللہ کی صحبت اختیار کی۔ جبکہ تُو ایک بدکردار بوڑھے کی طرح دوزخ کے کنارے پر کھڑا ہے۔ (یہ سن کر) میرے والد رو پڑے اور اقرار کیا، جبکہ میں اِس پورے معاملے پر مبہوت تھا۔

آپ کے اور بھی بہت واقعات ہیں جو آپ کے بلند پایہ [٦٤] ہونے کی نشانی ہیں۔ میں نے قرطبہ میں آپ کو اپنے دوست عبد اللہ بدر حبشی سے ملوایا اور آپ رضی اللہ عنہ کے ساتھ آپ کے گھر گئے۔

ایک دن میں نے آپ کو یہ کہتے سنا: مجھے اُس شخص پر حیرانی ہوتی ہے جو اپنی ذاتی سواری کی طلب رکھتا ہے حالانکہ اُس نے ابھی تک اپنے کھانے اور اپنے لباس کا شکر ادا نہیں کیا۔ آپ اپنے کھانے پینے اور لباس میں ضرورت سے زیادہ تردد نہ کرتے تھے۔ آپ سرکشوں کی بیخ کنی کرنے والے تھے، روم کے تمام غزوات میں بغیر ساز و سامان کے پیدل ہی شرکت کی۔

شیخ عبد اللہ بن جعدون الحناوی رحمۃ اللہ علیہ

ان میں شیخ عبد اللہ بن جعدون بن محمد بن زکریا الحناوی بھی شامل ہیں۔ آپ نے سن ۵۷۷ھ میں شہر فاس میں وفات پائی۔ میں نے آپ کو اپنے دوست عبد اللہ بدر حبشی سے ملوایا۔

Marfat.com

كان - رضي الله عنْهُ - واحدًا من الأربعة الأوتاد الذي يُمسك الله العالَمَ بهم. سَأل اللهَ - تعالى - أن يُسقط حرمته من قلوب العالم، فكان إذا غَاب لم يفتقد، وإذا حضر لا يستشار، وَإذا جاء لا يُوسّع لهُ، وإذا تكلم بين قوم ضُرِب وسُخِّف.

كان سَبب اجتماعي به ما أذكرهُ الآن؛ وذلك[١] أني لمّا وصلت مدينة فاس، وكان ذكري قد بلغ مَنْ بهَا،[٢] فأحبَّ مَن بلغه ذلك الاجتماعَ بي، فكنت أفرّ من الدار إلى الجامع، فلا أوجد فِي الدار، فنُطلب[٣] في الجامع وأنا أراهم، فيَأتوني فيسألوني عني، فأقول لهُم: اطلبُوه حتى تجدوه.

فبينا أنا قاعد، وعَليّ ثيابٌ رفيعة جدّا، وَإذا بهذا الشيخ قد قعد بين يدي ولم أكن أعرفه قبل ذلك. فقال لي: السلام عَليك ورحمه الله. فرددت عَلَيْه، ففتح كتاب «شرح المعْرِفة» للمحَاسبي، فقرأ منْهُ كلمات ثم قال لي: اشرح لي وبَيِّن مَا قال؟ فخُوطِبْتُ بأحواله، ومَن هو، ومقامهُ، وَأنه مِن الأوتادِ الأربعة، وأنّ ابنه يرث مقامه. فقلت لهُ: عرفتك، أنت فلان. فأغلق كتابه وَقام واقفًا، وقال: السَتْرُ الستر، إني أحبّك، فأحببت أن أتعرف إليك، فقد صَحّ المقصُود، ثم انصرف. فلم أكن أجالسه قط إلا إذا لم يَكُن معنا أحد.

وكان معقود اللسَان لا يتكلم إلا عن مشقة، فإذا تلا القرآن كَان من أحسن الناس صَوتًا وأبرعهم[٤] مسَاقا. كان كثير الاجتهاد، وكان ينخل الحنّاء بالأجرة، قَلَّ مَا تراه إلا مكحول العينين، أشعث أغبر. وإنما كان يكحّل عَيْنيه من أجْل غُبار الحنّاء.

---

[١] هو: - ما أذكرهُ الآن؛ وذلك.

[٢] هو: بلغ من بلغ.

[٣] هو: فأُطلب.

[٤] هو: وأبدعهم.

آپ رضی اللہ عنہ اُن چار اوتاد[۶۵] میں سے ایک تھے جن کے ذمے اللہ نے عالم کو سنبھالنے کا فریضہ لگا رکھا ہے۔ آپ نے اللہ سے یہ عرض کی کہ اہل جہاں کے دلوں سے آپ کی بزرگی نکال دی جائے، لہذا جب آپ غیر حاضر ہوتے کوئی آپ کا نہ پوچھتا اور جب حاضر ہوتے تو کوئی آپ سے مشورہ نہ کرتا، جب تشریف لاتے تو خاص استقبال نہ کیا جاتا اور جب آپ (معزز) لوگوں میں کوئی بات کرتے تو کم عقل اور احمق قرار دیے جاتے۔

میری آپ سے ملاقات کی روداد کچھ یوں ہے کہ جب میں شہر فاس پہنچا تو اس سے پہلے میری شہرت وہاں پہنچ چکی تھی اور وہاں کے لوگ مجھ سے ملنے کے لیے بے قرار تھے (جبکہ میں تنہائی پسند تھا۔ لہذا) جس گھر میں میرا قیام تھا میں وہاں سے بھاگ کر مسجد میں آ گیا، جب لوگوں نے مجھے گھر میں موجود نہ پایا تو وہ بھی مجھے ڈھونڈتے ہوئے مسجد آ پہنچے، وہ میرے پاس آتے اور مجھ سے میرا ہی پوچھتے، اور میں بھی انہیں یہی کہتا کہ دیکھ لو وہ (یعنی کہ ابن العربی) اِدھر ہی کہیں ہوں گے۔

ابھی میں اسی جگہ پر بیٹھا تھا – اس روز میں نے نہایت قیمتی لباس پہن رکھا تھا – کہ شیخ (عبد اللہ بن جعدون) میرے سامنے آن بیٹھے، میں اِس سے پہلے آپ سے ناواقف تھا۔ آپ نے مجھے سلام کیا جس کا میں نے جواب دیا، پھر آپ نے حارث المحاسبی کی کتاب ”شرح المعرفۃ“ کھولی اور اُس میں سے کچھ پڑھا، مجھے کہنے لگے: اِس کی شرح کرو اور بتاؤ کہ آپ (یعنی حارث المحاسبی) کی مراد کیا ہے؟ (اسی دوران) مجھے آپ کے احوال، آپ کی شخصیت، اور آپ کے مقام کے بارے میں بتایا گیا؛ کہ آپ چار اوتاد میں سے ایک ہیں اور آپ کا بیٹا اس مقام میں آپ کا وارث ہو گا۔ میں نے آپ سے کہا: میں آپ کو پہچان گیا ہوں آپ فلاں ہیں نا؟ آپ نے کتاب بند کی، کھڑے ہوئے اور کہنے لگے: خاموش ہو جا اور میرا پردہ چاک نہ کر، میں تجھ سے محبت کرتا ہوں لہٰذا میں نے چاہا کہ تجھ سے تعارف ہو جائے، میرا مقصد پورا ہوا، پھر آپ چل پڑے۔ اس کے بعد میں صرف تنہائی میں ہی آپ کے ساتھ محفل کرتا تھا۔

آپ زبان بستہ تھے، بہت مشکل سے بات کرتے لیکن جب قرآن پاک کی تلاوت کرتے تو بہت ہی پیاری آواز میں بہترین طریقے سے ادائیگی کرتے۔ آپ اہل جِد اور اجتہاد میں سے

Marfat.com

أخبرني ابنه الحسن عن أبيه أنّ وارثه في مقامه ابنه الصغير محمد. ومات ابن جعدون ولولده محمد أربع سنين. كذا ذكر لي أخوه الكبير الحسن - وفقه الله - بدمشق وأخوه محمّد حاضر بمنزلي بها في شهر صفر سنة أربع و ثلاثين وستمائة.[١]

(الشيخ أبو عبد الله محمد بن أشرف الرُّندي)

ومنهم أبو عبد الله، محمد[٢] بن أشرف الرُّندي، من الأبدال، شَيخ الجبال والسَواحل. انقطع بالجبال والسَواحِل،[٣] لا يأوي إلى معمُورٍ قريبا من ثلاثين سنة. كان قويّ الفراسة، كثير البكاء، طويل القيام، دائم الصَّمْت، كثيرًا ما ينكث بأصبعه في الأرض مُطرقًا متفكّرًا، يرفع رأسه فيتنفس الصعداء،[٤] لصدره أزيزٌ، شديد الوجد، غزير الدمعة.[٥] صاحَبْته وعاشرته زمانًا، كَان إذا وقعت عينه عليَّ فرح واستبشر. خرج عن حال[٦] كثير وافر، كان من أَعْيَن مَن في موضعه.[٧]

خرجت وقتًا من مدينه «شذونة» أريد السّاحل في طلب الرجال، فتبعني شاب لا نبات بعارضيه يريد صحبتي، فأخذته معي. فقام أمامي شخصَان: الواحد أسمر طويل يقال لهُ عَبد السلام السائح، يجول فِي الأرض لا يقرّ به قرار،[٨] ومعه

---

[١] هو: - "أخبرني ابنه الحسن عن أبيه ... شهر صفر سنة أربع و ثلاثين وستمائة". ثابتة في حاشية في ج بخط الشيخ الأكبر.

[٢] هو: - محمد.

[٣] هو: - انقطع بالجبال والسَواحِل.

[٤] هو: - كثيرًا ما ينكث بأصبعه في الأرض مُطرقًا متفكّرًا، يرفع رأسه فيتنفس الصعداء.

[٥] هو: - غزير الدمعة.

[٦] ش: مال.

[٧] هو: - خرج عن حال كثير وافر، كان من أَعْيَن مَن في موضعه.

[٨] هو: - لا يقرّ به قرار.

تھے۔ اُجرت پر مہندی چھانتے، ہمیشہ آنکھوں میں سرمہ لگائے، بال بکھرائے غبار آلود ہی نظر آتے، آپ مہندی کے غبار کے باعث آنکھوں میں سرمہ لگایا کرتے تھے۔

آپ کے بیٹے حسن نے اپنے والد سے روایت کرتے ہوئے بتایا کہ آپ کے بعد اس مقام میں آپ کا چھوٹا بیٹا وارث ہوا۔ جب ابن جعدون کی وفات ہوئی اس وقت آپ کے بیٹے محمد کی عمر چار سال تھی۔ آپ (یعنی محمد) کے بڑے بھائی حسن - اللہ اسے توفیق دے - نے اپنے بھائی محمد کے سامنے دمشق میں میرے گھر صفر سن ۶۳۴ ہجری میں یہی بتایا تھا۔[۶۶]

شیخ ابو عبد اللہ محمد بن اشرف الرندی رحمۃ اللہ علیہ

ان میں شیخ ابو عبد اللہ محمد بن اشرف الرندی بھی شامل ہیں۔ آپ ابدال[۶۷] میں سے تھے، پہاڑوں اور ساحلوں میں وقت گزارتے اور تیس (۳۰) سال آبادی سے دور رہے۔ آپ زُود فہم، اشک افشاں، دراز قیام اور کم سخن تھے۔ اکثر اوقات سر جھکائے کسی دھیان میں اپنی انگلی سے ریت پر لکیریں کھینچتے، پھر اپنا سر اُٹھاتے اور ایک گہری آہ بھرتے۔ آپ کے سینے میں عجب شور تھا، بہت مستغرق اور اشک بار رہتے۔ میں نے ایک مدت آپ کے ساتھ تعلق رکھا، جب مجھے دیکھتے تو خوش ہوتے۔ آپ کو (اس راہ میں آنے کے لیے) مال و دولت کو الوداع کہنا پڑا کیونکہ آپ اپنے علاقے کے کرتا دھرتا تھے۔

ایک دفعہ میں اللہ والوں کی تلاش میں شہر "شذونہ" سے ساحل کی طرف جا رہا تھا۔ میں نے دیکھا کہ داڑھی مونچھ کے بغیر ایک نوجوان میرا پیچھا کر رہا ہے اور میرے ساتھ ہونا چاہتا ہے لہٰذا میں نے اسے بھی اپنے ساتھ کر لیا۔ راستے میں میں نے اپنے سے آگے دو اور اشخاص دیکھے، ایک گندمی رنگت والے دراز قامت جن کا نام عبد السلام السائح تھا- آپ ہمیشہ سرگرداں رہتے،

Marfat.com

آخر يُقال له محمد بن الحاج، من بني جوّاد،[١] وكانا يمشيان مشيًا سَرِيعًا، فلحقتهُما، وَكان بيني وبينهما خمسة أميال، فمررت عليهما مستعجلاً، وكان يوم جمعة، فآويتُ إلى قرية يُقال لها «رُوطة» من أجل صَلاة الجمعة.

فدخلت مَسْجد الجماعة، وَركعت رَكعتين وهُو موضع يطرُقهُ الصّالحون، رباط حسنٌ[٢] له بَركات مشهورة. فاتفق لي بهَا قصّة[٣] فلم ألبث أن جاء هذا - أبو عبد الله بن أشرف - فلمّا دخل قام إليْه ذلك السَائح وصَاحِبه، فسلّما عليه وعرفاه، وأنا مضطجع في الجامع أضرب بيدي على صَدري وأغني:

ضَاحِلٌ[٤] عَـن جُمانٍ   سـافِرٌ عَـن بَـدْرِ
ضَاقَ عنـه الزمـانُ   وحَـوَاهُ صَـدْرِي

فجاء إليَّ وأقامني، وقال: أتريد أن تستر نفسك؟ فقلت له: وكذلك تفعل أنت؛ فكان كما قلته[٥]. فأقبل إليّ شيخ القرية، ورغب أن أفطر عنده أنا ومَن شئت. فقال لي ابن أشرف: لا تأكُل من هذا الطعام شَيئًا، واحْمل جميع الفقراء، فإذا أكلوا تأتي وتفطر مَعي، فكان ذلك.[٦] وأخبرني بأمور كثيرة، ووعدني أن ألقَاه بإشبيلية، فأقمت معه[٧] ثلاثة أيام، وانصرفت. فأخبرني بكل مَا يتفق لي بعد مفارقته حرفًا حرفا، فكان كذلك.

---

[١] هو: - من بني جوّاد.

[٢] هو: - رباط حسنٌ.

[٣] هو: - فاتفق لي بهَا قصّة.

[٤] ضاحل حاسر؛ هو، ش: ضاحك.

[٥] هو: كلمته.

[٦] هو: - فكان ذلك.

[٧] هو: - فأقمت معه.

Marfat.com

آپ کو کہیں چین نہ آتا- اور آپ کے ساتھ بنی جواد (قبیلے کا ایک اور شخص) محمد بن الحاج تھا۔ یہ دونوں بہت تیز چل رہے تھے، حالانکہ میرے اور اِن کے درمیان پانچ (۵) میل کا فاصلہ تھا پر میں نے ان کو جالیا اور تیزی سے ان دونوں سے آگے نکل گیا۔ وہ جمعے کا دن تھا لہذا میں جمعہ پڑھنے کے لیے "روطہ" نامی بستی میں رکا۔

مسجد پہنچ کر میں نے دو رکعتیں ادا کیں۔ یہ مسجد نیک لوگوں کی گزر گاہ تھی، ایک بہترین آستانۂ جس کی برکات مشہور ہیں۔ یہاں میرے ساتھ بھی ایک واقعہ پیش آیا، ابھی میں بیٹھا ہی تھا کہ شیخ عبد اللہ بن اشرف یہاں آ پہنچے۔ جب آپ اندر آئے تو عبد السلام السائح اور آپ کا دوست اٹھ کھڑے ہوئے، آپ کو سلام کیا اور اپنا تعارف کروایا۔ میں اُس وقت مسجد میں لیٹا ہوا تھا، اپنے سینے پر ہاتھ مار کر یہ اشعار پڑھ رہا تھا:

جو موتی میں نہ آسکا اور چاند جس کو نہ پاسکا،

ساری خدائی میں نہ سما سکا، وہ میرے دل میں سما گیا۔

اِسی اثنا میں آپ میرے پاس تشریف لائے، مجھے اُٹھایا اور بولے: کیا تُو خود کو چھپانے کی کوشش کر رہا ہے؟ میں نے کہا: آپ بھی تو یہی کر رہے ہیں، اور بات بھی یہی تھی۔ پھر اِس بستی کا ایک بزرگ میرے پاس آیا اور اس خواہش کا اظہار کیا کہ میں - اور جسے میں چاہوں وہ - افطاری اُن کے ساتھ کریں۔ مگر شیخ محمد بن اشرف الرندی نے مجھے کہا: یہ کھانا مت کھانا، بلکہ تمام فقیروں کو لے جانا، جب وہ سب کھالیں تو تم میرے ساتھ افطاری کرنا، اور ایسا ہی ہوا۔ آپ نے مجھے بہت کچھ بتایا اور اشبیلیہ میں ملنے کا وعدہ بھی کیا، میں نے آپ کے ہاں تین دن قیام کیا اور پھر چل پڑا۔ آپ نے مجھے حرف بحرف اُن چیزوں کے بارے میں بتایا جو مجھے آپ سے بچھڑنے کے بعد پیش آنا تھیں اور ویسا ہی ہوا۔

Marfat.com

فلمّا وصَلت إشبيلية، أقام الله بخاطِري الرحْلة إليك[١] لأراك وانتفع بك، وكَان ذلك يَوْم الثلاثاء. فشاورت الوالدة في السَّفر فأَذِنت. فلمّا كان فِي غدٍ قرع إنسانٌ عَليَّ الباب فخرجت، فوجدت إنسانًا من البَادية فقال: أنت محمد بن العَربي؟ فقلت له: نعم. قال: كنت أمشي بين بُلجانة ومرشانة بالأمس - اثنا عشر فرسخا من إشبيلية[٢] - فلقيني رجل له هيبةٌ وهمهمة،[٣] فقال: أنت تسير إلى إشبيلية؟ قلت: نعم. قال: سل عن دار ابن العربي، واجتمع معه،[٤] وقل له: صاحبك الرندي يقرئك السلام، وهذا كَان طريقه إليك، ولكن خطر لك السَاعة أن ترحَل إلى تونس، فسِرْ مسلَّما عافاك الله، واجتماعنا إن شاء الله إذا وصلت بإشبيلية. فكان كمَا قال، ورحلت أنا فِي اليَوْم الثاني لزيارتكم، وغبت عن موضعي، ويوم وصوُلي أو ثانيه اجتمع بي وبتّ معه في دَار أبي عبد الله القَسطيلي.

وكان سبب شهرته - رضي الله عنه - كان كثيرًا مَا يقعد في جبَل شامخ على «مورور» فمشى بعض النّاس فيه بالليل لحاجَة، فرأى عمُودًا من نور قائما يتشعشع، لا يستطيع النظر إليه، فقصده، فوجد ذلك النورَ صَاحبنا أبَا عبد الله وهُو قائم يصَلي؛ فأشهَره.

كَان يحترف بجمع «البايُنبا» في الجبال، ويأتي بهَا إلى المِصر يبيعهَا وينصرف.[٥] له غرائب وعجائب عَاينتُها. لقيَهُ القُطّاع وهو عَلى عينٍ قاعِدٌ؛ فقالوا لهُ: ألق مَا عَليك من الثياب أو تموت! فبكى وقال: وَالله لا أَحْسَنتُ عونكُم على معصية، إن أُمِرتم بشيء فافعَلوه. ثم أخذته غيرة في دين الله، فنظرَ إليْهم نظرته المشهورة ففَرّوا.

[١] المخاطب هنا هو الشيخ عبد العزيز المهدوي، من كتبت له هذه الرسالة.

[٢] هو: - اثنا عشر فرسخا من إشبيلية.

[٣] ج (في الحاشية): بلغ مقابلة وسماعا على الشيخ المنشئ للأخوين.

[٤] هو: - واجتمع معه.

[٥] هو: - وينصرف.

Marfat.com

جب میں اشبیلیہ پہنچا تو اللہ نے میرے دل میں آپ (یعنی شیخ عبد العزیز المہدوی) کے ہاں (تیونس) جانے کا خیال ڈالا تاکہ میں آپ کی زیارت کروں، اور آپ سے فیض حاصل کر سکوں۔ وہ منگل کا دن تھا، میں نے اپنی والدہ سے سفر کی اجازت چاہی تو انہوں نے مجھے اجازت دے دی۔ اگلے روز صبح سویرے ہی ایک شخص نے میرے دروازے پر دستک دی، جب میں باہر آیا تو دیکھا کہ ایک دیہاتی کھڑا ہے، اُس نے پوچھا: کیا محمد ابن العربی آپ ہی ہیں؟ میں نے کہا: جی ہاں، بولا: کل اشبیلیہ سے بارہ فرسخ (اڑتالیس کلومیٹر) کے فاصلے پر بُلجانہ اور مرشانہ کے درمیان سے گزر رہا تھا کہ میری ایک رعب دار شخصیت سے ملاقات ہوئی، انہوں نے پوچھا: کیا آپ اشبیلیہ جا رہے ہیں؟ میں نے کہا: جی ہاں، بولے: وہاں ابن العربی کے گھر جانا اور اُن سے یہ کہنا کہ آپ کا دوست الرُندی آپ کو سلام عرض کرتا ہے۔ وہ آپ کی طرف آرہا تھا لیکن آپ کو ابھی تیونس جانے کا خیال گزرا ہے تو آپ اطمینان سے سفر کیجئے - اللہ آپ کو عافیت بخشے - اب ہماری ملاقات انشاء اللہ اُس وقت ہو گی جب آپ اشبیلیہ واپس پہنچیں گے۔ پس ویسا ہی ہوا جیسا کہ آپ نے کہا تھا، میں دوسرے ہی روز اشبیلیہ سے آپ (یعنی شیخ المہدوی) کی زیارت کے لیے چل پڑا۔ اشبیلیہ واپس پہنچنے کے ایک دو روز بعد آپ نے مجھ سے ملاقات کی اور میں نے آپ کی معیت میں ابو عبد اللہ القسطیلی کے گھر رات گزاری۔

آپ رضی اللہ عنہ کی شہرت کا سبب "مورور" کے قریب ایک بلند و بالا پہاڑ بنا جہاں آپ اکثر بیٹھا کرتے تھے۔ ہوا یوں کہ رات کے وقت ایک شخص کا ضرورت کے تحت وہاں سے گزر ہوا تو اُس نے دیکھا کہ نور کا ستون قائم ہے جس کی روشنی آنکھوں کو چندھیائے دیتی تھی، جب وہ اس روشنی کی تلاش میں نکلا تو اس نے دیکھا کہ ہمارے دوست ابو عبد اللہ کھڑے نماز پڑھ رہے تھے لہٰذا اس نے یہ بات پھیلا دی۔

آپ پہاڑوں سے بابونج یا بابنا (Camomile) نامی پھول جمع کرتے اور اُنہیں شہر میں لا کر بیچتے اور پھر واپس لوٹ جاتے۔ آپ کے غرائب اور عجائب کا معائنہ تو میں نے اپنی آنکھوں سے کیا۔ ایک دفعہ آپ کسی چشمے کے پاس بیٹھے ہوئے تھے کہ ڈاکو آ گئے اور کہنے لگے: (جو کچھ پاس ہے) کپڑے وغیرہ اتار دے یا مرنے کے لیے تیار ہو جا۔ آپ رو پڑے اور بولے: اللہ کی

Marfat.com

سألني يومًا بالسَاحِل عن قوله - تعالى -: ﴿مَا أُرِيدُ مِنْهُمْ مِنْ رِزْقٍ﴾ (الذاريات: ٥٧) فلم أُجبه، وتَركته. فاجتمعت به بَعْد ذلك بأربع سنين، فقلت لَهُ: أبا عبد الله! قال: نعم، قلت:[١] خذ جوابك، قال: هَات: بعد أربع سنين وصَل الوقت! فأجبته فيهَا، وتعجبت من حُضوره فيهَا.[٢]

كنت أتمنى أبدا[٣] أن يرَاه صَاحبي عبد الله بَدر الحبشي، فلمَّا دخلت الأندلس معَه نزلنا بـ«رندة» فصَلّينا على جنازة، فإذا بأبي عبْد الله أمَامي! فقلت لصَاحبي عبْد الله: هذا فلان. فسُرّ بي وسُرّ بعضنا بَبْعض، ودخلت به الموضع الذي نزلت به، فقال عبد الله: وددت أن أرى من كَرَامَاته شيئًا! فلمّا جَاء المغرب وَصَلّينا، أبطأ الذي نزلنا عنده بالمصباح.[٤] فقال صَاحبي الحبشي بَدْر: أريد المصبَاح، فقال أبو عبْد الله: نعم، ثم أخذ بيده قبضة حشيش مِن البيت الذي كنا فيه، ونحن ننظر مَا يصنع: فضربها بأصبعه المسبّحة وقال: هذا نار، فاشتعل الحشيش نارًا، فأسرجنا المصبَاح. كان يغرف النار بيده مِن الكانون لحاجة مّا، فيمسكه مَا شاء الله وَلا تعدو عليه. وكان من الأميين.

سَألته في بُكائِهِ يومًا، فقال: آلَيْتُ أن لا أدعو عَلى أحد: أغاظني رجل فدعوت عَلَيْه فهَلك، فندمت عَلى ذلك إلى الآن. فكان - رضي الله عنه - رحمة للعَالم، وأخبَاره كثيرة يضيق وقتنا عن شرحهَا.[١]

---

[١] هو: - قال: نعم، قلت.

[٢] هو: - فيها.

[٣] هو: - أبدا.

[٤] هو: السراج.

[١] هو: - وأخبَاره كثيرة يضيق وقتنا عن شرحهَا. و في الحاشية ج: قراءة لعبد الله بدر الحبشي علي المؤلف رضي الله عنه.

Marfat.com

قسم! میں اِس گناہ کے کام میں تمہاری ہرگز مدد نہیں کروں گا، تم نے جو کرنا ہے خود کرو۔ پھر آپ کو دین اللہ کی غیرت نے آگھیرا اور آپ نے ان کی طرف اپنی مشہور نظر کی تو وہ سب بھاگ گئے۔

ایک دن آپ نے ساحل کنارے مجھ سے اللہ کے اِس قول کے بارے میں پوچھا: ﴿میں ان سے رزق کا طالب نہیں﴾ (الذاریات:۵۷) میں آپ کو اس وقت تو کوئی جواب نہ دے سکا لیکن اس کے (ٹھیک) چار (۴) سال بعد جب میری آپ سے ملاقات ہوئی تو میں نے کہا: اے ابو عبد اللہ!، وہ بولے: جی۔ میں نے کہا: اپنا جواب سُن لیجئے۔ بولے: بتاؤ؛ چار سال بعد اس کا وقت آہی گیا! میں نے آپ کو جواب بتایا اور آپ کی یاد داشت پر بڑا حیران ہوا۔[۶۸]

میری ہمیشہ سے یہ تمنا رہی تھی کہ میرے دوست عبد اللہ بدر حبشی بھی آپ کی زیارت کریں لہٰذا جب میں اِن کے ساتھ اندلس آیا تو ہم "رندہ" گئے وہاں ایک جنازہ پڑھا، کیا دیکھتا ہوں کہ ابو عبد اللہ میرے سامنے کھڑے ہیں! میں نے اپنے دوست عبد اللہ (بدر حبشی) سے کہا: یہ ہیں وہ ہستی۔ پس آپ مجھے دیکھ کر خوش ہوئے اور ہم سب مل کر بہت خوش ہوئے، پھر ہم آپ کو لے کر اپنی قیام گاہ کی طرف واپس لوٹے، میرے دوست عبد اللہ بدر حبشی بولے: میں آپ (یعنی شیخ الرندی) کی کرامت دیکھنا چاہتا ہوں! جب ہم نے مغرب پڑھ لی تو ہمارے میزبان نے چراغ گُل کر دیئے۔ میرے دوست بدر حبشی نے کہا: مجھے ایک چراغ دینا۔ ابو عبد اللہ بولے: اچھا، پھر آپ نے اپنی مٹھی میں خشک گھاس اٹھائی۔ ہم دیکھ رہے تھے کہ آپ یہ کیا کر رہے ہیں۔ اور انگشت شہادت اُس پر دے ماری اور بولے: "یہ ہے آگ" فوراً ہی گھاس کو آگ لگ گئی اور ہم نے اس سے چراغ روشن کیا۔ آپ ضرورت کے تحت انگیٹھی میں سے آگ اپنے ہاتھ میں اٹھا کر لے جایا کرتے (جیسے چلّو میں پانی لے جایا جاتا ہے) اور جب تک اللہ چاہتا اسے اٹھائے رکھتے، وہ آگ آپ کو نقصان نہ پہنچاتی۔

ایک دن میں نے آپ کے رونے کا سبب پوچھا تو کہنے لگے: میں نے یہ عہد کیا تھا کہ اب میں کسی کو بددعا نہیں دوں گا کیونکہ ایک شخص نے مجھے غصہ دلایا اور میں نے اسے بددعا دی تو وہ مر گیا، میں اپنے اس فعل پر آج بھی نادم ہوں۔ آپ رضی اللہ عنہ تمام جہان کے لیے رحمت تھے۔ آپ

Marfat.com

(الشيخ موسى أبو عمران السَّدَّراتي)

ومنهم موسى أبو عمران السّدراتي، من أحواز[١] تلمسان،[٢] كان من الأبدال، وكان محمولا، له عجائب[٣] وغرائب.[٤]

كان سَببُ اجتماعي به أني قعدت بَعْدَ صَلاة المغرب بمنزلي[٥] بإشبيليَة في حيَاة الشيخ أبي مَدين، وتمنيتُ أن لو اجتمعت به، وَالشيخ في ذلك الزمن ببجاية – مسيرة خمسةٍ وأربعين يَومًا –. فلمّا صَليت المغرب تنفّلت ركعتين خفيفتين. فلمّا سلّمت دخل عليّ هذا أبو عمران، فسَلّم، فأجْلسته إلى جَانبي، وقلت: من أين؟ قال: مِن عند الشيخ أبي مَدين من بجايَة. قلت: متى عهدك به؟ قال: صَلَّيت معه هذا المغرب، فردّ وجهَه إليّ وقال لي: إنّ محمد بن العربي بإشبيلية خطَر له كذا وكذا، فسِرْ إليْه الساعة، وأجبهُ عني بكذا وَكَذا. وذكر لي مَا خطر لي من رغبتي في لقاء الشيخ، وَقالَ لي يقولُ لك: أمّا الاجْتماع بالأرْواح فقد صحّ بيني وَبينك وَثبت، وأمّا الاجتمَاع بالأجسَام في هذه الدار فقد أبى الله ذلك؛ فسَكّن خاطِرك والموعِد بيني وبينك عنْد الله في مُسْتقر رحمته. وذكر كلامًا خلاف هذا، ورجع إليه.[١]

كَان هذا موسى – رضي الله عنه – مِن أهْل السَّعة فِي الدّنيا، فَخرج عنه، ففتح الله عَليْه فِي ثمانية عشر يومًا، التحق بالأبدَال، كان يتبوّأ من الأرض حيْث يَشاء. وُشِي به إلى السُلطان؛ فأمَر بتثقيفه؛[٢] فقُيّد بالحدَيد، وسِير به.[١] فلمّا قرب من

---

[١] س: أجواد.

[٢] هو: – من أحواز تلمسان.

[٣] ش: – "السدراتي... وعجائب".

[٤] هو: – وكان محمولا، له عجائب وغرائب.

[٥] س، هو: – بمنزلي.

[١] هو: – وذكر كلامًا خلاف هذا، ورجع إليه.

[٢] تثقيف: ضبطه؛ هو: – فأمر بتثقيفه.

Marfat.com

کے واقعات تو اور بھی ہیں لیکن وقت کی تنگی کے باعث ہم انہی پر اکتفا کرتے ہیں۔

شیخ موسیٰ ابو عمران السدراتی رحمۃ اللہ علیہ

اِن میں موسی ابو عمران السدراتی بھی شامل ہیں، جن کا تعلق تلمسان کے نواحی علاقے سے تھا۔ آپ ابدال میں سے تھے اور محمول تھے، آپ کے واقعات نہایت عجیب و غریب ہیں۔

میری آپ سے ملاقات کچھ اس طرح ہوئی کہ شیخ ابو مدین کی حیات میں ایک روز بعد از نمازِ مغرب میں اشبیلیہ اپنے گھر میں بیٹھا ہوا تھا اور میری یہ شدید خواہش ہوئی کہ کاش میں بھی شیخ (ابو مدین) سے مل پاتا۔ شیخ ابو مدین اِس وقت شہر بجایہ میں قیام پذیر تھے جو وہاں سے پینتالیس (۴۵) روز کے فاصلے پر تھا۔ نمازِ مغرب کے بعد میں نے مختصراً دو نفل پڑھے، ابھی میں نے سلام پھیرا ہی تھا کہ یہی ابو عمران یکدم حاضر ہو گئے اور مجھے سلام کیا۔ میں نے انہیں اپنے ساتھ بٹھایا اور پوچھا: کہاں سے تشریف لا رہے ہیں؟ بولے: بجایہ میں شیخ ابو مدین کے پاس سے۔ میں نے پوچھا: آپ ان سے کب ملے؟ بولے: میں نے آج مغرب کی نماز ان کے ساتھ ہی پڑھی ہے، نماز کے بعد آپ (یعنی شیخ ابو مدین) نے اپنا چہرہ میری طرف موڑا اور بولے: اشبیلیہ میں محمد ابن العربی کو میرے بارے میں یہ خیال آیا ہے لہٰذا آپ اِسی وقت ان کے پاس جائیں اور میرا یہ پیغام ان تک پہنچا دیں۔ آپ نے میرے دل میں شیخ ابو مدین سے ملاقات کے بارے میں پیدا ہونے والی خواہش کا ذکر کیا، پھر کہنے لگے: شیخ فرماتے ہیں: جہاں تک روحانی ملاقات کا تعلق ہے تو یہ تیرے اور میرے درمیان قائم اور ثابت ہے لیکن اِس دنیا میں تیری اور میری جسمانی ملاقات اللہ نے نہیں چاہی، لہٰذا اپنی خواہشات کو آرام دے، تیری اور میری ملاقات اللہ تعالیٰ کے ہاں اُس کی رحمت کی جائے قرار میں ہو گی۔ آپ نے اِس کے علاوہ بھی بہت کچھ ذکر کیا اور پھر واپس چلے گئے۔

ابو عمران موسیٰ رضی اللہ عنہ دنیا میں آسودہ حالوں میں سے تھے مگر جب آپ نے یہ راحت ترک کی تو اللہ تعالی نے بھی صرف اٹھارہ (۱۸) دنوں میں آپ پر (معاملہ) کھول دیا اور آپ مقام ابدال پر فائز ہوئے۔ آپ زمین میں جہاں چاہتے حکومت کرتے۔ بادشاہ کے سامنے آپ کی

«فاس» أُلقي[٢] في بَعْض المنازل في بيت، وأُقفل عَليْه، وَبات عَليْه الحَرَس. فلمّا أصْبح فُتِح الباب؛ فوجَدوا الحديد الذي كَان عَليْه مَطْروحًا، ومَا وجدوا أحَدًا.

دَخَل فاس قصد دار أبي مدين شعيْب، قرع عَليْه الباب، خرج إليْه الشيخ بنفسه، قال له: من أنت؟ قال: أنا موسى، قال له الشيخ: وأنا شُعيب! أدخل، ﴿لَا تَخَفْ نَجَوْتَ مِنَ الْقَوْمِ الظَّالِمِينَ﴾ (القصص: ٢٥).

أخبرني شيخي[٣] أبو يعقوب الكومي عنْه، أنّه وصَل جَبل قاف المحيط بالأرض، صَلّى الضحى بأسفله وَصَلّى العصر على ذروته، سئل عن ارتفاعه في الهَواء، فقال: مسيرة ثلاثمائة سنة. وَأخبر أنّ الله قد طَوّق هذا الجبل بحيّة اجتمَع رَأسُهَا بذنَبِها، من أعظم المخلوقات! فقال له صَاحبه الذي كَان معه: سَلِّم على هذه الحيّة؛ فإنّها تردّ عليك! قال مُوسى: فسلّمت عَليْهَا، فقالت: وَعَليْك السَلام يَا أبا عمْران، كيف حَال الشيخ أبي مدين؟ فقلت لهَا: وأنّى لكِ بمعرفة أبي مَدين؟! فقالت: عجبًا! وهَل عَلى وَجْهِ الأرض مَن يجْهل أبا مدين؟! إنّ الله - تعَالى - مذ[٤] أنزل حُبّه إلى الأرض، ونادَى به، عرفته أنا وغيري؛ فلا شيء من رطبٍ ولا يابس إلا يعرفه ويحبّه.

دخل هذا موسى[١] أرضًا رأى النمل فيهَا على قدر المعز عجيبَة الخلق!، لقي عجوزًا خراسَانيّةً بالبَحْر وَاقفةً عَلى البَحْر والأموَاج تصطفق بين سَاقيها، وهي تسبّح الله وتقدّسه، شأنه عجيب وحديثه طويل.[١]

---

[١] هو: - وسير به.

[٢] ش: + به.

[٣] ش: الشيخ.

[٤] ش، س: قد. هو: منذ.

[١] ج، ش، س: أبو موسى. هو: موسى هذا.

بد گوئی کی گئی تو اُس نے آپ کو قید کرنے کا حکم دیا، آپ کو لوہے کی زنجیروں میں جکڑ کر لے جایا گیا۔ جب آپ شہر فاس کے قریب پہنچے تو آپ کو ایک گھر میں نظر بند کر دیا گیا، اور رات کو باہر سے تالا لگا کر ایک پہرا دار بٹھا دیا گیا۔ صبح جب دروازہ کھولا گیا تو زنجیریں زمین پر پڑی تھیں اور آپ کا نام و نشان تک نہ تھا۔

آپ فاس پہنچے اور شیخ ابو مدین شعیب کے ہاں قیام کا ارادہ تھا۔ (جب گھر پہنچ کر) آپ نے دروازہ کھٹکھٹایا تو شیخ بذات خود باہر نکلے، پوچھا: کون ہے؟ بولے: میں موسیٰ ہوں۔ شیخ نے فرمایا: اور میں شعیب ہوں، اندر آ جا ﴿ڈرنے کی ضرورت نہیں، اچھا ہوا تجھے ظالموں سے نجات ملی﴾ (القصص:۲۵)

مجھے میرے شیخ ابو یعقوب الکومی نے آپ کے بارے میں بتایا کہ جب آپ کوہ قاف پر پہنچے جو زمین پر محیط ہے تو آپ نے چاشت کی نماز اِس کے دامن میں پڑھی اور نمازِ عصر اس کی چوٹی پر پڑھی۔ آپ سے اُس کی بلندی کے بارے میں پوچھا گیا تو آپ نے فرمایا: تین سو سال کی مسافت ہے۔ آپ نے بتایا کہ اللہ تعالیٰ نے اِس پہاڑ کو اپنی سب سے بڑی مخلوق ایک اژدھے سے باندھ رکھا ہے جس کا سر اُس کی دم سے ملا ہوا ہے۔ آپ کے سفر کے ساتھی نے آپ سے کہا: اِس اژدھے کو سلام کریں یہ آپ کو جواب دے گا۔ شیخ موسیٰ کہتے ہیں میں نے اسے سلام کیا تو وہ بولا: وعلیکم السلام، اے ابو عمران! شیخ ابو مدین کا کیا حال ہے؟ میں نے اس سے پوچھا: تو ابو مدین کو کیسے جانتا ہے؟ وہ بولا: آپ نے عجیب بات کی! کیا روئے زمین پر کوئی ایسا بھی ہے جو ان کو نہ جانتا ہو؟ جب سے اللہ تعالیٰ نے ان کی محبت زمین میں اتاری اور اس کا اعلان کیا ہے تب سے میں اور سبھی ان کو جانتے ہیں، اِس زمین کی ہر خشک و تر چیز نہ صرف ان کو جانتی ہے بلکہ ان سے محبت بھی رکھتی ہے۔[۶۹]

آپ (ابو عمران موسیٰ) کا گزر ایسی زمین سے بھی ہوا ہے جہاں انہوں نے عجیب و غریب شکل والی بکری کے برابر چیونٹیاں دیکھیں! آپ نے سمندر میں ایک خراسانی بڑھیا سے بھی ملاقات کی جو سمندر کے بیچوں بیچ کھڑی تھی، موجیں اس کی پنڈلیوں سے ٹکرا رہی تھیں اور وہ اللہ کی تسبیح و تقدیس بیان کر رہی تھی۔ آپ کا معاملہ بڑا عجیب اور واقعات بڑے طویل ہیں۔

Marfat.com

(الشيخ أبو محمد مخلوف القبَائلي)

ومنهم أبو محمد مخلوف القبَائلي، سكن قرطبة حتى مَات عن إذن رسُول الله - صَلى الله عَليْه وسَلم -. حملتُ إليْه والدي - رحمه الله - فدعَا له وَمَسَكنا[٢] عنده من غدوة حتى صَلّيْنا العَصْر، أكلنا مِن طعَامهِ.

كُنْتَ إذا دخلت بيته أخذك الحال قَبْل أن تراه، فإذا رأيته رأيت منظرًا عظيمًا، عَليه ثوب صوف، كَان ذاكرًا عَلى الدّوام خلاف أوراده، كان له في كُلّ يوم خِلاف ذكره كذا وكذا ألف تسبْيحة، وكذلك التكبير وَالتَهْليل والتحميد. كَان[٣] يَعُمّ بدعَائه أهْل السّماوات وأهْل الأرض حَتى الحيتَان في البَحْر. كان سَريع العَبرة، دائم العِبرة.

أراد أن يحفر بئرًا في داره؛ فسيق له علجٌ مأسُور ليحفره. فقال - رضي الله عنه -: إنّ هذا العلج قد خدمنا فنسأل الله في إسْلامِهِ. فخلا بنفسه ليلته يَسْأل الله فيه. فلمّا أصْبح أقبل العلج لشغله، وَهو قد أسْلم. فسُئل عن سبب ذلك فقال: رأيت النبيّ - عليه السلام - في النوم، وأمرني أن أومن به فأمنت، وقال [النبي]: بشفاعة أبي محمد مخلوف فيك، أو كلام هَذا معْناه.

تركته فِي عافية، وانصرفت إلى منزلي. فلمّا جَاء الليْل، وأخذت مضجعي، فرأيت في المنَام كَأني بأرض وَاسعَة، وَسحاب تدنو[١] فيها صَهيل الخَيْل وقعقعة الألجُم! فأرى أشخاصا ركبانا وَعَلى أقدامهم، فينزلون في ذلك الفضاء، حتى امتلأ

---

[١] هو: - شأنه عجيب وحديثه طويل.

[٢] هو: وأمسكنا.

[٣] هو: - "خلاف أوراده، كان له ... وَالتَهْليل والتحميد كَان."

[١] س: يدنو.

Marfat.com

شیخ ابو محمد مخلوف القبائلی رحمۃ اللہ علیہ

ان میں شیخ ابو محمد مخلوف القبائلی رحمۃ اللہ علیہ بھی شامل ہیں۔ آپ قرطبہ میں رہائش پذیر رہے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اجازت سے آپ کی وفات ہوئی۔ میں اپنے والد رحمۃ اللہ علیہ کو لے کر آپ کے پاس گیا، آپ نے اُن کے لیے دعا کی، ہم صبح سے عصر تک آپ کے پاس رکے، نماز پڑھی اور آپ کا لنگر کھایا۔

آپ کے گھر پہنچتے ہی بغیر آپ کی زیارت کے بندے پر کیفیت طاری ہو جاتی تھی، اور جب آپ کی زیارت ہوتی تو دلوں پر ہیبت طاری ہو جاتی۔ آپ اُون کا لباس پہنتے اور ہر وقت ذکر میں مشغول رہتے؛ یہ آپ کے لازمی اوراد سے ہٹ کر ہوتا۔ آپ ہر روز اپنے لازمی اذکار کے علاوہ ہزارہا تسبیحات پڑھتے۔ اسی طرح تکبیر (اللہ اکبر)، تحمید (سبحان اللہ) اور تہلیل (لا الٰہ الا اللہ) کی تسبیح بھی پڑھتے۔ آپ اپنی دعاؤں میں اہل آسمان اور اہل زمین حتیٰ کہ سمندر کی مچھلیوں تک کو شریک کرتے۔ آپ جلد آنسو بہانے والوں اور دائمی عبرت لینے والوں میں سے تھے۔

ایک دفعہ آپ نے گھر میں کنواں کھدوانے کا سوچا؛ اس کام کے لیے آپ کے سامنے ایک کافر قیدی بطور مزدور پیش کیا گیا۔ (جب آپ رضی اللہ عنہ نے اپنے لیے اس کی محنت دیکھی) تو فرمایا: اِس کافر قیدی نے ہماری بڑی خدمت کی ہے لہٰذا ہم بھی اللہ سے دعا کرتے ہیں کہ وہ اسے اسلام کی نعمت سے سرفراز کرے۔ اُس رات آپ نے تنہائی میں اللہ تعالیٰ سے اس (کافر کے اسلام لانے) کی خصوصی دعا کی۔ صبح جب وہ کافر کام پر آیا تو مسلمان ہو چکا تھا، جب اُس سے اِس (اسلام لانے) کی وجہ پوچھی گئی تو بولا: رات میں نے خواب میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت کی، آپؐ فرما رہے تھے مجھ پر ایمان لے آ تو میں ایمان لے آیا، آپؐ نے یہ بھی فرمایا کہ ابو محمد قبائلی نے تیری سفارش کی ہے، یا کچھ اس طرح کی بات کی۔

ایک دن میں آپ کو اچھا بھلا چھوڑ کر گھر واپس آیا، رات کو جب سویا تو خواب میں دیکھتا ہوں کہ میں ایک کھلے میدان میں ہوں، بادل میرے بہت قریب ہیں۔ اچانک مجھے گھوڑوں کی ہنہناہٹ اور لگام کھینچنے کی آواز سنائی دی، میں دیکھتا ہوں کہ بہت سے گھڑسوار اور پیدل لوگ

Marfat.com

بهم الفضاء. ما رأيت قط أحسن وجُوهًا منهم، ولا أنقى ثيابًا،[1] وَلا أحسن من خيلهم. وكنت أرى فيهم رجلاً طويلاً في الرجال، عظيم اللحيَة، أشيب، يده إلى خدّه، واسع الوجه، أوجن، فكنت أخاطبه من بين الجماعة كُلها، أقول له: أخبرني: ما هذا الجمّ الغفير؟ فيقول لي: هؤلاء جميع النبيين[2]؛ من آدم إلى محمد - عَلَيْهم السلام - ما بقي أحدٌ منهم إلا نزل! فقلت له: من أنت منهم؟ فيقول: أنا هُود صَاحبُ عاد. فكنت أقول لهُ: فيم جئتم؟ فيقول: جئنا عُوّادًا زائرين إلى أبي محمد مخلوف! ثم استيقظت، فسَألت عن أبي محمد مخلوف، فوجَدته قد مرض تلك الليْلة، فلبث أيامًا ومات - رحمه الله -.

(الشيخ صَالِح الخرّاز)

ومنهم صَالِح الخرّاز. كان بإشبيلية من أهْل الورع والجد في العبَادة والاجتهاد،[3] أقبل على العبَادة وهُو ابن سَبْع سنين أو دونها. كَان مبْهوتًا أبدًا ما لعب قط معَ الغلمان[4] وَلا كَلّمَهم. تعلم الخرز من أجْل ورعه حتى يَأكل من عَمل يَده، كان له والدة وَكان برّا بهَا. نَسخ بيده عَلى سِنّه كتابَ ابن العسَال الكبير. ولازم العزلة، طَويل الصّمت.[1] يقول أصحَابُه الذين كانوا معَه: ما كلّمنا قط إلّا فيما لا بدّ منه. عَاشرته وأحببته وأحبّني. كان إذا قال قولا لا يرجع عنّه لأنه لا يقول إلا عن صدق. لا يقضي حاجةً قط، ولا يعمل شغلا لمن يعرف منه أنه يراه بعين التعظيم.

---

[1] ش: - ولا أنقى ثيابا.

[2] هو: الأنبياء

[3] هو: - في العبَادة والاجتهاد.

[4] هو: الصبيان.

[1] هو: - نَسخ بيده عَلى سِنّه كتابَ ابن العسَال الكبير. ولازم العزلة، طَويل الصّمت.

Marfat.com

آسمان سے زمین کی طرف اتر رہے ہیں یہاں تک کہ یہ تمام میدان ان سے بھر گیا۔ میں نے کبھی ان سے زیادہ خوب رو، خوش لباس اور بہترین گھڑ سوار نہ دیکھے تھے۔ پھر مجھے ان کے درمیان ایک دراز قامت، دراز ریش، سفید بالوں والے، کھلے چہرے اور رخساروں والے بزرگ دکھائی دیئے جن کا ہاتھ ان کے رخساروں پر تھا۔ میں باقیوں کو چھوڑ کر آپ سے بات کرتا ہوں، پوچھتا ہوں: یہ سب لوگ کون ہیں؟ آپ کہتے ہیں: یہ حضرت آدم علیہ السلام سے لے کر حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم تک تمام انبیائے کرام علیہم السلام ہیں اور سب کے سب یہاں موجود ہیں، میں آپ سے پوچھتا ہوں کہ آپ کون ہیں؟ فرمایا: میں ہود ہوں، جسے عاد والوں (کی طرف بھیجا گیا تھا)، میں پوچھتا ہوں: آپ سب کے یہاں آنے کا مقصد کیا ہے؟ آپ فرماتے ہیں: ہم سب ابو محمد مخلوف کی زیارت اور عیادت کو آئے ہیں، پھر میں جاگ گیا۔ صبح میں نے شیخ ابو محمد مخلوف کا پتا کیا تو معلوم ہوا کہ آپ اُس رات بیمار ہوئے تھے۔ کچھ روز بعد ہی آپ کا انتقال ہو گیا- اللہ آپ پر رحم فرمائے۔

شیخ صالح الخراز رحمۃ اللہ علیہ

ان میں صالح الخراز بھی شامل ہیں۔ آپ کا شمار اشبیلیہ کے عبادت گزاروں اور پرہیز گاروں میں ہوتا تھا۔ آپ سات (۷) سال کی عمر یا اِس سے بھی پہلے سے عبادت کی طرف راغب ہوئے۔ ہمیشہ چپ چاپ رہتے، نہ دوسرے بچوں کے ساتھ کھیلتے اور نہ ہی ان سے بات کرتے۔ آپ نے رزق حلال کمانے کی غرض سے موچی کا کام سیکھا۔ اپنی والدہ کے ساتھ حسن سلوک سے پیش آتے۔ آپ نے اپنی کم عمری میں ہی اپنے ہاتھ سے ابن عسال کی بڑی کتاب نقل کی۔ آپ تنہائی پسند اور خاموش طبع تھے، آپ کے قریبی ساتھی کہا کرتے تھے کہ آپ ہم سے بھی صرف ضرورت کے تحت ہی بات کرتے۔ میں نے آپ سے تعلق بنایا اور ہم دونوں آپس میں محبت رکھتے تھے۔ آپ کبھی اپنی زبان سے نہ پھرتے کیونکہ آپ صرف سچ ہی بولتے تھے۔ جس کے بارے میں یہ جانتے کہ یہ آپ کو تعظیم کی نگاہ سے دیکھتا ہے نہ اُس کا کام کرتے اور نہ ہی اس کی ضرورت پوری کرتے۔ آپ زیادہ تر اُن اجنبی لوگوں کا کام کرتے جو شہر سے گزر رہے ہوتے، نہ

Marfat.com

أكثرُ شغله إنما كان مَعَ الغرَباء الذين يطرقون المدينة لا يعرفونه وَلا يعرفهم.[١]

قصد إليْه بعضُ أصْحَابنا بنعْلِه، وقد قطعه عمدًا ليجد السَّبيل إلى مكالمته. فسلّم عَليه فَردّ عَليْه السلام، فقال له: هذا نعلي اخرزه.[٢] قال: إنّ هذا النعل بيدي أصْلح شأنه لِصَاحِبِهِ، وقد دفَعَ لي أجره، وأنا وَاقف بحيث لا يراني. فقال لهُ: امْسكه عندك حتى تفرغ من هذا النعل وتصْلحه. فقال له: ولعلّي أموت قبل ذلك، ترى غيري دون شغلٍ؛ ادفعه له.[٣] فقال: مَا أريد أن يصلحه أحد إلا أنت. قال: قد قلت لك ما سمعتَ. واشتَغَل بذكره.[٤] قال له: تراني[٥] أقعد هنا ونعلي عندي حتى تتمّ وتُصْلِحَهُ؟ قال: ذلك لك إن شئت،[٦] ولكن حتى أعرّفك بأجري عليه. قال له: قل، قال: أجري عليه ثُمن درهم. قال له الرجُل: أنا أدفع لك رُبع درهم. قال: ما يساوي. قال له الرجُل: ذلك مني مسَامحة. قال: غيري أحوج إليْه؛ إن كنت تعطي لله فإني قد أخذت قوت اليَوْم. قال: لا بُد من ذلك. قالَ له: قدْ صَدَّعْتَنِي يَا إنسان؛ سِرْ عني، لا أعمل لك شغلا. وأقبل عَلى ذكره وشغله.

فرَجَعَ الرجل إليَّ منكسر القلب.[١] فقلتُ له: لقد طوّلت عَليْه، ارجع إليْه مرةً ثانيَة،[٢] وقل له: اخرزه لي ابتغاء ثواب الله، لا أدفع لك عَليْه شيئًا. فرجع إليه، فقال له ذلك. فنظر إليه سَاعة وقال له: أنت مرسُول؟ ثم التفت وأبصَرني. فقالَ

---

[١] هو: – أكثرُ شغله إنما كان مَعَ الغرَباء الذين يطرقون المدينة لا يعرفونه وَلا يعرفهم.

[٢] هو، ش: فاخرزه.

[٣] هو: – دون شغلٍ؛ ادفعه له.

[٤] هو: بذكر الله تعالى.

[٥] هو: – تراني.

[٦] هو: – إن شئت.

[١] هو منكسرا.

[٢] هو: – مرةً ثانيَة.

Marfat.com

وہ آپ کو جانتے ہوتے اور نہ آپ انہیں۔

ہمارا ایک ساتھی آپ سے بات چیت کرنے کی خاطر خود جان بوجھ کر اپنا جوتا توڑ کر لے گیا۔ اُس نے آپ کو سلام کیا تو آپ نے وعلیکم السلام کہا۔ اُس نے کہا: میرے جوتے کی ذرا مرمت کر دیں، فرمانے لگے: ابھی تو میں یہ ایک آدمی کا جوتا ٹھیک کر رہا ہوں اور وہ مجھے اس کی مزدوری بھی دے چکا ہے۔ میں (ابن العربی) دور کہیں کھڑا تھا جہاں سے آپ مجھے نہ دیکھ سکیں۔ میرا دوست بولا: اچھا! پھر میرا جوتا بھی پاس ہی رکھ لیں، جب وہ مرمت ہو جائے تو میرا بھی کر دیجیے گا۔ آپ نے فرمایا: ہو سکتا ہے میں اس سے پہلے ہی مر جاؤں، وہ دوسرا موچی فارغ بیٹھا ہے اس سے مرمت کروالو۔ وہ بولا: نہیں میں نے تو یہ آپ سے ہی مرمت کروانا ہے۔ آپ نے فرمایا: میں نے جو کہنا تھا کہہ دیا، پھر آپ ذکر میں مصروف ہو گئے۔ میرا ساتھی بولا: پھر میں اپنا جوتا لیے اس وقت تک اِدھر ہی بیٹھا ہوں جب تک کہ آپ اسے مرمت نہیں کر دیتے۔ آپ نے فرمایا: جیسے تمہاری مرضی مگر پہلے میری اجرت تو سن لو۔ وہ بولا: بتائیے۔ آپ نے فرمایا: میری اجرت دو آنے ہے۔ وہ بولا: میں آپ کو چار آنے دوں گا۔ آپ نے فرمایا: یہ بات تو ٹھیک نہیں۔ وہ شخص بولا: یہ (دو آنے) میری طرف سے رکھو۔ آپ نے فرمایا: اگر تو اللہ کے لیے کچھ دینا چاہتا ہے تو اور لوگ مجھ سے زیادہ اس کے محتاج ہیں کیونکہ میں نے اپنی آج کی کمائی کر لی ہے۔ وہ بولا: نہیں آپ کو لینے ہی پڑیں گے۔ آپ نے فرمایا: تم نے میرے سر میں درد کر دیا ہے، بھائی جاؤ، میں نے تمہارا کام نہیں کرنا اور دوبارہ سے اپنے ذکر اور کام میں مشغول ہو گئے۔

وہ شخص ٹوٹا دل لے کر میرے پاس آیا، میں نے کہا: تونے تو بات بہت لٹکا دی۔ ایک دفعہ پھر اِن کے پاس جا اور اِن سے کہہ: اللہ کی خاطر میرا یہ جوتا مرمت کر دیں، میں آپ کو کچھ نہیں دوں گا۔ وہ شخص آپ کے پاس واپس گیا اور یہی کہا، آپ نے اُس کو غور سے دیکھا اور پوچھا: تجھے کس نے بھیجا ہے؟ پھر آپ نے آگے پیچھے دیکھا تو مجھے ڈھونڈ لیا، بولے: اپنا جوتا یہاں چھوڑ جاؤ، عصر کے بعد آنا، اگر میں زندہ رہا تو یہ تجھے مل جائے گا اور اگر میں مر گیا تو اپنے پڑوسی کو کہہ جاؤں گا (کہ وہ تجھے دے دے)۔

Marfat.com

لهُ: اترك نعلك وانصرف عني، فإذا كان العَصْر تأتني؛ فإن وجدتني حيًّا دفعتهُ لك، وإن وجَدتني ميّتًا فترَاني أوصي لك به هَذا الجَار.

ثم أشار إليّ فأقبلت إليه، فقال لي: هكذا تفعل الأصْحَاب؟! يقابلون إخوانهم بمَا يسُوؤهم: لا تعد لمثلها، ولولا ما جعَل الله لك في قلبي من الألفة مَا رأيتك، وَلكن أستر عَليّ. فلم أُعرِّف بعد ذلك أحدًا بحاله - رضي الله عنه -.[1]

انتقل إلى سُكنى البَادية بأحواز «رندة» يبتغي الانفراد والعزلة.

(الشيخ عبد الله الخياط أو القراق)

ومنهُم عبد الله الخيّاط، أو القراق، لا أدْري. اجتمعت به بجامِع اَلْعَدَبَّس بإشبيلية وهُو ابن عشر سنين أو أحد عشر سنة. وهُو ذو طمرين، ممتقع اللون، كثير التفكر،[2] شديد الوَجْد والتولّه.

كنتُ قد فُتح لي في هذا الطريق ومَا علم بي أحد، فأردت المَوازنة معه، فنظرت إليْه فتبسّم ونظر إليّ، وأشرت إليْه فأشار إليّ. فوالله مَا رأيت نفسي بين يديه إلا كدرهم زائفٍ، وقال لِي: الجِدّ الجِدّ، طوبى لمن عرف لِمَا خلق له. وصَلّى معي العصَر، وأخذ نعله وسَلّم عَليّ وانصرف. فذهبت أتبعه أعرف مسكنه فلم أجد له أثرًا. فسَألت عنه فلم أجد أحدًا يخبرني عنه، فما بقيت في راحة دونه، وَلم أره بعد ذلك، وَلا سمعت به إلى الآن. فمنهم صغير ومنهم كبير.[1]

---

[1] هو: - فلم أُعرِّف بعد ذلك أحدًا بحاله - رضي الله عنه -.

[2] هو: - "أو القراق، لا أدْري.... ممتقع اللون، كثير التفكر."

[1] هو: - فمنهم صغير ومنهم كبير.

پھر آپ نے مجھے بلایا، جب میں آپ کے پاس پہنچا تو کہنے لگے: کیا دوست اِس طرح کرتے ہیں؟! اپنے بھائیوں سے ایسا معاملہ جو انہیں ناگوار گزرے؛ دوبارہ کبھی ایسا مت کرنا، اگر اللہ نے میرے دل میں تیری الفت نہ ڈالی ہوتی تو میں تیری طرف کبھی نظر نہ کرتا، لہٰذا میرا حال پردے میں رہنے دے۔ اس کے بعد میں نے کبھی کسی کو آپ رضی اللہ عنہ کے بارے میں نہیں بتایا۔

بعد ازاں آپ تنہائی اور یکتائی کی طلب میں ''رُندہ'' کے نواحی قصبے میں جا بسے۔

شیخ عبد اللہ الخیاط او القراق رحمۃ اللہ علیہ

ان میں عبد اللہ الخیاط، یا القراق، بھی شامل ہیں۔ آپ سے میری ملاقات شہر اشبیلیہ کی مسجد عدبّس میں ہوئی، اُس وقت آپ دس گیارہ سال کے بچے تھے۔ آپ نے پھٹے پرانے کپڑے پہنے ہوئے تھے، چہرہ زرد تھا، گہری سوچ میں گم اور شدید وجد میں سرگرداں تھے۔

مجھ پر طریقت کا معاملہ ابھی ابھی کُھلا تھا اور (اس طریق پر) مجھے کوئی نہیں جانتا تھا لہٰذا میں نے آپ کی برابری کرنی چاہی۔ میں نے آپ کی طرف دیکھا تو آپ مسکرا دیئے اور واپس میری طرف دیکھا، پھر میں نے آپ کو اشارہ کیا تو آپ نے بھی مجھے جواباً اشارہ کیا۔ اللہ کی قسم! میں نے خود کو آپ کے سامنے ایک کھوٹا سِکّا پایا۔ آپ نے مجھے کہا، محنت اور صرف محنت! وہ خوش نصیب ہے جسے اپنی تخلیق کا مقصد پتا چل گیا۔ پھر آپ نے میرے ساتھ عصر کی نماز پڑھی، اپنا جوتا اٹھایا اور مجھے سلام کر کے چلتے بنے۔ میں آپ کے پیچھے ہو لیا تاکہ آپ کا ٹھکانہ معلوم کر سکوں لیکن آپ ایسے غائب ہوئے کہ کچھ اَتا پتا نہ تھا۔ میں نے لوگوں سے آپ کے بارے میں پوچھا تو کوئی آپ سے واقف نہ تھا۔ نہ مجھے آپ کے بعد سکون آیا اور نہ ہی میں نے آج تک آپ کو دوبارہ دیکھا، یا آپ کے بارے میں سنا۔ (جان لے) اِن بزرگوں میں چھوٹے بھی ہیں اور بڑے بھی۔

Marfat.com

(الشيخ أبو العبّاس أحمد بن همام)

ومنهم أبو العبّاس أحمد بن همام، من أهْل إشبيلية. ألهَمهُ الله رشد نفسه، وأقبل عَلى العبَادة قبْل أن يبلغ الحُلم. وكان ذا جدّ؛ يبكي أبدًا على نفسه كأنه الثكلى عَلى وحيدها.[١] كان لهُ وَالد يَحول بينه وبين طريق الله، فلمّا اشتد ذلك عَليه قال لي: يا أخي؛ اشتد عليّ الأمر، وقد طردني أبي، وقال لي: سِرْ حيث شئت. وأنا أريد أن أخرُج إلى ثغور المسلمين تجاه العدو أرابط بموضع منها حتى أمُوت. فمشى إلى ثغر يقال له «جُلمانية»، وَلم يزل بها حتى الآن. وصَل إلى إشبيلية بعْد ذلك، أخذ أسبَابا يحتاج إليهَا ورجع يُرابط بهَا. كَان أبدًا مُلازمًا في دار أبي عبْد الله الخَيّاط الذي تقدم ذكره – رضي الله عن جميعهم وَعَنَّا –.[٢]

(الشيخ أبو أحمد السّلاوي)

ومنهم أبو أحمد السّلاوي. وصَل إلينَا إلى إشبيلية، وأنا فِي تربية شيخنا أبي يَعْقوب. كان هذا أبو أحمد – رحمه الله – قويّ الحال، صَاحَب أبا مدين ثماني عشرة سنة، كان كثير العبَادة[٣] والاجتهاد، شديد البكاء.

بِتّ مَعهُ شهرًا كاملاً بمسجد ابن جرّاد. قمت ليلة أريد أن أصلّي، فتوضأت وجئت إلى مسقَف المَسْجد، فرأيته نائمًا عند باب المُسقف، والأنوار متّصلَة منه إلى السّماء، وبقيتُ واقفا أنظر؛ فلا أدري أمِن السماء نزلت عَليه تلك الأنوار حتى اتصلَتْ به، أو منه انبعثت حتى اتصَلَت بالسّماء، فلم أزل واقفا عَليْه[١] أتعجب من ذلك حتى استيقظ وتوضأ وقام يُصَلّي.

---

[١] هو: – عَلى وحيدها.

[٢] هو: – الذي تقدم ذكره – رضي الله عن جميعهم وَعَنَّا –.

[٣] هو: – العبادة.

[١] هو: – عليه.

شیخ ابو العباس احمد بن ہمام رحمۃ اللہ علیہ

ان میں شیخ ابو العباس احمد بن ہمام رحمۃ اللہ علیہ - اشبیلیہ والے - بھی شامل ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کو اپنے نفس کی رشد و ہدایت الہام کی، آپ بلوغت سے قبل ہی عبادت کی طرف مائل ہو چکے تھے۔ آپ بہت محنت کرنے والے تھے، اپنے نفس پر ہمیشہ ایسے گریہ کرتے جیسے کہ کوئی ماں اپنے بچے کے کھو جانے پر روتی ہے۔ آپ کے والد طریقت میں آپ کے آڑے آ گئے جب آپ کے سامنے کوئی اور راستہ نہ بچا تو ایک دن مجھے کہتے ہیں: بھائی! اب میرے سامنے اور کوئی راستہ نہیں میرے والد نے مجھے گھر سے نکال دیا ہے اور کہا ہے جدھر جانا ہے جا، میں چاہتا ہوں کہ دشمن کی طرف سرحدوں پر چلا جاؤں اور وہیں کسی جگہ مسلم فوج کے ساتھ قیام کروں حتیٰ کہ شہید ہو جاؤں۔ یہ کہہ کر آپ "جلمانیہ" کی سرحد کی طرف چل پڑے - اور اب تک وہیں ہیں - کچھ عرصہ بعد دوبارہ اشبیلیہ لوٹے، کچھ ضروری سامان اکٹھا کیا اور پھر وہیں لوٹ گئے۔ آپ پہلے ہمیشہ ابو عبد اللہ الخیاط - جن کا ذکر اوپر گزر چکا ہے - کے ساتھ رہا کرتے تھے، اللہ تعالیٰ ان سب سے اور ہم سے راضی رہے۔

شیخ ابو احمد السلاوی رحمۃ اللہ علیہ

ان میں شیخ ابو احمد السلاوی بھی شامل ہیں۔ آپ (اس وقت) اشبیلیہ پہنچے جب میں شیخ ابو یعقوب کے زیر تربیت تھا۔ آپ (یعنی ابو احمد السلاوی رحمۃ اللہ علیہ) قوی الحال بزرگ تھے، اٹھارہ سال شیخ ابو مدین کے ساتھ رہے۔ عبادت کا بہت اہتمام کرتے اور اَشک باری میں اپنی مثال آپ تھے۔

میں نے مسجد ابن جرّاد میں آپ کے ساتھ پورا ایک ماہ گزارا۔ ایک رات میں نماز کے لیے اٹھا، وضو کیا اور مسجد کی چھت پر گیا، دیکھتا ہوں کہ آپ چھت کے دروازے کے پاس سو رہے ہیں اور آپ سے لے کر آسمان تک روشنیاں ہی روشنیاں ہیں۔ میں کھڑا یہی دیکھتا رہا، مجھے سمجھ نہیں آ رہا تھا کہ یہ روشنیاں آسمان سے آپ پر اُتری ہیں یا آپ سے آسمان کو جا ملیں ہیں۔

Marfat.com

كان إذا بكى آخُذُ الدّموع إذا سقطتْ مِن عينيه عَلى الأرض، فأمسَح بها على وجهي، فأجد فيها رائحةَ المسك، فاتخذتها طيبًا، يشمُّها النّاس عَليّ فيقولون لي: هذا مِسك عظيم، أين اشتريته؟.

(الشيخ أبو إسحاق إبراهيم بن أحمد بن طريف القيسي الجزيري)

ومنهم أبو إسحاق إبراهيم بن أحمد بن طريف القيسي الجزيري - رحمه الله - شيخ أبي عبد الله القرشي الذي كان بديار مصر. كان سمح الخُلق، ليّن الجانب، قائلا للحق، لا تأخذه في الله لومة لائم، مِن أهْل الجد والاجتهاد.[١] كان يحنّ إلى العزلة، ولا يقدر عَليهَا من أجْل الحرفة، كان يبيع الفخَار. قيَّد كثيرًا من كتب الطريق، كانت المعَاملة غالبة عَليه، يحب المعَارف ويحنّ إليهَا.

كان سَببُ موته أنّ رجُلًا مرّ به، فقال له: يَا سيّدي؛ مرّ عليك فلان؟ يسأله عن إنسان من أهْل البَلد. وكان ذلك قد ابتلاه الله فِي عنقه بداء نسمّيه عندنا نُغْنُغَة. فلم يعرفه الشيخ جدًّا، فألحّ عليْه الرجُلُ في السؤال، فقال له: أراك تسأل - وَالله أعلم - عن ذلك الرَّجُل صاحب النُغْنُغَة في عنقه؟! قال الرجل: عنه أسْأل. قال الشيخ: فنادَاني الحَقّ في سرّي: يَا إبراهيم، ما تعرف عبَادنا إلا بما نبتليهم به؟ ما[٢] كان لَهُ اسم تذكرهُ به؟ لأمِيتنّك بها. فأصبح وقد خرجت له في عنقه، فقاساها يسيرًا، ثم مات.

أخبرني بهذه الحكاية ابنه محمد بالحَرم، وقال لي؛ قال لي أبي: والله ما غلطت في مثل هذا النوع مُنذ عِشْرين سنة.[١] قصدته فِي بلده مرّتين، وكان يحبني،

---

[١] هو: - والاجتهاد.

[٢] ش: - ما.

[١] "أخبرني بهذه الحكاية... عشرية سنة" ثابتة في حاشية ج بقلم الشيخ الأكبر.

Marfat.com

ابھی میں کھڑا یہی سوچ رہا تھا کہ آپ جاگ گئے، وضو کیا اور نماز کے لیے کھڑے ہو گئے۔

جب آپ روتے تو آپ کے جو آنسو زمین پر گرتے وہ میں اپنے چہرے پر مسح کر لیتا، مجھے ان آنسوؤں سے خوشبو آتی تھی تو میں انہیں ہی خوشبو سمجھ کر لگا لیتا، جب لوگ یہ خوشبو سونگھتے تو پوچھتے کہ بڑی زبردست خوشبو ہے کہاں سے خریدی ہے؟

شیخ ابو اسحاق ابراہیم بن احمد بن طریف رحمۃ اللہ علیہ

اِن میں شیخ ابو اسحاق ابراہیم بن احمد بن طریف القیسی الجزیری رحمۃ اللہ علیہ بھی شامل ہیں جو ابو عبد اللہ القرشی مصر والے کے شیخ تھے۔ آپ نرم طبع، حلیم و بردبار تھے، حق گوئی میں کسی کی پروانہ کرتے، اہل جِد و اجتہاد میں سے تھے۔ آپ خلوت پسند تھے لیکن اپنے پیشے کی وجہ سے تنہائی اختیار نہیں کر سکتے تھے؛ کیونکہ آپ مٹی کے برتن بیچا کرتے تھے۔ آپ نے طریقت کی بہت سی کتابوں کی لکھائی بھی کی۔ آپ پیشہ ور شخص تھے لیکن معارف کو پسند کرتے اور ان کی طلب میں رہتے۔

آپ کی وفات کا سبب یہ بنا کہ ایک شخص آپ کے پاس آیا اور پوچھنے لگا: آپ نے فلاں شخص کو دیکھا ہے؟ وہ اسی علاقے کے کسی شخص کے بارے میں پوچھ رہا تھا جسے اللہ تعالی نے گلے کی ایسی بیماری میں مبتلا کر رکھا تھا جسے ہم لوگ "نُغنُغہ" کہتے تھے۔ شیخ کو اچھی طرح سے سمجھ نہ آیا، جب اس شخص نے دوبارہ اپنا سوال دہرایا تو آپ نے کہا: اچھا تو اس شخص کے بارے میں پوچھ رہا ہے جسے گلے میں نغنغہ ہے؟! وہ بولا: جی ہاں اُسی کے بارے میں پوچھ رہا ہوں۔ شیخ فرماتے ہیں مجھے اپنے باطن میں حق کی یہ آواز آئی کہ اے ابراہیم! اب تو ہمارے بندوں کو اُس نام سے جانتا ہے جس سے ہم انہیں آزماتے ہیں؟ تجھے اُس کا کوئی (اچھا) نام یاد نہیں؟ میں تجھے بھی اسی بیماری سے موت دوں گا۔ جب صبح ہوئی تو آپ کی گردن میں بھی ویسا ہی پھوڑا بن چکا تھا۔ آپ نے تھوڑی بہت تکلیف برداشت کی اور پھر وفات پائی۔

آپ کے بیٹے محمد نے حرم مکہ میں مجھے اس واقعے کے بارے میں بتایا، انہوں نے کہا میرے والد نے مجھے کہا تھا: میں نے گزشتہ بیس (۲۰) سال سے اس قسم کی غلطی نہیں کی تھی۔

Marfat.com

واجتمعت به مع صَاحبي عبْد الله بَدْر الحبشي، في سبتة وفي بلده – رضى الله عنه ونفعَه –.[١]

(الشيخ أبو محمد عبد الله بن إبرَاهيم المالقي)

ومِنْهم أبو محمد عبد الله بن إبرَاهيم المالقي الفخار، عُرِف بالقَلفَاط. صَاحَب أبا الربيع الكفيف وغيره، كان صديقًا لإبراهيم بن طريف. كان هَذا – عَبْد الله[٢] – يعمل عَلى طريق الفتيَان، ولعمري لقد ظهر فيه وبدت عَليْه أعْلامُه: مَا تراه يمشي قَط إلا في حقّ غيره، لا يلتفت لنفسه وَلا لحقّها، يقصِدُ إلى البلد والحكام في حوائج الناس، داره للفقراء مبَاحة، محافظا للشريعَة وَالآداب، مشروح الصَدر أكثر[٣] من إبراهيم بن طريف؛ كان ابن طرِيف عنده جمُود. اجتمعت به مِرَارًا عديدة، وكان[٤] يميل إلى جَانبي كثيرًا.

اتفق لي يومًا[٥] بمَدينَة سَبْته، وَهُو بها مَع ابن طريف، أن وجّه إلي السُلطان أبُو العَلاء – وفقهُ الله – مائدتين، وَلم أكن حَاضرًا. فأخذها الفقراء الذين كانوا قدْ وصَلوا إلى الموضع من أجْلي، وأكلوا، وانقبض خواص أصحَابي عنها. فلمّا كان في الليْلة الثانية وَجّه إلينا كَذلك مَائدتين، فلم أقبل ولم أردّ، وَكان قد أتوا[١] إلينا فقراء بالقصد من أجْل الطعَام لمّا سَمِعوُا أنّ السُلطان يَبعث إلينا. فأقمت صَلاة العتمَة

---

[١] هو: – في سبتة وفي بلده – رضى الله عنه ونفعَه –.

[٢] هو: – هَذا عَبْد الله.

[٣] ش: أكبر.

[٤] هو: – وكان.

[٥] هو: – يوما.

[١] س: أتى.

Marfat.com

میں نے دو مرتبہ آپ کی زیارت کی، آپ مجھ سے بہت الفت فرماتے۔ میں اپنے دوست عبد اللہ بدر الحبشی کے ساتھ آپ سے دو مرتبہ ملا، ایک دفعہ شہر سبتہ میں اور دوسری مرتبہ آپ کے شہر میں، رضی اللہ عنہ ونفعہ۔

شیخ ابو محمد عبد اللہ بن ابراہیم المالقی رحمۃ اللہ علیہ

ان میں شیخ ابو محمد عبد اللہ بن ابراہیم المالقی الفخار رحمۃ اللہ علیہ - المعروف بالقلفاط - بھی شامل ہیں۔ آپ نے ابو ربیع الکفیف اور دیگر احباب کی صحبت اختیار کی۔ آپ ابراہیم بن طریف کے دوست تھے۔ راہ ایثار پر گامزن تھے اور قسم خدا کی! آپ میں اس راستے کی علامات کا ظہور ہوا۔ آپ ہمیشہ دوسروں کو حق دلانے میں سرگرمِ عمل رہتے، کبھی اپنے نفس اور اپنے حق کے لیے کوشاں نہ رہے۔ لوگوں کے مسائل حل کروانے کے لیے شہر کے حکام کے پاس حاضر ہوتے، آپ کا غریب خانہ ہمیشہ فقرا کے لیے کھلا ہوتا، شریعت اور آداب کا پاس کرتے۔ ابراہیم بن طریف سے زیادہ کھلے دل والے تھے جبکہ ابن طریف سخت مزاج تھے۔ میں نے بارہا آپ سے ملاقات کی اور آپ کا میری طرف خصوصی میلان تھا۔

ایک دفعہ شہر سبتہ میں میرے ساتھ یہ پیش آیا - اس وقت آپ بھی ابن طریف کے ساتھ وہیں موجود تھے - کہ سلطان ابو العلاء - اللہ انہیں توفیق دے - نے میری طرف کھانے کے دو تھال بھیجے۔ میں کہیں گیا ہوا تھا لہٰذا مجھ سے ملنے کے لیے آئے ہوئے فقرا نے وہ قبول کر لیے اور وہ کھانا کھا لیا، جبکہ میرے خاص ساتھی اس کھانے سے دور ہی رہے۔ دوسری رات پھر ہماری طرف دو تھال آئے (جنہیں) نہ میں نے قبول کیا اور نہ ہی واپس کیا، اُس رات کھانے کے لیے ہمارے ہاں اور زیادہ فقرا آئے تھے کیونکہ یہ بات پھیل گئی تھی کہ بادشاہ ہماری طرف کھانا بھیجتا ہے۔ اسی دوران نماز عشا کی اقامت کہی گئی اور میں نماز کے لیے چل پڑا۔ ان میں ایک فقیر جو اپنی بزرگی کا دعوے دار تھا کہنے لگا: "کھانے کے ہوتے ہوئے نماز نہیں ہوتی۔"[1] (یہ سن کر) میں خاموش رہا تو اُسے غصہ آگیا کہ میں نے اُسے نظر انداز کیا ہے، پھر میں نے کہا: "یہ کھانا، نہ تو میں نے قبول کیا ہے اور نہ ہی میں نے اِسے کھانا ہے کیونکہ میرے نزدیک یہ حرام ہے، اور نہ ہی

فصَلّيت. فقال بعض الفقراء ممن[١] يدعى التشيخ: «لا صلاة بحضرة الطعام». فسكتُّ عنه، فغضب حيث لم أجبه، فقلت: «أنا لم أقبل ذلك الطعام، ولا أرى أن آكله؛ فإنه عندي حرام، ولا يتمكن لي أن آمركم بأكله؛ فإني أحبّ لكم مَا أحبّ لنفسي» ثم بيّنتُ وجْه الحرام فيه، ثم قلت: هذا طعَام حَاضر: مَن استحلّه أكله، ومن لم يسْتحلّه تركه. ودخلت إلى البَيت الذي كنت فيه، وأدخلت معي خواص أصحَابي.

فلمّا أصبح مشى ذلك، ووشى عند الوزراء بي بأني أقول فيهم: إنهم أهْل حرَام، وغير ذلك. فاغتاظ[٢] الوزير وقال: إنّ السيّد - وَالله - هُو الذي يتناول توجيه ذلك الطعَام بنفسه، ولا يبرح حتى يحمل أمامه، وقام لذلك وقعد.[٣] فوصلت المسَألة إلى السُلطان - وَكان عَاقلًا - فقال: نحن ما قصَدنا إلا الخير، وَهُو أعرَف بحاله، لا نُدخِلُ[٤] عَليه مضرّة وَلا مَا يسوؤه، وقبض ذلك عني.

فبلغ ذلك صَاحبنا القلفاط، فاجتمع بي، وقد خاف عليّ وعَلى أصحَابي ممّا يعْرف من البلاد، وعتبني في ذلك، وقال لي: يا فلان؛[٥] هَذا في حَق نفسك حسن، غير أنّ المضرّة فيه تنسَحِبُ[٦] على الطائفة، وهؤلاء القوم مَا يَحْتملون مثل هَذا، وقد قال بَعْضهم: «ذَلّ مَنْ ليسَ له ظالم يُعضده، وضَلّ مَنْ ليسَ له عَالم يُرشده». فلَمّا رَأيت أنّ الرحمة قد غلبت عَليْه فِي حَقّ النّاس وتسديد الأمُور وَالأخذ بالأرجح في

---

[١] س: من.

[٢] ج، هو: فاغتاض.

[٣] هو: - وقام لذلك وقعد.

[٤] س: يدخل.

[٥] هو: - يا فلان.

[٦] ج: ينسحب.

Marfat.com

میں تمہیں یہ کھانا کھانے کا کہہ سکتا ہوں کیونکہ میں تمہارے لیے بھی وہی پسند کرتا ہوں جو اپنے لیے پسند کروں۔" پھر میں نے ان پر اِس (کھانے) کا حرام ہونا واضح کیا اور کہا: کھانا یہ پڑا ہے، جو اسے حلال سمجھتا ہے وہ کھالے اور جو اسے حلال نہیں سمجھتا وہ چھوڑ دے، (یہ کہہ کر) میں اندر اپنے گھر چلا گیا اور اپنے خاص ساتھیوں کو بھی اندر بلا لیا۔

جب صبح ہوئی تو یہ (شخص) دوڑا دوڑا وزیر کے پاس گیا اور میری چغلی کھائی کہ میں انہیں اہل حرام وغیرہ کہتا ہوں۔ (یہ سن کر) وزیر کو بہت غصہ آیا، کہنے لگا: بادشاہ تو ان تک کھانا پہنچانے میں جلدی کرتا ہے اور اگر اس کا بس چلتا تو وہ یہ کھانا خود لے کر جاتا، اور اُسے غصے میں چین نہیں آ رہا تھا۔ جب یہ بات بادشاہ تک پہنچی -جو کہ ایک دانا شخص تھا- کہنے لگا: ہمارا مقصد تو نیک ہی تھا، وہ (یعنی ابن العربی) خود کو بہتر سمجھتا ہے لہذا ہم اس کو کچھ نہیں کہتے اور نہ ہی ہمارا ارادہ اسے نقصان پہنچانے کا یا تکلیف دینے کا ہے، اور اس نے یہ بات یہیں ختم کر دی۔

جب یہ بات ہمارے دوست القلفاط کو پتا چلی تو آپ (فوراً) مجھ سے ملنے آئے، آپ میری اور میرے ساتھیوں کی خیر و عافیت کے لیے پریشان تھے کیونکہ آپ شہر والوں کو جانتے تھے، آپ نے اس بارے میں مجھے ڈانٹا اور کہا: اگر صرف تیری ذات کی بات ہوتی تو چلو ٹھیک تھا لیکن اس میں پورے سلسلے کا نقصان ہے، اور یہ لوگ اِس کے متحمل نہیں ہو سکتے۔ ایک کہاوت ہے "وہ ذلیل ہوا جس کی پشت پناہی کوئی ظالم نہ کرے اور وہ گمراہ ہوا جس کی رہنمائی کوئی عالم نہ کرے۔" جب میں نے لوگوں کے حق میں آپ پر رحمت کا غلبہ دیکھا، اور یہ کہ آپ دنیاوی مصلحت کی وجہ سے معاملات درست رکھنا چاہتے ہیں تو میں نے آپ سے کہا: "وہ اللہ کا بہت ہی بُرا

Marfat.com

المصْلحة الدنياويّة، قُلت له: بئسَ العَبد لله يستند إلى عَدوّ الله،[١] لا رعى الله العَالَمَ لم يُراعُوا حق الله، حق الله أحق. ونفضت يدي، وقمت. فانصرف. فلقيت ابن طريف والخبر عنده، فقال لي: السّياسَة أولى. فقلت له: مَا دَامَ رأس المال محْفوظًا. فسكت عني - رضي الله عنه -.

وَلولَا التطويل لذكرنَاهم عن آخرهم، ولكن اقتصرت عَلَى هَذا المقدار رَغبة في الإيجاز والاختصَار.[٢] وقد أفردتُ لذكرهمْ كتَابًا سمّيته «الدّرة الفاخرة في ذكر من انتفعت به في طريق الآخرة» ذكرتُ فيه مثل عبد الله بن تاخمست، يُعدّ من الأبدال، وآخر يقال له السخان كان من الأبدال، فنزل وبقي حزينًا لا يُكَلّم أحدًا، كنت إذا رأيته رحمته لِما أراه فيه من الكرب.[٣]

(الشيخ أبو يحي بن أبي بكر الصنهاجي)

ومنهم الشيخ العارف السائح المتجرّد المنقطع الصادق الصالح المسن، أبو يحيى بن أبي بكر الصنهاجي، من أهل الإشارات والتمكين، قَلّ أن يُلقى مثله. بيني وبينه مسائل من الحقائق كثيرة يضيق الوقت عن ذكرها،[٤] ألّفت منْ أجله كتاب «عنقاء مغرب في معرفة ختم الأولياء وشمس المغرب».[٥]

(الشيخ أبو العبَاس ابن تاجة)

ومنهم أبو العبَاس ابن تاجة، من أهل إشبيلية، مِن المجتهدين، لم يزل المصحَف بين عينيه حتى مات.

---

[١] هو: + والله.

[٢] هو: - ولكن اقتصرت عَلَى هَذا المقدار رَغبة في الإيجاز والاختصَار.

[٣] هو: - "ذكرتُ فيه مثل عبد الله بن تاخمست، .... فيه من الكرب."

[٤] هو: - كثيرة يضيق الوقت عن ذكرها.

[٥] قصة هذا الشيخ ثابتة في حاشية ج بقلم الشيخ الأكبر.

Marfat.com

بندہ ہے جو اللہ کے دشمن پر بھروسا کرے! اللہ کو بھی اس دنیا کی کوئی پروا نہیں اگر یہ دنیا والے اللہ کے حق کی پروانہ کریں، اور اللہ کا حق سب سے بڑھ کر ہے۔ یہ کہہ کر میں اٹھ آیا، اور آپ بھی چل دیئے۔ بعد میں جب ابن طریف سے میرا ملنا ہوا- اور آپ تک یہ بات پہنچ چکی تھی- تو وہ مجھے کہنے لگے: معاملات کو سدھارنا ہی بہتر ہے! میں نے کہا: اُس وقت تک جب کہ اصل زر (یعنی کہ دین) محفوظ ہو، یہ سن کر آپ خاموش ہو گئے- اللہ آپ سے راضی ہو!

اگر اندیشۂ طوالت نہ ہوتا تو ہم اپنے تمام شیوخ کا تذکرہ کرتے لیکن اختصار کے پیش نظر میں اپنی بات مختصر کرتا ہوں۔ ان سب شیوخ کا تذکرہ میں اپنی کتاب ''الدرۃ الفاخرۃ فی ذکر من انتفعت بہ فی طریق الآخرۃ'' میں کر چکا ہوں، اس (کتاب) میں میں نے عبد اللہ بن تاخمست- جو کہ ابدال میں سے تھے- جیسی ہستیوں کے (حالات و واقعات) قلم بند کیے ہیں۔ اور ایک اور ابدال جنہیں السخان پکارا جاتا تھا، آپ کی تنزلی ہو گئی تو آپ ہمیشہ غمناک رہتے، کسی سے بات چیت نہ کرتے۔ جب میں آپ کو اس کرب میں دیکھتا تو مجھے آپ پر بہت ترس آتا۔

شیخ ابو یحیی بن ابی بکر الصنہاجی رحمۃ اللہ علیہ

ان میں الشیخ، العارف، السائح، المتجرد، المنقطع، الصادق، الصالح، عمر رسیدہ ابو یحیی بن ابو بکر الصنہاجی رحمۃ اللہ علیہ جو کہ اہل اشارات و تمکین میں سے تھے، بھی شامل ہیں۔ آپ جیسوں سے ملاقات بہت کم ہی ہوتی ہے۔ آپ اور میں حقائق کے بہت سے مسائل پر غور و خوض کرتے جن کا ذکر یہاں نہیں ہو سکتا۔ میں نے آپ کے لیے ''عنقاء مغرب فی معرفۃ ختم الاولیاء و شمس المغرب'' نامی کتاب لکھی۔

شیخ ابو العباس ابن تاجہ رحمۃ اللہ علیہ

ان میں شیخ ابو العباس ابن تاجہ رحمۃ اللہ علیہ - اشبیلیہ والے- بھی شامل ہیں۔ آپ مجتہدین میں سے تھے۔ قرآن پاک ہمیشہ آپ کی نظروں کے سامنے ہوتا یہاں تک کہ آپ کی وفات ہو گئی۔

Marfat.com

(الشيخ أبو عبد الله بن بسْطَام البَاغي)

ومنهم أبو عبد الله بن بسْطَام البَاغي، من أهل باغة، كان من أهْل القرآن وَاللّيْل.

(الشيخ يُوسف بن تعزّا)

ومنهم يُوسف بن تعزّا، بقرمونة، مِن التالين لكتاب الله، لا يتركه القرآن يتحدث مع أحدٍ،[1] صوّامًا قوامًا.

(الشيخ أبُو الحَسن القنوني)

وَمنْهُم أبُو الحَسن القَنوني،[2] بمدينة رندة، من أهْل الفتوّة والمعَارف السَبعية.

(الشيخ «اللهم صَلّ عَلى محمد»)

ومنهم «اللهم صَلّ عَلى محمد»، الحدّاد بمدينة إشبيلية، كان مستهترًا بالصَلاة عَليْه [يعني على النبي] - صَلّى الله عَليه - دائما لا يفتر.

(الشيخ أبُو إسحاق القرطبي)

ومنهم أبُو إسحاق القرطبي، ببجاية، من أصحَاب أبي مَدين، كان من المؤمنين.

(الشيخ أبُو عبْد الله المهدوي)

ومنهم أبُو عبْد الله المهدوي، بمدينة فاس، بقي نيفًا وستين سنة مَا استدبَر القبلة حتّى مات.

---

[1] هو: - لا يتركه القرآن يتحدث مع أحدٍ.

[2] س: الفنوني.

شیخ ابو عبد اللہ بن بسطام الباغی رحمۃ اللہ علیہ

ان میں شیخ ابو عبد اللہ بن بسطام الباغی رحمۃ اللہ علیہ - باغہ والے - بھی شامل ہیں۔ آپ اہل قرآن اور اہل لیل میں سے تھے۔

شیخ یوسف بن تعزا رحمۃ اللہ علیہ

ان میں شیخ یوسف بن تعزا رحمۃ اللہ علیہ - قرمونہ والے - بھی شامل ہیں۔ آپ ہر دم کتاب اللہ کی تلاوت میں اس طرح مشغول رہتے کہ آپ کے پاس کسی سے بات کرنے کا وقت نہ ہوتا۔ دن کو روزے سے ہوتے اور رات کو قیام کرتے۔

شیخ ابو الحسن القنونی رحمۃ اللہ علیہ

ان میں - شہر رندہ والے - ابو الحسن القنونی رحمۃ اللہ علیہ بھی شامل ہیں۔ آپ اہل ایثار اور سات معارف والوں میں سے تھے۔

شیخ "اللّٰہم صلی علی محمد" رحمۃ اللہ علیہ

ان میں شیخ "اللّٰہم صلی علی محمد" رحمۃ اللہ علیہ بھی شامل ہیں۔ آپ اشبیلیہ میں لوہار کا کام کرتے تھے، ہر وقت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر درود پڑھنے میں مشغول رہتے اور کبھی وقفہ نہ کرتے۔[۴۲]

شیخ ابو اسحاق القرطبی رحمۃ اللہ علیہ

ان میں ابو اسحاق القرطبی رحمۃ اللہ علیہ - بجایہ والے - بھی شامل ہیں۔ آپ ابو مدین کے ساتھیوں اور مومنین[۴۳] میں سے تھے۔

شیخ ابو عبد اللہ المہدوی رحمۃ اللہ علیہ

ان میں ابو عبد اللہ المہدوی رحمۃ اللہ علیہ - شہر فاس والے - بھی شامل ہیں۔ آپ ساٹھ (۶۰)

(الشيخ علي بن موسى بن النقرات)

ومنهُم علي بن موسى بن النقرات، بمدينة فاس، مجهولاً لا يُعرف بهذه الطريقة، كان غامضًا في الناسِ فيها، وَكَان لديْه فيهَا مَعْرفة تامّة.[١] كانَتْ لهُ فيهَا فراسة، كان قلّ ما يجد مع من يستريح[٢] في هذه الطريقة حتى مات، كان عند النّاس مشهورًا بالقراءات وَالروَايات - رحمه الله -.

(الشيخ أبو الحُسَين يحي ابن الصَائغ)

وَمنْهُم أبو الحُسَين يحيى ابن الصَائغ[٣]، بسبتة،[٤] مِن المحدِّثين وَهُو صوفي،[٥] وهو من الأعجوبات؛ محدِّث صوفي، كبريت أحمر، له بَركات. عَاشرته كثيرًا ورَويْت عنه، وقرأت عَليْه. كان زاهدًا متجرّدًا.

(الشيخ ابن العاص أبو عبد الله الباجي)

ومنهم ابن العاص، أبو عبد الله الباجي،[٦] بإشبيلية - رحمه الله -، كان فقيهًا زاهدًا.[١] وهَذا أيْضًا غريب؛ فقيه زاهد لا يوجد.

(الشيخ أبو عبْد الله بن زين اليابري)

ومنهم أبو عبْد الله بن زين اليابري، بإشبيلية، كان من أفضل الناس، كثير

---

[١] هو: - في الناسِ فيها، وَكَان لديْه فيهَا مَعْرفة تامّة. + فيها.

[٢] هو: + معه.

[٣] س: الصانع.

[٤] هو: - بسبتة.

[٥] هو: - وهو صوفي.

[٦] هو: التاجي.

[١] هو: - كان فقيهًا زاهدًا.

Marfat.com

سال سے زائد۔ یعنی اپنی وفات تک۔ ایسی حالت پر رہے کہ آپ نے کبھی قبلے کی طرف پیٹھ نہ کی۔

شیخ علی بن موسیٰ بن نقرات رحمۃ اللہ علیہ

ان میں علی بن موسیٰ بن نقرات رحمۃ اللہ علیہ۔ شہر فاس والے۔ بھی شامل ہیں۔ ایک غیر معروف شخصیت جنہیں طریقت کے حوالے سے کوئی نہ جانتا تھا، آپ عام لوگوں میں پنہاں تھے لیکن اِس راستے کی مکمل معرفت رکھتے تھے۔ آپ کو اِس راہ کی فراست بھی حاصل تھی۔ اہل طریقت کے ساتھ بہت کم نظر آتے اور اسی معمول پر آپ کی وفات ہوئی۔ لوگوں میں آپ داستان گو اور افسانہ خواں مشہور تھے۔ اللہ آپ پر رحم کرے!

شیخ ابوالحسن یحیی بن الصائغ رحمۃ اللہ علیہ

ان میں ابوالحسن یحیی ابن الصائغ رحمۃ اللہ علیہ۔ سبتہ والے۔ بھی شامل ہیں۔ آپ محدثین میں صوفی تھے اور آپ کا محدث اور صوفی ہونا ایک انوکھی بات تھی۔ کبریت احمر، بہت فیض والے، میری آپ سے کافی راہ و رسم تھی، میں نے آپ سے روایت اخذ کی اور پڑھا۔ آپ متجرد زاہد تھے۔

شیخ ابن العاص ابو عبد اللہ الباجی رحمۃ اللہ علیہ

ان میں ابن العاص ابو عبد اللہ الباجی رحمۃ اللہ علیہ۔ اشبیلیہ والے۔ بھی شامل ہیں۔ آپ زاہد فقیہ تھے، اور یہ بھی بڑی عجیب بات ہے کیونکہ شاذ و نادر ہی کوئی فقیہ زاہد ہوتا ہے۔

شیخ ابو عبد اللہ بن زین الیابری رحمۃ اللہ علیہ

ان میں ابو عبد اللہ بن زین الیابری رحمۃ اللہ علیہ۔ اشبیلیہ والے۔ بھی شامل ہیں۔ آپ صاحبِ فضیلت، بہت محنت اور ریاضت والے بزرگ تھے۔ اشبیلیہ کی مسجد العدبّس میں قرآن اور نحو پڑھاتے، لوگوں میں غیر نمایاں اور ناقابل توجہ تھے۔ آپ ابو حامد الغزالی کی کتب کے بہت رَسیا

Marfat.com

الجدّ والاجتهاد[١] والتقشف، كان يقرئ القرآن والنحو بجامع العدَبَّس بإشبيلية، لا يؤبَه له، غامضًا في الناس.[٢] اعتكف على كتب أبي حَامد، قرأ ليلة تأليف أبي القاسم بن حمدين[٣] في الرّد على أبي حَامد الغزالي، فعمي. فسجد لله - تعالى - من حينه وتضرّع، وأقسم أنهُ لا يقرأه أبدًا ويذهبه؛ فردّ الله عَلَيْه بَصره. من فضلاء الناس.[٤] لقيت أيضًا أخَاه مثله، نودي به عند موته: «جنتين اثنتين لبني زين».

(الشيخ أبو عبْد الله القزاز)

ومنْهم أبو عبْد الله القزاز، إمَام أهْل البلاء بقرطبة، قلّ أن يلقى[٥] مثله.[٦] سَألته كيف يطيب عيشه معهم؟ فقال: لا أشمّ منهم إلا رائحة المسك. أحفظ من أحواله عجائب.[٧]

(الشيخ أبو زكريا يحي بن حسَن الحسني)

وَمنهم أبو زكريَا، يحيى بن حسَن الحسني - بمدينة بجاية[٨] -. من العُلماء العَاملين السَادة، صَاحِب ورع وزهد ونصيحةٍ. خلوتُ به عن إذنه. فسَألني وسَألته؛ فرأيت رَجُلا الغالب عَليْه الخوف. له أخبَار عجيبة في تقشفه وأكله.[١] لقيته

---

[١] هو: - والاجتهاد.

[٢] هو: - والنحو بجامع العدَبَّس بإشبيلية، لا يؤبَه له، غامضًا في الناس.

[٣] س: أحمدين .

[٤] هو: - من فضلاء الناس.

[٥] ش: تلقى.

[٦] هو: - بقرطبة، قلّ أن يلقى مثله.

[٧] هو: به أحفظ من أحوالي عجائب.

[٨] هو: - بمدينة بجاية.

[١] هو: - له أخبَار عجيبة في تقشفه وأكله.

Marfat.com

تھے، ایک رات جب آپ نے ابو حامد الغزالی کے رد میں ابو القاسم بن حمدین کی کتاب پڑھی تو اندھے ہو گئے، اُسی وقت اللہ کے حضور سجدہ ریز ہوئے اور خضوع و خشوع سے یہ عہد کیا کہ اب کبھی یہ کتاب نہیں پڑھیں گے بلکہ اسے پھینک دیں گے، یوں اللہ نے آپ کی بصارت لوٹا دی۔ آپ صاحب کمال لوگوں میں سے تھے۔ میں آپ کے بھائی سے بھی ملا جو آپ جیسے ہی تھے، موت کے وقت انہیں یہ آواز آئی کہ "بنی زین کے لیے دو جنتیں ہیں۔"

شیخ ابو عبد اللہ القزاز رحمۃ اللہ علیہ

ان میں ابو عبد اللہ القزاز رحمۃ اللہ علیہ - قرطبہ میں اہل ابتلا کے امام - بھی شامل ہیں۔ آپ جیسے خال خال ہی دکھائی دیتے ہیں، میں نے آپ سے پوچھا: آپ کی زندگی اِن لوگوں کے ساتھ کیسی گزر رہی ہے تو بولے: مجھے تو صرف اِن سے خوشبو ہی آتی ہے۔ میں نے آپ کے عجیب وغریب احوال کا مشاہدہ کیا۔

شیخ ابوزکریا یحیی بن حسن الحسنی رحمۃ اللہ علیہ

ان میں ابوزکریا یحیی بن حسن الحسنی رحمۃ اللہ علیہ - شہر بجایہ والے - بھی شامل ہیں۔ آپ باعمل عالِم سادات، صاحبِ زہد وورع اور صاحبِ نصیحت تھے۔ میں آپ کی اجازت سے ہی خلوت نشین ہوا، پس آپ مجھ سے پوچھتے اور میں آپ سے پوچھتا۔ میں نے آپ کو ایسا شخص پایا جس پر خوف کا غلبہ تھا۔ آپ کی درویشانہ روش اور کھانے پینے کے عجیب و غریب واقعات ہیں۔ میں نے بارہا آپ سے ملاقات کی اور آپ کی چند تالیفات بھی آپ کے سامنے پڑھیں۔

Marfat.com

مرَارا[١] ، وقرأت عَلَيْه من بعض تواليفه.

(الشيخ عبْد السَلام الأسْود السائح)

ومنهم عبْد السَلام الأسْود السائح. لا أدْخل قرية إلا قيل لي: «مِن هنا مرّ فلان»، لا يقرّ به قرار. سَألته عن عَدم قراره، فقال: أجد حَالة طيبة في الحركة.

(الشيخ أبو عبد الله القسطيلي)

ومنهُم أبو عبد الله القسطيلي - بمدينه إشبيلية[٢] -. من أهْل الفضل وَالجد والاجتهَاد والغيرة فِي دين الله - تعالى -. إذا دخلتَ عَليه في موضعه تنشط للعبَادة.

(الشيخ أبو العبّاس أحمد بن منذر)

ومنهم أبو العبّاس أحمد بن منذر - بمدينة إشبيلية[٣] -. من أهْل القرآن والعَربيّة وَالفقه، جيدًا[٤] في مذهب مَالك. من كَرَاماتِه؛[٥] إذا اعتاصَت عَليْه مَسَألة في المذهب، يَرى مالكًا يحلّها لَهُ. يتعرّض إليْه في دَاره الرُّوحَانيون والرّجَال يسلّمون عَليْه، يضيق عَليْه الحال فتُلقى الدرَاهم بين يديه فيأبى أن يقبلها[١] ويردّها فتُرفع عنه، غلب عَليه الورَع، مبَاركًا صالحًا.[٢]

---

[١] ش: مرات.

[٢] هو: - بمدينة إشبيلية.

[٣] هو: - بمدينة إشبيلية.

[٤] س: وحيدا.

[٥] هو: - من كَرَاماتِه.

[١] هو: - فيأبى أن يقبلها.

[٢] هو: - مباركا صالحا.

Marfat.com

شیخ عبد السلام الأسود رحمۃ اللہ علیہ

ان میں عبد السلام الأسود السائح رحمۃ اللہ علیہ بھی شامل ہیں۔ میں جس بستی سے بھی گزرا مجھے یہی کہا گیا کہ یہاں سے آپ کا بھی گزر ہوا ہے۔ آپ کو کہیں قرار نہ آتا، جب میں نے آپ سے اِس بے قراری کی وجہ پوچھی تو کہنے لگے: مجھے حرکت میں ہی سکون ملتا ہے۔

شیخ ابو عبد اللہ القسطیلی رحمۃ اللہ علیہ

ان میں ابو عبد اللہ القسطیلی رحمۃ اللہ علیہ - اشبلیہ والے - بھی شامل ہیں۔ آپ اہل فضل و اجتہاد اور دین اللہ میں غیرت والے تھے۔ تو جب کبھی ان سے ملنے جاتا تو انہیں عبادت میں ہی سرگرم پاتا۔

شیخ ابو العباس احمد بن منذر رحمۃ اللہ علیہ

اِن میں ابو العباس احمد بن منذر رحمۃ اللہ علیہ - اشبلیہ والے - بھی شامل ہیں۔ آپ علوم قرآن، علوم عربی اور علوم فقہ کے ماہر تھے، مالکی فقہ میں (خصوصی) مہارت حاصل کی۔ آپ کی یہ کرامت تھی کہ جب فقہ کا کوئی مسئلہ آپ پر دشوار ہوتا تو امام مالک خود آپ کے لیے وہ حل کیا کرتے تھے۔ آپ کا گھر روحانی ہستیوں کا ٹھکانہ ہوتا اور مردانِ حق آپ پر سلامتی بھیجتے۔ شدید حاجت کے وقت آپ کے سامنے مال رکھا جاتا لیکن آپ قبول نہ کرتے اور واپس لوٹا دیتے، چنانچہ کوئی سبب بن ہی جاتا۔ آپ پر گناہ سے اجتناب کا غلبہ تھا آپ نہایت بابرکت اور صالح شخص تھے۔

Marfat.com

(الشيخ مُوسى المعلم)

وَمنهم مُوسى المعَلم، بمدينه فاس، وهو من قلعة بني سعيد، من نظر أغرناطة - وَابنه عبْد الله نشأ صَالحًا لَا يَعْرف المعصيَة، هُو[١] الشاب التائب لا تُعرف له صبوة، حَافظًا لكتاب الله - تعالى -.[٢]

(الشيخ أبو العباس الخرّاز)

ومنْهُم أبو العباس الخرّاز، لقيته بمكّة، صحب عبد الله المغاور ويحكي عنه. انتفَعت بدُعائه ورأيت لهُ بَركة.[٣]

(الشيخ الحاج أبو محمد عبْد الله البرّجَاني)

ومنهم الحاج أبو محمد عبْد الله البرّجَاني، صَاحِبك وصديقك - رضي الله عنه -. يحُب السّنة وأهْلهَا، صَالحًا، جليل القدر،[٤] كثير السّكون. سمعته يومًا يقول في قوله - تعالى -: ﴿الَّذِينَ آتَيْنَاهُمُ الْكِتَابَ يَتْلُونَهُ حَقَّ تِلَاوَتِهِ﴾ (البقرة: ١٢١) لِمَ تَلَوْهُ هؤلاء حق تلاوته؟ فقلت له: قُل[٥] يا أبا محمد: السَؤال منك والجواب منك. فتبسم وقال: «لأنه آتاهم؛ فسبقت لهم العناية؛ فلمّا أُعْطوا أُعينوا» وهي إشارة بديعة، تحتها بحور تزخر لمن نظر وفكّر. يقول النبي - عليه السلام - في الإمامة: «إن أُعطيتها أُعِنتَ عليها، وإن طلبتَها لم تُعَن عليها».[١]

---

[١] ش: وهو.

[٢] هو: - "وَابنه عبْد الله ... حَافظًا لكتاب الله." (الجملة الاعتراضية ثابتة في حاشية ج بقلم الشيخ الأكبر.)

[٣] هو: - ورأيت لهُ بَركة.

[٤] هو: - صَالحًا، جليل القدر.

[٥] س: - قل.

[١] الحديث ثابت في حاشية ج بخط الشيخ الأكبر.

Marfat.com

شیخ موسی رحمۃ اللہ علیہ

ان میں موسی رحمۃ اللہ علیہ - شہر فاس کے معلم - بھی شامل ہیں۔ آپ کا تعلق قلعہ بنی سعید سے تھا جو کہ ضلع غرناطہ کی ایک تحصیل تھی، آپ کے بیٹے عبداللہ کی پرورش صالح اولاد کی طرح ہوئی، وہ گناہ سے واقف تک نہ تھے، وہ ایک تائب نوجوان تھے جو نوجوانی کی خرمستیوں سے دور تھے، آپ کتاب اللہ کے حافظ بھی تھے۔

شیخ ابو العباس الخراز رحمۃ اللہ علیہ

ان میں ابو العباس الخراز رحمۃ اللہ علیہ بھی شامل ہیں۔ آپ سے مکہ میں میری ملاقات ہوئی، آپ نے عبد اللہ المغاور کی صحبت اختیار کی اور انہی کے بارے میں بتایا کرتے تھے۔ مجھے آپ کی دعاؤں نے فائدہ دیا اور میں نے آپ کی برکات دیکھیں۔

شیخ الحاج ابو محمد عبد اللہ البرجانی رحمۃ اللہ علیہ

ان میں آپ (یعنی شیخ المہدوی) کے ساتھی اور دوست الحاج ابو محمد عبد اللہ البرجانی رضی اللہ عنہ بھی شامل ہیں۔ آپ سنت اور اہل سنت کو پسند فرماتے، صالحین میں جلیل القدر اور بہت سکون والی ہستی تھے۔ ایک دن میں نے آپ کو اللہ کے اِس قول: ﴿جنہیں ہم نے کتاب دی ہے وہ اِسے اس طرح پڑھتے ہیں جیسا کہ پڑھنے کا حق ہے﴾ (البقرۃ: ۱۲۱) کے بارے میں فرماتے سنا: ان لوگوں نے اِسے پڑھنے کے حق کے مطابق کیسے پڑھا؟ میں نے کہا: اے ابو محمد! سوال آپ نے کیا ہے تو جواب بھی آپ ہی دے دیں، آپ مسکرائے اور فرمایا: ”انہیں کتاب اس سابق عنایت کے بعد دی گئی، پس جب دی گئی تو ان کی مدد بھی کی گئی۔“ یہ ایک اچھوتا اشارہ ہے جس کے نیچے غور و فکر کرنے والے کے لیے ٹھاٹھیں مارتے سمندر ہیں۔ حکومت کے بارے میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں: ”اگر تجھے یہ دی گئی تو پھر اس میں تیری مدد بھی کی جائے گی لیکن اگر تو نے یہ خود سے مانگی تو اِس پر تیری کوئی مدد نہیں کی جائے گی۔“

Marfat.com

(الشيخ أبو عبد الله محمد النابلي)

ومنهم أبو عبد الله محمد النابلي، الساكن بدَار القبر، خديمك الذي فتح الله لهُ على يديك، بركاتك عَليْه كانت ظاهرة. رأيت له أمورا عجيبة كنت أُسرّ بهَا، لا يتسع الوقت لذكرهَا.[1]

(الشيخ أبو عَبْد الله بن المرابط)

ومنهمُ أبو عَبْد الله بن المرابط. مِن أهْل اللَيل والقرآن، ظهرتْ عليه أنوارك؛ جيّد الذهن، سَريع الفهم.[2]

(الشيخ ميمُون التونسي أبو وكيل)

ومنهُمْ ميمُون التونسي أبو وكيل.[3] كَان يجمع القِرْمِز يعيش منه. مرض عندنا بإشبيلية، فأخذته الصَّالحة زينب امرَأة ابن أطَاع الله لتمرّضه فِي دَارهَا بنفسهَا، فلمّا انتقل عندهَا مَات من لَيْلته.[4] كان من رجَال الله - تعالى -.

(الشيخ أبو محمّد عبد الله بن خمَيْس الكناني)

ومنهم أبو محمّد عبد الله بن خمَيْس الكناني جرّاح، بمدينة تونس، لقيته بمحرسِه[1] كما تعرف،[2] زرته فيه عَلى قدمي حَافيًا في شدة الحرّ تأسّيًا بشيخي أبي

---

[1] هو: - لا يتسع الوقت لذكرهَا.

[2] هو: - جيّد الذهن، سَريع الفهم.

[3] ش، هو: - أبو وكيل.

[4] هو: - "يعيش منه. مرض عندنا .... مَات من لَيْلته."

[1] ش: بمحروسه.

[2] هو: - لقيته بمحرسِه كما تعرف.

Marfat.com

شیخ ابو عبد اللہ محمد النابلی رحمۃ اللہ علیہ

ان میں شیخ ابو عبد اللہ محمد النابلی رحمۃ اللہ علیہ بھی شامل ہیں۔ یہ دار القبر کے رہنے والے اور آپ (یعنی شیخ المہدوی) کے خادم تھے جن کا اس راستے میں داخلہ بھی آپ کے توسط سے ہوا، ان پر آپ کی برکات ظاہر تھیں۔ میں نے ان کی ایسی عجیب باتیں دیکھیں ہیں جن سے میں بہت خوش ہوا لیکن جن کے ذکر کرنے کا یہاں وقت نہیں۔

شیخ ابو عبد اللہ بن المرابط رحمۃ اللہ علیہ

ان میں شیخ ابو عبد اللہ بن المرابط رحمۃ اللہ علیہ بھی شامل ہیں۔ یہ اہل لیل اور اہل قرآن میں سے تھے، اُن پر آپ (یعنی شیخ المہدوی) کے انوار ظاہر ہوئے، بہت ذہن اور زُود فہم۔

شیخ میمون التونسی ابو وکیل رحمۃ اللہ علیہ

ان میں میمون التونسی ابو وکیل رحمۃ اللہ علیہ بھی شامل ہیں۔ آپ قِرمِز [1] جمع کر کے گزر بسر کرتے۔ اشبیلیہ میں ہمارے ہاں جب بیمار ہوئے تو ابن اطاع اللہ کی بیگم صالحہ زینت آپ کو اپنے گھر لے گئیں اور خود آپ کا خیال رکھا، لیکن جس رات آپ کو وہاں لے جایا گیا اسی رات آپ کا انتقال ہو گیا۔ آپ اللہ والوں میں سے تھے۔

شیخ ابو محمد عبد اللہ بن خمیس الکنانی رحمۃ اللہ علیہ

ان میں ابو محمد عبد اللہ بن خمیس الکنانی رحمۃ اللہ علیہ بھی شامل ہیں۔ آپ شہر تونس میں جرّاح (یعنی سرجن) تھے۔ جیسا کہ آپ (یعنی شیخ المہدوی) جانتے ہیں میری ان سے ملاقات محروسہ میں ہوئی اور اُس شدید گرمی میں بھی میں اپنے دونوں شیوخ، شیخ ابو یعقوب اور شیخ ابو محمد الموروری کی سنت پر عمل کرتے ہوئے ننگے پاؤں ان کی زیارت کے لیے پہنچا کیونکہ ان دونوں

---

1 قِرمِز (Kermes) چنے کے برابر ایک چھوٹا سا کیڑا جو بیر بہوٹی کی مانند جھاڑیوں پر ہوتا ہے۔ پرانے دور میں قرمز کے کیڑوں کے مُردہ جسموں سے رنگ اخذ کیا جاتا تھا اور اس سے کپڑا رنگا جاتا تھا۔

Marfat.com

يعقوب وأبي محمد الموروري؛ قالا لي: إنهما زاراه على هذه الحالة. رَأيت له برَكات، وحسبي علمك بحاله.

(الأشخاص السَّبعة)

ولقيت بمكة الأشخاص السَّبعة - نفعِ الله المُسلمين بهم -. جَالستهم بين حطيم الحنَابلة وصفّة زمزم. وهم خاصَّة الله حقّا لا يَطرفون، قد عَلتهم السّكينة والهيبَة. لقيتهم وهُم في حال المشاهدة، فلم تقع بيني وبينهم مُكَالمة في معرفة، ولقد رأيت من سكونهم مَا لا يتصوّر أن يسْكنه أحد.

(الشيخة شمس أمّ الفقراء)

ومنهم شمس، أمّ الفقراء، بمرشانة الزيتون. اختلفتُ إليْهَا مرَارًا، مَا لقيت في الرّجال مثلها في الحمل عَلى نفسهَا. كبيرة في المَعاملات والمكاشفات، قوية القلب، لها همّة شريفه، لهَا التمييز، تستر[١] حَالها جدًا، كانت تبدي منه في السرّ أشياءَ إليَّ[٢] لما حصل عندهَا مني من المكانة، وكنت أفرح بذلك، لها بَركات ظَاهرة. اختبرتها مرارًا في باب الكشف فوجدتها متمكنّة، الغالب عَليهَا الخوف والرضى، وتحصيل هذين المقامين في وقت وَاحِد عندنا عجيب يكاد لا يتصَوّرُ.[٣]

(الشيخة نُونة فاطمة بنت ابن المثنى)

وكذلك لقيت نُونة، فاطمة بنت ابن المثنى، بإشبيلية، أدركتها في عشر التسعين سنة، قد أَسنّت، لا تأكل إلا مما يطرح الناس عَلى أبوابهم من الأطعمَة،

---

[١] س: بستر.

[٢] ش: - إلي.

[٣] ج (في الحاشية): بلغت قراءة عليه، أحسن الله إليه.

Marfat.com

(شیوخ) نے مجھے بتایا تھا کہ ان دونوں نے بھی اسی حالت میں آپ کی زیارت کی تھی۔ میں نے آپ (یعنی شیخ عبد اللہ) کی بہت برکات دیکھیں اور آپ (یعنی شیخ المہدوی) تو ان کا حال بہتر جانتے ہیں۔

سات ابدال رحمۃ اللہ علیہم

میں نے حطیم حنابلہ اور زم زم کنویں کے پاس مکہ میں سات اشخاص (یعنی سات ابدال)[74] کے ساتھ محفل کی، اللہ تعالیٰ مسلمانوں کو ان سے فائدہ پہنچائے۔ یہ لوگ حقیقتاً اللہ کے خاص بندے تھے اور ان پر سکون اور ہیبت کا سایہ تھا۔ جب میری ان سے ملاقات ہوئی تو وہ اس وقت حالتِ مشاہدہ میں تھے لہذا میرے اور اِن کے درمیان معرفت کی بات چیت نہ ہو سکی۔ میں نے اِن کو اتنا پُر سکون دیکھا کہ کسی دوسرے کے لیے اس کا تصور بھی نہیں کیا جا سکتا۔

شیخہ شمس ام الفقرا رضی اللہ عنہا

ان میں مرشانہ زیتون والی شمس ام الفقرا رضی اللہ عنہا بھی شامل ہیں۔ میں آپ کے ہاں اکثر جاتا تھا، میں نے مردوں میں بھی کوئی ایسا نہ دیکھا جو آپ کی طرح اپنے نفس پر گرفت رکھتا ہو۔ آپ معاملات اور مکاشفات میں بہت پہنچی ہوئی ہستی تھیں، مضبوط دل والی، بلند توجہ والی اور صلاحیت امتیاز کی حاملہ،[75] (ظاہرا) اپنا حال چھپاتی لیکن جب آپ کے دل میں میرا کچھ مرتبہ ثابت ہو گیا تو درپردہ اپنے راز مجھ پر آشکار کرتیں جس سے میں بہت خوش ہوتا۔ آپ کا فیض عام تھا، میں نے بارہا آپ کو کشف میں آزمایا اور صاحبۂ تمکین پایا۔ آپ پر خوف اور رضا کا غلبہ تھا، جبکہ ہمارے نزدیک ایک وقت میں اِن دونوں مقامات کا حصول ایسی عجیب بات ہے کہ اس کا تصور بھی محال ہے۔

شیخہ نونہ فاطمۃ بنت ابن المثنیٰ رضی اللہ عنہا

اِسی طرح میں نے اشبیلیہ میں نونہ فاطمہ بنت ابن المثنیٰ رضی اللہ عنہا سے بھی ملاقات کی۔ آپ

Marfat.com

قليلة الأكل جدًا. كنتُ إذا قعدت معهَا - تحدّثني - أستحيي أن أنظر إلى وجهها من عظيم تَوَرُّد وجنتيهَا ونعمتها،[١] وَهي في عشر التسعين سنة.[٢]

كانت سُورتها من القرآن الفَاتحة، قالت لي: أُعطيتُ الفاتحة أُصرِّفها في كُلّ أمر شئته!. بنيتُ لها بيدي بيتًا من قصب تسكنه، وصاحبان لي.

كانت تقول: لا يعجبني أحد ممن يدخل عليّ إلا فلان - تَعني إيّاي-. يقال لها: بِمَ ذاك؟ تقول: مَا منكم أحدٌ يدخل عليَّ إلا ببعضه ويترك بعضه في أغراضه مِن داره وَأهْله، إلا محمد بن العربي ولدي وقرّة عيني: إذا دخل عَليّ دخل بكُلّه، إذا قام قام بكلّه، وإذا قعد قعد بكُلّه، لا يترك من نفسه خلفه شيئًا، وهكذا ينبَغي أن يكون الطريق.

عرض الله عَليها ملكَه فلم تقف معَ شيء منه، إنما تقول: «أنت أنت، كلّ شيء دونك مشؤوم عليَّ»، كانت والهة في الله - تعالى -، مَن يرَاها يقول عنها: حمقاء. فتقول: الأحمق هُو الذي لا يعرف ربّه.[٣]

كانت رحمةً للعَالم. ضربها أبو عامِر - المؤذّن - بالدرّة، فِي الجامع ليْلة العيد، فنظرتْ إليْه، وانصَرفتْ متغيّرة النفس عليه. فباتت تلك اللّيْلة، فلمّا كان في السّحَر سمعت ذلك المؤذّن يؤذّن، فقالت: يا ربّ، لا تؤاخذني، تغيّرتْ نفسي عَلى رجُل يذكرك فِي ديَاجي اللّيل وَالناس نيَام، هذا ذِكر حبيبي يجري على لسَانه، اللهُمّ لا تؤاخذه بتغيّري عَليْه. فَلمّا أصبح دخل فقهاء البلد بعد صَلاة العيد على السُلطان ليُسَلّمُوا عليه، فدخل ذلك المؤذّن فِي جملتهم رغبة في الدنيا. فقال السُلطان: من

---

[١] س: ونعومتها.

[٢] هو: - سنة.

[٣] هو: - ربه.

Marfat.com

اس وقت بہت بوڑھی تھیں اپنی عمر کے نوے سال کاٹ چکی تھیں۔ آپ لوگوں کا بچا کھچا جو وہ اپنے دروازوں پر رکھ دیا کرتے تھے اٹھا لیتں اور بہت کم کھاتیں۔ جب میں آپ کے پاس بیٹھتا اور آپ کچھ فرما رہی ہوتیں تو آپ کے رخساروں کی سرخی اور نعومت کے باعث میں آپ کے چہرے کی طرف دیکھنے سے شرماتا تھا حالانکہ آپ نوے سال سے زائد عمر کی تھیں۔

سورہ فاتحہ قرآن مجید میں آپ کی سورت تھی، مجھے کہتی تھیں: مجھے فاتحہ (یعنی کھولنے والی چابی) دی گئی ہے اور میں ہر معاملے میں اسے استعمال کرتی ہوں۔ میں نے اپنے دو ساتھیوں کے ساتھ مل کر اپنے ہاتھوں سے آپ کے لیے بانس کی ایک جھونپڑی بنائی۔

آپ اکثر کہا کرتی تھیں: مجھ سے ملنے جو کوئی بھی آتا ہے مجھے ان میں سب سے زیادہ ابن العربی پسند ہے، جب آپ سے پوچھا جاتا کہ اس کی کیا وجہ ہے تو فرماتیں: تم میں سے ہر ایک میرے پاس اپنا ایک چہرہ لے کر آتا ہے اور اپنا دوسرا چہرہ اپنی اغراض، اپنے گھر والوں کے لیے چھوڑ آتا ہے لیکن محمد ابن العربی -جو میرا بیٹا بھی ہے اور میری آنکھوں کی ٹھنڈک بھی ہے- جب میرے پاس آتا ہے تو صرف میرا ہو کر آتا ہے، کھڑا ہوتا ہے تو میرا لیے اور بیٹھتا ہے تو میرے لیے، اس کا دھیان کہیں اور نہیں ہوتا، اِس راستے میں ایسا ہی ہونا چاہیے۔

اللہ نے آپ کو بادشاہت دینی چاہی تو آپ نے اس میں تصرف نہ کیا، فرماتیں: بس تو ہی تو، تیرے سوا ہر چیز بے معنی ہے! آپ عشق حقیقی سے ایسی سرشار تھیں کہ دیکھنے والا آپ کو پاگل سمجھتا تھا،[76] آپ فرماتیں: پاگل وہ ہے جو اپنے رب کو نہیں پہچانتا۔

آپؒ اس دنیا کے لیے رحمت تھیں۔ چاند رات کو ابو عامر المؤذن نے مسجد میں آپ کو ایک درہ لگایا تو آپ کو شدید غصہ آیا ایک نظر اس کی طرف دیکھا اور چل پڑیں۔ صبح جب آپ نے اسے اذان دیتے سنا تو بولیں: ”یارب! مجھے بخش دے، میں نے ایسے شخص پر غصہ کیا جو رات گئے تجھے یاد کرتا ہے جبکہ لوگ سو رہے ہوتے ہیں، اِس کی زبان پر میرے محبوب کا ذکر جاری ہے، یا اللہ! میرے اس غصہ پر اس سے بھی درگزر فرما۔[77] صبح نماز عید کے بعد شہر بھر کے فقہا سلطان کے پاس سلام کے لیے حاضر ہوئے، یہ موذن بھی مال ومتاع کی لالچ میں ان کے ساتھ ہو لیا، سلطان نے پوچھا: یہ کون ہے؟ کہا گیا مسجد کا مؤذن ہے۔ سلطان بولا: فقہا کی محفل میں اس کو

Marfat.com

يكون هذا؟ قيل له[١]: مؤذّن الجامع. فقال: ومن أمره بالدّخول معَ الفقهاء؟ أخرجوه. فصُفِع وأُخرج، فشُفع فيه عند السُلطان فخلّى سَبيله بعدمَا أراد أن يعاقبه. فقيل لها: اتفق لفلان معَ السُلطان كذا وَكذا! قالت: علمتُ، ولولا أني سَألت عنه التخفيف لقُتِل. وشأنها عجيبٌ، ماتت - رحمهَا الله تعالى -.

فهَذا - يَا نفسي - قد قصصتُ حالةَ مَن تقدّم، وحَالَ بعض مَن لقيته مِن رجَال ونساء، وسكَتُّ لكِ عن كثير ممن لقيتُ، ومَا وجدت لك قدمًا معهم، ففي أي نمط تتميزين.

انتهى الجزء الثالث.[٢]

---

[١] هو: هو.

[٢] ج (في الحاشية): بلغ سماعا لمحمد بن إسحق على شيخه رضي الله عنه.

کس نے بلایا ہے؟ اِسے باہر نکالو۔ اسے تھپڑ لگا کہ باہر نکال دیا گیا۔ سلطان تو اسے سخت سزا دینا چاہتا تھا لیکن کسی نے سفارش کر کے جاں بخشی کروائی۔ بعد میں جب آپ کو یہ واقعہ بتایا گیا تو کہنے لگیں: مجھے پتا ہے اور اگر میں اسے معاف نہ کرتی تو یہ جان سے ہاتھ دھو بیٹھتا۔ آپ کی عجیب شان تھی، اس کے بعد آپؒ کا انتقال ہو گیا۔

اے نفس! میں نے تجھے ان لوگوں کے بھی حالات سنائے جو پہلے ہو گزرے اور ان کے بھی جن خواتین اور حضرات سے میری ملاقات رہی، ان میں بہت سے تو میں نے بیان بھی نہیں کیے (اے نفس!) میں تجھے ان کے ہم قدم چلتا نہیں پاتا، تو کس راستے پر ہے؟

تیسرا حصہ اختتام پذیر ہوا۔

(الجزء الرابع: الحقائق والنعم)

ثم أرجع إليك يَا وليي، يا أبا محمد، فإني إنما ذكرت هؤلاء لك فرحًا أنّ الزمان، والحمد لله، لم يخلُ من الرجَال الجارين على أسلوب المتقدمين باختلاف أحوَالهم،[1] فقد ذكرنا منهم مَا حصَل به المقصود من الفائدة والاختصَار، وَأما أنت فلا يتمكن لي أن أخاطبك بأحْوالِك.

ومقصودي بهذه[2] الرسَالة إبرَاز معرفة نفسَانيّة ورَبانيّة تحرِّض عَلى الكلم الطيّب وَالعَمل الصالح، فإنّ الرجُل كلّ الرجل غدًا إنما هُو العالم بالله الكادح. فأخاطبك يا وليي، وأريد والله نفسي، وأنبّهك، وأريد أبناء[3] جنسي، وعني أكني، فلا تعتز النفس عن الذكرى فإنها الذليلة، ولا تَعْمَى عن حَظّها الإلهي بتصَامُمِهَا عن هذه الفضيلة.

مَسألة: (تخليق الإنسان باليدين لتصح خلافته)

فمن ذلك: ﴿وَذَكِّرْ فَإِنَّ الذِّكْرَىٰ تَنفَعُ الْمُؤْمِنِينَ﴾ (الذاريات: ٥٥) و ﴿إِنَّ فِي ذَٰلِكَ لَآيَاتٍ لِّلْعَالِمِينَ﴾ (الروم: ٢٢) لتعْلم أنّ الله - تعالى - خلق كلّ مَن سوى الإنسان باليد الواحدة، وقد جاء التنبيه عليهَا في مواضع مِن الشريعة، في جنة عدن أنها خلقها بيده. وهنا بحرٌ طَامِسٌ؛ خلق الأسبَاب كُلّها بيده، وخلق المسبّبات كلّها[4] أيضًا بيده، لكن الأسبَاب الأول ليست في المرتبة كالأسباب الثواني إلى آخر

[1] هو: - باختلاف أحوَالهم.

[2] ش: من هذه.

[3] ش: أنبه.

[4] س: - كلها.

Marfat.com

چوتھا حصہ: حقائق اور اِنعامات

اے دوست ابو محمد! اب میں تیری طرف لوٹتا ہوں، میں نے ان سب بزرگ ہستیوں کا تذکرہ تجھے خوش کرنے کے لیے کیا ہے کہ الحمد للہ زمانہ (اب بھی) ان ہستیوں سے خالی نہیں جو اپنے احوال میں اختلاف کے باعث بھی اسلاف کے اسلوب پر عمل پیرا ہیں۔ ہم نے صرف انہی ہستیوں کا تذکرہ مناسب سمجھا جن سے ہمارا مقصد پورا ہو؛ یعنی فائدہ بھی ہو اور اختصار بھی قائم رہے، جہاں تک آپ کا تعلق ہے تو میری ایسی جرات کہاں کہ میں آپ سے آپ ہی کے احوال کے بارے میں بات کر سکوں۔

اس مراسلے سے میرا مقصد ایسی نفسانی اور ربانی معرفت کو اُجاگر کرنا ہے جو پاک کلمے اور نیک عمل کی جانب اکسائے، کیونکہ ایسا کامل مرد جس کی گواہی زمانہ دے وہ صرف خدا شناس اور صوفی منش ہی ہو سکتا ہے۔ لہذا اے دوست! میرا خطاب تو تیری طرف ہے مگر اللہ کی قسم مراد میرا اپنا نفس ہے، میں چوکنا تو تجھے کر رہا ہوں مگر مخاطب اپنے جیسوں سے بلکہ خود سے ہوں کہ کہیں یہ نفس مغرور ہو کر اِس یاد دہانی سے بے پروانہ ہو جائے کیونکہ یہ تو حقیر ہے، اور اس نیکی سے آنکھیں چُرا کر اپنے خدائی نصیب سے بھی اندھا نہ ہو جائے۔

مسئلہ: انسان کی تخلیق میں دونوں ہاتھوں کا اثر

قول ربانی ہے ﴿اور یاد دلاتے رہو کیونکہ یاد دہانی مومنین کو فائدہ دیتی ہے﴾ (الذاریات: ۵۵) ﴿بیشک اِس میں علم والوں کے لیے نشانیاں ہیں﴾ (الروم: ۲۲) تاکہ تو یہ جان لے کہ اللہ تعالیٰ نے انسان کے علاوہ ہر چیز کو ایک ہاتھ سے پیدا کیا ہے، اور اِس حقیقت کے بارے میں شریعت نے ہمیں مختلف مقامات پر آگاہ کیا ہے، (جیسے کہ) جنت عدن کو اس ذات نے اپنے ہاتھ سے تخلیق کیا۔ یہاں تاریک سمندر ہیں؛ اُس نے تمام اسباب کو بھی اپنے ہاتھ سے تخلیق کیا اور تمام مسببات کو بھی لیکن پہلے اسباب مرتبے میں دوسرے اسباب جیسے نہیں، اور اسی

Marfat.com

سبب، فقال في خَلْقِه الأسبَابُ والمسبّبات: ﴿أَلَا لَهُ الْخَلْقُ وَالْأَمْرُ﴾ (الأعراف: ٥٤) وقال في الأسبَاب وَحدها: ﴿فَتَبَارَكَ اللهُ أَحْسَنُ الْخَالِقِينَ﴾ (المؤمنون: ١٤) ﴿إِنَّمَا قَوْلُنَا لِشَيْءٍ إِذَا أَرَدْنَاهُ أَنْ نَقُولَ لَهُ كُنْ فَيَكُونُ﴾ (النحل: ٤٠) فذكر الأمر دُون الخلق.

فألقِ بالك لكلامي هذا فإنه عويص، وأنا غيور أحب أن أوضح وأحبّ أن أستر. فخلق المَلَك والجَنّة ومَا يتعلق بهذا الجنس مِن الشرف والرفعة بجانب الطُور الأيمن، فافهم مَا[١] أومأنا إليه من صفة الجَمال، وخلق إبليس والنّار ومَا يتعلق بهذا الجنس من الوَضاعة والسفل بالجانب[٢] الغربي من «كلتا يديه يمين». فافهم مَا أومَأنا إليْه من صفة الجلال.

وتمهّدت المملكة باليدين، وظهر وجُودهَا في العين عَلى التوحيد المطْلق، مِن حيث أنّ كُل واحد منهم يرجع خلقه إلى يد وَاحِدة؛ فَعبّدَ رَبّهُ مِن حقيقته، واشتغل بطريقته؛ فلم تُتَصور[٣] مَعصيَةَ وَلا مخالفة إلى أن خلق الإنسان بيديه، وهَداه نَجْدَيْهِ، وأوضح به سَبيلَيْه، والحبّ أظهر به كلمتيه، وَأبان به عن قبضتيه.

ونَظر إليه العَالَمُ - مملكته الكُبْرى وَالصّغرى - فعَرف كُلُّ وَاحد مَا رأى منهُ لأنه رَأى[٤] مَا يقابلهُ. فالسَاكن من العالم في الجانب الغربي رأوا[٥] سفله فلم تقم[٦] عندهم قيمته، وظهَرت فِي ذلك قبضتهم ليعْلمُوا أنهم أشقيَاء. والسَاكن مِنَ العَالم

---

[١] هو: مما.

[٢] ش: من الجانب؛ س: بجانب.

[٣] س: يتصور.

[٤] ش: رآى؛ هو: يرى.

[٥] ش: أو.

[٦] س: يقم.

Marfat.com

طرح آخری سبب تک (یہی کیفیت ہے)۔ اسباب اور مسببات کی تخلیق کے بارے میں وہ کہتا ہے: ﴿بیشک خلق و امر اُسی کے لیے ہے﴾ (الاعراف: ۵۴) اور صرف اسباب کے بارے میں کہتا ہے: ﴿پاک ہے وہ اللہ جو بہترین تخلیق کرنے والا خالق ہے﴾ (المومنون: ۱۴) اور ﴿ہم جب کسی چیز کا ارادہ کرتے ہیں تو اُس سے کہتے ہیں "ہو جا" اور وہ ہو جاتی ہے﴾ (النحل: ۴۰) (اِس آیتِ کریمہ میں) اُس (ذات) نے صرف امر کا ذکر کیا، خلق کا نہیں۔

میری یہ بات ذرا توجہ سے سن کیونکہ یہ پیچیدہ ہے اور میں غیور ہوں، بات واضح بھی کرنا چاہتا ہوں اور چھپانا بھی چاہتا ہوں۔ پس اللہ تعالیٰ نے فرشتے اور جنت یا شرف اور رفعت والی اس طرح کی دوسری مخلوقات کو بابرکت دائیں جانب سے تخلیق کیا، ان میں ہماری اشارہ کردہ صفتِ جمال پر غور کر۔ جبکہ ابلیس، جہنم یا پستی اور گراوٹ کی حامل اِن جیسی دوسری مخلوقات کو (غربی یعنی) دوسری جانب سے تخلیق کیا حالانکہ "اُس ذات کے دونوں ہاتھ دائیں ہیں۔"[۴۸] ان میں ہماری اشارہ کردہ صفتِ جلال پر غور کر۔

اِس بادشاہت کو دونوں ہاتھوں سے استوار کیا، اور عین میں اس (بادشاہت) کا وجود توحید مطلق پر ظاہر ہوا، وہ اس طرح کہ ان میں سے ہر ایک کی تخلیق کسی ایک ہاتھ کی طرف لوٹتی ہے؛ لہٰذا اس چیز نے اپنی حقیقت کے مطابق ہی اپنے رب کی عبادت کی اور اپنے طریقے پر ہی قائم رہی، یوں اِن سے نافرمانی اور مخالفت کا تصور تک نہ ہوا، پھر جب اُس نے انسان کو دونوں ہاتھوں سے تخلیق کیا، اسے (خیر و شر کے) دو راستے دکھائے، اور انہی سے اس کے دونوں انجام واضح کیے، محبت سے اپنے دونوں کلمات ہویدا کیے اور اسی (محبت) سے اپنی دونوں مٹھیوں کا بتایا۔

پھر جب اس کائنات — اس کی چھوٹی اور بڑی بادشاہت — نے اس طرف دیکھا تو ہر ایک نے جو دیکھا وہی جانا کیونکہ اس نے اپنے سامنے ہی دیکھا۔ غربی (یعنی بائیں) جانب رہنے والوں نے صرف اس (کائنات) کی پستی دیکھی لہٰذا ان کے ہاں اس کی کوئی قدر و قیمت نہ ہوئی، اور ان کی مٹھی میں بھی یہی ظاہر ہوا تاکہ وہ جان لیں کہ وہی بدبخت ہیں۔ دائیں جانب والوں نے اس (کائنات) کی بلندی دیکھی لہٰذا ان کے دلوں پر اس کی عظمت قائم ہوئی اور یہی ان کی مٹھی میں ظاہر ہوا تاکہ وہ جان لیں وہی خوش بخت ہیں۔

Marfat.com

في جَانب الطور الأيمن رأوا علوّه فقامت عندهم عظمته، وظهرت فِي ذلك قبضتُهم ليَعْلمُوا أنهم سُعَداء.

ثم لمّا كانوا في نور التجريد لم يَستطيعُوا أن يعرفوا نور التمريج، وَلمّا كانت حقيقتهم صَادرة عن اليد الواحِدَة شهدوا لأنفسهم بالتقديس والتحميد.

ولمّا رأوا توجه اليَدين عَلى الإنسان عرفوا أنه لا بد من المنازعة لإمضَاء الحكم، وَإذا كانت المنازعة فلا بُد مِن الفسَاد، فنظروا حَقًا وقالوا صدْقًا - صَلوات الله عَليْهم -، فأعرض الله عن إجَابتهم فِي نفس كلامهم إعْراضًا صَحيحًا من جهة جعْلِهم الكلَّ جزءًا، وحَكموا عَليه بصِفَةِ النقص، فتركهم الحق وَما عَدلوا إليْه.

وَأراد أن يُبيّن لهم حقيقة ما فطره عَليْه، وأنّ الإنسان هو القبضة الجامعة للعاصية والطائعة، وأنّ كُلّ العالم على النصف منه فهو أيضًا عَلى النصف من الحضرة الإلهيّة، وأنّ الإنسان كُلٌّ فهو عَلى الكلِّ من الحضرة الإلهيّة، فجمع لهُ بين يديه لتكمل صُورته، وتصح خلافته، وتتبيّن[١] مرتبته، وَيعْلم أنه أشرف مَوْجود وَأعلَى مقصود، وَلهذا مدحَهُ الله لمن نظره[٢] بعَيْن النقص: ﴿مَا مَنَعَكَ أَنْ تَسْجُدَ لِمَا خَلَقْتُ بِيَدَيَّ﴾ (ص: ٧٥) في معرض الثناء. فعرّضَ فِي أدبه بغيره؛ وهُو الذي حكم عَليْه بالفساد وَسفك الدّماء.

(الشيطان يبكي حين يسجد الإنسان)

فما أحسن أدَبَه؛ عرّض فِي آداب الملائكة بإبليس فَطالبهم بعِلم الأسماء، وجعَل الإنسان عالمِ العلماء، وعرّض فِي آدَاب إبليس بالملائكة بخلقه بيديه المقدسة

---

١ س، ش، هو: وتبين

٢ هو: نظر إليه.

Marfat.com

چونکہ وہ خود نورِ تجرید میں تھے لہذا نورِ تمریج کو نہ پہچان سکے، اور چونکہ ان کی حقیقت ایک ہاتھ سے صادر ہوئی تھی تو انہوں نے خود پر تقدیس اور تحمید سے گواہی دی۔

جب انہوں نے انسان پر دونوں ہاتھوں کا اثر دیکھا تو وہ جان گئے کہ اب اس حکم کو پورا کرنے کے لیے (انسانوں کے مابین) جھگڑا بکھیڑا لازمی ہے، اور اگر جھگڑا ہوا تو اس کا نتیجہ فساد ہی ہو گا، پس انہوں نے ٹھیک سوچا اور سچ کہا۔ اُن پر اللہ تعالیٰ کی رحمت ہو۔ مگر اللہ تعالیٰ نے بھی ان کے اس سوال کا اِس طرح سے جواب نہ دے کر ٹھیک کیا کیونکہ انہوں نے کُل کو جزو بنا دیا اور اس پر عیب جوئی کی لہذا حق نے بھی انہیں چھوڑ دیا اور انہوں نے بھی رجوع نہ کیا۔

پھر حق نے چاہا کہ وہ اِن پر اس حقیقت کو عیاں کرے جس پر اُس نے اِس (انسان) کو تخلیق کیا، یعنی کہ یہ انسان ایسی جامع مٹی ہے جس میں نافرمان اور فرمانبردار دونوں شامل ہیں۔ تمام عالم اس (انسان) کا نصف ہے تو یہ (عالم) حاضرت الٰہیہ کا بھی نصف ہے۔ اور یہ انسان کُل ہے تو یہ حاضرت الٰہیہ کا بھی کُل ہے، لہذا دونوں ہاتھوں سے اس کی تخلیق کا مقصد اس کی صورت کی تکمیل، اس کی خلافت کی درستگی، اس کے مرتبے کا اظہار، اور یہ بتلانا تھا کہ یہی تو اشرف المخلوقات اور اعلیٰ الموجودات ہے۔ اِسی لیے اللہ تعالیٰ نے بھی اُس کی سامنے (انسان) کی تعریف کی جس نے اسے تعریف کے مقام پر عیب کی نظر سے دیکھا، فرمایا: ﴿تجھے کس چیز نے اس بات سے روکے رکھا کہ تو نے اسے سجدہ نہ کیا جسے میں نے اپنے دونوں ہاتھوں سے تخلیق کیا﴾ (ص: ۷۵) پس اس کو ادب دوسروں سے سکھایا؛ اور یہ وہی گروہ تھا جس نے انسان پر فساد اور خون خرابہ کرنے کا حکم لگایا۔

انسان کا سجدہ شیطان کو رُلاتا ہے

تو کیا خوب ادب دیا؛ فرشتوں کی معرفت اور مقام میں کوتاہی کی طرف اشارہ ابلیس سے کیا اور ان سے علم اسما کا مطالبہ کیا جبکہ انسان کو تمام علما سے زیادہ علم والا بنایا۔ اور ابلیس کے مقام و معرفت میں کوتاہی کی طرف اشارہ فرشتوں سے یوں کیا کہ اِسے اپنے مقدس اور نورانی (یعنی ایک) ہاتھ سے تخلیق کیا۔ یوں ابلیس مقام اور معرفت میں اپنی اور فرشتوں کی کوتاہی جان گیا

Marfat.com

والبيضاء. فاتعظ إبليس بأدبه وَآداب الملائكة، واتعظت الملائكة بأدبهم وأدب إبليس. فهؤلاء اتعظوا بامتثال الأمر ففازوا، وَهذا اتعظ بعْد المخالفة فَما نفعته مَوْعظته فخسر، فلا شيء أَنْكَى[١] على إبليس من ابن آدم فِي جميع أحْواله فِي صلاته من سجوده لأنها خطيئته، فكثرةُ السجود تحزن الشيطان وطولُه، وَليسَ الإنسان بمعصوم من إبليس فِي صلاته إلا فِي سجوده؛ فإنه إذا سجد تذكر الشيطان معصيته، فحزن فاشتغل بنفسه عنك، وَلهذا قال - عَليْه السَلام -: «إذا سجد ابن آدم السجدة اعتزل الشيطان يبكي». فالعبد في سجوده معصوم من الشيطان وليس بمعصُوم مِن النفس. فخواطر السُجود كُلها إمَّا ربَانية أو ملكية أو نفسية[٢] خَاصة، وَليس للشيطان عَليْه من سَبيل، وَإذا رفع مِن سجُوده غابت تلك الصّفة عن إبليس، فزال حزنه فاشتغل بك.

وَلعَلّ وليي يقول - رضي الله عنه -: وَالنفس أيضًا تزول في السجُود، والملَك يزول، وَلا يبقى إلا الحق، فإنهُ يقول: ﴿وَاسْجُدْ وَاقْتَرِبْ﴾ (العلق: ١٩) فقد صحّت القربة بالسجود، وفني السَاجد بالموجِد عن الوجود.

فأقول له: نِعْمَ يا وليي مَا نظرتَ، وبحالك ومقامك قضيتَ، ونحن إنما نتكلم بما تعطيه[٣] الحقائق، وكيف ارتبطت الرقائق، ولو كان الأمر عَلى مَا قاله وليّي لكان كُل إنسان في سجوده بالله عَارفًا، ومعهُ واقفًا، فانيًا عن الإحساس، بعيدًا عن الالتماس، ولم يصحّ منه دعَاء ولَا ثناء، ولا تضرع ولا بكاء. فإنّ التضرع والدعاء نداء عَلى رأس البُعد بالحجاب وَالمشاهدة للبهت من غير اكتساب. فإن وجد وَليّ

[١] هو: أنكر.

[٢] هو: نفسانية.

[٣] ش: يعطيه.

Marfat.com

اور فرشتے مقام اور معرفت میں اپنی اور ابلیس کی خامی سمجھ گئے۔ فرشتوں نے تو حکم مان لیا لہذا وہ فلاح پا گئے لیکن ابلیس پر نافرمانی کے بعد یہ راز کھلا جس کا اِسے کچھ فائدہ نہ ہوا اور وہ نقصان اٹھا بیٹھا۔ پس اِبن آدم کی طرف سے اپنے تمام احوال میں ابلیس کو سب سے زیادہ مغلوب کرنے والی چیز بندے کا نماز میں سجدہ کرنا ہی ہے کیونکہ (سجدہ نہ کرنا ہی) اس کی غلطی تھی۔ پس سجدوں کی کثرت اور طوالت شیطان کو غمناک کرتی ہے۔ اور انسان نماز میں شیطان کے وسوسوں سے صرف حالت سجدہ میں ہی محفوظ رہتا ہے کیونکہ جب انسان سجدہ کرتا ہے تو شیطان کو اپنی غلطی یاد آ جاتی ہے اور وہ تجھے چھوڑ کر خود کو کوسنے لگتا ہے۔ اسی لیے حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: "جب ابن آدم سجدہ کرتا ہے تو شیطان اُس سے دور ہو کر رونے لگتا ہے۔"[79] بندہ حالتِ سجدہ میں شیطان (کے وسوسوں) سے تو محفوظ ہوتا ہے مگر اپنے نفس (کے خیالات) سے محفوظ نہیں ہوتا۔ لہذا سجدے میں آنے والے خیالات ربانی، مَلکی یا پھر نفسانی ہی ہوتے ہیں یہاں شیطان کا کوئی عمل دخل نہیں لیکن بندہ جیسے ہی اپنا سر سجدے سے اٹھاتا ہے تو ابلیس پر سے بھی یہ کیفیت جاتی رہتی ہے، اُس کا غم زائل ہو جاتا ہے اور وہ پھر سے تجھ میں مشغول ہو جاتا ہے۔

شاید آپ۔اللہ آپ سے راضی ہو۔یہ کہیں کہ سجدے میں خاطرِ نفس بھی مٹ جاتی ہے اور خاطرِ فرشتہ بھی نہیں رہتی بلکہ صرف حق ہی رہتا ہے کیونکہ وہ خود کہتا ہے: ﴿سجدہ کر اور میرے قریب ہو جا﴾ (العلق: ۱۹) پس سجدے میں قربت معتبر ٹھہری اور سجدہ کرنے والا اپنے خالق کے حضور وجود سے فنا ہوا۔

میں کہتا ہوں: اے دوست! آپ نے بہت خوب بات کی، اپنے حال اور مقام سے حکم لگایا لیکن ہماری بات حقائق کی عطا ہے کہ یہ باریک دھاگے کیسے جڑے ہوئے ہیں۔ اگر حقیقت ویسی ہی ہوتی جیسے میرے دوست نے بیان کی تو ہر انسان سجدہ کرتے وقت عارف باللہ اور اُس کی معیت میں ہوتا، احساسات سے عاری اور طلب سے دور ہوتا، پھر اس کا دعا مانگنا، تعریف کرنا، اظہار عجز اور گریہ وزاری کیسے درست ہو سکتی ہے کیونکہ اظہار عجز اور دعا (یعنی پکار) تو خود دوری (سے طلبِ قرب) کی صدا ہے جبکہ بد حواس کر دینے والا مشاہدہ تو اکتساب سے نہیں ہوتا۔ لہذا اگر میرے دوست نے حالتِ سجدہ میں مقام بے خودی کو پایا ہے تو یہ اس کا حال ہے، اسے عمومی

Marfat.com

مقام البهت في سجوده فذلك حاله لا يطرده[1] حُكمًا، فإنه[2] غيره في سجوده يقول: ربّ اغفر لي مغفرة عزما، فهذا معَ المَلك حتمًا، وآخر في سجوده يتحدث مع شريكه في دكانه حربا وسلمًا، فهذا مع نفسه، فإمّا وَإمّا.

(الإنسان خليفة في الأرض)

رجعنا إلى كلامنا. فأضاف[3] الإنسان إلى يديه، وَوكل أمره إليه، وسخر له مَا في السّماوات وما فِي الأرض، وحجبَه عنِ التوكل عَليْهِ: فظهر الإنسان في نفسه لنفسه إمامًا. فالسعيد مَن لازم الباب لرفع ذلك الحجاب، والشقيُّ من نبذ ذلك الباب وراء ظهره، فحَسْبُه جهَالة مَا جهِل من أمره، لا ما جهل من غيره.

ولمّا قام الإنسان خليفةً في الأرض دون السَماء، لِحملها العالمَين عَلى السَواءِ، فقد جمعتْ جميع العالـم وهي أقلّ الأجْزَاء. فمَن وَلِيَ الأرض قد ولي السَّماء، والنَار والماء والهواء، ومَن ولي السَماء فما وَلي الأرض، ومَا له من الميزان سوى الرفع، ليسَ له نصيب في الخفض. دليلي عَلى ذلك - أيّها الوَلي المالك - أنّ الأرض تحمل الملائكة الكرَام، وليسَ السَماء بمحلّ للشيطان ولا لعَوالم الأجسَام، ولهذا كانت الأرض حَضرة الخلافة ومتنزّل الخليفة، والسَماوات فردوس من فراديسه، ومتنزَّهٌ من متنزّهَاته، مسرح روحه القدسي، فإنّ السّماء - وأعني به العَالم العُلوي - موجود من الرحمة الخالصة، وإنّ الأرض- وأعني[4] به السفل- حيث أنزل آدم بعد أحسن تقويم إلى أسفل سَافلين موجودة مِن الغضب الخالص.

---

[1] هو، س: لا يطرد.

[2] هو: فإن.

[3] هو: + الحق.

[4] ش، هو: أعني.

Marfat.com

قاعدہ نہیں بنانا چاہیے کیونکہ ایک دوسرا شخص سجدے میں پورے ارادے سے یہ کہتا ہے: "یا رب! مجھے بخش دے۔" یہ لازماً فرشتے کے ساتھ ہے۔ ایک تیسرا شخص حالتِ سجدہ میں اپنے کاروباری حصے دار سے معاملات طے کرتا ہے، یہ اپنے نفس کے ساتھ ہے۔ اب یا تو آپ کا کہنا ٹھیک ہے یا پھر یہ دونوں حالتیں ٹھیک ہیں۔

انسان زمین میں خلیفہ ہے

ہم اپنی بات کی طرف لوٹتے ہیں۔ جب اُس (ذاتِ باری تعالی) نے انسان کی اضافت اپنے دونوں ہاتھوں کی طرف کی، اُس کا معاملہ اُسی کے سپرد کیا، اُس کے لیے زمین اور آسمان میں موجود ہر شے مسخر کی، اور اُسے خود پر توکل کرنے سے محجوب رکھا تو انسان خود ہی اپنا امام بن کر ابھرا۔ خوش بخت ہے وہ جو اِس حجاب کو اٹھانے کی تگ و دو میں لگ گیا، اور بد بخت ہے وہ جو اسے اپنی پیٹھ پیچھے چھوڑ آیا، لہذا اس کے جاہل ہونے کے لیے یہی کافی ہے جو اس نے خود میں نہ جانا، نہ کہ وہ جو اس نے کسی اور میں نہ جانا۔

جب انسان زمین میں -نہ کہ آسمان میں -خلیفہ بن کر اُبھرا- تاکہ وہ ان دونوں جہانوں کو برابر اٹھا سکے -تو اس نے تمام عالم کا احاطہ کیا، جبکہ یہ ان میں سب سے چھوٹا تھا۔ بیشک جس نے زمین پر حکمرانی کی اسی نے آسمان، آگ، پانی اور ہوا پر بھی حکمرانی کی، لیکن جس نے آسمان پر حکمرانی کی اُس نے زمین پر حکمرانی نہ کی، اُس کے میزان میں تو صرف بلندی ہی بلندی ہے پستی میں اُس کا کوئی حصہ نہیں۔ اے مالک دوست! اس (بات) پر میری دلیل یہ ہے کہ زمین تو بیشک قابل شرف فرشتوں کو اٹھائے ہوئے ہے لیکن آسمان شیطانوں اور جہانِ اجسام کی جائے قرار نہیں، اسی لیے زمین بارگاہ خلافت اور خلیفہ کا مسافر خانہ ہے جبکہ آسمان اس کی جنتوں میں سے جنت اور تفریح گاہوں میں سے تفریح گاہ ہے، جہاں اس کی پاک روح آزاد پھرتی ہے۔ بیشک آسمان - میرا مطلب ہے عالم علوی- خالص رحمت سے وجود پذیر ہوا اور یہ زمین - جس سے میری مراد عالم سفلی ہے - جہاں پر آدم اپنی بہترین صورت پر تخلیق کے بعد اسفل السافلین کی منزل میں پہنچ گیا، خالص غضب سے وجود پذیر ہوئی۔

Marfat.com

فإن قلت: فهذه الرحمة الظاهرة فيها؟! فتلك رحمة الإنسان، ولهذا إذا لم يبق إنسانٌ عليهَا زالت الرحمة بزوالِهِ، وتوجه عَليهَا؛ فأعدم عينها، وهلكت في الهالكين، وانتقلت العمارة إلى الدار الآخرة بانتقال الإنسان.

فإن[1] قلت: وقبل الإنسان قد كانت الأرض موجودة، وذلك لحقيقتين: لأنّ ذلك كان زمان التمهيد للخليفة، والحقيقة الأخرى لحقيقة البرزخيّة فيها؛ لأنها تشبه العَدم لكونها تؤول إلى الفناء، وتشبه دار البقاء لأنها قد وُجدت يومًا مّا. فهذه النفحة الرحَمانية فِي الوجود[2] هو الذي أمسَكها حتى ظهر الإنسان، فافهم، ولا تقتصر بهذا على آدم فحسْب.[3] فكلّ صَالِح من المؤمنين، ومنهم وغيرهم في وجوده قطب، وَلم يبق إلا خليفة جائر وخليفة عادل؛ فإمّا إلى عذاب غير زائل وإمّا إلى نعيم طائل، ومن هنا[4] وقع الخوف على الخلفاء وأنت وأنا من جملتهم.

(شرف الإنسان في الإبتلاء)

فنرجع إلى نفوسنا في هذه الحالة العميَاء، ونقيم عَليهَا ميزان القضاء والحكم عَلى السَواء، بمرتبتها التي وُجدت لها، ومنزلتها العَالية السناء.[5] فأقول: يا نفسي، يا برزخا بين الضراء والسّراء، اصْطفاك الله دُون أهْل الأرض والسّماء، وجمع لك بين يديه؛ إمّا للشرف الذي لك عنده، أو للابتلاء. ومُحال أن يكون للشّرف؛ لقبضه[6]

---

[1] هو: – فإن.

[2] هو: – فِي الوجود.

[3] ش، هو: فقط.

[4] ش: ها هنا.

[5] ج (في الحاشية): بلغ قراءة لعبد الله بدر الحبشي على المؤلف رضي الله عنه.

[6] هو: لقبضة.

Marfat.com

اگر تو کہے: پھر (ہمیں) جو زمین میں یہ رحمت نظر آتی ہے یہ کہاں سے آئی؟ یہ انسان کی رحمت ہی ہے، اسی لیے جب اس (زمین) پر کوئی انسان باقی نہیں رہے گا تو یہ رحمت بھی انسانیت کے زوال سے زائل ہو جائے گی، غضب اس زمین پر غالب آ جائے گا اور اس کو نیست و نابود کر دے گا، دنیا تباہ و برباد ہو جائے گی اور انسان کے چلے جانے سے آبادکاری بھی دار آخرت میں منتقل ہو جائے گی۔

اگر تو یہ کہے کہ یہ زمین تو انسان سے پہلے بھی موجود تھی۔ تو ایسا دو وجوہات کی بنا پر تھا: ایک یہ خلیفہ کے لیے اِس جہان کو تیار کرنے کا وقت تھا۔ اور دوسرا اس (دنیا) میں حقیقتِ برزخی کا ہونا ہے، اس (دنیا) کی مثال عدم جیسی ہے کیونکہ اس نے فنا کی طرف لوٹنا ہے لیکن دوسری طرف یہ دار البقا سے بھی مشابہ ہے کیونکہ یہ ایک روز تو موجود تھی۔ یہی وجود میں وہ رحمانی پھواریں ہیں جس نے اسے انسان کے ظہور تک تھامے رکھا، اسے سمجھ! اور اس سب کو صرف حضرت آدم علیہ السلام تک ہی محدود نہ سمجھیں بلکہ مومنین اور غیر مومنین میں سے ہر صالح اپنے وجود میں ایک قطب ہے، اَب صرف ظالم خلیفہ اور عادل خلیفہ ہی باقی بچا؛ پھر یا تو نہ ختم ہونے والا عذاب ہے یا ابدی نعمتیں، اسی مقام پر تو خلفا - جن میں تو اور میں بھی شامل ہیں - کو خوف لاحق ہوا۔

شرفِ انسان آزمائش میں ہے

اِس تاریک حالت میں ہم اپنے نفوس کی طرف لوٹتے ہیں اور اِن پر - اس مرتبے کے حساب سے جس کے لیے یہ وجود پذیر ہوئے؛ جو کہ روشن اور عالی شان منزلت ہے، اس پر - برابری سے نظام قضا و حکم قائم کرتے ہیں۔ میں کہتا ہوں: اے نفس! اے خوش حالی اور بد حالی کے درمیان برزخ، تجھے اللہ نے اہل زمین اور اہل آسمان کو چھوڑ کر چُنا، پھر تجھے اپنے سامنے استوار کیا؛ تیرے اُس شرف کے لیے جو اس کے پاس تھا، یا آزمائش کے لیے۔ ایسا صرف شرف کے لیے ہونا محال ہے کیونکہ اس مٹھی میں بدبخت بھی شریک تھے، بلکہ یہ شرف تو صرف اسی جگہ پر ہے جہاں متقابل سے مقابلہ ہو، لہذا یہ انتخاب صرف آزمائش کے لیے ہی رہا۔ اللہ فرماتا

Marfat.com

الأشقياء، وإنما للشرف فيه موطن في مقابلة الخصماء، فلم يبق[١] أن يكون ذلك إلا لمجرّد البلاء. قال – تعالى –: ﴿خَلَقَ الْمَوْتَ وَالْحَيَاةَ لِيَبْلُوَكُمْ﴾ (الملك: ٢) ولم يقل: ليشرّفكم، خطَابا يشمل جميع المأمورين والأمراء. فمن نُصِب هذا المنصب، وذُهِب به هذا المذهب، كيف يطيب لَهُ معَاشه، أو يستقر به فراشه، وهو لا يدري أيّ اليَد من اليدين يحكم عَليه، ولا بأيّ العين[٢] من العينين ينظر إليْه؟!.

وَاجبٌ عَليك يا وليي محافظة السّر والوقت، مخافة أن تفجأك نظرة[٣] المقت، وأنت لا تشعر بذلك؛ فتكون عنْد الناس السعيد المالك، وعند الله الشقي الهالك، وحكم الله أمضى، وحَاكمه أقضى. فالوَيْل لمن اغترّ ولو بُشِّر، والوَيْل كل الوَيْل لمن اغترّ وهو لم يبشّر.

هذا عمر بن الخطَاب [رضي الله عنه] – الصليب[٤] القويّ الذي ليسَ لِلشيطان عَليْه سَبيل، حَسب الشيطان أن ينجُو منه – نزل القرآن مَوافقًا لحكمه، وَأدّاه أن يقول: «لوْ كُشِف الغَطاء ما ازددتُ يقينًا» ما يعرفه من إيمانه وَعِلْمه، قد جمع بين العلم والعيَان، وتَبرّزَ في صَدر مشاهدة الأعيان، ليسَ أحد من وقته إلى يَوم القيَامة يبرز أمامه، ولا يكون في حالة من الأحوال إمَامه، قد اهتزّ[٥] لموعظة أويس القرني – خيرِ التابعين – هَمُّهُ، وقال مَا أدّاه إليْه كشفه المعصوم وعِلمه: «ليت عمر لم تلده أمّه».

---

[١] هو: – يبق.

[٢] س: عين.

[٣] ش، هو: نظر.

[٤] هو: – الصليب. الصليب: الشديد.

[٥] ش: اغتر.

Marfat.com

ہے: ﴿اُس نے موت اور زندگی کی تخلیق تمہاری آزمائش کے لیے کی﴾ (الملک: ۲) یہ نہیں کہا کہ تمہیں شرف بخشنے کے لیے کی، یہ قول تمام محکوموں اور حاکموں کا احاطہ کیے ہوئے ہے۔ پس جسے اس منصب پر بٹھایا گیا اور اِس راہ پر چلایا گیا، اُس کی زندگی کیسے پُر سکون ہو سکتی ہے اور اُس کا بستر کیسے ایک جگہ ٹک سکتا ہے؟ جبکہ وہ نہیں جانتا کہ دونوں ہاتھوں میں سے کون سا ہاتھ اس پر حکم لگاتا ہے اور دونوں آنکھوں میں سے کون سی آنکھ اُسے دیکھتی ہے؟

اے دوست! تجھ پر بھید اور وقت کی حفاظت لازم ہے؛ اِس خوف سے کہ کہیں تجھ پر ناپسندیدہ نظر نہ پڑ جائے اور تجھے پتا تک نہ ہو؛ تو لوگوں کے نزدیک خوش بخت اور صاحبِ مِلکیت ہو جبکہ اللہ کے نزدیک بد بخت اور ہلاکت یافتہ ہو، اللہ کا حکم نافذ ہو کر رہتا ہے اور یہ حاکم خود ہی نافذ کراتا ہے۔ لہٰذا افسوس ہے اُس پر جو دھوکے میں رہا اگرچہ اُسے بشارت ہی کیوں نہ دی گئی، اور سب سے بڑھ کر افسوس تو اُس پر ہے جو دھوکے میں رہا جبکہ اُسے بشارت بھی نہ دی گئی۔

حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ؛ ایسی مضبوط اور قوی شخصیت تھے کہ شیطان کا بھی آپ پر زور نہ چلتا تھا، شیطان یہ سوچتا کہ آپ سے کیسے بچا جائے، قرآن بھی آپ کی رائے سے مطابقت میں نازل ہوا، اور آپ نے اپنے ایمان اور علم سے یہ تک کہا: "اگر پردہ ہٹ بھی جائے تو میرے یقین میں کچھ اضافہ نہ ہو گا۔"[۸۰] آپ نے علم اور عیان کو جمع کیا اور مشاہدۂ اعیان میں ایسی سبقت لی کہ اَب آپ کے عہد سے لے کر قیامت تک نہ کوئی آپ سے برتر ہو سکتا ہے اور نہ ہی احوال میں سے کسی حال میں آپ کا پیشوا ہو سکتا ہے۔ حضرت اویس قرنی- جو کہ بہترین تابعی تھے- کی نصیحت نے آپ کو ایسا جھنجوڑا کہ آپ نے اپنے عصمت والے کشف اور علم کے ہوتے ہوئے یہ کہا: "کاش عمر کی والدہ عمر کو نہ جنتی۔"

Marfat.com

(الناس ينفقون من الجيب وصاحب الحال ينفق من الغيب)

فكيف ينبغي أن نقول: «أنت أو أنا»! إلى متى هذه القحة[1] على الله؟ أما آن لنا أن نرجع؟ أما حان لنا أن نرعوي[2] ونقلع؟ قد دُعِينا بالعَارفين بالله ونحن في حزب «إنا لله»؟! أترضى لنفسِك أن تكون صَاحبَ حَال فيحكم عَليك هَواك، وتغلبُ عَليك دنياك وتُلبِّس عليك أنّ ذلك من مولاك. هَلّا أقمنا عَليهَا ميزان العَدل، وطَالبنَاهَا بصحّة النقل؛ فإنها لا تخلو فِي اتساعهَا في الدنيا بَعْد ضيقها، ورَاحتها بعد جهدها، مِن أحد أمرين: إمّا أن تكون في ذلك تستر مقامهَا عن الناظرين، وتعمِي مكانتها عن أبناء الدنيا المعتلّين، وتصول بذلك على المترفين، وتسعى فِي الكسْب حَتى لا يكون عَليهَا يدٌ لأحدِ المحجوبين. فإن كَان هذا، فيا جهل هذه[3] النفس ويا حسرتها، فلا حال لها وَلا مقام. عظُمت الدنيا وأبناؤهَا فِي عيْنهَا فصَادمتهم وقابَلتهم، وأين هي من جنَاح البعُوضة؟ ومِن تشبيه النبوّة[4] لها بالمزبلة والجيفة؟ إلى هَذا بلغت منزلة هَذه[5] النفس الركيكة، مَع دعوَاها أنها السّيدة المليكة؛ إن كانت تقول الحق، وعزمت عَلى مصَامدة الدنيَا ومقارعة أبنائهَا.

فاستَنِد إلى الحق فِي خرق العوائد؛ فإنّ الناس كُلهم ينفقون من الجيب، وصَاحبُ الحال إنما ينفق مِن الغيب. فإذا رأيت نفسك تحيد عن ذلك فلا تغالط، وكن لها المجاهد والمرابط، ولا تغرنك حالةٌ طَرأت عَليك في بدايتك[6] وافقتْ وقتَ

---

[1] القحة: قلة الحياء.

[2] ج: كتب فوقها معناها: نرجع.

[3] ج، ش، س، هو: هذا.

[4] هو: النبي.

[5] ج، س: هذا.

[6] ش: ابتدائك.

Marfat.com

لوگ جیب سے خرچ کرتے ہیں جبکہ فقراغیب سے خرچ کرتے ہیں

پس ہم "تو اور میں" کیسے کہہ سکتے ہیں، آخر کب تک اللہ تعالیٰ سے یہ بے باکی اور بے حیائی؟ کیا اَب بھی وقت نہیں آیا کہ ہم لوٹ جائیں؟ کیا اب بھی وقت نہیں آیا کہ ہم (خواہشات سے) رک جائیں اور (انہیں) ترک کر دیں؟ حالانکہ ہم نہ صرف عارفین باللہ پکارے جاتے ہیں بلکہ جماعت "انا للہ" (کہ ہم اللہ کے لیے ہیں) میں سے ہیں۔ کیا تو ایسا صاحب حال بننا چاہتا ہے کہ تجھ پر تیری خواہش اور تیری دنیا کا غلبہ ہو، اور تو اس دھوکے میں رہے کہ یہ سب تو تیرے آقا کی عطا ہے۔ ہم نے اس (نفس) پر میزان عدل قائم کیوں نہیں کیا اور اس سے درست نقل کا مطالبہ کیوں نہ کیا؟ کیونکہ نفس پر دنیا میں تنگی کے بعد کشادگی، اور تکلیفوں کے بعد راحت، دو میں سے کسی ایک بات کی وجہ سے ہی ہو سکتی ہے: یا تو یہ (نفس) دیکھنے والوں سے اپنا مقام چھپانا چاہتا ہے، تاکہ دنیاداروں سے اس کا مرتبہ اوجھل رہے اور اس طرح یہ آسودہ حالوں پر اپنا تسلط جمائے رکھے، کمائی میں ایسے کوشاں رہے کہ کسی عقل کے اندھے کو اس پر ہاتھ ڈالنے کی جرات نہ ہو۔ اگر تو یہی بات ہے تو اس کی نادانی کے کیا ہی کہنے، اور اس پر کیا ہی افسوس ہے! نہ تو اس کا کوئی حال ہے اور نہ ہی کوئی مقام۔ دنیا اور دنیا دار اس کی نظر لطف میں اتنے بڑھ گئے ہیں کہ ان سے صلح بھی ہے اور تکرار بھی۔ (اے دوست!) اس دنیا کی حیثیت ایک مچھر کے پر کے برابر بھی کہاں؟ بلکہ آپ ﷺ نے تو اسے مردہ لاش اور کوڑے کے ڈھیر سے تشبیہ دی ہے، اِس گھٹیا نفس کے نزدیک دنیا کی قدر و قیمت اس حد تک بڑھ چکی ہے؟ حالانکہ یہ تو سرداری اور ملکیت کا دعوے دار ہے؛ اگر یہ سچ کہتا تو دنیا اور دنیاداروں سے ٹکراؤ پر پُرعزم ہوتا۔

پس "خرقِ عادت" معاملات میں حق تعالیٰ پر ہی بھروسا کر؛ کیونکہ سب لوگ جیب سے خرچ کرتے ہیں جبکہ صاحبِ حال غیب سے خرچ کرتا ہے۔ [81] اگر تو اپنے نفس کو اس (راہ) سے ہٹتا دیکھے تو غلط فہمی میں مت رہ، بلکہ اس کے خلاف جہاد کے لیے ہر دم تیار رہ۔ اور دھیان رکھ کہیں تجھے تیری ابتدائی حالت - جو تیرے خلوص کے وقت تجھے حاصل تھی - دھوکے میں نہ ڈالے رکھے؛ تو یہ خیال کرتا رہے کہ وہ حالت اب بھی باقی ہے اور عادت پختہ ہو کر فطرت بن

Marfat.com

صِدق منك؛ فتتخيل أنها أُبقيت عَليك، وَالعادة طبيعَة خامسَة، ومَا عسَى الدنيا وأبنائها حتى تنافسهم فيهَا، وترى أن يَأكلوا عندي ولا آكل عندهم،[1] ويزوروني ولا أزورهـم؟ كلّ ذلك حَظ نفسَاني وتلبيس شَيطاني.

فإن كنت عبدت الله لتُعبد، فقد حَصَل لك أجرك في الدنيا، وسَاء منقلبك في العقبى. وإن كنت عبدت الله لحظّ نفسك في الآجل: إمّا لكونها عبدًا فتحشر مع النبيين، وإمّا لكونها أجيرةً، الحسنةُ بعشرِ أمثالها، فتحشر مع المؤمنين. فأَزُور وأُزَار وأقصِد وَأُقصَد. وهَذا حَال النبيِّ؛ كان يزور ويُزار، ويحمل الكَلَّ، ويعين الضعيف، ويُقْرِي[2] الضيف ولا يبيت عَلى معْلوم، ولا يجزع من الفقر.

(الفقير العارف لا يقلق من أجل الرزق)

ألا الفقير العَارف؛ مَن لا يبكي غده من أجل رزقه، فكيف من أجْل خلقه، ولهذا تغالط النفس فتقول: إنما أمسِك هَذا الشيء فِي حَقّ الغير لا فِي حَقّ نفسِي، قال الله يُكذّبها: ﴿مَا أُرِيدُ مِنْهُمْ مِنْ رِزْقٍ وَمَا أُرِيدُ أَنْ يُطْعِمُونِ إِنَّ اللهَ هُوَ الرَّزَّاقُ﴾ (الذاريات: ٥٧-٥٨) ومُحال عَلى الله أن يَطْعَم، فلم يبق إلا أن يُطْعَم من أجْله. فمنع مِن ذلك للسَادَات الكُبَراء، وأبقى ذلك فِي حَالة العَامَة الضعفاء، ونفسي تدّعي الخرُوج عن العَامَة؛ فقد لزمهَا أن تخرج مِن السّعي والادخار في حَق الغير؛ فإنّه شِرك محضٌ، وطعنٌ فِي القدرة. كما أنّ المتسبب إذا لم يقدر عَلى الجُلوس مع الله

---

[1] هو: عندي.

[2] يقري: يكرم.

جاتی ہے، دنیا اور دنیاداروں کی کیا اوقات کہ تو اِن سے مقابلہ کرے، اور یہ سوچ کہ وہ میرے ہاں سے کھائیں، میں ان کے ہاں سے نہ کھاؤں، وہ (میری طلب میں) مجھ سے ملنے آئیں اور میں ان سے ملنے نہ جاؤں؟ یہ سب نفسانی حصہ اور شیطانی بہکاوا ہے۔

اگر تو نے اللہ کی عبادت دکھاوے کے لیے کی تو تجھے دنیا میں ہی تیرا بدلہ مل گیا اور آخرت میں تیرا بُرا ٹھکانہ ہے۔ اگر تو نے اللہ کی عبادت اپنی نفسانی آخرت کمانے کے لیے کی: کہ تیرا نفس بندہ بنے اور تیرا حشر انبیا کے ساتھ ہو، یا پھر ثواب کمانے کی غرض سے کہ ایک کے بدلے دس نیکیاں ملیں اور تیرا حشر مومنین کے ساتھ ہو۔ پس مجھ سے بھی ملنے لوگ آئیں اور میں بھی ملنے جاؤں اور میں بھی کچھ سوچ کر جاؤں اور وہ بھی کچھ گمان کر کے آئیں۔ یہی تو سرور دو عالم حضرت محمد ﷺ کا حال تھا؛ آپؐ ملنے جاتے بھی تھے اور لوگ آپؐ سے ملنے آتے بھی تھے، آپؐ بوجھ اٹھاتے، کمزور کی مدد کرتے، مہمان کی خاطر تواضع کرتے، رات کو سونے سے پہلے جو کچھ پاس ہوتا صدقہ کر دیتے اور غربت کا خوف نہ کھاتے۔

فقیر اور عارف رزق کی فکر نہیں کرتا

جان لے کہ (اصل) فقیر اور عارف وہ ہے جو اپنے کل کے رزق کے لیے فکر مند نہیں ہوتا، تو وہ کیسے اپنے ذمہ داران کے لیے فکر مند ہو سکتا ہے، اسی لیے تو یہ نفس دھوکا دیتا ہے اور کہتا ہے: میں نے یہ چیز اپنے لیے نہیں بلکہ دوسروں کے لیے جمع کر رکھی ہے۔ اللہ تعالیٰ اسے جھوٹا ثابت کرتے ہوئے کہتا ہے: ﴿میں ان سے رزق کا طالب نہیں اور نہ یہ کہ وہ مجھے کھلائیں، بے شک اللہ ہی سب کو رزق دیتا ہے﴾ (الذاریات: ۵۸-۵۷) اللہ تعالی کو کھلانا تو ناممکن ٹھہرا لہذا صرف اس کی خاطر کسی اور کو کھلایا جا سکتا ہے لیکن سادات الکبرا کو (دوسروں کے لیے مال جمع کرنے سے بھی) روک دیا گیا ہے اور صرف کمزور عوام کو ایسا کرنے کی اجازت دی گئی ہے، جبکہ میرا نفس تو عوام سے جدا ہونے کا دعوے دار ہے؛ لہذا اس پر لازم ہے کہ وہ کسی دوسرے کی خاطر بھی مال و دولت جمع کرنے کی کیفیت سے باہر نکلے؛ کیونکہ یہ خالص شرک اور اس (ذات) کی قدرت کو طعنہ دینے کے مترادف ہے۔ ویسے ہی جیسے کہ اسباب کا متلاشی جب اللہ کے پاس

مَطْعُون فِي[1] إيمانه. فهذا هُو الأمر الواحِد من الأمرين قد بَطل دعوَاهَا فيهِ فِي اتساعهَا في الدنيا بَعْد تضييقها.

وإن كان يُريد الإنصَاف من نفسه - وهُو عند الأكابر مقام نازل - ولكن لهذا أن يفعَله، فإنّه ليسَ من الأكابر، حَيْث رأى[2] أنّ للدنيا وأبنَائهَا حظًا وقدرًا فيصول عليهم ويتعزّز. هلّا شغلَته عبُوديتُهُ مع عزة الله، عن عزته مع ذلّة الخلق؟. لقد فاتَهُ حظّه من الله - نسأل الله جميل العاقبة - وهو أن يطعِم الخلق ولا يأكل منهُ البتة، فإن أكَل فلنفْسه سَعَى ولها أدّخر.

وأمّا الْأمر الآخر الذي وَسّعَتْ به النفس عَليهَا بعد تضييقها؛ فهُو أن تتخيل أنّ ذلك لا يؤثّر فِي مقامها، ولا ينقصُ لها[3] مِنْ مَكانتها. ولّما كانت غير عاملة للثواب، وَإنما عملت للعُبُوديّة؛ فلا تُبَالِي فِي أيّ وَاد رمى بهَا إذا صح حَالها مَع الله، وَليسَ ثَمّ أمر ثالث، والحمد لله.

فإن كانت فعِلته لـهَذا فلا نشك أصْلا فِي جَهْلها ونعزّيها في نفسهَا لوجُوه كثيرةٍ تدلّ عَلى جَهَالتها: منْهَا جَهْلها بالمَوْطِن حيث عَامَلته بما لا يليق بِهِ؛ فإنّ الدّنيا سجنُ الملِك وهِي سجن المؤمنين، وأنت[4] تدّعي أنك فوق الإيمان، وَأنا أسلّمه لك. ولكن صَاحبُ السجن قد أرسَلك إلى السّجن، وأدخلك فيهِ مع المؤمنين، وسجّنك معهم بما حجره عَليك؛ فلا تقدر أن تشرب خمرًا، ولا أن تكذب فِي حديثٍ، ولا أن تخلف وعدًا، وَلَا أنْ تَحْلِفَ فاجرًا، ولا أن تنكح خمس حَرائر، وتَوجّه عَليك في الأحكام مَا توجّهَ عليك مثل المؤمنين المسجُونين.

---

[1] س: هنا يبدأ النقص الثاني لصفحة واحدة.
[2] ش: يرى.
[3] هو: - لها.
[4] ش: وأنك.

Marfat.com

بیٹھنے کی طاقت نہ رکھے تو وہ اپنے ایمان باللہ میں خود داغ لگاتا ہے۔ یہ تو دو باتوں میں سے ایک بات ہوئی اور بلاشبہ اس بات میں اس (نفس) کا دنیا کی تنگی کے بعد کشادگی والا دعوی تو باطل ٹھہرا۔

اگر وہ خود سے انصاف کرنا چاہتا ہے -جو کہ اکابرین کے ہاں نچلا مقام ہے- لیکن یہ شخص ایسا کر سکتا ہے کیونکہ یہ اکابرین میں سے نہیں، یہ تو دنیا اور دنیا داروں کا قدر دان ہے، اُن پر تسلط جما کر معزز ہونا چاہتا ہے۔ کیا اس کی عبودیت نے اسے اللہ تعالی کی بزرگی میں مشغول نہیں رکھا کہ اب وہ (شخص) مخلوق کی ذلت میں اپنی عزت ڈھونڈ تا ہے؟ بے شک اس نے اللہ سے اپنا ملنے والا حصہ بھی کھو دیا- ہم اللہ سے بہترین عاقبت کے خواستگار ہیں-؛ وہ یہ تھا کہ یہ مخلوق کو کھلاتا پلاتا لیکن اس (مال) سے خود کچھ نہ کھاتا، اگر اس نے خود بھی کھایا تو اس نے نفس کے لیے ہی کوشش کی اور جمع کیا۔

دوسری بات جس کے لیے اُس نے اپنے نفس پر تنگی کے بعد کشادگی کی؛ وہ اس کا یہ سوچنا تھا کہ اب یہ کشادگی اُس کے مقام پر اثر انداز نہیں ہو سکتی، اور نہ ہی اس کا رتبہ کم کر سکتی ہے۔ چونکہ اُس کا نفس حصولِ ثواب کے لیے عمل نہیں کرتا بلکہ عبودیت کے لیے عمل کرتا ہے تو جب تک اس کا اللہ تعالی سے معاملہ درست ہے اس وقت تک اِس بات میں کوئی حرج نہیں کہ وہ جو بھی کرے۔ یہاں تیسری کوئی بات نہیں، اور سب تعریف اللہ کے لیے ہے۔

اگر تو اس نے اسی واسطے یہ سب کیا تو پھر ہمیں اس کی جہالت اور خود فریبی میں کوئی شک نہیں اور ہم بہت سی ایسی باتوں کی وجہ سے -جو اس کا جاہل ہونا بتاتی ہیں- اس کے ساتھ تعزیت کریں گے: مثلاً اس کی ٹھکانے سے لاعلمی؛ کہ اس نے اس (ٹھکانے یعنی دنیا) کے ساتھ ایسا معاملہ روا رکھا جو اس کے لائق نہیں؛ بیشک یہ دنیا بادشاہ کا قید خانہ ہے جس میں مومنین قید ہیں، اور تو درجہ ایمان سے بالاتر (یعنی درجہ احسان پر) ہونے کا دعوے دار ہے، میں تیری یہ بات مانتا ہوں لیکن (تو بھی تو یہ مان کہ) قید کرنے والے نے تجھے دوسرے مومنین کے ساتھ اِس قید خانے میں ڈالا ہے، تجھ پر قدغن لگائی ہے، پس تو شراب نہیں پی سکتا، جھوٹ نہیں بول سکتا، وعدہ خلافی نہیں کر سکتا، جھوٹی قسم نہیں کھا سکتا، پانچ آزاد عورتیں ایک ساتھ نکاح میں نہیں رکھ سکتا۔ اُس

Marfat.com

فالحكيم يتنبّه ويعرف أنّ ذلك مَوْطن التكليف، وقد لزمه مَا لم يكن يلزمهُ وَهُو خَارج مِن السجن، فيقول: هَل هنا أحد من حضرة الملِك من طَوْرِي وممن هُو أرفع مني؟ فيجد الأولياء والأنبياء والمرسلين، فيقول: لنا فيهم الاقتداء، فهم مني وأنا منهم. وَهَذه أكبر الدّعاوي وأنا أسلّمها. وبهذا النظر أمر الله نبيّه أفضل الخلق فذكر الأنبياء وما أعطَاهم، ثم قال له: ﴿أُولَٰئِكَ الَّذِينَ هَدَى اللهُ فَبِهُدَاهُمُ اقْتَدِهْ﴾ (الأنعام: ٩٠) فتنظر في حال الأنبيَاءِ فتجد سيّدهم وَإمامهم قد اختار الفقر على الغِنَى والذّل عَلى العزّ للمُؤمنين، وقد خيّره حين نزل عليه إسرافيل فقال: «إنّ الله خيّرك إن شئت نبيًّا عبدًا، وإن شئت نبيًّا ملكًا، فأشار إليْه جبريل أن تواضع فقال: نبيًّا عبدًا». قال - عليْه السلام - : «ولو قلتُ نبيًّا مَلكًا لسارت معي الجبال ذهبًا وفضّة». فأعطته المعرفةُ والهمّةُ، حِين أشار إليه شيخُه بالأُولى، تمنّي العبُوديّة؛ فلازَم الفقر والذّلة والخضوع حتى كان يشدّ الأحجار على بطنِهِ مِن الجوع.

فهلّا اقتدى بهم هذا الشخص، ولا يذهب طيّباته في حيَاته الدنيا. وَلوْ علم أنّ المراتب في الجنّة على قدر المراتب عند الله لسَعى لنفسه وَلعَقْله وَلكان من الملوك فِي الجنّة وعند الله، وَلا يتكل على معرفته ويقول بكمال عقلِه ويجنح إلى[1] الراحَات، ويكُبُّ على الشهوَاتِ، ويتنعّم في لين الثياب، ولذيذ الطعَام والشراب، وأخوه المؤمن لا يَجدُ ما يأكل، فيقال له: واسِهِ، فيقول: حتى يخطر لي مَا ألقى اللهُ عندي

[1] ش: على.

نے تجھ پر بھی وہی احکام لاگو کیے جو دوسرے قیدی مومنوں پر لاگو ہوتے ہیں۔

لہذا دانش مند محتاط رہتا ہے اور جانتا ہے کہ یہ (دنیا) تکلیف کا گھر ہے، اور یہاں اُس پر وہ پابندیاں ہیں جو قید خانے سے باہر لاگو نہیں ہوتیں، وہ پوچھتا ہے: کیا یہاں بادشاہ کے مصاحبین میں سے کوئی ایسا بھی ہے جو مجھ سے بلند پایہ ہو؟ تو وہ اولیا، انبیا اور مرسلین کو موجود پاتا ہے، پھر کہتا ہے: ہمیں انہی کی اطاعت کرنی ہے، یہ مجھ سے ہیں اور میں ان سے ہوں۔ یہ تو بہت بڑے دعوے ہیں پر میں ان کو تسلیم کرتا ہوں۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب، افضل الخلق نبی کریم ﷺ کو بھی یہی حکم دیا، پہلے انبیا اور ان کو دی گئی عطایات کا ذکر کیا، پھر فرمایا: ﴿یہ وہی لوگ ہیں جنہیں اللہ نے ہدایت دی پس آپؐ ان کی ہدایت کی پیروی کریں﴾ (الانعام: ۹۰) اگر تو انبیا کے حالات پر غور کرے تو تجھے پتا چلے گا کہ ان سب کے سردار اور امام جناب محمد مصطفیٰ ﷺ نے مومنین کے لیے فقر کو امارت سے، اور بے وقعتی کو ظاہری عزت سے بہتر جانا، حالانکہ جب آپؐ کے پاس حضرت اسرافیل علیہ السلام تشریف لائے تو آپؐ کو اختیار دیا گیا، انہوں نے عرض کیا: "اللہ تعالی نے آپؐ کو اختیار دیا ہے کہ اگر چاہیں تو غلام نبی بنیں اور اگر چاہیں تو بادشاہ نبی بنیں۔ حضرت جبرائیل علیہ السلام نے آپؐ کو عاجزی کا اشارہ کیا تو آپؐ نے فرمایا: میں غلام نبی بننا پسند کروں گا۔ آپؐ کا قول ہے: "اگر میں بادشاہ نبی بننے کا کہتا تو میرے ساتھ سونے اور چاندی کے پہاڑ چلتے۔"[۸۲] لہذا جب آپؐ کے پہلے استاد نے عبودیت کی تمنا کا اشارہ کیا تو آپؐ کو معرفت اور توجہ دی گئی، پھر آپؐ نے فقر، عاجزی اور خاکساری کو خود پر لازم کر لیا یہاں تک کہ آپؐ بھوک کی شدت کے باعث پیٹ پر پتھر تک باندھا کرتے تھے۔

لہذا اِس شخص کو ان لوگوں کی پیروی کرنی چاہیے اور اپنی پاک نعمتوں کو دنیاوی زندگی میں ہی ختم نہیں کر لینا چاہیے۔ اگر یہ جانتا کہ جنت میں مراتب اللہ کے ہاں مرتبے کے مطابق ہی ہیں تو یہ اپنے نفس اور اپنی عقل (کی اصلاح) کے لیے کوشاں رہتا، اور جنت میں اور اللہ کے ہاں بادشاہوں میں سے ہوتا، اپنی معرفت پر بھروسا کر کے بیٹھ نہ جاتا، اور اپنی عقل کے کمال کا راگ آلاپ کر آسودہ حالی کی طرف مائل نہ ہوتا، شہوات میں اوندھے منہ نہ گرتا، نرم و نفیس لباس، لذیذ کھانے اور میٹھے مشروبات کے مزے نہ اڑاتا، جبکہ اس کے مومن بھائی کے پاس کھانے کو

فيه. فما أجهله بخواطر الحق! إنما يفعَل العَارفون ذلك فيمن لم تبد منه حَاجة وظهر عَلَيْه الغنى وهو فقير، فيُخْطِر اللهُ للعَارف أنه فقير، وهو كشفٌ. وَأمَا مَن ظهَر حَالهُ وبَانت فاقته فهِي الخاطر الذي أعطَاك الله فيه وأنت لا تشعر، وهي أقوى حجة عليك. ولا تغترّ «أن زاحِم الأنبياء» بجهله بسليمان ويوسف - عليهما السلام- ولا بقوله له: ﴿هَٰذَا عَطَاؤُنَا فَامْنُنْ أَوْ أَمْسِكْ بِغَيْرِ حِسَابٍ﴾ (ص: ٣٩).

وأنا أقول مثل ذلك فِي العَارف الذي يرى أنّ يده عَاريَة في المنع والعطَاء، أنّ الحسَاب عنه مرفوع، لكن الموطِن يعطيه أنه إذا كسبَ الدنيا أنه يتأخر عن درجة[1] الذي لم يكتسب ضرورة في الشفاعة، وفِي دخول الجنّة، وفي المنزلة، وعند الله، وفي الدنيا؛ فإنّ الغني يزور الزاهد، وَالأمراء الصّادقون يزورون الفقراء الصَّادقين.

وهنا سرّ عَالٍ منفوث، أخاف من الفتنه على كشفه وإيداعه[2]، فسَترته رحمةً بالعَالم، حكمتْ عَلينا به الحقائق، يُؤيّده مِن الأخبار: «ما وسعَنِي أرضي وَلا سَمائي ووسعني قلب عبْدي» هذا باب. فالفقير يدعوه إلى السُكون كَسْرُ فقارِه. فابحث عَلى السرّ وَلا تفشِه، وَلا تعتمد عَليه، ولا تجعل[3] حقيقته تحكم عَليك؛ فإنّ المَوْطن لا يُعْطيه، وَلا تترك حقائق جملة كثيرة يعْطي استعمالُها سَعَادةً[4] لحقيقةٍ واحدةٍ يعطي استعمالُها إمّا شقاوة أو نقصًا فِي المرتبة. فالله الله عَليهَا، كنْ لها كتومًا إن وقفت عَليهَا، وقد نبهتك على طرف منهَا، والله المستعَان، ويكفي هذا القدر من الوجُوه الذي يحتمله هذا الأمر الآخر.

---

[1] س: هنا انتهى النقص الثاني.

[2] ج، س: إيذاعه.

[3] هو: + السر.

[4] هو (في الحاشية): لا تترك الحقائق الكثيرة التي تعطي سعادة لأجل حقيقة واحدة تعطي شقاوة أو نقصا.

کچھ نہیں۔ جب اِس سے کہا جاتا ہے: افسوس ہے تجھ پر، تو کہتا ہے: ہاں لیکن اس بارے میں کوئی مجھے بتائے تو تب نا، اللہ نے بھی مجھے کچھ اِلقا نہیں کیا۔ یہ خواطرِ حق میں بھی کتنا جاہل ہے! عارفین ایسا معاملہ اس شخص کے ساتھ رکھتے ہیں جس کے ظاہر سے حاجت کا گمان نہ ہوتا ہو اور وہ اپنی سفید پوشی کا بھرم قائم رکھے ہوئے ہو لیکن در حقیقت محتاج ہو، چنانچہ اللہ تعالی عارف کے دل میں یہ بات ڈالتا ہے کہ یہ شخص محتاج ہے، اور اسے کشف کہتے ہیں۔ البتہ جس کا حال واضح ہو، فاقہ کشی ظاہر ہو تو یہی وہ خاطر ہے جو اللہ تعالی نے اِس (شخص) کے بارے میں تجھے اِلقا کی، جسے تو نہ سمجھ سکا، یہ تجھ پر سب سے بڑی حجت ہے۔[۸۳] اور اتنا فریب خوردہ بھی مت ہو جائیں کہ اپنی جہالت سے انبیائے کرام سلیمان علیہ السلام اور یوسف علیہ السلام کا مقابلہ کرنے لگے، اور نہ ہی حضرت سلیمان علیہ السلام کے بارے میں اُس کے اِس قول سے: ﴿یہ ہماری عطا ہے، چاہے احسان کر یا چاہے روکے رکھ تجھ پر کوئی حساب کتاب نہیں﴾ (ص:۳۹)

میں (یعنی ابن العربی) یہ سب اُس عارف کے حق میں کہتا ہوں جو یہ دیکھتا ہے کہ منع و عطا (دونوں حالتوں) میں اس کے ہاتھ خالی ہی ہیں، اُس سے کوئی حساب کتاب نہیں لیکن ٹھکانے اسے بتاتے ہیں کہ اگر اُس نے دنیا کمائی تو وہ حصول شفاعت، دخول جنت اور اللہ کے ہاں منزلت اور دنیا میں لازماً اُس سے ایک درجہ نیچے ہی ہوگا جس نے (دنیا) نہیں کمائی، بیشک غنی زاہد کے چکر کاٹتا ہے اور سچے حاکم سچے فقیروں کے چکر کاٹتے ہیں۔[۸۴]

یہاں پر ایک بہت بلند و بالا بھید ہے جس کے کھولنے اور نشر کرنے سے مجھے فتنے کا ڈر تھا لہذا میں نے عالم پر رحم کرتے ہوئے اسے چھپا لیا، حقائق نے یہ راز ہم پر عائد کیا اور اس کی تائید اس خبر سے بھی ہوتی ہے: "میں زمین و آسمان میں نہ سما سکا جبکہ میں اپنے مومن بندے کے دل میں سما گیا"[۸۵] یہ دروازہ ہے۔ پس (حقیقی) فقیر کو سکون کی طرف اس کی ٹوٹی ہمت ہی اکساتی ہے، اس بھید کو ڈھونڈ اور اسے افشا نہ کر، نہ اس پر بھروسا کر اور نہ ہی اس کی حقیقت کو خود پر حکم چلانے دے کیونکہ ٹھکانے یہ نہیں بتاتے، اور نہ ہی ان تمام حقائق کو۔ جن کا استعمال سعادت مندی کا باعث ہے۔ صرف اس ایک حقیقت کے لیے مطلقاً ترک کر جس کے استعمال سے یا تو بد بختی نصیب ہو یا پھر مرتبے میں کمی ہی ہو۔ تجھے قسم ہے اللہ کی! اگر تو نے یہ بھید پا لیا ہے تو اپنے

Marfat.com

فهذا الابتلاء الذي ذكَرْناه، يوجب علينا الجد والاجتهاد والتجرّد عن الدنيا وأسبَابهَا، والتفرّغ للعبَادة كمَا كان الأنبياء والأوْلياء السادة النجباء،[1] مثل أبي بكر وغيره، وقد مشى طرف من أخبارهم فِي أوّل هذه الرسَالة.

وَأمّا إن لم تنظر خَلْقَه لك بيَدَيْهِ ابتلاءً ونَظرتَهُ شَرفا ورفعة، وهو نظرُ جَهْل، كما حمل [الإنسان] الأمَانةَ لحقيقته وَلم يحملها غيره، ولكن قيل فيه: «ظلومًا جهُولا»، فلو حملها جبرا لَمَا نسب إليْه الظلم والجَهْل، وَلَمّا حملها اختيارًا نسبَ إليه ذانِك، فاعلم هَذا.

وأنا أسلّم لنفسي هذا الجَهْل، ونقولُ[2] لها: إنما خَلقكِ بيدَيه لشرفك عَلى جميع[3] الموجُودات، وَجَعلكِ إنسَانًا ولم يجعَلك مَلَكًا ولا شيطانًا فتعيش عَلى النصف من المَعْرفة. انظري[4] يا نفسي إلى حَال من خُلقت نشأته على نصف المعْرفة كيف قال الله فيهم: ﴿يُسَبِّحُونَ اللَّيْلَ وَالنَّهَارَ لَا يَفْتُرُونَ﴾ (الأنبياء: ٣٠) ﴿يَخَافُونَ رَبَّهُم مِّن فَوْقِهِمْ وَيَفْعَلُونَ مَا يُؤْمَرُونَ﴾ (النحل: ٥٠) ﴿لَا يَعْصُونَ اللَّهَ مَا أَمَرَهُمْ﴾ (التحريم: ٦) هذا شُكرهم على معرفتهم وَهِي نصف المعرفة!، وأنتِ قد أُنشئت في مقام المعرفة بكمالها والصورة الإحاطيّة والاستخلاف الإلهي؛ فكان ينبغي أن يكون شُكرك أتم من شكرهم، وزكاتك أعظم من زكاتهم؛ لأنّ معرفتك كليّة، فكان الأَولى بك أن تقوم الركعة الواحدة مقام عبَادة أهل السموات وأهل الأرض.

فإياك أن تحجب نفسك بأن تقول يا أخي: كاتبُ هَذه الرسَالة مَا عرف

---

[1] هو: – السادة النجباء.

[2] س: وأقول.

[3] ش: – جميع.

[4] ج: انظر.

Marfat.com

ہونٹ سی لے، حالانکہ میں نے خود اس کا ایک حصہ اشارتاً بتا ہی دیا، واللہ المستعان۔ اس دوسری بات کے احتمالات میں اس قدر بات کافی ہے۔

جس ابتلا کا ہم نے ذکر کیا، یہ ہم سے محنت، کوشش، دنیا اور اس کے اسباب سے لا تعلقی اور عبادت میں خلوص کا تقاضا کرتی ہے، جیسے کہ انبیائے کرام، اولیائے عظام اور سادات مثلاً حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ وغیرہ کا شیوہ رہا ہے۔ اِس رسالے کی ابتدا میں اِن ہستیوں کے مختصر احوال بیان ہو چکے ہیں۔

اور اگر تو اپنی تخلیق -جو کہ اللہ نے اپنے دونوں ہاتھوں سے کی- کو ابتلا نہ جانے بلکہ اسے شرف و رفعت سے تعبیر کرے تو یہ جہالت اور نادانی ہے، جیسا کہ اِس (انسان) نے اپنی حقیقت سے یہ بارِ امانت اٹھایا جبکہ اِس کے علاوہ کسی اور نے یہ بار نہ اٹھایا، لیکن پھر بھی وہ ظالم اور جاہل ہی کہلایا۔ اگر اس نے یہ بار مجبوراً اٹھایا ہوتا تو ظلم اور جہالت کی نسبت اس کی طرف نہ ہوتی لیکن چونکہ اِس نے یہ بار اپنے اختیار سے اٹھایا اسی لیے یہ ظلم اور جہل کی طرف منسوب ہوا۔ یہ سمجھ!

میں اپنے نفس کو جاہل مانتا ہوں اور اس سے کہتا ہوں: اُس نے تجھے اپنے دونوں ہاتھوں سے اس لیے پیدا کیا تاکہ تمام موجودات پر تیرا شرف واضح ہو، پھر اُس نے تجھے انسان بنایا، تجھے فرشتہ یا شیطان نہیں بنایا، ورنہ تو بھی آدھی معرفت پر زندہ رہتا۔ اے نفس! ذرا اُن کا حال بھی دیکھ جن کی تخلیق ہی آدھی معرفت پر ہوئی، اللہ تعالی ان کے بارے میں کہتا ہے: ﴿یہ دن رات اُس (رب) کی تسبیح کرتے ہیں اور سُستی نہیں کرتے﴾ (الانبیا: ۲۰) ﴿اپنے اوپر اپنے رب سے ڈرتے ہیں اور جو حکم دیا جائے اس کی تعمیل کرتے ہیں﴾ (النحل: ۵۰) ﴿اللہ کے حکم کی نافرمانی نہیں کرتے﴾ (التحریم: ۶) ان کے یہ افعال در اصل ان کی معرفت کے مطابق -جو کہ آدھی معرفت ہے- اِن کی شکر گزاری ہے۔ جبکہ تیری تخلیق کامل معرفت، احاطی صورت اور نیابتِ الٰہی پر ہوئی ہے لہذا تیری سپاس گزاری اِن کی شکر گزاری سے بڑھ کر اور تیری پاکیزگی ان کی پاکیزگی سے زیادہ ہونی چاہیے کیونکہ تیری معرفت کامل ہے، تجھے تو یہ کرنا چاہیے کہ اہل آسمان و زمین کی عبادت کے برابر ایک رکعت پڑھے۔

اور تیرا نفس کہیں تجھے محجوب نہ کردے اور تو یہ کہتا پھرے: اے بھائی! اِس رسالے کے

Marfat.com

مقامي، ولا من أنا. مَا قصدتك بالكلام[١] وحدك، وإنما تكلمت على مَا تقتضيه الحقائق، وحصرتها حصرًا إحاطيًا، وكشفتها كشفًا اعتصَاميًا، لم يبق ملَك ولا رسُول ولا نبي ولا وَليّ ولا أحد إلا دخل في هذَا الحصْر. فلا بد أن تكون - يا قارئ هذه الرسَالة[٢] - وَاحدًا من هَؤلاءِ الأقوام والطبقات، وادّعِ فيمن شئتَ، فقد سلّمت لك. وَلو ادّعيت الملَكيّة وحدهَا أو الرسَالة أو النبوّة أو مَا ادّعيتهُ؛ الحقائق تحكم عَليك قسرًا، وتردّكَ إلى العبوديّة وَإلى المَوطن إن عُصمتَ. وإن خُذِلتَ عَمِيتَ عن الحقائق واستعجلتَ الآجِلَة وأجّلت العاجلة، وجعلت غيرك المحجوب وأنتَ الغَافل عن الله، المصيب؛ فإذا انقلبتَ وجدتَ عملك هباءً منثورًا، وَطردتك الحقائق السعَادية عن بابهَا، وقالت: لا أعرفك؛ فإنك مَا صَاحبتني فِي الدنيا، ولا تعرّفتَ إليّ! ودعَاك خيَالك الفاسد القاصر فرمى بك في سواءِ الجحيم.

فكيفما نظرت في خلق الحق لك بيديه: إن كان ابتلاء فلا بد من الحذر والوزن مخافة النقص أو التطفيف، وإن كان شرفًا ورفعة فلا بد من الجد والاجتهاد فِي الشكر، كما قال - عليْه السّلام -: «لو تعلمون مَا أعلم لبكيتم كثيرًا ولضحكتم قليلاً» وَكما قال بعض العالِمين، وقد رأى صوفيًا يضحك ملء فيه: «لا يخلو أن تكون قد بُشّرت بسعادتك أمْ لا؛ فإن كنت لم تؤمَّن فما هذه حالة الخائفين، وإن كنت أُمِّنت فما هذه حَالة الشاكرين» فقد لاط به الذم من الطرفين فِي ضحكه؛ فكيف لو رآه متنعمًا مترفها[٣] ويجمع ويدّخر ويمنّي نفسه بالغرور!. وقد تقدم حديث سَلمَان الفارسي في وقت ذكره لِما فتح الله به عَلى بعض الصَّحابةِ والتّابعين من كنوز كِسْرَى وقيصر، وأنّ الله ما اختار ذلك لنبيّه، بل اصْطَفاهُ فقيرًا لا يبيتُ عَلَى

---

[١] هو: - بالكلام.

[٢] هو: + أن تكون.

[٣] هو: - مترفها.

Marfat.com

مؤلف نے نہ میرا مقام پہچانا اور نہ ہی مجھے جانا۔ میں صرف تیری بات نہیں کر رہا، بلکہ میں تو حقائق اور ان کے تقاضوں کی بات کر رہا ہوں، میں نے ان کو ایک دائرے میں سمیٹا ہے، اور ان کو پوری طرح کھولا ہے، لہذا اب کوئی فرشتہ، کوئی رسول، کوئی ولی اور ان کے علاوہ بھی کوئی اس دائرے سے باہر نہیں۔ لہذا تو بھی - جو اس رسالے کو پڑھ رہا ہے - انہی لوگوں اور انہی طبقات میں سے کسی ایک میں ہے۔ اب تو جو مرضی دعویٰ کر میں مان لوں گا لیکن اگر تو نے صرف ملکیت یا رسالت یا نبوت یا اس کے علاوہ بھی کسی رتبے کا دعویٰ کیا تو حقائق لازماً تجھ پر حکم لگائیں گے، اگر تجھے تائید ایزدی حاصل ہوئی تو یہ تجھے واپس عبودیت یا تیری اوقات میں لوٹا دیں گے۔ اور اگر تجھے یہ تائید حاصل نہ ہوئی تو تُو حقائق سے اندھا ہو جائے گا، نتائج میں جلدی کرے گا اور اعمال میں سُستی کرے گا، دوسروں کو محجوب اور خود کو عقل مند اور صائب قرار دے گا؛ پھر جب تو لوٹے گا تو اپنے عمل کو ضائع پائے گا، حقائق سعادت تجھے اپنے دروازے سے دھتکار دیں گے اور کہیں گے: ہم تجھے نہیں جانتے؛ نہ تو دنیا میں ہمارا ساتھی تھا اور نہ ہی ہمیں تیرا تعارف کروایا گیا! تیرے فاسد اور قاصر خیال نے ہی تجھے اپنے دام میں پھنسا کر واصل جہنم کر دیا۔

حق تعالیٰ کا تجھے اپنے دونوں ہاتھوں سے تخلیق کرنا، تُو جیسے بھی سمجھ (یہ تیری مرضی ہے): اگر تو اسے ابتلا سمجھتا ہے تو پھر کمی کوتاہی کے ڈر سے محتاط رہنا لازم ہے، اور اگر تو اِسے شرف اور رفعت سمجھتا ہے تو پھر شکر گزاری میں اور زیادہ تکالیف برداشت کرنا لازم ہے، جیسا کہ آپ ﷺ نے فرمایا: "اگر تم وہ جانتے جو میں جانتا ہوں تو کم ہنستے اور زیادہ روتے۔" [۸۶] یا جیسے کہ ایک عالِم نے کسی صوفی کو کھلکھلا کر ہنستے دیکھا تو کہا: "لگتا ہے یا تو تجھے تیرے خوش بخت ہونے کی بشارت مل چکی ہے یا پھر نہیں ملی؛ اگر تو عذاب جہنم سے محفوظ نہیں تو خائف لوگ ایسے نہیں ہوتے، اور اگر تو اس (عذاب) سے سلامتی میں ہے تو یہ شکر گزاروں کی حالت نہیں۔" پس اُس نے اس ہنسنے کا دونوں اطراف سے ہی قابل مذمت پہلو ذکر کیا (یہ تو صرف ہنسنے پر) اگر وہ اِسے آسودہ حال، عیاشیاں کرتا، مال و اسباب کے ڈھیر لگاتا اور اپنے نفس کو جھوٹی امیدیں دلاتا دیکھتا تو کیا کہتا؟ حضرت سلیمان فارسی رضی اللہ عنہ والی حدیث پہلے گزر چکی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے بعض صحابہ اور تابعین پر قیصر و کسریٰ کے خزانے کھولے، لیکن اپنے نبی ﷺ کے دور میں ایسا کچھ نہ کیا بلکہ

Marfat.com

معْلُوم في البيت حتّى مَات، وأشباه هذا.

فإيّاك - يا وليي - والمغالطة، فإنّ الناقد بصير وإليه تصير الأمور. وقد مضت العبارات وَطاحت الإشارات، ومَا بقيت إلا تسبيحَات. فلا يغتر العالِم بعلمه مَا لـم يستعمله، وَلا يغتر باستعمَاله مَا لم يخلص، وَلَا يغتر بإخلاصه ما لم يَفْنَ عنه. فهذه مسألة مَن تحقق بها وبمعَانيها[1] لم يسْكن له جأش، وَلَا طَابَ لَهُ عَيْشٌ، يشغله شأنه عن كُلّ شأنٍ لِما يؤول إليه حَاله؛ فإنّ قوارع القرآن تزعج العَاقل اللبيب، وتنغص حياة الفطن المُصيب، مثل قوله - تعالى -: ﴿أَفَحَسِبْتُمْ أَنَّمَا خَلَقْنَاكُمْ عَبَثًا وَأَنَّكُمْ إِلَيْنَا لَا تُرْجَعُونَ﴾ (المؤمنون: ١١٥) وقوله: ﴿أَيَحْسَبُ الْإِنْسَانُ أَنْ يُتْرَكَ سُدًى﴾ (القيامة: ٣٦) وقوله: ﴿سَنَفْرُغُ لَكُمْ أَيُّهَ الثَّقَلَانِ﴾ (الرحمن: ٣١) وأمثال هذه القوارع وَالزّواجر المتلوّة في المحَارب والمحَاضر تَقرَعُ أسمَاعَنا آناء الليل وأطراف النهار.

فلا معرفةً ثابتة فِي القلوب فيردعنا الحياء،[2] وَلا خوف فيكفّنا الوعيد والتقريرُ؛ فلا ندري فِي أيّ نمط نتميز، ولا بأي فرقة نلحق. نسأل الله العصمة لنا ولكم وللمُسلمين فِي جميع الأحوَال؛ هنا وعند الموت وفِي المآل.[3]

---

[1] هو: وعاينها.

[2] س: فتردّ عنا الخنا.

[3] ج (في الحاشية): بلغ مقابلة.

آپ ﷺ کو فقیر بنائے رکھا؛ آپؐ کی کوئی رات ایسی نہ گزرتی کہ گھر میں کچھ موجود ہوتا یہاں تک کہ آپؐ کا وصال ہوا، یا اس طرح کی دوسری مثالیں۔

اے دوست! مغالطے سے بچ، کیونکہ پرکھنے والا گہری نظر رکھتا ہے اور اُسی کی طرف (تمام) امور کا لوٹایا جانا ہے۔ عبارات گزر چکیں اور اشارات دم توڑ گئے، اب صرف تسبیحات باقی ہیں۔ عالِم اگر اپنے علم پر عمل نہ کرے تو اِس سے فریب خوردہ بھی مت رہے، اور جب تک نیت خالص نہ ہو عمل سے بھی دھوکے میں نہ رہے، اور جب تک اس سے فنا نہ ہو جائے اخلاص نیت کے بھی دھوکے میں مت پڑے۔ جو کوئی اس مسئلے اور اس کے معانی کو متحقق کر گیا اس کی بے چینی بڑھ گئی اور زندگی اجیرن ہو گئی، اسے اپنی فکر تمام فکروں سے بے پروا کیے دیتی ہے کہ اس کا انجام کیا ہو گا۔ بیشک قرآن کی ضربیں خردمند کو تڑپاتی ہیں اور سمجھ دار صائب الرائے کی زندگی ابتر کیے دیتی ہیں جیسے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: ﴿کیا تم یہ گمان کرتے ہو کہ ہم نے تمہیں فضول پیدا کیا ہے اور تمہیں ہماری طرف لوٹ کر نہیں آنا؟﴾ (المومنون: ۱۱۵) یا اس کا کہنا: ﴿کیا انسان یہ خیال کرتا ہے کہ وہ ایسے ہی چھوڑ دیا جائے گا﴾ (القیامۃ: ۳۶) اور ﴿اے دو گروہوں! ہم عنقریب تمہاری طرف متوجہ ہوں گے﴾ (الرحمن: ۳۱)۔ اسی طرح کی دیگر ضربیں اور چوٹیں جو محرابوں اور منبروں سے ہماری سماعتوں کو دن رات جھنجھوڑتی رہتی ہیں۔

اب نہ تو دلوں میں کوئی معرفت قائم ہے کہ ہمیں شرم و حیا ہی روکے رکھے، اور نہ ہی کوئی خوف باقی ہے کہ ہم پر تقریر اور وعید کا سن لینا ہی کافی ہو، ہم نہیں جانتے کہ ہم کس راستے پر جا رہے ہیں اور کس گروہ سے جا ملیں گے۔ ہم اللہ سے اپنے لیے، تمہارے لیے اور تمام مسلمانوں کے لیے، زندگی، موت، اور آخرت کے تمام احوال میں عافیت کے طلب گار ہیں۔

Marfat.com

(النظر في أمهات النعم المترادفة)

(النعمة الأولى: إخراجك من العدم إلى الوجود)

وممّا يحرّض العَقل السَّليم على الاجْتهاد، ويحول بين جفنه وبين الرّقاد؛ نظرُه فِي أمّهات النِّعَم المترادفة عَليه إذا حققها. وذلك يا وليّ - أبقاكَ الله - إنّ أوّل نعمة عقلتها مِن ربك إخراجُك من العَدم إلى الوجُود، وقد عدد هَذَا المقام عليك من جمْلة نِعمه فقال: ﴿أَوَلَا يَذْكُرُ الْإِنْسَانُ أَنَّا خَلَقْنَاهُ مِنْ قَبْلُ وَلَمْ يَكُ شَيْئًا﴾ (مريم: ٦٧) ثم خاطبَ بهذا المقام الخاصّةَ الرّفيعة من عبَاده الذين نحن أتباع لهم[1]، فقال لنبيه زكريا في وقت تعجّبه مِن قدرة الله - تعالى - على حُكم العَادة في إيجاد ابنه يحيى: ﴿وَقَدْ خَلَقْتُكَ مِنْ قَبْلُ وَلَمْ تَكُ شَيْئًا﴾ (مريم: ٩). فإيّاك أن تتوهم أنّ هذا الخطاب لزكريّا فِي حق نفسه لإبطَال المعنى فيه؛ فإنّ خلق ابنه أعجب مِن خلقه فِي حُكمِ العَادة؛ لأنّ زكريّا قد أظهَر العِلّة؛ فلو أحَاله عَلى خلق نفسِه لَمّا أتاهُ بأعجبَ مما تعجّبَ منه. وإنما أشار إليه بذلك أن ينظر فِي أوّل موجود، وهي الحقيقة الإنسانيّة قَبْل كُلّ شيء، وهي أمّ الأشياء كلّها، وليسَتْ مِن شيء، وهي سببُ كل شيء، وليست مسبَّبة عن شيء، ولهذا قال له: ﴿وَلَمْ تَكُ شَيْئًا﴾ (مريم: ٩).

فإنّ هَذا الخلق التُّرابي الآدمي مسبَّب عن أشياء نبّه عَليهَا - عَليْه السّلام - بقوله: «كنت نبيًّا وآدمُ بين الماءِ والطين». ولا يكون العَدم بين أمرين موجودين

[1] ج (في الحاشية): بلغ قراءة عليه أحسن الله إليه.

Marfat.com

اس ذات کی عطا کردہ عظیم نعمتوں پر ایک نظر

لامتناہی نعمتوں میں سے پہلی نعمت: تیری تخلیق

عقل سلیم کو محنت پر اکسانے والی، غفلت کی نیند اور پلک کے درمیان آ جانے والی، بڑی اور مسلسل نعمتوں پر پڑنے والی نظر ہی سب کچھ ہے، اگر اسے سمجھا جائے۔ وہ یوں کہ اے دوست! -اللہ تیری حفاظت کرے- سب سے پہلی نعمت جو تو اپنے رب سے سمجھ سکتا ہے وہ تیرا عدم سے وجود کی طرف لانا ہی ہے، اُس ذات نے بھی اس مقام کو تیرے لیے ایک نعمت تصور کیا، فرمایا: ﴿کیا انسان کو یاد نہیں کہ ہم نے اسے پہلے بھی پیدا کیا جب وہ کوئی چیز نہ تھا﴾ (مریم: ۶۷) پھر اسی خاص اور بلند مقام سے اپنے ان بندوں کو مخاطب کیا جن کی پیروی کا ہمیں حکم ہے۔ لہذا جب زکریا علیہ السلام نے قدرت خداوندی کی بدولت معمول سے ہٹ کر اپنے بیٹے یحییٰ کی پیدائش پر حیرت کا اظہار کیا تو آپؑ سے فرمایا: ﴿میں نے تو پہلے تجھے بھی پیدا کیا ہے جب کہ تو کوئی چیز نہ تھا﴾ (مریم: ۹) لہذا ہر گز یہ گمان مت کرنا کہ حضرت زکریا علیہ السلام سے جو یہ کہا گیا ہے یہ ان کے نفس کے بارے میں ہے کیونکہ اس سے معنی باطل ہو جاتا ہے؛ اگر معمول کے مطابق دیکھا جائے تو بیشک ان کے بیٹے کی پیدائش ان کی پیدائش سے زیادہ عجیب ہے، کیونکہ حضرت زکریا نے تو علت (خلق) کا اظہار کیا، اگر آپؑ اپنی پیدائش سے اس کا موازنہ کرتے تو اس تعجب کا اظہار نہ کرتے۔ بلکہ اس قول میں آپ کو یہ اشارہ کیا گیا کہ اول موجود میں غور کریں جو کہ ہر چیز سے پہلے حقیقتِ انسانیت ہی ہے، یہ تمام چیزوں کی اصل ہے لیکن خود کوئی چیز نہیں، یہ ہر چیز کا سبب ہے لیکن کوئی چیز اس کا سبب نہیں، اِسی لیے تو کہا: ﴿جب تو کوئی چیز نہ تھا﴾ (مریم: ۹)

بیشک آدم علیہ السلام کی اس خاکی تخلیق کا سبب دیگر اشیا ہی ہیں جن کی طرف آپ ﷺ نے اپنے اس قول میں توجہ دلائی: "میں اُس وقت بھی نبی تھا جب حضرت آدم مٹی اور پانی کے درمیان تھے۔"[۸۷] بیشک دو موجود معاملوں کے درمیان عدم نہیں ہو سکتا کیونکہ پھر یہ اس کا

Marfat.com

لانْحصارِه، والمعدوم لا يُوصَف بالحَصْرِ فِي شيء. وقال الله - تعالى - فِي خلقِ الجَسَد الآدمي: ﴿خَلَقَكُمْ مِنْ تُرَابٍ﴾ (الروم: ٣٠) وقال: ﴿مِنْ طِينٍ﴾ (ص:٧٦) وهو خلط الماء بالتراب وقال: ﴿مِنْ حَمَإٍ مَسْنُونٍ﴾ (الحجر: ٢٦) وهو المتغيّر الريح، وهو جزء الهَواء. وقال: ﴿مِنْ صَلْصَالٍ كَالْفَخَّارِ﴾ (الرحمن: ١٤) وهوَ جزء النّار. فهذه أمّهات الجَسدِ الآدمِي وهي كثيرة فلا يَصِحّ على هذا قوله: ﴿وَلَمْ تَكُ شَيْئًا﴾ (مريم: ٩) فإنه قد كان أشياء، وانتقل فِي أطْوار العَالم مِن شكل إلى شكل حتّى صَار على هذه الصّفة.

وكذلك قال فِي جسد ابن آدم كما قال في الجَسد الآدميّ مِن توقفه عَلى شيء، وأنّ أصْلَهُ ذلك الشيء، والصورة عَرَضٌ فيهِ فقال: ﴿فَلْيَنْظُرِ الْإِنْسَانُ مِمَّ خُلِقَ، خُلِقَ مِنْ مَاءٍ دَافِقٍ يَخْرُجُ مِنْ بَيْنِ الصُّلْبِ وَالتَّرَائِبِ﴾ (الطارق: ٥-٧)

وَإياك أن تقول: «فِي وقتٍ كنا كذا لم نكن كذا»، وقد نبّه - تعالى - عَلى أنك هُو ذاك، وأنّ أصْل جسمانيتك من شيءٍ فقال: ولقد خلقنا الإنسان من تراب، وهو الأب إن شئت ﴿ثُمَّ مِنْ نُطْفَةٍ﴾ (الحج: ٥) وهو الابن ﴿ثُمَّ مِنْ عَلَقَةٍ﴾ (الحج: ٥) تمييزٌ في طَور آخر، ﴿ثُمَّ مِنْ مُضْغَةٍ﴾ (الحج: ٥) تمييز أيضا في طور آخر. وقال:[1] ﴿وَلَقَدْ خَلَقْنَا الْإِنْسَانَ مِنْ سُلَالَةٍ مِنْ طِينٍ﴾ (المؤمنون: ١٢) فجعلك من شيء، وهذا طور، ﴿ثُمَّ جَعَلْنَاهُ نُطْفَةً فِي قَرَارٍ مَكِينٍ﴾ (المؤمنون: ١٣) هذا طور آخر، ﴿ثُمَّ خَلَقْنَا النُّطْفَةَ عَلَقَةً﴾ (المؤمنون: ١٣) هَذا طور آخر، وكلُهُ الإنسان، ﴿فَخَلَقْنَا الْعَلَقَةَ مُضْغَةً﴾ (المؤمنون: ١٣) هذا طور آخر، ﴿فَخَلَقْنَا الْمُضْغَةَ عِظَامًا﴾

[1] ج، ش: فقال.

احاطہ کر لیں گے، جبکہ معدوم کسی شے میں محصور نہیں ہو سکتا۔ اللہ تعالیٰ نے جسدِ آدم علیہ السلام (یعنی ان کے جسد خاکی) کی تخلیق کے بارے میں فرمایا: ﴿اُس نے تمہیں مٹی سے تخلیق کیا﴾ (الروم: ۲۰) پھر فرمایا: ﴿گارے سے﴾ (ص: ۷۶) یہ پانی اور مٹی کا آمیزہ ہے، پھر فرمایا: ﴿بدبودار مٹی سے﴾ (الحجر: ۲۶) یہ مٹی میں باس کا اٹھنا اور اس سے ہوا کا گزرنا ہے، پھر فرمایا: ﴿کھنکھناتی مٹی سے﴾ (الرحمن: ۱۴) یہ (اس میں) آگ کا شامل ہونا ہے۔ یہ اجزا ہی انسانی جسم کی بنیاد ہیں، اور ایک سے زائد ہیں، تو معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ کا یہ قول: ﴿کہ تو کوئی چیز نہ تھا﴾ (مریم: ۹) (اس خاکی تخلیق کی طرف اشارہ نہیں) کیونکہ وہ تو یہ چیزیں تھا[1] اور اطوارِ عالم میں ایک شکل سے دوسری شکل میں منتقل ہوتا رہا یہاں تک کہ اس صفت پر پہنچ گیا (جسے انسان کہتے ہیں۔)

اِسی طرح جسدِ ابن آدم کے بارے میں بھی وہی کہا جو جسدِ آدم علیہ السلام کے بارے میں کہا، کہ اس کا دار و مدار کسی چیز (یعنی عنصر) پر ہے اور یہی چیز (عنصر) اس کی بنیاد ہے یہ صورت تو بس اس (عنصر) کا ایک روپ ہے، فرمایا: ﴿انسان کو غور کرنا چاہیے کہ اس کی تخلیق کس چیز سے ہوئی؟ یہ ایک اچھلتے پانی سے تخلیق ہوا جو کمر اور سینے کے درمیان سے نکلتا ہے﴾ (الطارق: ۵-۷)

اور یہ نہ کہیں کہ "جب ہم اُس حالت میں تھے تو وہ ہم نہیں تھے" بیشک اللہ تعالیٰ نے بتلا دیا ہے کہ وہ تو ہی تھا اور تیری جسمانیت کی اصل کسی چیز (یعنی عنصر) ہی سے ہے۔ فرمایا: ہم نے انسان کو مٹی سے تخلیق کیا، اگر چاہے تو اسے اپنا باپ سمجھ لے ﴿پھر نطفے سے﴾ (الحج: ۵) یہ بیٹا ہوا ﴿پھر علقہ سے﴾ (الحج: ۵) یہ ایک مرحلے میں تیری شناخت ہے ﴿پھر مضغہ سے﴾ (الحج: ۵) یہ ایک دوسرے مرحلے میں تیری شناخت ہے، اور فرمایا: ﴿اور ہم نے انسان کو مٹی کے خلاصے سے پیدا کیا﴾ (المومنون: ۱۲) لہٰذا تجھے کسی چیز سے بنایا، یہ بھی ایک مرحلہ ہے ﴿پھر اس کو ایک مضبوط (اور محفوظ) جگہ میں نطفہ بنا کر رکھا﴾ یہ ایک اور مرحلہ ہے ﴿پھر ہم نے نطفے کا لوتھڑا بنایا﴾ یہ بھی ایک مرحلہ ہے، اور یہ سب انسان ہے ﴿پھر لوتھڑے کی بوٹی بنائی﴾ یہ ایک اور

1 یعنی ہوا پانی مٹی اور آگ تھا۔

Marfat.com

(المؤمنون: ١٣) هذا طور آخر، ﴿فَكَسَوْنَا الْعِظَامَ لَحْمًا﴾ (المؤمنون: ١٣) هذا طور آخر، ﴿ثُمَّ أَنْشَأْنَاهُ خَلْقًا آخَرَ﴾ (المؤمنون: ١٣) هذا طور آخر، ﴿فَتَبَارَكَ اللَّهُ أَحْسَنُ الْخَالِقِينَ﴾ (المؤمنون: ١٣) أثنى عَلى نفسهِ ليُعَلمك صُورة الثناء عَليْه لتشكره لا لتكفُرَهُ. وهذا كُلّه إنما ذكره ليُعدد عليك نِعَمَه التي اختصك[١] بها وحباك، وهذه[٢] كلها أشياء عُلّق وجود بعضها عَلى بعضٍ.

فقوله – عَلى ما تعطيه الحقائق، ويعظمُ التعجب عِند زكريّا: ﴿وَقَدْ خَلَقْتُكَ مِنْ قَبْلُ وَلَمْ تَكُ شَيْئًا﴾ (مريم: ٩) – إنّما يشير إلى البرُوز الأوّل من غير شيء؛ لأنّ زكريّا إنما تعجب من بشراه له – تعالى – بيحيى على كِبَره وامرأته عاقر؛ فذكرَ له ما هُو أعجب من ذلك؛ وهُو إخراج الشيء من العَدم إلى الوجُود. فإنّ النّقلة في مَراتب الوجود، من وجود إلى وجود باختلاف الصُوَر والأحوَال أهْوَن من إبراز المعدُوم؛ فلهذا كان أعجب مما تعجّب منه زكريّا. ومن هذا تعجّبت امرأة إبراهيم حين بُشِّرت بإسحاق فقالت: ﴿يَا وَيْلَتَىٰ أَأَلِدُ وَأَنَا عَجُوزٌ وَهَٰذَا بَعْلِي شَيْخًا ۖ إِنَّ هَٰذَا لَشَيْءٌ عَجِيبٌ﴾ (هود: ٧٢).

وهذا – يا وَليّ – إذا نظرته؛ من الأسرَار العجيبَة! فتنبّه لهُ، وَعسى تعثر على الفصل بينهما. وذلك أنّ الله قد أخبرنا عن زكريا بما أخبرنا به عن امرأة إبراهيم – عليهم السلام – فشرّك بين المرأة والرجل في هذا التعجب؛ فشرّك بينهما في العلم؛ لأنّ التعجب على قدر العلم، ومَعْلُوم فضل الرجل على المرأة فِي الميرَاثِ والشهادة والصلاة والصيام ﴿وَلِلرِّجَالِ عَلَيْهِنَّ دَرَجَةٌ﴾ (البقرة: ٢٢٨).

وهذه المسْألة مَسْألة مُفرِعة[١] لتعلقها بباب المعرفة، وقد اشترك فيه رسُولُ الله

---

[١] ش: اختص.

[٢] س، هو: وهذا.

[١] مفرعة: عالية؛ ورسم الكلمة في ج: مفزعة.

مرحلہ ہوا ﴿پھر بوٹی کی ہڈیاں بنائیں﴾ ایک اور مرحلہ ﴿پھر ہڈیوں پر گوشت (پوست) چڑھایا﴾ یہ ایک اور مرحلہ ہوا ﴿پھر ہم نے اسے نئی صورت دے دی﴾ یہ ایک اور مرحلہ ہوا، ﴿پس بہترین تخلیق کرنے والا خدا بڑا بابرکت ہے﴾ (المومنون: ۱۳) اُس نے خود اپنی تعریف کر کے تجھے اپنی تعریف کرنا سکھایا تاکہ تو اس کا شکر ادا کرے، اس لیے نہیں کہ تو ناشکری کرے۔ اس نے یہ سب اس لیے بتایا، تاکہ تجھے اپنی وہ نعمتیں گنوائے جن سے اس نے تجھے مخصوص اور محبوب کیا، یہ تمام اشیاء ہی ہیں جن میں سے کچھ کا وجود دیگر کچھ پر منحصر ہے۔

پس اس ذات کا یہ قول۔ حقائق کے اعتبار سے، اور حضرت زکریا علیہ السلام کے تعجب کے اعتبار سے، کہ ﴿میں نے تو تجھے پہلے بھی پیدا کیا تھا جب کہ تو کوئی چیز نہ تھا﴾ (مریم: ۹)۔ ظہور اول کی طرف اشارہ ہے یعنی بغیر کسی چیز کے ظہور؛ کیونکہ حضرت زکریا علیہ السلام نے اپنے بڑھاپے اور اپنی بیوی کے بانجھ ہونے کی وجہ سے یحییٰ علیہ السلام کی بشارت ملنے پر تعجب [۸۸] کا اظہار کیا، لہذا اللہ تعالیٰ نے اس سے بھی زیادہ عجیب چیز کا ذکر کیا یعنی کسی چیز کا بغیر کسی چیز سے وجود پذیر ہونا۔ کیونکہ مراتب وجود میں انتقال؛ یعنی وجود کے ایک درجے سے دوسرے درجے میں صورتوں اور احوال کا بدلتے ہوئے منتقل ہونا، معدوم کے ظہور سے آسان ہے، اسی لیے یہ بات اس بات سے بھی زیادہ عجیب ہے جس پر زکریا علیہ السلام نے تعجب کا اظہار کیا۔ اِسی مقام پر حضرت ابراہیم علیہ السلام کی بیوی نے بھی تعجب کیا جب ان کو حضرت اسحاق علیہ السلام کی بشارت دی گئی تو بولی: ﴿کیا میں بچہ جنوں گی؟ جبکہ میں بڑھیا ہوں اور میرا شوہر بھی بوڑھا ہے یہ تو بڑی عجیب بات ہے﴾ (ھود: ۷۲)

اے دوست! اگر تو غور کرے تو یہ بڑے عجیب اسرار ہیں! ان کو سمجھ، ہو سکتا ہے کہ تو ان دونوں کا فرق جان جائے۔ وہ یہ کہ اللہ تعالیٰ نے ہمیں زکریا علیہ السلام کے بارے میں بھی وہی بتایا جو حضرت ابراہیم علیہ السلام کی بیوی کے بارے میں بتایا، لہذا ایک عورت اور ایک مرد کو اس تعجب کرنے میں شریک کیا؛ ان دونوں کو علم میں شریک کیا کیونکہ تعجب علم کے حساب سے ہوتا ہے، جبکہ مرد کی عورت پر فضیلت میراث، گواہی، روزے اور نماز میں واضح ہے ﴿مردوں کو ان (عورتوں) پر ایک درجہ فضیلت حاصل ہے﴾ (البقرۃ: ۲۲۸)

یہ بابِ معرفت سے متعلق ایک بلند پایہ مسئلہ ہے، اس میں رسولِ خدا زکریا علیہ السلام کی

Marfat.com

زكريّا وامرأة إبراهيم، وليست بكاملة.[1] فحقق خاطرك - يَا وليِّ - فِي هذه المَسْألة عسى تعثُر. وَكُنْتُ أذكر لك وجْه الفَصْل بينهمَا وأبيِّنُه، ولكنِي رأيتك تحب أن تأخذ العلم مِن ربّك؛ فتأدبت معك وأبقيتها مهمَلةً. قال الله - تعالى - جوابًا لزكريَا: ﴿وَقَدْ خَلَقْتُكَ مِنْ قَبْلُ وَلَمْ تَكُ شَيْئًا﴾ (مريم: ٩) وقال - تعالى - جَوابًا لامرأة إبراهيم: ﴿أَتَعْجَبِينَ مِنْ أَمْرِ اللهِ﴾ (هود: ٧٣) وقد لوّحنا لك وألقيناك عَلى الطريق فادْرج عليه؛ فَإنّ مَا بينك وبين العِلم به إلا كلمة واحدة، وهذا غاية ما قدّرنا عَليه فِي حقّك من تقريب المسألة إلى هذا الحد، وسترها خلف حجاب واحد رقيق، والخطاب على قدر العقل فانظره.

فهَذا - يَا وليِّ - أوّل نعمة أنعم بهَا عليك؛ لو كلّفك الله شكر هذه النعمة وحْدها، وجعل معك أهْل السَماوات وَالأرض بعبَادتهم مؤيّدين لك عمرك الأخراوي الذي لا نهاية له؛ مَا قمتَ بشكرهَا، كيف وقد انضاف إليها نعم كثيرة غيرها؟! ثم طالبك فِي الشكر والعبَادة على قدر استطاعتك خاصَة، فأبيت الإنصَاف وتكاسلت وتخاذلت وتعَاميت وتصَاممت؛ مَا هذا مِمّن يَدعي العقل والمعرفة بحسنٍ.

إنما يقع الاعتراف بالتقصير بمَا ينبغي لجلال الحضرة مِن الاجْتهاد بعد بذل المجهُود، وإيّاك وشطحة مَن شطح لِسُكرٍ غلب عَليْه فقال: «إني أغار عَلى جمالِ القديم أن يراه المحدَث من تدنيس رؤيته» فهذه كلمة ليسَ لها مَدخل في الرجُوليّة، وَإنّما هي شطحة مِن صورةٍ وقفَ القائل مَعَها، تردّها الحقائق. أو تغتر أيضا بقول القائل: «مَن ظن أنّه بالجهد يصل فهو متعنٍّ» فقد قال هذا أيضًا: «ومن ظن أنّه

---

[1] في متن ج: برسولة، واستبدلت في الحاشية: بكاملة.

شریک حضرت ابراہیم علیہ السلام کی بیوی ہے جو کہ کاملہ بھی نہ تھی۔ سوائے دوست! اس مسئلے میں غور کر، ہو سکتا ہے تو اس کا (راز) پالے۔ میں تجھے ان دونوں کے درمیان کا فرق واضح کر کے بتاتا لیکن میں نے یہ بھانپ لیا ہے کہ تو اپنے رب سے علم (لدنی) حاصل کرنا چاہتا ہے، لہذا میں تیرے ساتھ ادب سے پیش آتے ہوئے اسے غیر واضح ہی رہنے دیتا ہوں۔ اللہ تعالیٰ نے حضرت زکریا علیہ السلام کو جواب دیتے ہوئے کہا: ﴿میں نے تو تجھے پہلے بھی پیدا کیا تھا جب کہ تو کوئی چیز نہ تھا﴾ (مریم:۹) جبکہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی بیوی کو یوں جواب دیا: ﴿کیا تو اللہ کے حکم پر تعجب کا اظہار کرتی ہے﴾ (ھود:۷۳) ہم نے تجھے اشارہ کر دیا اور راستے پر ڈال دیا، اب اس پر چل پڑ کیونکہ اب تیرے اور علم کے درمیان صرف ایک لفظ رہ گیا ہے، اور اس مسئلے کو تیری فہم کے قریب کرنے اور ایک باریک سے پردے کے پیچھے رکھنے میں ہم زیادہ سے زیادہ اسی حد تک جا سکتے تھے، خطاب تو عقل کے مطابق ہی ہوتا ہے، اِس پر غور کر۔

اے دوست! یہی وہ پہلی نعمت ہے جو اس نے تجھے عطا کی؛ اگر اللہ تعالیٰ تجھے صرف اسی ایک نعمت کا شکر ادا کرنے کا مکلف کرتا، اور تمام اہل آسمان و زمین کو اپنی عبادت سمیت تیرے حمایتی بنا دیتا جو تیری آخرت والی عمر جس کی کوئی انتہا نہیں میں تیری مدد کر رہے ہوتے تو تب بھی تو (اس ایک نعمت کا) شکر ادا نہیں کر سکتا، حالانکہ اُس نے تجھے اس کے ساتھ ساتھ اور بہت سی نعمتیں بھی دیں، اور پھر تجھ سے تیری خاص استطاعت کے مطابق ہی شکر اور عبادت چاہی مگر تو نے بھی انصاف نہ کیا، سستی اور کمزوری دکھائی، اور اندھا اور بہرہ بنا رہا۔ عقل سلیم اور معرفت کے دعوے دار ایسے تو نہیں ہوتے۔

بے شک حاضرتِ جلال میں اپنی پوری کوشش کر لینے کے بعد بھی اس کا حق ادا نہ ہونے کی وجہ سے اپنی کمی کوتاہی کا اعتراف کرنا چاہیے، اور شطحیات سے بچ، جب اس پر سکر کا غلبہ ہوا تو کہنے لگا: "میں قدیم جمال کے بارے میں غیرت کھاتا ہوں کہ حادث اسے اپنی ناپاک نگاہ سے دیکھ سکے" اس کلمے کا مردانگی میں کوئی عمل دخل نہیں، بلکہ یہ تو کہنے والے کی کسی ایک صورت کو دیکھ کر شطح ہے، حقائق جس کی نفی کرتے ہیں۔ یا پھر تو کہنے والے کے اس قول سے دھوکے میں رہے: "جو یہ خیال کرتا ہے کہ وہ کوشش سے پہنچ سکتا ہے تو وہ تکلیف اٹھاتا ہے۔" اِس کہنے

Marfat.com

يصل بغير الجهد فهو متمنّ» فقد أشار إليك إلى ما نَدَبْنَاك إليْه من بذل المجهُود وصِحّة القصد، ولا وصُول لشيء إلا برحمة الله. قال - تعالى - في المتمني: ﴿وَغَرَّتْكُمُ الْأَمَانِيُّ﴾ (الحديد: ١٤) فذَمَّهُ، وقال في المتعنّي: ﴿فَنِعْمَ أَجْرُ الْعَامِلِينَ﴾ (الزمر: ٧٤) ﴿وَالَّذِينَ جَاهَدُوا فِينَا لَنَهْدِيَنَّهُمْ سُبُلَنَا﴾ (العنكبوت: ٦٩) فمدح المتعني.

(التمييز بين عبادة الصوفية وعبادة الفقهاء)

فإن كانَ ولا بد من الدعوى فالتعني أولى، وإن انسقطت[١] الدعوى مع وجود التعني وعدم الالتفات إلى نتائجه[٢] إنّما يَكون خاليًا مِن جميع أعمَاله وَهُو فيهَا متعرضٌ لنفحَة من نفحات الربوبية. لأنّ العبَادات بحكم التسخير إنما هي للفقهاء العَامّة الذين أعمَاهُم الله عن الحَقائق فقيل لهم: «قدّموا لتجدوا» وهَؤلاء هم الجهَّال عندنا وعَليهم توجّه التكليف مُطَابقًا لاسمه، فيدخل[٣] عَليْهم فِي أدَاء العبَادة من الكُلْفَة والمشقة مَا لا يعْلمهُ إلا الله؛ وذلك لعدم معرفتهم بمعبُودهم، واشتغالهم بشهوَاتِ نفوسهم وحظُوظها، عاجلة وآجلة.

وأمّا هذه الطَائفة الصّوفيّة المحققون[٤] فعبَادَاتهم لا بحكم التَسْخِير، لكن مِنْ طريق الشكر، بشاهِد الفناء عن ملاحظة العمل ونتائجه. فلم يقدّمُوا أعمالهم ليجدُوهَا وَيلحقوا بهَا، وإنما عملوا لأنّ السيّد قال لهُم: «اعملوا»، فلهم العَمل والطرح، وللسّيد إن شاء القبول وإن شاء الرّد. فهؤلاء توجَّه عَليْهم التكليف

---

[١] انسقطت: سقطت وابتعدت؛ هو: سقطت.

[٢] س: نتائجها.

[٣] س: فدخل.

[٤] هو: – المحققون.

Marfat.com

والے نے تو یہ بھی کہا ہے: "جو یہ خیال کرتا ہے کہ وہ بغیر محنت کے پہنچ سکتا ہے تو یہ اس کی خام خیالی ہی ہو سکتی ہے۔" اِس نے بھی اسی طرف اشارہ کیا جو ہم نے تجھے بتایا، کہ حتیٰ الامکان کوشش اور نیت کی درستگی کے بعد بھی کسی کا اس تک پہنچنا رحمت الٰہی سے ہی ہو سکتا ہے۔ بہت آرزو کرنے والوں کے بارے میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: ﴿تمہیں تمہاری تمناؤں نے دھوکے میں رکھا﴾ (الحدید: ۱۴) اللہ نے اِس کی مذمت کی جبکہ اہتمام اور کوشش کرنے والے کے بارے میں کہا: ﴿عمل کرنے والوں کے لیے بہترین بدلہ ہے﴾ (الزمر: ۷۴) ﴿جو لوگ ہماری طلب میں کوشاں رہتے ہیں ہم ضرور انہیں اپنے راستے دکھائیں گے﴾ (العنکبوت: ۶۹) پس اہتمام کرنے والے کی تعریف کی۔

صوفیا اور فقہا کی عبادت میں فرق

لہٰذا اگر کوئی دعویٰ کرنا ہی ہے تو پہلے محنت کر، لیکن اگر اس محنت اور کوشش کے بعد بھی کوئی دعویٰ نہ کیا جائے، اور یکسوئی میں اِن اعمال کے نتائج کو بھی دھیان میں نہ لایا جائے تو ایسی صورت میں وہ شخص ربوبیت کی پھواروں کے مزے لوٹتا ہے۔ کیونکہ عبادت بحکم تسخیر صرف فقہا اور عوام کے لیے ہے جنہیں اللہ تعالیٰ نے حقائق سے اندھا کر رکھا ہے، تو ان سے کہا گیا: "اعمال کرو گے تو صلہ پاؤ گے۔" ہمارے نزدیک یہ جاہل ہیں، اور شرعی تکلیف اپنے نام کی مطابقت سے ان پر لاگو ہوئی، چنانچہ عبادت کی ادائیگی کے وقت انہیں وہ تکلیف اور مشقت اٹھانا پڑتی ہے جسے اللہ کے سوا کوئی نہیں جانتا؛ وہ اس لیے کہ انہیں اپنے معبود کی کچھ معرفت نہیں، یہ اپنے نفوس کی شہوات، اور انہیں دنیا اور آخرت میں ملنے والے انعامات میں ہی مشغول ہیں۔

جہاں تک صوفیائے محققین کا تعلق ہے تو ان کی عبادت حکم تسخیر سے نہیں، بلکہ عمل اور اس کے نتائج کو ملحوظ نہ رکھتے ہوئے شکر گزاری کے راستے سے ہے۔ انہوں نے اعمال اس لیے نہیں کیے کہ وہ ان کا صلہ پائیں گے، بلکہ انہوں نے اعمال اس وجہ سے کیے کیونکہ مالک کا کہنا تھا: "عمل کرو" پس وہ عمل کر کے بھول جاتے ہیں، پھر اگر مالک چاہے تو قبول کرے اور اگر چاہے تو رد کرے۔ ان (صوفیا) پر اگرچہ تکلیفِ شرعی لاگو تو ہوتی ہے مگر ان پر سے اس (تکلیف) کا لغوی

Marfat.com

وارتفع عنهم معناه؛ أي ما فيه مِن الكلفة والمشقة؛ لقوة معرفتهم بمعبودهم، واشتغالهم بحقوق معبودهِم عن حقوق نفوسهِمْ. فلم يتصَوّر لهم أن يطلبوا أجرًا، إنما هُو فِي كُلّ نفَس مشتغل بما كلّف في ذلك؛ فهو يجبي والبَاري يَدّخر - تعالى - له.

والفقيه الضعيف الجاهل، صَاحب علم الرسُوم، الذي قد ختم الله على قلبه بشهواته، فتراه يلتفت يمينا وشمالا فِي صَلاته، ويحرِم الإمامُ ويبقى هو بعده بقدر ركعة فِي حضور نيّته للصَلاة، لكثرة شغله عنها بهذيانه ودنياه وكثرة غفلاته، ثم يكرِّر التكبير مرّتين وثلاثًا وأربعًا لشكّه فِي النيّة، وذلك لعدم صفاءِ قلبه وترادف ظلماتِهِ. فإذا سهَّل الله عَليْه، وَأدّى ما كلّفه الله - تعالى -، وهذه حَالة المجتهد الحَازم، وسَاقَ هذه الجبَايَة المُسودَّةِ الوجه، بعدم الحضور فيهَا مع الله وسُوْء ظنّه بربّه؛ فيبقى زمانا، تمشي عنه أنفاس جواهر، يطلبُ؛ كيف يكون لهُ ذلك العَملُ مُدّخرًا عند الله حتى يجده عنده، لعدم تطلعه إلى فضل الله عَليْه فيه، فيجنَح إلى عمله. وهذه كلّها عُلَالَاتٌ فاسدةٌ ولكن كما قال - تعالى -: ﴿وَقَدْ خَلَقَكُمْ أَطْوَارًا﴾ (نوح: ١٤)

فلذلك أكثر الشريعة تَجري معهم رحمةً بهم لضعفهم، وهُم فِي عمَاية عن ذلك. بل من عظيم جهلهم أنهُم مَا عقلوا عن الله رحمتَه هذه بهم، وتخيلوا أنهم إذا فعَلوا هذا واقتصرُوا؛ أنّه لا شيء أعلى منه والخلق دونهُ، لحفظه الحديث والفقه، ويقال له: يَا فقيه؛ مَا تقول فِي رجُل حلف عَلى كذا، وقال كذا؟ فيحكم فيها بحكم

Marfat.com

معنی اٹھا لیا گیا ہے؛ یعنی ان اعمال کی ادائیگی میں ان کے لیے کوئی تکلیف اور مشقت نہیں کیونکہ انہیں اپنے معبود کی معرفت میں قوت حاصل ہے اور یہ اپنے معبود کے حقوق کی ادائیگی میں ایسے گم ہیں کہ اپنے نفس کے حقوق تو بھول ہی گئے۔ ان کے بارے میں یہ خیال نہیں کیا جاتا کہ یہ صلہ طلب کریں گے، بلکہ یہ تو ہر لمحہ حکم کی ادائیگی میں مشغول ہیں، اعمال کرتے جاتے ہیں اور حق تعالیٰ ان کے لیے یہ جمع کرتا جاتا ہے۔

جبکہ کمزور اور جاہل فقیہ، لکیر کا فقیر، جس کی شہوات پرستی کے باعث اللہ نے اس کے دل پر مہر لگا دی ہے، تو دیکھتا ہے کہ وہ نماز میں دائیں بائیں جھولتا رہتا ہے، امام تکبیر تحریمہ کہہ چکتا ہے اور یہ پوری ایک رکعت تو صرف نماز کی درست نیت باندھنے میں لگا دیتا ہے کیونکہ اس کا ذہن اور بہت سے کاموں یعنی دنیا اور دوسری غفلتوں میں مشغول ہے، پھر یہ اپنے اندھیر اور گندگی بھرے دل کے باعث دو، تین یا چار مرتبہ تک تکبیر تحریمہ کہتا ہے کیونکہ اس کو نیت کی درستگی کا شبہ ہے۔ اگر اللہ اس پر آسانی کر دے اور وہ اس فریضے کو بخوبی ادا بھی کر دے جو کہ ایک پختہ مجتہد کی حالت ہوتی ہے تو وہ یہ تحفہ اپنی سیاہ رخی، عدم حضوری اور رب تعالیٰ سے بد ظنی کے باعث اس کے حضور ایسے ہی پیش کرتا ہے، وقت گزرتا رہتا ہے اور وہ ان نفیس جواہر کے حصول سے محروم رہتا ہے، اُس کا یہ عمل کیسے اللہ کے ہاں ذخیرہ ہو سکتا ہے جسے وہ وہاں موجود پائے، کیونکہ وہ اس عمل میں خود پر ہونے والا اللہ کا فضل تو جانتا نہیں لہذا وہ عمل کے پیچھے ہی پڑا رہتا ہے۔ یہ سب فاسد جتیں ہیں مگر جیسے اللہ نے فرمایا: ﴿اُس نے تمہیں درجہ بدرجہ پیدا کیا﴾ (نوح: ۱۴)

اِسی لیے اکثر (اوقات) شریعت اِن کے ضعف کی وجہ سے اِن کے ساتھ رحم سے پیش آتی ہے لیکن وہ اس سب سے بھی نابلد ہیں۔ بلکہ ان کی عظیم جہالت کا اس سے بڑھ کر ثبوت کیا ہو سکتا ہے کہ انہیں اللہ کی اس رحمت کی سمجھ ہی نہیں، وہ تو یہی خیال کرتے ہیں کہ اگر وہ صرف یہی کرتے رہیں اور اسی پر اکتفا کریں تو ان سے بڑھ کر کوئی نہیں، تمام مخلوق رتبے میں اِن سے نیچے ہے کیونکہ انہیں حدیث اور فقہ زبانی یاد ہے، اس سے پوچھا جاتا ہے: اے فقیہ! اُس شخص کے ذمے کیا ہے جس نے قسم کھائی اور ایسے کہا؟ اور یہ ان پر شریعت خداوندی کا حکم لگاتا ہے،

Marfat.com

الله المشروع، ويحجبه ذلك المنصب عن القلب المختوم عليْه بحُبّ الدنيا وتعظيمِها، ونظره الفقراءَ وأولياءَ الله بعين الازدرَاءِ والجهل لكونهم لا يعْرفون مسَائل العتق وَالطّلاق وَالنكاح؛ فَهُم الغُمر الجهَلاء. فهذا وأشباهه حَجبَهُم عن الله وطَردهم عن بابه، ومَا زالت الفقهَاء في كُلّ زمان معَ المحققين بمنزلة الفَراعنة مَعَ النبيين.

(النعمة الثانية: أن أوجدك متغذيا ناميا ولم يجعلك جمادا صلدا)

ثم تنتقل - يَا وليّ - إلى الأُم الثانِيَة مِن هَذه النعم الثانية؛ وَهِي أن تنظر إلى أن أوْجَدك متغذيًا ناميًا وَلم يجعَلك جَمادًا صَلدًا. وإن كانت الجمادَات والحجَارة عندنا عَلى خلاف مَا يَرَوْهَا[1] النّاس كما قال - تعالى -: ﴿وَإِنَّ مِنَ الْحِجَارَةِ لَمَا يَتَفَجَّرُ مِنْهُ الْأَنْهَارُ وَإِنَّ مِنْهَا لَمَا يَشَّقَّقُ فَيَخْرُجُ مِنْهُ الْمَاءُ وَإِنَّ مِنْهَا لَمَا يَهْبِطُ مِنْ خَشْيَةِ اللَّهِ﴾ (البقرة: ٧٤) فوصَفها بالخشية وغيرهَا، وقال: ﴿لَوْ أَنْزَلْنَا هَٰذَا الْقُرْآنَ عَلَىٰ جَبَلٍ لَرَأَيْتَهُ خَاشِعًا مُتَصَدِّعًا مِنْ خَشْيَةِ اللَّهِ﴾ (الحشر: ٢١) وقال: ﴿إِنَّا عَرَضْنَا الْأَمَانَةَ عَلَى السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ وَالْجِبَالِ فَأَبَيْنَ أَنْ يَحْمِلْنَهَا وَأَشْفَقْنَ مِنْهَا﴾ (الأحزاب: ٧٢) وقال للسّماوات وَالأرض: ﴿ائْتِيَا طَوْعًا أَوْ كَرْهًا قَالَتَا أَتَيْنَا طَائِعِينَ﴾ (فصلت: ١١) وقال: ﴿يَا جِبَالُ أَوِّبِي مَعَهُ﴾[2] (سبأ: ١٠) أي رَجّعِي معه التسبيح وسيري[3] معه، وقال: ﴿فَسَخَّرْنَا لَهُ الرِّيحَ تَجْرِي بِأَمْرِهِ﴾ (ص: ٣٦) وقال - عَليْه السَلام -: «إنّي لأعرف حجرًا كان يسلّم عليّ». وقال في أُحد: «هذا جَبَل يحبّنا ونحبّه». وقال مُوسى [عليه السلام]: «ثوبي حجر ثوبي حجر» يناديه. وسبّح الحصَى في كفّه ومَا

[1] هو: يراها.

[2] س: أكملت الآية: "والطير وألنا له الحديد".

[3] ج، ش، س: سيري.

Marfat.com

یوں اِسے منصبِ (فقہ) دنیا کی محبت اور قدر سے لبریز اپنے مہر لگے دل کی طرف نظر کرنے سے محجوب رکھتا ہے۔ یہ اولیا اللہ اور فقرا کو تکبر اور جہالت کی آنکھ سے دیکھتا ہے؛ کیونکہ یہ لوگ طلاق اور نکاح کے شرعی مسائل سے آگاہ نہیں چنانچہ یہ تو ناتجربہ کار اور جاہل ہیں۔ اس جیسی دیگر باتوں نے فقہا کو اللہ سے محجوب اور اس کے در سے دھتکار رکھا ہے، ہر دور میں ہمیشہ سے فقہا نے اہل تحقیق کے ساتھ ویسا ہی سلوک کیا جیسا اپنے دور کے فرعونوں نے انبیا کے ساتھ کیا۔

دوسری نعمت: غذاخواری و نشو و نمائیت

اس کے بعد اے دوست! تو دوسری اصل اور دوسری نعمت کی طرف چلا؛ غور کر کہ اس نے تجھے غذا خور اور نشو و نما پاتا تخلیق کیا، جامد اور بے حس و حرکت نہیں بنایا۔ حالانکہ ہمارے نزدیک پتھر اور دیگر جمادات بھی ویسے نہیں جیسا کہ عام لوگ خیال کرتے ہیں، اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: ﴿اور پتھر تو بعض ایسے بھی ہوتے ہیں کہ ان میں سے چشمے پھوٹ پڑتے ہیں، اور بعض ایسے ہوتے ہیں کہ پھٹ جاتے ہیں، اور ان میں سے پانی نکلنے لگتا ہے، اور بعض ایسے ہوتے ہیں کہ خدا کے خوف سے گر پڑتے ہیں﴾ (البقرة: ۷۴) اللہ نے انہیں خشیت، خوف اور دیگر (صفات) سے موصوف کیا، فرمایا: ﴿اگر ہم اس قرآن کو کسی پہاڑ پر اتار دیتے تو تُو اسے اللہ کے خوف سے خائف اور کانپتا دیکھتا﴾ (الحشر: ۲۱) اور فرمایا: ﴿ہم نے (بارِ) امانت کو آسمانوں اور زمین پر پیش کیا تو انہوں نے اس کے اٹھانے سے انکار کیا اور اس سے ڈر گئے﴾ (الاحزاب: ۷۲) اللہ تعالیٰ نے آسمانوں اور زمین کو حکم دیا: ﴿دونوں آؤ (خواہ) اختیار سے خواہ مجبوری سے، انہوں نے کہا کہ ہم خوشی سے آتے ہیں﴾ (فصلت: ۱۱) اور فرمایا: ﴿اے پہاڑو! ان کے ساتھ تسبیح کرو﴾ (سبا: ۱۰) یعنی ان کے ساتھ جھوم جھوم کے تسبیح پڑھو اور ان کے ساتھ چلو، اور فرمایا: ﴿ہم نے آپ کے لیے ہوا کو مسخر کر دیا تھا جو آپ کے حکم سے چلتی تھی﴾ (ص: ۳۶) حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: "میں اُس پتھر کو جانتا ہوں جو مجھے سلام کیا کرتا تھا۔"[۸۹] اُحد (پہاڑ) کے بارے میں آپؐ کا کہنا ہے: "یہ پہاڑ ہم سے محبت کرتا ہے اور ہم اس سے محبت کرتے ہیں۔"[۹۰] حضرت موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا: "اے پتھر! میرے کپڑے، اے پتھر! میرے کپڑے دے

Marfat.com

أشبَه هَذا. فالجَمادَات عندنَا عالمة بالله ناطقة به فِي عَالمهَا، وَعَلى حسب أفُقها وفلكهَا، ولها نذيرٌ من جنسها، وَهي عندنا أمّة مِنَ الأُمم.

ولكن الأمم قد فضل الله بعضها على بعض. فكانت القدرة متمكّنة، لَمَّا أوجَدتك ولم تك شيئًا، أن يتركك في أمة الجمَادات، وَلكن مقام النّبات أعْلى وأُمته أفضل، فجعلك متغذيًا ناميًا ولم يجعلك جَمادًا، وهذه نعمة كبيرة لا يؤَدّى شكرهَا ولا يُقدر قدرها. فاجتهد - عافاك الله - جهدك؛ فإنك مَسْؤول عَلى مقدار مَعْرفتك وتدقيقك، فإنّ العَوام ما تُسْأل عن هَذه النعم التي ذكرناهَا، ونُسْأل نحن عَنْها، فسُؤالنا أشدّ؛ فينبغي أن يكون عملنا أتمُّ.

ولا تكن - يَا وليي - كقوم رأيتهم، فأبَنْتُ لهُم ما لله عَليهم مِن النعم ليجهَدُوا، وأمرتهم بِمَا أمرتك وأمرت نفسي به؛ فأبَوْا قبول ذلك، وقال كلّ واحدٍ منهم لَمّا أراد الله خذلانه: إنّ العَبد لا يفي أبدًا بشكر نعمة واحدة مما أنعم الله به عَلَيْه، فكيف أن يستغرقها، فالتعني لا فائدة له. فقلت له: صَدقتم في أنّ أحدًا لا يفي بشكر الله؛ فإنّ الشكر منْهُ على النعمة نعمة، ولنا[1] في هذه المعْرفة ذراع أطول من ذراعكم، وزائد مما لا تعرفونه، ولو عرفتموه لـَمَا عبَدتم الله أبدًا مما ترون من الحقائق، وأنتم قاصِرُون. ولكن ينبغي للعبد أن يبذل الطاقة التي أعطَاه الله فِي مرضاته على الاستيفَاء، فإذا لم يبق له اتساع؛ حينئذٍ يقول إنهُ لا يفي، وإنّ ذلك عقد في القلب، وَالجوارح تتصرف بالأعمال.

[1] س: ثانية.

جا۔"[91] آپ اس کو پکار رہے تھے۔ اور آپؐ کے ہاتھوں میں کنکریوں کا تسبیح پڑھنا یا اس طرح کے دیگر واقعات مشہور ہیں۔ پس ہمارے نزدیک جمادات نہ صرف خدا شناس ہیں بلکہ اپنی دنیا میں بات چیت بھی کرتے ہیں؛ یہ سب ان کی دنیا کے افق اور فلک کے حساب سے ہے، اور ان کی دنیا میں ان جیسے ڈرانے والے بھی ہیں، ہمارے نزدیک یہ (جمادات) بھی امتوں میں سے ایک امت ہے۔

لیکن بعض امتوں کو اللہ نے دوسری امتوں پر فضیلت بخشی ہے۔ پس جب قدرت حق نے تجھے ایجاد کیا -- اور تو کچھ بھی نہ تھا -- تو وہ یہ طاقت رکھتی تھی کہ تجھے امتِ جمادات میں ہی رہنے دیتی، لیکن نباتات کا مقام بلندتر اور اس کی امت بہتر ہے، لہذا اُس نے تجھے جامد نہیں بنایا بلکہ غذا لیتا اور نشو و نما پاتا بنایا، یہ اتنی بڑی نعمت ہے کہ نہ اِس کا شکر ادا کیا جا سکتا ہے اور نہ ہی اس کا اندازہ لگایا جا سکتا ہے۔ پس -- اللہ تجھے عافیت بخشے -- حتیٰ الامکان کوشش کر؛ کیونکہ تجھ سے تیری معرفت اور دقیق نظری کے حساب سے پوچھ ہو گی، بے شک جن نعمتوں کا ہم نے ذکر کیا ہے عوام سے ان کے بارے میں نہیں پوچھا جائے گا، لیکن ہم (یعنی خواص) سے ضرور پوچھا جائے گا، ہم سے پوچھ گچھ بھی سخت ہے؛ لہذا ہمارا عمل بھی پورا ہونا چاہیے۔

اے دوست! ان لوگوں جیسا مت ہو جا کہ جب میں اِن سے ملا اور انہیں ان کے پروردگار کی نعمتیں بتائیں، تاکہ وہ اور محنت و کوشش کریں؛ انہیں بھی وہی کہا جو میں نے تجھے یا خود کو کہا؛ تو انہوں نے یہ سب قبول کرنے سے انکار کیا، بلکہ ان میں سے ہر ایک -- جب اللہ نے اس سے توفیق اٹھا لی -- تو کہنے لگا کہ بندہ تو اللہ کی انعام کردہ کسی ایک نعمت کا بھی شکر ادا نہیں کر سکتا، ان سب کا تو ناممکن ہے، لہذا اس محنت کا کوئی فائدہ نہیں۔ میں نے کہا: تم سچ کہہ رہے ہو کہ کوئی اللہ کا شکر ادا نہیں کر سکتا؛ کیونکہ کسی نعمت پر اُس کی طرف سے شکر (کی توفیق) بھی ایک نعمت ہے، لیکن اِس معرفت میں ہمارا دامن تم سے زیادہ وسیع اور طویل ہے، جسے تم نہیں جانتے۔ اگر تم ان حقائق کو جانتے تو کبھی اللہ کی عبادت ہی نہ کرتے،[92] جبکہ تم عاجز ہو۔ پھر بھی بندے کو چاہیے کہ اللہ نے اِسے جو قوت دے رکھی ہے اس کو پوری طرح بروئے کار لاتے ہوئے رضائے الٰہی میں صرف کرے، لیکن جب اس کا بَس نہ چلے تو کہے کہ "حق تو یوں ہے کہ حق ادا نہ

Marfat.com

فإيّاك وَالبَطالة، وقد تقدمك النبيّون والمرسَلون والملأ الأعلَى من الملائكة، والعَارفون وصَالحوا المُؤمنين، بالاجتهاد والكدّ، مع صحّة التوحيد والمعرفة والقصد، وما قال بقولك هَذا إلا الإباحيّة والمنحلّة عقائدهم، الذين قالوا بإسْقاط الأعمال. نسأل الله لنَا وَلكم وللمُسلمين العصْمة فِي الحَالِ وَالمآل.

(النعمة الثالثة: **جعلك حساسا**)

ثمّ زادَك نعمة إلى هَذه النعمة، بأن نقلك من أُمة النبات والشجَر إلى أُمّة الحيوان فجَعَلك حَسّاسًا. فوَجبَ عَليك مِن الشكر والعبَادة مَا وجَبَ على الجماد والنّبات وَالحيَوان؛ فإنك قد جمعتَ حقائقهم، وزدتَ عَلى كُلّ واحِدٍ مِنهم. فينبغي لك أن تعمل عَلى كشف عبَادة العَالم عُلوه وسُفله، ومَا هم فيهِ؛ فتأخذ نفسك بعبَادة كلّ طَائفة مِنهُم، فإنك مُشارك لهُمْ في حقيقتهم، ولهذا أنت الأمّ الجَامعَة لحقائقهم.

ثم إنّه مَا منْهَا من أمّة، مِن الجماد والنّبات وَالحيَوان وغير ذلك، إلا ولهم عبَادتان: عبَادة تعُمّ الأمّة كُلّها، وعبَادة تخُصُّ آحَاد الأمّة كما قال: ﴿وَمَا مِنَّا إِلَّا لَهُ مَقَامٌ مَعْلُومٌ﴾ (الصافات: ١٦٤) فهذه عبَادة الأشخاص عَلى الانفراد. وَأنا لا أُطالبك بعبادة الأشخاص، وَإنّما[1] أطالبك بالعبَادة التي يشترك فِيهَا جنسُ تلك الأمّة. وإنما يتوجّه عَليك عبَادة أشخاصهَا إذا أوقفَك الحق مع وَاحِدٍ منها فحينئذٍ.

[1] هو: – وإنما.

Marfat.com

ہوا" بیشک یہ دل کا اقرار ہے جبکہ اعمال کو اعضا سے سروکار ہے۔

نکمے پن سے بچ، کیونکہ تجھ سے پہلے انبیا، مرسلین، ملاء اعلی والے فرشتے، عارفین، اور صالح مومنین، توحید، معرفت اور نیت کی درستگی کے ساتھ ادائیگی حق میں کوشاں رہے ہیں۔ جو بات تو کر رہا ہے وہ تو صرف اباحیہ یا بد عقیدہ لوگ ہی کہتے آئے ہیں، جو کہ سرے سے ہی اعمال کے منکر ہیں۔ ہم اللہ سے اپنے لیے، تیرے لیے اور تمام مسلمانوں کے لیے حال و مآل میں عصمت کے طلب گار ہیں۔

تیسری نعمت: حس و حرکت

پھر ان نعمتوں پر ایک اور نعمت کا اضافہ تجھے امتِ نباتات و اشجار سے امتِ حیوان میں منتقل کر کے کیا؛ تجھے قوتِ حاسہ بخشی۔ لہذا اب بندگی اور شکر گزاری میں تجھ پر وہ سب لازم ہے جو جمادات، نباتات اور حیوانات پر لازم ہے، کیونکہ تو ان سب کے حقائق کا جامع ہے، بلکہ (تجھ پر نعمتیں) اِن سب سے بڑھ کر ہیں۔ تجھے چاہیے کہ اس جہاں کے اعلی اور اسفل کی عبادت - یا جو کچھ وہ کرتے ہیں اس - پر کشف سے عمل کر؛ تجھے اپنے نفس سے ہر ایک نوع کی عبادت کروانی چاہیے، کیونکہ تو ان کی حقیقت میں ان کا شریک ہے، اور اسی وجہ سے تو ان کے حقائق کی جامع اصل ہے۔

پھر جمادات، نباتات اور حیوانات میں سے ہر امت کی دو طرح کی عبادت ہے: ایک وہ عبادت جو کہ تمام امت پر محیط ہے، اور دوسری وہ جو اُس امت کے چند افراد سے مخصوص ہے، جیسا کہ فرمایا: ﴿ہم میں سے ہر ایک کا ایک معلوم مقام ہے﴾ (الصافات: ۱۶۴) یہ انفرادی طور پر اشخاص کی عبادت ہے۔ میں تجھ سے ان جیسی انفرادی عبادت کا مطالبہ نہیں کر رہا بلکہ میں تو صرف اس عبادت کا مطالبہ کر رہا ہوں جس میں وہ تمام امت شریک ہے۔ اس امت کے اشخاص کی عبادت تجھ پر اس وقت لاگو ہو گی جب حق تعالی تجھے ان (اشخاص) میں سے کسی کے پاس ٹھہرائے۔

Marfat.com

(شيوخ الشيخ الأكبر في أمة الجماد والنبات والحيوان)

وفِي جملة أَشْيَاخِنَا الذين انتفعنا بهم في طَرِيق الآخرة من هذه الأمم ميزَابٌ - رأيته بمدينه فاس - فِي حَائط ينزل منْهُ ماء السطح، مثل ميزاب الكعبَة. فوقفت عَلى عبادته، وأجهدت نفسي عَسى أجري معه في ذلك. ومنهم ظلّي الممتد[1] من شخصي؛ أخذتُ منهُ عبَادتين قد أخذ نفسه بهَا، وأشباه ذلك.

وَأما الحيَوانات فَلنا منهُمْ شيوخ، ومن جُمْلة شيوخنا الذين اعتمدت عَليْهم: الفَرس - فإنّ عبَادته عجيبة - والبازي، والهرّة، والكلب، وَالفَهْد، والنحلة، وغير ذلك. فما قدرت قط أن أتصف بعبَادتهم عَلى حد ما هم عَليهَا فيهَا، وغايتي أن أقدر عَلى ذلكَ في وقت دُون وقت، وَهم في كُلِّ لحظة - مع اعتقادهم بسيَادتي عَليهم - يُوبّخوني ويعتبوني. وَلقد ألقى منهم شِدّةً لِما يرونه من نقص حَالي فِي عبَادتهم، وربّما يغتاظ بعضهم عليّ حتى تحجُبَه غيرتُه فِي دين الله - تعالى - من أجْل تقصيري فيهم بإذايتي،[2] ويغيبُ عن سيَادتي عليه؛ لمعصيتي وسوء معَاملتي مَعَ الله؛ فتزولُ طَاعَتِي من عليهم. وأعذرهم فِي ذلك، وَأُسَلِّم لهُم فِي إخلاصِهم، فإنّ أبا بكر الصديق قد قال لمّا وَلِيَ الخلافة: «أطيعُوني ما أطعت الله ورسُوله، فإذا عصَيْت فلا طاعة لي عليكم». وقال الحقّ.

فينبغي لك - يا وَليّ - إذا آذاك حيَوان من الحيَوانات؛ من كلب، ودَابة، وحنش، وعقرب، وغير ذلك[3] من الأمّة الحيَوانِيّة، أو آذاك عود شجرة، أو ورقة مِن الأمّة النبَاتية، أو آذَاك حجرٌ بأن تعثر فيه، أو سَقط عليك من حائط، أو يرميَه صبي أو أحَدٌ عَلَى شيء، فيترك الحجرُ المشيَ لِمَا رُمي له، وينصرف إليك؛ فلا

[1] هو: الذي امتد.

[2] هو: بأذيتي.

[3] هو: - من كلب، ودَابة، وحنش، وعقرب، وغير ذلك.

Marfat.com

جمادات، نباتات اور حیوانات میں شیخ اکبر کے شیوخ

ان امتوں میں ہمارے کچھ شیوخ ہیں جن سے ہم نے راہِ آخرت میں فائدہ اٹھایا، ان میں ایک شہر فاس کی دیوار میں لگا ایک پرنالا تھا، جس سے چھت کا پانی گرتا تھا جیسے کہ خانہ کعبہ کا پرنالا ہے۔ میں اُس کی عبادت پر مطلع ہوا اور میں نے اپنا پورا زور لگایا کہ اسکی (عبادت) میں اس کا ساتھ دے سکوں۔ انہی میں سے ایک میرے اپنے جسم کا سایہ [۹۳] بھی ہے، جس سے میں نے دو طرح کی عبادتیں اخذ کیں جو اُس نے خود سے لیں تھیں، اور اس طرح کی دیگر مثالیں۔

حیوانات میں بھی ہمارے کچھ شیوخ ہیں، وہ جن پر میں نے بھروسا کیا اِن میں گھوڑا۔اس کی عبادت عجیب ہے۔ شہباز، بلی، کتا، چیتا اور شہد کی مکھی وغیرہ ہیں۔ مجھے کبھی ہمت نہ ہوئی کہ میں مسلسل ان جیسی عبادت ہی کر سکوں بلکہ میری غایت یہی رہی کہ میں کبھی کبھار ہی ایسا کر پاتا تھا، اور وہ۔اپنے اس اعتقاد کے باوجود کہ میں ان کا سردار ہوں۔ ہر لمحہ میری ڈانٹ ڈپٹ کرتے اور زیر عتاب رکھتے۔ (بعض اوقات) جب وہ عبادت میں میری کوتاہ حالی دیکھتے تو مجھ پر سختی کرتے اور بعض تو مجھ پر شدید غم وغصے کا اظہار کرتے حتیٰ کہ میری اس کوتاہی پر دین اللہ کی غیرت انہیں مجھے اذیت پہنچانے سے بھی نہ روکتی، میری نافرمانی اور اللہ تعالیٰ سے بد معاملگی کی وجہ سے اُن پر میری آقائیت ختم ہو جاتی اور وہ میرے اطاعت گزار نہ رہتے۔ میں ان کا یہ عذر سمجھتا اور ان کے اس اخلاص پر انہیں سلام پیش کرتا کیونکہ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے جب منصب خلافت سنبھالا تھا تو کہا تھا: ”جب تک میں اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت کروں تم میری اطاعت کرنا، اور اگر میں ان کی نافرمانی کروں تو تم پر میری اطاعت لازم نہیں“ اور آپؓ نے سچ کہا۔

لہذا اے دوست! اگر تجھے نوع حیوان میں سے کوئی جانور جیسے کہ کتا، کوئی چوپایہ، سانپ یا بچھو وغیرہ نقصان پہنچائے، یا نوع نباتات میں سے کسی درخت کی ٹہنی یا کوئی پتّا یا نوع جمادات میں سے کوئی پتھر، جس سے تو پھسل پڑے یا تجھ پر کوئی دیوار گر پڑے یا اگر کوئی بچہ کسی اور طرف پتھر پھینک رہا ہو اور وہ پتھر کہیں اور جانے کی بجائے تجھے آ لگے تو ایسی صورت میں غصہ نہ کر،

تغضب، وأنصف، وارجع مع نفسك إلى حَالك، وَأقم عليها ميزان العَدل فيما كلّفها الله مِن مرَاقبته والحضُور معه؛ فلا بد ضرورة أن تجد قصُورًا وتفريطًا[١] فيك فِي العبَادة الّتي توجّهتْ عَليك مما تُعبدّ بهِ ذلك الذي آذاك مِن حيَوان أو نبَات أو حجر؛ فاسْتغفر الله وتُبْ، وأخلص، واعزم على أن لا تعُود؛ فإنّهُ يذهب عنك ذلك الألم مِن حينه. فإن تقوّيت؛ خاطبك ذلك الذي آذَاك فتُسمّى كرَامة. وليست الكرامة على الحقيقة إلا تنبّهك لهذا، وتوبتك، وهرُوبك إلى مَواطن الموافقة.

فلا يغرُنك - يا وَليي - قوله: ﴿وَسَخَّرَ لَكُمْ مَا فِي السَّمَاوَاتِ وَمَا فِي الْأَرْضِ جَمِيعًا[٢]﴾ (الجاثية: ١٣) فإنه لم يقل: «فعلت ذلك لنُسْعدكم» ولا أيضا «لنُشقيَكُم»، فبقيتَ على قدم الحذر والغرور واقفًا. فتحفّظ فإنهَا آيةُ فتنة يضلّ بهَا من يشَاء ويهدي من يشاء. قال كليم الله مُوسى - صَلى الله عَلَيْه -: ﴿إِنْ هِيَ إِلَّا فِتْنَتُكَ تُضِلُّ بِهَا مَنْ تَشَاءُ وَتَهْدِي مَنْ تَشَاءُ﴾ (الأعراف: ١٥٥) فلا تغرّنك رِفعتك على جميع الموجُودَات - من جهة الحقائق التي أنشئت عليهَا - علوا وسُفلا، فإنها ليست برفعة إلهية، وإنما هِي رفعة تعطيها الحقائق؛ لا تعصم من نارٍ، ولَا تدخل نعيمًا يدخل بها أهل الجنّة فِي جنّتهم، وَأهْل النّار فِي نارهِم. فلا فائدة فيها ولَا سُلطان لها على السعَادة، وبها زلّت أقدام أكثر أهْل هذه الطريقة، وَهي الّتي أخرجتهم عن الشريعة.

وَإنما يغتر الإنسان بالرفعة الإلهيّة الاختصَاصيّة الصّفَاتيّة الزائدة عَلى الإنسَانيّة، وهي قوله: ﴿أُولَئِكَ كَتَبَ فِي قُلُوبِهِمُ الْإِيمَانَ وَأَيَّدَهُمْ بِرُوحٍ مِنْهُ﴾ (المجادلة: ٢٢) على ذلك عوَّل أئمتنا وسَاداتنا مِن المعصُومين الأنبياء والمحفوظين

---

[١] هو: أو تفريطا.

[٢] س: + "منه".

Marfat.com

بلکہ انصاف پسندی سے اپنے حال میں غور کر، جن کاموں کا اللہ نے تجھے مکلف کیا ہے جیسے کہ اس کا مراقبہ اور حضوری وغیرہ، ان میں اس نفس پر میزانِ عدل قائم کر؛ لازماً تو اپنی اس عبادت میں کمی اور کوتاہی پائے گا جو تیرے اور ضرر رساں چیز مثلا حیوان نباتات اور پتھر کے درمیان مشترک ہے۔ لہٰذا استغفار اور توبہ کر، اپنی نیت خالص کر اور پکا ارادہ کر لے کہ آئندہ ایسی کمی کوتاہی نہ ہو گی، ایسا کرنے سے وہ درد فوراً دور ہو جائے گا۔ اگر تجھے یقین حاصل ہو تو وہ درد دینے والی چیز تجھ سے بات بھی کرے گی، اسے کرامت کہتے ہیں۔ لیکن یہ کرامت بھی صرف اسی وقت ہو گی جب تو اس کی بات کو سمجھے اور توبہ کر کے اس کی بات پر عمل بھی کرے۔

اے دوست! تجھے اس کا یہ قول: ﴿اُس نے آسمانوں اور زمین میں موجود ہر چیز اپنی طرف سے تم پر مسخر کی ہے﴾ (الجاثیہ: ۱۳) دھوکے میں نہ رکھے، کیونکہ اُس (پاک ذات) نے یہ نہیں کہا کہ میں نے ایسا تمہاری خوش بختی یا تمہاری بد بختی کے لیے کیا ہے، کہ تو دھوکے اور فریب کی جگہ پر ہی ٹھہرا رہے۔ اپنی حفاظت کر کیونکہ یہ آزمانے والی آیت ہے، اسی سے وہ جسے چاہتا ہے گمراہ کرتا ہے اور جسے چاہتا ہے ہدایت دیتا ہے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام کلیم اللہ نے فرمایا: ﴿یہ تو تیری آزمائش ہے، اس سے تو جس کو چاہے گمراہ کرے اور جس کو چاہے ہدایت بخشے﴾ (اعراف: ۱۵۵) پس تمام علوی اور سفلی موجودات سے اشرف ہونا- اُن حقائق کی بنا پر جن پر تیری تخلیق ہوئی- تجھے دھوکے میں مت ڈالے، کیونکہ یہ الٰہی شرف نہیں بلکہ یہ تو صرف حقائق کا عطا کردہ شرف ہے جو نہ دوزخ سے نجات کا ضامن ہے اور نہ ہی وہ نعمتیں بخشتا ہے جن کے مزے جنت والے جنت میں لُوٹیں گے اور دوزخ والے دوزخ میں۔ چنانچہ اس (شرف) کا کوئی فائدہ نہیں اور نہ ہی سعادت ابدی میں اس کا کوئی عمل دخل ہے، اسی (شرف) کی وجہ سے تو اکثر اہل طریقت کے قدم راہِ شریعت سے پھسل گئے اور اسی نے انہیں شریعت (پر عمل کرنے) سے نکال باہر کیا۔

انسان کو صرف اختصاصی، صفاتی اور خدائی رفعت -جو کہ انسانیت پر زائد ہے- سے ہی بے خوف رہنا چاہیے، اور یہ اللہ کا کہنا ہے: ﴿وہی تو ہے جس نے ان کے دلوں میں ایمان درج کر دیا اور انہیں اپنی طرف سے بھیجی گئی روح سے مدد دی﴾ (المجادلۃ: ۲۲) اسی پر ہمارے سادات

الأولياءِ، ومَا ثمّ من يُقتدى به إلّا هَؤلاء، قال - تعالى -: ﴿فَبِهُدَاهُمُ اقْتَدِهْ﴾ (الأنعام: ٩٠) وقال: ﴿ثُمَّ أَوْحَيْنَا إِلَيْكَ أَنِ اتَّبِعْ مِلَّةَ إِبْرَاهِيمَ حَنِيفًا﴾ (النحل: ١٢٣) فهذه نعمة يجبُ عَليك نظر قويّ فيها.

(النعمة الرابعة: جعلك ناطقا)

ثمّ زَادَك - تبَارَك وتعالى - نعمة أخرى إلى هذه النعم، فجعَلك ناطقًا، فضّلك بهذا[١] على الحيَوان الحسَّاس خاصّةً؛ فزدتَ معرفةً بما لا يعرفه الحيَوان؛ فتزداد عبَادةً واجتهَادًا على حَسب الطَّوْر الذي انتقلت إليْه.

وهُنا عَليك نعمتان كبيرتان: النعمة الواحدة بأن أعطَاكَ بنطقك حقيقة الملَك؛ وهُوَ الاشْتراك في العقل الإلهي. فوجبَ عَليك ما وجبَ عَلى الملَك من جهة رُوحك، وقد سمعت بعبَادة الملائكة التي أخبرنا الله بهَا على مرَاتبهم، وقد دَخلت أنت بعقلك معهم. فتوجّه عَليك في روحِك العقلي وسرّك اللطيف الملَكِي مَا توجّه عَلى الملَك؛ فأنت مُطالب بالحضور الدائم. وشارَكت النّازلين عنك من عالم الأجسَام جَمادهم ونبَاتهم وحيوانيهم[٢] في حقائقهم الّتي لم يُشاركهمْ فيها ملَك، فتوجهتْ عَليك - كما ذكرناه - عبَادتهم.

(عبادة هذه الأمم وحقيقتها)

فكلّ عبد لله مَطلوبٌ في العبادة بما تقتضيه حقيقته:

---

[١] ش: بها.

[٢] هو، س: وحيوانهم.

Marfat.com

اور آئمہ، معصوم انبیا اور محفوظ اولیا بھروسا کرتے آئے ہیں، اور اس بارے میں صرف ان کی اتباع ہی کی جانی چاہیے، اسی لیے اللہ نے فرمایا: ﴿تم ان کی ہدایت کے سبب ان کی پیروی کرو﴾ (النحل: ۱۲۳) اور فرمایا: ﴿پھر ہم نے آپ کی طرف وحی کی کہ سیدھی راہ والی ملتِ ابراہیمی کی پیروی کرو﴾ (النحل: ۱۲۳) یہ ایسی نعمت ہے جس میں تجھے خوب غور کرنا چاہیے۔

چوتھی نعمت: قوت گویائی

پھر اللہ تبارک و تعالیٰ نے تجھے اِن نعمتوں کے ساتھ ایک اور نعمت دی جو کہ قوت گویائی ہے، اور اسی سے تجھے دیگر قوتِ حاسہ رکھنے والے حیوانات پر فضیلت دی؛ پس (تیری) معرفت باقی جانداروں کی معرفت سے بڑھ کر ہے لہذا تو جس مرحلے میں جائے، اُس میں تیری عبادت اور کوشش بھی بڑھنی چاہیے۔

یہاں تجھے مزید دو بڑی نعمتیں عطا ہوئیں: ایک تیری گویائی؛ جس سے اس نے تجھے فرشتے کی حقیقت دی؛ یہ عقل الٰہی میں اشتراک ہے۔ لہذا روحانی رخ سے تجھ پر بھی وہی لازم ہے جو فرشتے پر لازم ہے، اور جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے ہمیں بتایا ہے۔ تو فرشتوں کے مراتب کے حساب سے ان کی عبادت کے بارے میں جان چکا ہے، اور صاحبِ عقل ہونے کی وجہ سے تو بھی اِن میں شامل ہے۔ لہذا تیری عقلی روح اور لطیف مَلکی راز پر بھی اسی حکم کا اطلاق ہوتا ہے جس کا اطلاق فرشتے پر ہوتا ہے؛ یوں تجھ سے بھی دائمی حضوری چاہی گئی ہے۔ پھر تو عالم اجسام میں اپنے سے کم درجہ مخلوقات - مثلاً جمادات، نباتات اور حیوانات وغیرہ - کے حقائق میں بھی شریک ہے جن میں فرشتہ شریک نہیں، لہذا تجھ پر ان کم تر مخلوقات کی عبادات کا اطلاق بھی ہوتا ہے جیسا کہ ہم ان کا ذکر کر چکے ہیں۔

ہر نوع کی عبادت اور اس کی حقیقت

(مخلوقات میں) اللہ کے ہر غلام سے ویسی عبادت چاہی گئی ہے جیسی اس کی حقیقت تقاضا کرے:

Marfat.com

فالملَك مَطلوبٌ في عبادتهِ بحقيقته، مَا عَليه[1] مزيد.

والحسَّاس مَطلوبَ بثلاث حقائق: بحقيقة انفصاله مِن النبات والجماد، وبحقيقتي اشتراكه مع عالم النبات والجماد.

وعَالم النبات مَطلوبٌ في عبَادتهِ بحقيقتين: حقيقته التي انفصل بهَا عن الجماد، وحقيقة اشتراكه معَ عالم الجماد.

وعَالم الجماد مطلوب في عبادته بحقيقته،[2] فإنّه لا شيء أنزل منه.

والملَك مطلوب بحقيقة واحدة أيضًا في عبادته لأنه[3] لا شيء أرفع منه. ولهذا أبدًا يقابل العُلوُ السفلَ، والأوّلُ الآخرَ، والشيءُ نقيضَه أبدًا.

وأنت - يا وليّي الذي هُو الإنسان - مطلوب في عبادتك هذه بخمس حقائق: حقيقة الملَك فإنها فيك، وحقيقة الحسَّاس، وحقيقة النّبات، وحقيقة الجماد، وحقيقة الجمعية لهذه.[4] فإذا وفّيت بشكر هذه الحقائق، وتأيدتَ بهَا، وعبدتَ الله عَلى مقدار ما أعطَاك من التمكين في الكشف في معرفتها - إن كنت مُريدًا صَادقًا - بعد هَذا تَنْتقل إلى أوّل قدم مِن ظاهر الشريعة.

(سرّ الجمعيّة العامة الكبريائية)

ولا تقول إنك أرفع من الجمادِ، وَلَا أشْرَفُ مِنَ الملك، وَلَا أحطّ منه؛ فإنك فِي طور آخر مفرد يَخُصّك. وذلك أنّ الله قد وَهبك سرّ الجمعيّة العامة الكبريائية، وَهُوَ الذي حجبك عن عبُوديتك، وبه ترأسْتَ، حين[5] قيلَ في الملائكة: ﴿بَلْ عِبَادٌ

[1] ش: + من.

[2] س: من هنا يبدأ النقص الثالث.

[3] ش: - لأنه.

[4] ش: لهذا.

[5] هو: حتى.

Marfat.com

فرشتے سے اس کی حقیقت کے مطابق عبادت چاہی گئی، اُس سے زائد نہیں۔

قوتِ حاسہ رکھنے والے جانداروں سے تین حقیقتیں چاہی گئیں: ایک وہ حقیقت جس میں یہ (عالم) نباتات اور جمادات سے الگ ہے، اور دو وہ حقیقتیں جن میں یہ عالم نباتات اور جمادات میں شریک ہے۔

عالم نباتات سے عبادت میں دو حقیقتیں چاہی گئیں: ایک وہ حقیقت جس سے یہ (عالم) جمادات سے الگ ہے، اور دوسری وہ حقیقت جس میں یہ عالم جمادات کا شریک ہے۔

عالم جمادات سے عبادت میں صرف اسی کی حقیقت چاہی گئی کیونکہ اس سے نیچے کوئی چیز نہیں۔

اسی طرح فرشتے سے بھی عبادت میں صرف ایک ہی حقیقت چاہی گئی کیونکہ اس سے اوپر کوئی چیز نہیں۔ اسی لیے ہمیشہ اوپر کا اُلٹ نیچے اور اول کا الٹ آخر ہوتا ہے اور ہر چیز اپنی اُلٹ کے مخالف ہوتی ہے۔

اے دوست! تو چونکہ انسان ہے اسی لیے تجھ سے تیری عبادت میں یہی پانچ حقیقتیں طلب کی گئی ہیں: ۱- حقیقتِ فرشتہ، کیونکہ یہ بھی تجھ میں ہے۔ ۲- حقیقتِ حواس۔ ۳- حقیقتِ نباتات۔ ۴- حقیقتِ جمادات۔ ۵- اور ان تمام حقائق کی جامع حقیقت۔ اگر تو نے ان حقیقتوں کا مکمل شکر ادا کیا، اور اس میں تیری مدد کی گئی، اور تو نے اللہ کی ویسے عبادت کی جس قدر اس نے تجھے ان حقیقتوں کی معرفت کے کشف میں صاحبِ تمکین بنایا- اگر تو سچے مریدین میں سے ہے-، اس کے بعد ہی تو ظاہر شریعت میں پہلا قدم رکھ پائے گا۔

عمومی جامعیتِ کبریائی کی رمز

اور یہ مت سمجھ کہ تو جمادات سے بلند مرتبت اور فرشتوں سے افضل اور جامع ہے؛ کیونکہ تو خود سے مخصوص ایک دوسرے انفرادی زمرے میں ہے۔ وہ اس طرح کہ اللہ نے تجھے عمومی جامعیتِ کبریائی کی رمز عطا کی، اور اِسی (رمز) نے تجھے تیری عبودیت سے محجوب رکھا، اسی سے تو نے آقائی کی، یہاں تک کہ فرشتوں کے بارے میں کہا گیا: ﴿بلکہ وہ تو مکرم بندے ہیں﴾

Marfat.com

مُكْرَمُونَ﴾ (الأنبياء: ٢٦) - فإنهم مَا ترأسُّوا قَط لعدم سرّ الجمعية العامّة الكبريائية من حقائقهم - فكانوا عَبيدًا، وكذلك مَن نزل عنهم مِن طبقات العَوالم إلا أنت. فإنّ سرّ الجمعيّة العامّة الكبريائية مَبْثوثٌ فيك، وبهذا صح لك مقام الخلافة على العالَم، وبه طلبت التقدم والرِّئَاسَة، واحتجبت عن الله - تعالى -، وهو قوله [- ﷺ -]: «وأعوذ بك منك» فإنّ سرّ الجمعيّة العامة الكبريائية[1] هُو الذي حجبَك عنه - تعالى - ولو أبقاك كما أبقى العالم مُعَرًى عنه لكنت عبْدًا[2]؛ فبثّه فيك.

ولمّا علم سبحانه أنّ سرّ الألوهيّة في الإنسان داءٌ عُضالٌ كثّرَ الأدوية فيه. فما زال ينبهك في كتابِهِ العزيز عَلى أدويتك لهذا الدّاءِ لتستعملها فتبرأ[3] منه، فقال: ﴿أَوَلا يَذْكُرُ الإِنْسَانُ أَنَّا خَلَقْنَاهُ مِنْ قَبْلُ وَلَمْ يَكُ شَيْئًا﴾ (مريم: ٦٧) فهذه حقيقتك الملَكيّة، وفِي هذه الآية لم تزل الملائكة، وقال: ﴿اللهُ الَّذِي خَلَقَكُمْ مِنْ ضَعْفٍ ثُمَّ جَعَلَ مِنْ بَعْدِ ضَعْفٍ قُوَّةً ثُمَّ جَعَلَ مِنْ بَعْدِ قُوَّةٍ ضَعْفًا وَشَيْبَةً﴾ (الروم: ٥٤). فالضعف الأول - بحكم التحقيق لا بحكم التفسير - خَلقُهُ إيّاك على فطرة العَالم كله، والقوة نَفْخُهُ سرّ الجمعية العامة الكبريائية فيْك بعد تسويتك، والضعف الثاني والشيبَة هو مَا حصل لك من شرب دوَاء المعْرفة الذي أعطَاك فاستعملتَهُ، وبهذا تقع الفائدة.

فلستَ من نمط العَالم في شيء، ولا تتميز معهم ألبته؛ فإنك انفصلت عنهم بسرّ الألوهيّة. فإن استعملته ولم تشرب مِنْ هذه الأدْوَية شيئًا؛ خرجت مَعَ فرعون والنمرود. وكلّ من ادّعى الربوبيّة على قدره: من كلمة فرعون، إلى قول الإنسان: «لولا ما قلتُ لهُ كذا لاتَّفَقَ كذا»، «لولا أنا لهَلك العِيَال» وهي أدنى المَرَاتب فِي

---

[1] هو: - العامة الكبريائية.

[2] ش: - لكنت عبدا.

[3] ش: لتبرأ.

Marfat.com

(انبیاء:۲۶)اس لیے انہوں نے کبھی آقائی قبول نہ کی کیونکہ عمومی جامعیتِ کبریائی ان کی حقیقتوں میں سے نہیں، لہذا وہ غلام ہی رہے، اور اسی طرح تیرے سوا ہر وہ مخلوق بھی (غلام رہی) جو طبقاتِ عالم میں ان سے نیچے ہے۔ چونکہ عمومی جامعیتِ کبریائی کی رمز سے صرف تجھے آشنا کیا گیا، اور اسی (رمز) سے تمام کائنات پر تیرا منصبِ خلافت پر فائز ہونا استوار ہوا، اسی سے تو نے آقائی اور سروری چاہی اور اللہ سے محجوب رہا (کہ وہی آقائے کُل ہے)۔ یہ آپ ﷺ کا یہی کہنا ہے: "میں تجھ سے تیری ہی پناہ چاہتا ہوں۔" کیونکہ عموی جامعیتِ کبریائی کی رمز نے تجھے اُس پاک ذات سے محجوب رکھا، اگر وہ تجھے بھی اس سے عاری اور ویسا ہی رہنے دیتا جیسا باقی مخلوقات کو رہنے دیا تو تو بھی ایک غلام ہوتا، لیکن اس نے تجھے اس (رمز) سے آشنا کیا۔

چونکہ اُس پاک ذات کو یہ پتا تھا کہ انسان میں رمز الوہیت (کا ہونا) جان کا روگ ہے تو اس کا علاج بھی زیادہ کیا۔ اسی لیے اپنی عزت والی کتاب میں وہ بار بار تیری توجہ اس مرض کے علاج کی جانب مبذول کرواتا رہتا ہے تاکہ تو اس سے نجات پا سکے، کہتا ہے: ﴿کیا انسان یہ یاد نہیں کرتا[۹۴] کہ ہم نے اس کو پہلے بھی پیدا کیا، اور وہ کوئی چیز نہ تھا﴾ (مریم:۶۷) یہ تیری فرشتوں والی حقیقت ہے، اور اس آیت میں تو فرشتہ ہی ہے، پھر فرمایا: ﴿خدا ہی تو ہے جس نے تمہیں کمزور حالت میں پیدا کیا، پھر کمزوری کے بعد طاقت دی، پھر طاقت کے بعد کمزوری اور بڑھاپا دیا﴾ (الروم:۵۴) پس پہلی کمزوری۔ حکم تحقیق سے، نہ کہ حکم تفسیر سے۔ اس کا تجھے تمام جہان کی فطرت پر تخلیق کرنا ہے، اور یہ طاقت تجھے برابر کرنے کے بعد تجھ میں عمومی جامعیتِ کبریائی کی رمز کا پھونکنا ہے، جبکہ یہ دوسری کمزوری اور بڑھاپا اس کی عطاکردہ معرفت والی دوا پینے کا نتیجہ ہے جس کے استعمال سے تجھے اِفاقہ ہوا۔

اب تو اس کائنات کی کسی چیز جیسا نہیں لیکن تو ان سے کلی طور پر الگ بھی نہیں؛ تو رمز الوہیت سے ہی ان سے جدا ہوا، اب اگر تو نے اِس رمز کا استعمال کیا اور اس کی دوائی نہ لی تو تُو فرعون اور نمرود کے ساتھ ہو گا۔ ہر وہ شخص جس نے اپنی حیثیت کے مطابق ربوبیت کا دعوی کیا: فرعون کے اس قول (کہ "میں تمہارا سب سے بڑا رب ہوں") سے عام آدمی کے اس قول تک کہ "اگر میں اُسے یہ نہ بتاتا تو اس کے ساتھ یہ پیش آتا،" "اور اگر آج میں نہ رہا تو میرے

Marfat.com

الألوهيّة، حتى الشيخُ في هَذه[1] الطريقة يَقولُ: «لَولا همّتي فِي فلانٍ مَا أصحَبْته إيّاهَا وَإلا فقد كان هلك».

وهذه كلها علل وَأمْراض من داء سرّ الألوهيّة. وكلّ واحد من هذه الأصناف معَاقَب على قدره: إمّا بالعُقوبة الكبرى، وَإما بنقص الحظ؛ فلا بد من العقوبة. ولهذا يعلو البقاء عندنا على الفناء، وهذه حقيقة لم يشعر بهَا من تقدم من أصحابنا. فاعرِفْهَا[2] يا وَليّ.

فإذا لم يتميز الإنسان مع العَالم لِسرِّ الجمعية العامّة الكبريائية فلا يقال: مَن أشرف؛ الملَك أو الإنسان؟ فصَار الإنسَان يزاحم الألُوهيّة لوقوفه عَلى الأسماء كلهَا مِنْ جهة سِرّ الجمع العَام الكبريائي المبثوث فيه وخلافته. فعظُم حجابه، وسجد له العَالم أجمع من أجْل ذلك السرّ.

فالقويّ منا، المتمكن، هُو الذي يخرق حجاب سِرّ الجمعية العَامَة الكبريائية بينه وبين ربّه، حتى يشاهد ألُوهيّةَ ربّه دون ألوهيّته؛ فيتعبَّدُهُ، فيعرف عبُوديتَهُ؛ فحينئذ يكون أقوى العالم وأشده؛ لرفعه ذلك الحجاب الأقوى؛ فتكون منزلته أعلى لأنّ قوّته أعظم، وهُنَاك يتميّز ويتجَارى مَع العَالم في الرفعة والانحطَاط، وهُنالك رأيت[3] مبلغ العَارفين العالِمينَ.

وأمّا هذا المَدْرك الذي أومأنا إليه، فبعيدٌ أن تسمعه في غير هذه الرسالة عَلى دَرَج هذا التحقيق، لكن تجده مبدّدًا في أشياء كثيرةٍ؛ يُومَأ إليْه ولا يُوضح مثل هذا الإيضاح.

وكما توَجّهَ عَليْك بمشاركتك أطْوار العالـم أن تقوم معهم في عبَادَاتِهم،

---

[1] ش: – هذه.

[2] ش: – فاعرفها.

[3] س: هنا ينتهي النقص الثالث.

بیوی بچوں کا کیا ہو گا" یہ (اقوال) الوہیت کے ادنی مراتب میں سے ہیں، حتیٰ کہ اس راہ کا شیخ بھی اگر یہ کہے: "اگر میں فلاں پر نظر کرم ڈال کر اُسے اپنی صحبت نہ دیتا تو وہ برباد ہو جاتا۔"

یہ سب رمز الوہیت کے روگ سے پیدا شدہ علل اور امراض ہیں۔ اِن (دعوے داروں) میں سے ہر ایک کو اُس کے (جرم) کے مطابق سزا ملے گی: یا تو بڑی سزا ملے گی، یا پھر نصیب میں کمی ہو گی؛ سزا تو لازم ہے۔ اسی لیے ہمارے نزدیک بقا فنا سے بلند تر ہے، یہ ایسی حقیقت ہے جو ہم سے پہلے گزرے ہمارے ساتھیوں کو معلوم نہ ہوئی لیکن اے دوست! تو اسے جان لے۔

پس اگر انسان عمومی جامعیتِ کبریائی کی رمز کے باعث اس جہان جیسا نہیں تو پھر ایسا کہنا درست نہیں کہ انسان افضل ہے یا فرشتہ؟ کیونکہ انسان تو اس میں پھونکی گئی عمومی جامعیتِ کبریائی کی رمز اور خلافت کی جہت سے تمام اسما کو جان جانے کے بعد الوہیت کا طلب گار ہے۔ اس کا حجاب بھی اتنا ہی بڑا ہے، اور اسی رمز کی بدولت ہی تمام عالم نے اسے سجدہ بھی کیا۔

ہم میں زور آور اور صاحبِ تمکین وہی ہے جو اپنے اور اپنے رب کے درمیان حائل اِس عمومی جامعیتِ کبریائی کی رمز والے حجاب کو چاک کر ڈالتا ہے، یہاں تک کہ وہ اپنے رب کی الوہیت —نہ کہ اپنی الوہیت— کا مشاہدہ کرتا ہے؛ اور اُس کی عبادت کرتا ہے، پھر وہ اپنی عبودیت کو پہچانتا ہے؛ اور ایسا کرنے پر ہی وہ اِس کائنات کا سب سے مضبوط اور قوی شخص ہوتا ہے؛ کیونکہ اس نے اِس مضبوط پردے کو اٹھا دیا؛ اب اس کا مقام بھی بلند ہے کیونکہ اس کی قوت جو بڑی ہے۔ یہیں پر وہ بلندی اور پستی میں اس جہان کے ساتھ یا اس سے متمیز ہوتا ہے، اور یہیں پر تو علم والے عارفین کے درجات دیکھتا ہے۔

جہاں تک ہمارے اشارہ کردہ بصیرت سے حاصل اس ادراک کا تعلق ہے تو تُو اِس رسالے کے علاوہ اسے اس تحقیق اور تفصیل سے کم ہی پائے گا، دوسری بہت سی چیزوں میں تُو اِسے ضمناً پائے گا؛ جہاں اس کی طرف اشارہ تو کیا جاتا ہے لیکن اس وضاحت سے زیادہ واضح نہیں کیا جاتا۔

جیسے کہ مراحل عالم میں تیرے اشتراک سے تجھ پر یہ لاگو ہوا کہ تو ان کی عبادات میں بھی ان کے ساتھ کھڑا ہو، اُسی طرح جامعیت کبریائی کی رمز — جس سے تجھے آشنا کیا گیا — سے تجھ

Marfat.com

كذلك توجّه عَليك بالسرّ الجامع الكبريائي المبثوث فيك أن تجريه على مَا أجراه الله من نفسه[١] في خلقه: فهُو اللطيف بعبَاده فكن كذلك، وَهُوَ الرّحيم الغفور فكن كذلك، وبهذا وصف نبيّه - صَلى الله عَليْه وسَلم - فقال: ﴿بِالْمُؤْمِنِينَ رَءُوفٌ رَحِيمٌ﴾ (التوبة: ١٢٨). فسرّ الألُوهيّة أثمر لك هذا بَعْد خَرْقِهِ، وأمّا قبل أن تَخْرقه فإنه أثمر لك مَا أثمر للجبّارين المتكبرين قال - تعالى -: ﴿كَذَٰلِكَ يَطْبَعُ اللَّهُ عَلَىٰ كُلِّ قَلْبِ مُتَكَبِّرٍ جَبَّارٍ﴾ (غافر:٣٥) فمن أجْل سِرّ الألوهيّة ختم عَليْه بالشقاء، فتحقق هَذا الفصْل وتحفّظ منه.

واعلم أنّ التوبة والتوكل، وَما أشبه ذلك، قد اختصّ الله بها هذا العبد الإنسَاني. فإنّ الملك طَاعة بلا معصيَة، والشيطان معصيَة بلا طاعة؛ فكلاهُما قد فقد حَلاوة التوبة ومقامهَا وسرّهَا ومعْرفتها وشوقهَا ومحبّتها. فإنّ الملَك لا يعْصي، فيتوب، فينالها. والشيطان لا يجنح[٢] إلى الطاعة، ولا يُحدّث بها نفسه فيتوب من مخالفته، فينالها. وقد[٣] اختص بها العبْد المُجتبى، ولهذا كانت من كمال آدم - عَلَيْه السَلام - حتى عمّ جميع المقامَات فقال: ﴿وَعَصَىٰ آدَمُ رَبَّهُ﴾ (طه: ١٢١) ثُمَّ تاب عَليه وهدى.

كذلك التّطهير الذي اقترنَتْ به محبّة الله - تعالى - فإنّ الملك مُطهّر لا متطهّر، والشيطَان مدنّس لا يتطهر. وعَلّق الله محبّة اختصَاصيّة بالمتطهّر فنالها الإنسان.

فما لنا - يا وليي - نغفل عن شكر هَذه النعم ونحن منها في مزيد؟! فهذه النعم كلها هي التي تعطيهَا حقيقة الإنسان بما خُلِقَ عليه، سَواء كان شقيًا أو

---

[١] هو: أجراه الله لنفسه.

[٢] هو (في الحاشية): لا يميل.

[٣] ش: ولقد.

Marfat.com

پر یہ بھی لاگو ہوتا ہے کہ تو بھی اِسے ویسے ہی نافذ کر جیسے کہ اللہ تعالیٰ اِسے خود اپنی مخلوقات پر نافذ کرتا ہے: وہ اپنے بندوں پر مہربان ہے لہٰذا تو بھی مہربان ہو، وہ رحم اور مغفرت کرتا ہے تو بھی ایسا ہی کر۔ اِسی وصف سے اُس نے اپنے نبی محمد ﷺ کو موصوف کیا، کہا: ﴿آپ ﷺ مومنین پر نرمی اور رحم فرماتے ہیں﴾ (التوبہ: ۱۲۸) لہٰذا اس رازِ الوہیت نے چاک ہونے کے بعد تجھے یہ سب دیا، لیکن اس کو چاک کرنے سے پہلے تجھے بھی وہی کچھ حاصل ہوا جو متکبروں اور سرکشوں کو ملا، اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: ﴿اسی طرح اللہ ہر متکبر اور جابر کے دل پر مہر لگا دیتا ہے﴾ (غافر: ۳۵) اسی رازِ الوہیت کی بدولت اُس نے شقاوت کی مہر لگائی، اِس باب کو سمجھ اور ایسی حالت سے خود کو بچا۔

جان لے کہ توبہ، توکل یا ان جیسی دوسری صفات اللہ نے صرف اس انسان سے ہی مخصوص کی ہیں۔ بیشک فرشتہ تو فرمانبردار ہے، نافرمانی نہیں کرتا اور شیطان نافرمان ہے جو اطاعت نہیں کرتا؛ یہ دونوں ہی توبہ کی حلاوت، اس کے مقام، راز، معرفت، شوق اور محبت سے عاری ہیں۔ فرشتہ تو گناہ ہی نہیں کرتا کہ جس سے وہ توبہ کر سکے۔ اور شیطان نہ خود نیکی کی طرف آتا ہے اور نہ ہی اُس کے دل میں نیکی کا خیال آتا ہے کہ وہ اس نافرمانی کی زندگی سے توبہ کر لے۔ (اللہ تعالیٰ) نے منتخب بندے کو ہی توبہ سے مخصوص کیا، اسی لیے یہ (توبہ) آدم علیہ السلام کے کمال میں سے تھی یہاں تک کہ آپؑ نے تمام مقامات پا لیے، فرمایا: ﴿آدم نے اپنے رب کی نافرمانی کی﴾ (طٰہٰ: ۱۲۱) پھر اُس کے رب نے اس کی توبہ قبول کی اور ہدایت بخشی۔

اسی طرح وہ پاکی بھی جس سے اللہ کی محبت جڑی ہوئی ہے، بیشک فرشتہ (مطہر) یعنی پہلے سے ہی پاک ہے، اسے پاک ہونے کی ضرورت نہیں، اور شیطان نجس ہے جو کبھی پاک نہیں ہوتا۔ جبکہ اللہ نے اپنی خصوصی محبت کو پاک ہونے والے سے جوڑا، لہٰذا یہ انسان کے نصیب میں آئی۔

اے دوست! ہمیں کیا ہو گیا ہے کہ ہم ان نعمتوں کے شکر سے غفلت برت رہے ہیں اور یہ ہم پر بڑھتی ہی جا رہی ہیں! ان تمام نعمتوں نے ہی انسان کو وہ سب حقائق مہیا کیے جن پر اس کی تخلیق ہوئی، چاہے وہ بدبخت ہو یا خوش بخت۔

Marfat.com

سَعيدًا.

(نعم الاختصاص بالسعداء)

ثم تنتقل إلى نِعَمِ الْاختصاص بالسُعَداء التي تُمَيزكَ عن الأشقياء من جنسك.

(نعمة التوحيد)

فأوّلها أن جعَلك موحّدًا ولم يجعلك مُشركًا، لا ليد تقدمت لك عَليْه، ولكنه أيّدك وقوّاك حتى خرقت حجاب الجمع العام الكبريائي الذي استودعَه[1] فيك منه. فنفذتَ من ورَائهِ إلى عبُوديتك، فعَاينت ألوهيّة الحق المقدسَة الجلال، فوحدته وَلم تُشرِك. وهَؤلاء هُم أهل «لا الله إلا الله» المقطوع بسَعادتهم،[2] المنبه عليْهم[3] من كتابه العزيز: ﴿إِنَّ اللهَ لَا يَغْفِرُ أَنْ يُشْرَكَ بِهِ﴾ (النساء: ٤٨).

وهنا بحور عظَام هَلك فيها عالَم كثير من أهْل طريقنا لعَدم التحقيق ووقوْفهِمْ مع سِرّ الجمعية العامة الكبريائية الذي فيهم؛ فحجبتهم الرئَاسَة عن استيفاء الخدمة. فهَذا اختصاص؛ إذ قد قسم جنسَك إلى مُوحدٍ وإلى مشرك، وجعَلك مِن حزب الموحّدين. وهذا فيه تفصيل كثير نخاف من طُول هذه العجالة في إيراده، فتركناه.

وهَذا هُو أول قدم في الشريعة. فإنّ الشارع أوّل ما أتى به: «لا إله إلا الله» فلا يجيبه إليها إلا من خرق حجاب سرّ الجمعية العامة الكبريائية منه، وبهذا يقع الاشتراك.

---

[1] س: استودعك.

[2] هو: لشهادتهم.

[3] ش: عليه.

خوش بختوں سے مخصوص نعمتیں

پھر تجھے وہ خاص نعمتیں عطا ہوئیں جو صرف خوش بختوں کے حصے میں آئیں، اور جنہوں نے تجھے تیرے ہم جنس بد بختوں سے الگ کیا۔

نعمتِ توحید

اِن میں سب سے پہلی نعمت یہ ہے کہ اُس نے تجھے موحد بنایا، مشرک نہیں، اس وجہ سے نہیں کہ تیرا اُس پر کوئی زور تھا بلکہ اُسی نے تیری حمایت کی اور تجھے قوت دی یہاں تک کہ تو نے عمومی جامعیتِ کبریائی کے اس حجاب کو چاک کر ڈالا جو اُس نے تیرے اندر رکھا تھا۔ اور اس کے بعد تُو اپنی عبودیت تک پہنچا، جہاں تو نے مقدس اور جلال والی الوہیتِ حق کا معائنہ کیا، لہذا اس کو ایک جانا اور شرک نہ کیا۔ یہی لوگ "اہل لا الہ الا اللہ" ہیں جن کی سعادت مندی قطعی ہے، اپنی کتاب عزیز میں جن کے بارے میں وہ کہتا ہے: ﴿بے شک اللہ اس بات کو معاف نہیں کرے گا کہ اُس سے شرک کیا جائے۔﴾ (النساء:۴۸)

یہاں پر بڑے عمیق سمندر ہیں جن میں ہمارے اہل طریق کی ایک بڑی جماعت تحقیق نہ ہونے اور خود میں موجود عمومی جامعیتِ کبریائی کی رمز کے پاس وقوف سے برباد ہوئی؛ اِس طلبِ آقائی نے انہیں حقِ خدمت سے محجوب رکھا۔ یہ بھی ایک خصوصیت ہے کہ اس نے جب تیرے جیسوں کو موحد اور مشرک میں تقسیم کیا تو تجھے جماعت موحدین میں رکھا۔ اس بارے میں بہت تفصیل درکار ہے لیکن اس رسالے کے طول پکڑ جانے کے اندیشے کے باعث ہم اس کو ترک کرتے ہیں۔

یہی شریعت میں پہلا قدم ہے کیونکہ شارع سب سے پہلے کلمہ "لا الہ الاّ اللہ" ہی لایا، لہذا جو کوئی اپنا عمومی جامعیتِ کبریائی کے راز والا حجاب چاک کرنے میں کامیاب ہوا اسی نے یہاں (کلمۂ توحید میں) شارع کی بات مانی، اور اسی سے اشتراک واقع ہوا۔

Marfat.com

وتتباين[1] مرَاتب أهْل «لا الله إلا الله» على حسب رفعِ حجابهم: فمنهم من يقولها ابتداء معَهُ من غير نظر وهُو الإمام، ومنهم من يقول معَهُ ذلك بعد رؤية بُرهان؛ فهذا جَاهل بنفسه فإنّ «لا إله إلا الله» من مدركات العقل بالنور الإلهيّ؛ فتوقّفه دليل على التقليد وفقدِه ذلك النور، ولكن قد سُعِدَ بإجابته ولو ببرهَانٍ. قال - تعالى -: ﴿لَا يَسْتَوِي مِنْكُمْ مَنْ أَنْفَقَ مِنْ قَبْلِ الْفَتْحِ وَقَاتَلَ أُولَٰئِكَ أَعْظَمُ دَرَجَةً مِنَ الَّذِينَ أَنْفَقُوا مِنْ بَعْدُ وَقَاتَلُوا وَكُلًّا وَعَدَ اللَّهُ الْحُسْنَىٰ﴾ (الحديد: ١٠). فاعبد الله - يا ولي - واجتهد على شكر نعمةِ التوحيد الأوليّة في الشَرع لأهْل التقليد.

(نعمة الإيمان بالرسول)

ثم زَادَكَ إلى هذه النعمة نعمة أخرى، وهُو[2] إيمانك بالرسُول، وَلم يجعلك مُوحدًا له مكذّبًا برسوله كما فعَل بغيرك من أبناء جنسك حيْث كفر برسُوله؛ مثل فرعون وآله بموسى، والنمرود وآله بإبراهيم، وأبي جهل وَأصحَابه بمحمد - عَليْه السلام -.

وَعذاب كُلّ فرعون على مقدار نعيم نبيّه الذي كفر به، وسفله على قدر علو نبيّه. وكذلك العَارفون الصَالحون مع المنكرين عَليْهم من الفقهاء، عُلماء الرسُوم، ينقص من حظ نعيمهم فِي الدّار الآخرة عَلى قدر مرتبة العَارف الذي أنكروا عَليْه، وعليهم نَقص نعيم أتباعهم فِي ذلك المقلدين لهُم. فينتقص للفقيه، صَاحب عِلم الرّسم، إذا أنكر على الوَليّ العَارف مَا لا يبلغه علمه، من نعيمه في الجنان - إذا سَعد - على قدر مرتبة ذلك الوَلي فِي[3] المعرفة بالله، وقدر السرّ الذي أنكره عَليْه، وَعلى قدر مَن اتّبعه في إنكاره من المقلدين.

---

[1] هو: يتباين.

[2] هو: هي.

[3] ش: و.

Marfat.com

اہل ''لا الٰہ الاّ اللہ'' کے مراتب میں فرق اُن کا پردہ اٹھنے کے حساب سے ہے: چنانچہ اِن میں سے کوئی تو غور و فکر کے بغیر ابتدا ہی سے یہ (کلمہ) پڑھتا ہے، یہی امام ہے۔ کوئی اس پہلے کے ساتھ واضح دلیل دیکھ لینے کے بعد ہی یہ (کلمہ) پڑھتا ہے؛ اسے معرفتِ نفس حاصل نہیں کیونکہ ''لا الٰہ الاّ اللہ'' صرف نورِ الٰہی کی مدد سے ہی عقل کے ادراکات میں سما سکتا ہے؛ لہٰذا دلیل اس نور کو بجھا دیتی ہے اور ایسے شخص کو تقلید تک پہنچا دیتی ہے، لیکن پھر بھی ایسا شخص اس (کلمے) کو مان لینے کے باعث -چاہے دلیل سے ہی صحیح- خوش بخت ہو جاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: ﴿تم میں سے وہ لوگ ان کے برابر نہیں جنہوں نے فتح سے پہلے (اپنا مال) خرچ کیا اور جنگ کی، ان لوگوں کو (فتح کے) بعد خرچ کرنے والوں اور قتال کرنے والوں پر ایک درجہ فضیلت حاصل ہے، اور اللہ کا سب سے بھلائی کا وعدہ ہے﴾ (الحدید: ۱۰) لہٰذا اے دوست! خوب عبادت کر اور اُس اولین نعمتِ توحید کا شکر ادا کرنے کی کوشش کر جو تو نے شریعت میں تقلید سے حاصل کی۔

رسولوں پر ایمان لانے کی نعمت

پھر اللہ تعالیٰ نے تجھے اس نعمتِ (توحید) کے ساتھ ایک اور نعمت دی جو تیرا رسولوں پر ایمان لانا ہے، اُس نے تجھے توحید کا اقرار کرنے والا اور اپنے رسول کا جھٹلانے والا نہیں بنایا جیسا اُس نے تیرے جیسے دوسرے اشخاص کے ساتھ کیا، جنہوں نے اُس کے رسول کا انکار کیا مثلاً فرعون اور اس کی آل نے موسیٰ علیہ السلام کو جھٹلایا، نمرود اور اس کی آل نے ابراہیم علیہ السلام کو جھٹلایا اور ابوجہل اور اس کے ساتھیوں نے محمد مصطفی صلی اللہ علیہ وسلم کو جھٹلایا۔

ہر فرعون کا عذاب اُس کے نبی -جس کو اس نے جھٹلایا- کی نعمتوں کے برابر ہو گا اور ہر (فرعون) کی پستی اُس کے نبی کی بلندی کے مقابل ہو گی۔ اسی طرح صالح عارفین کے مقابل اُن کا انکار کرنے والے فقہا اور علمائے رسوم ہوں گے، آخرت میں ان (منکرین فقہا) کی نعمتوں میں اسی قدر کمی ہو گی جس قدر وہ عارف بلند مرتبت ہو گا، جس کا انہوں نے انکار کیا۔ اور اسی طرح یہی (منکرین فقہا) اپنے مقلدین کے مراتب میں کمی کے بھی ذمہ دار ہوں گے۔ سو اگر کوئی ظاہری علم شرعی کا حامل فقیہ (یا مولوی) کسی عارف اور ولی کا انکار کرتا ہے تو جنت میں داخل

ومن هذا كان يفزع شيخنا أبو عمرَان، موسى بن عمران الميرتلي،[١] وكان من أهْل علم الرسُوم وعلِم هذه الطريقة، وهُو الذي ذكرناه فِي جُملة أشياخنا مِن أهْل الطريق فِي هَذه الرسَالةِ، نحا منحى المحاسبي.[٢] دخل عليْه أبُو القاسم بن عُفير، خطيب إشبيلية، فتكلم معَه فيمَا يأتي به أهْل هذه الطريقة مِن المعَارف التي تقصرُ أفهام عُلماء الرسُوم عنها لأنّها علوم نبويّة، وَهذه العُلوم الخبريّة لا يقوم دليل العقل عَليها، فلم يبق إلا مجرّد الإيمان بها لأنها عُلوم إخبارٍ تحتمل الصّدق والكذب، وَلذلك إذا أتى بها الرّسُول تلقّفهَا[٣] الفقهاء بالقبول، فلو أحالها العقل لردّت أبدًا في كل حالٍ، ومَا يشعر الفقهاء لهذا القدر.

فقال أبو القاسم ابن عفير الفقيه لشيخنا: أمّا أنا فأنكرهَا. فقال له الشيخ أبو عمرَان: أمّا أنا فأُومِن بهَا كُلّها،[٤] وإياك يَا أبا القاسم أن يجمع الله عَلينا فيها حِرمَانين: لا نراهَا من أنفسنا، ولا نصدّق بهَا من غيرنا منهم؛ فيكون العَامِي أحسن حَالًا منا في ذلك عند الله!. فتنبه الفقيه أبو القاسم الخطيب، وقال: نبّهتَ - رضي الله عنك -. ولم أحضر هذا المجلس، ولكنه أخبرني به أبو القاسم الفقيه المذكور المنكِر،[٥] ومن ذلك الوقت صَار يحبني وينظرني بعين التعظيم. فقد حبانا الله - يَا وَليي - بالإيمان بالنّبي حين خذل غيرنا؛ فتفرّض علينا شكر الله، وعَمل زائد بمزيد هذه النعمة.

---

[١] رسمها في جميع النسخ: المارتلي ولكن في الفتوحات وبخط الشيخ الميرتلي.

[٢] هو: - مِن أهْل الطريق فِي هَذه الرسَالةِ، نحا منحى المحاسبي.

[٣] ج، ش: يتلقفوها؛ هو: يتلقوها.

[٤] هو: - بها.

[٥] هو: - المذكور المنكِر.

Marfat.com

ہونے کے باوجود اس ولی کی خداشناسی اور اس راز کے مطابق جس کا انکار کیا گیا، یا جس قدر اِس انکار میں مقلدین نے اس کا ساتھ دیا، وہ ان نعمتوں سے محروم رہے گا۔

ہمارے شیخ ابو عمران المیر تلی اسی بات سے خوف کھایا کرتے تھے، آپ اہل رسوم علما میں سے تھے لیکن آپ نے طریقت کو بھی جانا، ہم نے اِس رسالے میں آپ کا ذکر اپنے شیوخِ طریقت میں کیا ہے، آپ نے حارث المحاسبی کے مسلک کو اپنایا۔ ایک دن خطیبِ اشبیلیہ ابوالقاسم بن عفیر آپ کے پاس تشریف فرماتھے کہ آپ نے اہل طریقت کے ان معارف کے بارے میں بات شروع کی جو علمائے رسوم کی سمجھ سے بالاتر ہیں، چونکہ یہ بشارتی علوم ہیں اور ان علوم خبری پر کوئی عقلی دلیل قائم نہیں ہوتی لہذا ان پر صرف ایمان لایا جا سکتا ہے۔ اور یہ ایسے خبری علوم ہیں جن میں سچ اور جھوٹ کا احتمال باقی رہتا ہے، اسی لیے جب رسول اکرم ﷺ یہ علوم لے کر آئے تو فقہانے فوراً (بغیر پس و پیش کے) انہیں قبول کیا۔ اگر یہ عقل سے اتنے ہی پرے تھے پھر تو ہر حال میں ان کو رد ہونا چاہیے تھا، مگر فقہا کو اس بات کا شعور نہیں۔

فقیہ ابو القاسم نے ہمارے شیخ سے کہا: میں تو اِن (علوم) کا انکار کرتا ہوں۔ شیخ ابو عمران بولے: مگر میں تو اِن سب (علوم) پر ایمان رکھتا ہوں، اور اے ابو القاسم! ایسا نہ ہو کہ ان علوم کے بارے میں دو مختلف رائے رکھنے کی وجہ سے اللہ تعالی ہمارے درمیان دو ایسی محرومیاں جمع کر دے جسے نہ ہم خود جان سکیں اور نہ کوئی اور بتلا سکے؛ اور ایک عام آدمی اللہ کے نزدیک اس بارے میں ہم سے بہتر حال والا ہو جائے! وہ خطیب اور فقیہ -یعنی ابو القاسم- بات سمجھ گیا، بولا: تو نے مجھے بات سمجھا دی، اللہ تجھ سے راضی ہو۔ میں (یعنی ابن العربی) اِس محفل میں بذاتِ خود تو موجود نہیں تھا لیکن اس منکر فقیہ ابو القاسم نے یہ سب مجھے خود بتایا، اُس کے بعد سے وہ (فقیہ) مجھ سے محبت رکھتا اور میرے ساتھ آبرو سے پیش آتا تھا۔ اے دوست! اللہ نے ہمارے لیے اپنے نبی کریم ﷺ پر ایمان لانا محبوب کیا جبکہ اوروں کو تو یہ توفیق بھی نہ دی؛ لہذا ہم پر اس زائد نعمت کے لیے اللہ کا شکر اور مزید عمل واجب ہے۔

Marfat.com

(نعمة جعلِك من أمة محمد)

ثم نعمة أُخرى؛ لمّا جَعَلك مؤمنا بنبيٍّ جعَلك من أمّة محمد - عليْه السلام - ولم يجعلك من أمّة غيره مِن الأنبيَاء، وهنا نِعَمٌ:

منها أن ألْحَقَ هذه الأمّة بدرجة الأنبياء فِي اتّبَاعِهم محمدًا - عليه السلام -. وعيسى - عَليْه السلام - من جملة أمة محمّد - عليه السلام - وهو رسُول الله وروحهُ وكلمته، وقد دخل فِي عِدَادِنا، وهذا مقام.

والنعمة الأخرى أن[١] جعلك شهيدًا على سائر الأمم، وهي مرتبة النبوّة؛ فإنهم الشهداء على أمتهم. قال - تعالى -: ﴿وَيَوْمَ نَبْعَثُ فِي كُلِّ أُمَّةٍ شَهِيدًا عَلَيْهِمْ مِنْ أَنْفُسِهِمْ وَجِئْنَا بِكَ شَهِيدًا عَلَىٰ هَٰؤُلَاءِ﴾ (النحل: ٨٩) فالأنبياء شهداء عَلى أممهم، وقيل فينا: ﴿لِتَكُونُوا شُهَدَاءَ عَلَى النَّاسِ﴾ (البقرة: ١٤٣) فقد شوركنا معهم فِي هذا؛ فهذه مواطن تُحشَر[٢] فيها غدًا مع النبيّين. وقال - تعالى -: ﴿كُنْتُمْ خَيْرَ أُمَّةٍ أُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ﴾ (آل عمران: ١١٠) وقال: ﴿جَعَلْنَاكُمْ أُمَّةً وَسَطًا﴾ (البقرة: ١٤٣) فوصَفنا بالعَدالة، ﴿لِتَكُونُوا شُهَدَاءَ عَلَى النَّاسِ﴾ (البقرة: ١٤٣) وإن شئتَ جعَلته من الشيء[٣] بين الشيئين: بين شهادتك على الناس، وشهادة الرسُول عَليك، وأنتَ بينهُمَا.

(نعمة جعلك مؤمنا بجميع الأنبياء)

ونعمة أخرى لم يُعْطَها أَحَدٌ قَبْلك مِن الأمم، فإنك مُؤمن بنبيّك، آخر الأنبياء وبمن تقدّم إلى آدم. وغير ذلك من النعم التي يتضمنها هَذا المقام، ولكلّ نعمة شكر يخصُّهَا وعمل يطَابقها، فلنجهد في تحصيله أو تحصيل مَا أمكن منهُ.

---

[١] ج، س، ش: أنك.

[٢] س: نحشر.

[٣] هو: - من الشيء.

Marfat.com

حضور اکرم ﷺ کا امتی ہونے کی نعمت

پھر ایک اور نعمت یہ ہے کہ اُس نے تجھے جب اپنے نبیوں پر ایمان لانے والا بنایا تو حضور اکرم ﷺ کا امتی بنایا اور کسی دوسرے نبی کی امت میں نہیں رکھا، یہاں پر متعدد نعمتیں ہیں:

ایک یہ کہ اُس ذات نے اِس امت کو حضور اکرم ﷺ کی اتباع میں انبیا کے زمرے میں رکھا اور (اس کی روشن مثال) حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا حضور ﷺ کی امت میں سے ہونا ہے جبکہ آپ علیہ السلام رسول اللہ، روح اللہ اور کلمۃ اللہ ہوتے ہوئے بھی ہم میں شامل ہیں، یہ بھی ایک مقام ہے۔

ایک اور نعمت یہ کہ اللہ نے تجھے تمام امتوں پر گواہ بنایا، یہ نبوت کا مرتبہ ہے؛ کیونکہ انبیا ہی اپنی امتوں پر گواہ ہیں۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: ﴿جس روز ہم ہر امت میں سے ہی اُس پر ایک گواہ لائیں گے اور آپ کو ان سب پر گواہ بنائیں گے﴾ (النحل: ۸۹) پس انبیا اپنی امتوں پر گواہ ہیں۔ اور ہمارے بارے میں کہا: ﴿تاکہ تم لوگوں پر گواہ رہو﴾ (البقرۃ: ۱۴۳) لہذا اس گواہی میں ہمیں بھی اِن نبیوں کے ساتھ شریک کیا گیا؛ یہ چند ایسے ٹھکانے ہیں جہاں کل ہم نبیوں کے ساتھ کھڑے ہوں گے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: ﴿تم لوگوں کے لیے ایک بہترین امت ہو﴾ (آل عمران: ۱۱۰) اور فرمایا: ﴿ہم نے تمہیں درمیانی امت بنایا ہے﴾ (البقرۃ: ۱۴۳) اس نے ہمیں اعتدال سے موصوف کیا ﴿تاکہ تم لوگوں پر گواہ بنو﴾ (البقرۃ: ۱۴۳) اگر چاہے تو یوں کہہ لے کہ اس نے تجھے دو چیزوں کے درمیان بنایا: تیری لوگوں پر گواہی، اور رسول کی تجھ پر گواہی، پس تو ان دونوں کے درمیان ہے۔

تمام انبیا پر ایمان کی نعمت

ایک اور ایسی نعمت جو تجھ سے پہلے امتوں میں کسی کو نہیں دی گئی، وہ تیرا آخری نبی ﷺ سے لے کر حضرت آدم علیہ السلام تک آنے والے تمام انبیا پر ایمان رکھنا ہے۔ اور اس طرح کی اور دوسری نعمتیں جن پر یہ مقام مشتمل ہے۔ ہر نعمت سے مخصوص ایک شکر اور موافق ایک عمل ہے، لہذا حتیٰ الامکان اس شکر کی ادائیگی میں کوشاں رہ۔

Marfat.com

(إدخالك في ديوان السنة: **فجعلك عالما، طائعا، عارفا ووارثا**)

ثمّ بعد هذا؛ أن قسّم أمّة نبيه بين مبتدِع ومحفوظ؛ **فعصمَك** من البدعة، وميّزك فِي ديوان السنّة؛ فهذا اختصَاص.

ثم أهْل السنّة قسمهم[1] قسمين: عَالِمٍ وَجَاهل؛ **فجعلك** عالما بما تعبّدك به من شريعته ولم يجعلك جَاهلًا بذلك؛ فهذه نعمة يجبُ أيضًا شكرها.

ثم جعل العالِمين على قسمين: طَائع وعَاصٍ؛ **فجعلك** من الطائعين ولم يجعَلك من العَاصين؛ فهذه نعمة عظيمة، والطاعَة - على مقامَاتها - أن عصمَك من الشيء بنقيضه،[2] وذكره يَطول.

ثمّ جَعَل الطّائعين عَلى قِسمَيْن: عارفٌ وعَابدٌ؛ **فجعلك** من العَارفين العابدين، فهذه نعمة يجبُ الشكر عَليهَا.

ثمّ قسَمَ العَارِفين: وَارث وغير وارث؛ وجعلك مِن الوارثين، والورث على حسب مرَاتبه.

(**الشكر المطلوب على هذه النعم**)

فقد غمرت النعم، ولا يتسِع الليل والنَهار لأداء شكر واجباتِ هذه النعم، وإنه إن اشتغلنا بواحدة منها فغايتنا أن نقطع ضياءنا وظلامنا ببعض ذرّة مِن واحدة منها. فعَلى هذا يجبُ عَلينا الذي يمكننا أن نفعله: أن لا يَرانا الله وقتًا واحدًا بطّالين، ولا متصرّفين في مُباح إلا حَاضرين بقلُوبنا على الدوَام، مكفوفي[3] الجوارح عَن التصريف المحظور عَلينا، مَطلوقي[4] الألسنة بالذِّكْرِ، أو بإظهار العلم والشكر

[1] هو: - قسمهم.

[2] س: ينقضه.

[3] ج، ش، س، هو: مكفوفين.

[4] ج، ش، س، هو: مطلوقين.

Marfat.com

دیوان سنت میں شمار: تیرا عالم، مطیع، عارف اور وارث ہونا

پھر اِس کے بعد جب اُس نے اپنے نبی کی امت کو بدعت کرنے والوں اور بدعت نہ کرنے والوں میں تقسیم کیا تو تجھے بدعت سے بچائے رکھا اور تیرا شمار دیوان سنت میں کیا، یہ بھی ایک خصوصیت ہے۔

پھر اہل سنت کو بھی دو گروہ بنایا: ایک عالم اور دوسرے جاہل؛ تجھے اس شریعت کا عالم بنایا جس سے تو اس کی عبادت کرتا ہے، اور اِس سے لاعلم نہ رکھا۔ یہ بذات خود ایک نعمت ہے جس پر شکر گزاری لازم ہے۔

پھر علما کو بھی دو گروہ بنایا: ایک فرمانبردار اور دوسرے نافرمان؛ تجھے فرمانبرداروں میں رکھا، نافرمانوں میں نہیں، یہ بھی بہت بڑی نعمت ہے۔ فرمانبرداری-اپنے مقامات کے حساب سے -یہ ہے کہ جب تجھے کوئی چیز عطا کی تو اِس کے الٹ سے محفوظ رکھا، یہاں مزید تفصیل درکار ہے۔

پھر فرمانبرداروں کو بھی دو گروہ بنایا: ایک عارف اور دوسرے عابد؛ تجھے عارفین اور عابدین دونوں میں سے بنایا، یہ بھی ایسی نعمت ہے کہ اس پر شکر گزاری لازم ہے۔

پھر عارفین کو وارث اور غیر وارث بنایا اور تجھے وارثین میں کیا، وراثت بھی مراتب کے حساب سے ہے۔

ان نعمتوں پر واجب شکر

پس نعمتوں کی بہتات ہے اور رات دن میں اتنا وقت نہیں کہ اِن نعمتوں پر واجب شکر ادا کیا جا سکے۔ اگر ہم ان میں سے کسی ایک (نعمت) کا شکر ادا کرنے میں ہی مصروف ہو جائیں تو ہماری انتہا یہی ہو گی کہ ہم اپنے دن اور رات میں کسی ایک نعمت کا ذرہ برابر ہی شکر ادا کر پائیں گے۔ اس سب کے بعد اَب ہم پر یہ لازم ہے اور ہمیں یہی کرنا چاہیے کہ اب اللہ تعالی ہمیں کسی وقت بھی غافل نہ پائے، مباح کاموں میں مشغولیت کے وقت بھی ہمارے قلوب ہر دم (اس کے حضور) حاضر ہوں، ہمارے اعضا ممنوع تصرف سے رُکے رہیں، ہماری زبانوں پر ذکر، یا علم کا

Marfat.com

والاعتراف بالتَقصِير، وتوبيخ النفوس الذي أراده الحقّ منا، لا تعديلها وتزكيتها؛ فـ﴿قَدْ أَفْلَحَ مَنْ زَكَّاهَا﴾ (الشمس: ٩) بالأعمال الصَالحَة، ﴿وَقَدْ خَابَ مَنْ دَسَّاهَا﴾ (الشمس: ١٠) مثلي فأدخلها في الصَالحين وَليست منهم.

فهذه - يَا أخي - نصيحتي لي وَلك، لمّا رأيتك مثلي وأحببتك في الله - تعالى - وأعجبني إنصَافك، وتعشقتُ بمعَاشرتك، ووددت اليَوْم أن أكون معَك حيث كنت؛ تنصحني وأنصحك،[١] وتوبخني وأوبخك، ونكون رفيقين فِي الله، محبّين فيه حتّى نموت؛ فما[٢] أحبني فيك وأشدّ شفقتي عَليك - رضي الله عنك-.

انتهى الجزء الرابع.

[١] ج، ش: وننصحك.
[٢] ش، س: فيما.

Marfat.com

اظہار اور اس پر شکر، اپنی کوتاہیوں کا اعتراف اور اپنے نفوس پر سختی کا اظہار ہونا چاہیے، یعنی کہ وہی سب کچھ ہونا چاہیے جو حق تعالی ہم سے چاہتا ہے، نہ یہ کہ ہم اپنی تعریفیں اور اپنی نیکوکاری کے گن گائے جائیں؛ ﴿کیونکہ وہ کامیاب ہوا جس نے اس (نفس) کا تزکیہ کیا﴾ (الشمس: ۹) نیک اعمال سے اور –میری طرح– وہ برباد ہوا جس نے اسے گناہوں سے آلودہ کیا، اسے نیکوکاروں میں شامل کر دیا جبکہ یہ (نفس) ان میں سے نہ تھا۔

اے دوست! میں نے تجھے جب اپنے جیسا دیکھا تو اپنے لیے اور تیرے لیے میری یہی نصیحت ہے، میں صرف اللہ کی خاطر تجھ سے محبت کرتا ہوں، تیری انصاف پسندی سے بہت متاثر ہوں اور تیرے ساتھ رہنا چاہتا ہوں۔ آج بھی میری یہی خواہش ہے، کاش! میں تیرے ساتھ ہوتا؛ تو مجھے نصیحت کرتا اور میں تجھے نصیحت کرتا، تو مجھے عار دلاتا اور میں تجھے ملامت کرتا، ہماری دوستی صرف اللہ کے لیے ہوتی اور اپنی موت تک ہم دونوں اسی کی خاطر ایک دوسرے سے محبت کرتے، کاش! تو جان پاتا کہ میں تجھ سے کتنی محبت کرتا ہوں اور تجھ پر کتنی شفقت کرتا ہوں، اللہ تجھ سے راضی ہو۔

چوتھا حصہ مکمل ہوا۔

(الجزء الخامس: الوصية)

ولقد تمنيت أن أكون معك كما حدّثنا أبو محمد بن يحيى بن أبي الحسن - رضي الله عنه - قال: حدثنا أبو الفتح عَبد البَاقي بن أحمد بن سلمان المعروف بابن البطي، قال: حدثنا أبو الفضل أحمد بن الحسين بن خيرون، قال: حدثنا أبو علي الحسن بن أحمد بن إبرَاهيم بن شاذان، قال: حدثنا أبو الحسن أحمد بن إسحاق بن بنجاب، قال: حدثنا أحمد بن محمد، حدثنا الحسن بن عبد العزيز الجروي، حدثنا أبو حفص التنيسي، حدثنا أبو معبد،[١] قال: سمعت بلال بن سعد يقول:

أخوان فِي بني إسرَائيل خرجَا يتعبّدان، فلمّا أرادَ الطّريقُ يُفرِّق بينهما، قال أحدهمَا لصَاحبه: خذ أنت فِي هذا الطريق، وآخذ أنا فِي هذا الطريق، فإذا كان رأس السنة فهذا الموعد بيني وبينك. فخرجَا يتعبدان. فلمّا كان فِي رأس السّنة اجتمعا في ذلك الموضع، فقال أحدهما لصَاحبه: أيّ ذنب فيما عملتَ أعظم؟ قال: بينما أنا أمشي عَلى الطرِيق إذا بسنبلةٍ، فأخذتها، فألقيتها في إحدى الأرضين: أرض عن يميني وأرض عن شمالي، وَلا أدري؛ هِي للأرض التي ألقيتها فيها أم للأخرى. قال ثم قال المسؤول للسَائل: أيّ ذنب فيما عملتَ أعظم؟ قال: لا أعلم، إلا أني كنت أقوم فِي الصَلاة، فأميل مَرّة على هذه الرجل ومَرّة على هذه الرجل،[٢] فلا أدْري أكنت أعدل بينهُمَا أم لا؟ فسمعهما أبوهُمَا من داخل الدّار فقال: اللّهم إن كانا صَادقين فأمِتهُما، فخرج، فإذا بهما قد ماتا.

هكذا - يَا وليي - يكون اجتماع أهل الله، ومخاطبَاتهم على ذكر المعَايب

[١] هو: - السند الكامل.

[٢] هو: مرة على الأخرى.

Marfat.com

پانچواں حصہ: وصیت

(اے دوست!) میں تیرے ساتھ ویسا ہی بننا چاہتا ہوں جیسا کہ ہمیں ابو محمد بن یحیی بن ابو الحسن رضی اللہ عنہ نے بتایا۔ فرماتے ہیں: ہمیں ابو الفتح عبد الباقی بن احمد بن سلمان المعروف ابن بطی نے بتایا، ہمیں ابو الفضل بن الحسین بن خیرون نے بتایا، ہمیں ابو علی الحسن بن احمد بن ابراہیم بن شاذان نے بتایا، ہمیں ابو الحسن احمد بن اسحاق بن بنجاب نے بتایا، ہمیں احمد بن محمد نے بتایا، ہمیں الحسن بن عبد العزیزی الجروی نے بتایا، ہمیں ابو حفص تینسی نے بتایا، ہمیں ابو معبد نے بتایا، کہتے ہیں: میں نے بلال بن سعید کو کہتے سنا:

بنی اسرائیل میں سے دو بھائی عبادت کو نکلے، جب ان کا راستہ جدا ہونے لگا تو ایک بھائی نے دوسرے سے کہا: تو اِس راستے جا اور میں اُس راستے جاتا ہوں، اگلے سال کے شروع میں ہم دونوں دوبارہ اسی جگہ ملیں گے۔ دونوں اپنی عبادت و ریاضت پر چل پڑے۔ سال کے شروع میں جب دونوں دوبارہ اسی جگہ ملے تو ایک بھائی نے دوسرے سے پوچھا: تو نے (اِس سال) سب سے بڑا کون سا گناہ کیا؟ وہ بولا: میں جب اِسی راہ پر چل رہا تھا کہ میں نے بیچ راہ میں گیہوں کا ایک خوشہ پڑا دیکھا، میں نے اسے اٹھا کر اپنے دائیں طرف یا اپنے بائیں طرف کسی ایک کھیتی میں پھینک دیا، اب مجھے یہ نہیں معلوم کہ یہ اسی کھیتی کا خوشہ تھا جس میں میں نے پھینکا یا دوسری کھیتی کا تھا۔ پھر دوسرے نے پہلے سے پوچھا: تو نے سب سے بڑا کون سا گناہ کیا؟ کہتا ہے: مجھے نہیں پتا، ہاں ایک بار نماز کے دوران میں دو آدمیوں کے درمیان کھڑا تھا کبھی ایک کی طرف جھکتا اور کبھی دوسرے کی طرف، اور مجھے نہیں پتا کہ میں نے دونوں میں برابری کی یا نہیں۔ جب اِن کے والد نے گھر کے اندر یہ باتیں سنی تو کہنے لگے: یا اللہ! اگر یہ دونوں سچے ہیں (تو نشانی کے طور پر) اِن کو مار دے، لہذا جب وہ باہر نکلے تو دونوں مرے پڑے تھے۔

اے دوست! اللہ والوں کا ملنا ایسا ہوتا ہے، اِن کا آپس میں کلام اپنے عیبوں کو یاد کر کے

Marfat.com

والإنصَاف، لا على وجه المدحة والاتصَاف. هَل يُذكر[1] في السجن إلا ما يليق به؟! إذا ترحَّلت ونزلت في مستقر الرحمة وجنيت ثمر[2] عملك، هنالك تذكر ما يليق بموطن[3] الحسنى من محاسنك. وَأمّا هنَا فلا؛ فإنها دار البلاء والاقتراف والاجْتراح،[4] والإنسان فيها - من نبي وغير نبي - مسجون على دمه لا يخرج منها إلا بالقتل. ولولا التطويل لتكلمنا على مراتب السجن والمسجونين بمَا تعطيه الحقائق الثابتة والعَادية، ويكفي هذا القدر فيما[5] بيني وبينك.

ويعْلم الله لولا ودّي فيك، وحرمتك الّتي لكَ في نفسي، مَا خاطبتك بشيء من هَذا كله، وَلا ذكرتُ اسمَك، ولتركتك مهْمَلاً في جملة عبَاد الله - تعالى -. لكن الله قد عرف بيني وبينك روحًا وجسمًا ومعنى ورسمًا، فلم يتمكن أن أخاطبك إلا بما يقتضيه الودّ الصَريح وَالدّين الخالِص الصحيح. وأما فضلك وتقدمك في طريقك عندي فمشهور، ﴿وَفَوْقَ كُلِّ ذِي عِلْمٍ عَلِيمٌ﴾ (يوسف: ٧٦) و ﴿يَخْتَصُّ بِرَحْمَتِهِ مَنْ يَشَاءُ وَاللهُ ذُو الْفَضْلِ الْعَظِيمِ﴾ (البقرة: ١٠٥).[6]

وقلّ اليوم مَن يصحبك لله، فأكثر الصحبة مَعْلولة في زمانك من أجْل هذه الأعراض واستحكام سُلطان الأغراض، وعبد الله اليوم قليل، وَلنا في معنى هذا أبيات، وهي:

انْظُرْ إِلَى هَذَا الوُجُودِ المُحْكَمِ وَوُجُودِنَا مِثْلَ الرِّدَاءِ المُعْلَمِ

---

[1] هو: تذكر.

[2] ش: ثمرة.

[3] س: بمواطن.

[4] هو: دار البلاء والافتراق.

[5] ش: - فيما.

[6] ج (في الحاشية): بلغ قراءة لعبد الله بدر الحبشي على المؤلف رضي الله عنه.

Marfat.com

انصاف کرنا ہوتا ہے، نہ کہ اپنی تعریفیں اور صفات بیان کرنا۔ کیا قید خانے میں صرف وہی بات نہیں کی جاتی ہے جو اس کے لائق ہو؟! ہاں جب تو یہاں سے کوچ کر گیا اور جائے رحمت میں جا ٹھہرا، تو نے اپنے اعمال کا پھل پالیا، تب وہاں تو اُس بہترین جگہ کی مناسبت سے اپنے محاسن اور اچھائیوں کا تذکرہ کر سکتا ہے۔ لیکن یہاں نہیں، کیونکہ یہ (دنیا) ابتلا، جرم اور گناہوں کے ارتکاب کا گھر ہے۔ اس (دنیا) میں ہر انسان - نبی اور غیر نبی - زندانِ جسم میں قید ہے، اور مر کر ہی اس (زندان) سے نکل سکتا ہے۔ اگر اندیشہِ طوالت نہ ہوتا تو ہم قید خانے اور قیدیوں کے مراتب پر عام اور ثابت حقائق سے روشنی ڈالتے لیکن تیرے اور میرے درمیان اس قدر ہی کافی ہے۔

میرا اللہ جانتا ہے اگر مجھے تجھ سے محبت نہ ہوتی، میرے دل میں تیری عزت نہ ہوتی تو نہ میں تیرے ساتھ ایسی کوئی بات کرتا اور نہ ہی تیرا نام لیتا، بلکہ تجھے بھی اللہ کے بندوں میں عمومی شامل رکھتا لیکن اللہ تعالیٰ نے مجھے اور تجھے روح اور جسم، معنیٰ اور رسم، ہر طرح سے ملایا، لہذا تجھ سے میرا کلام بھی صریح محبت اور خالص اور صحیح دین کے تقاضوں پر مبنی ہے۔ جہاں تک میرے نزدیک اس راستے میں تیرے فضل اور تیری پیش قدمی کا تعلق ہے تو وہ جانی پہچانی ہے ﴿ہر علم رکھنے والے سے اوپر ایک علم رکھنے والا ہے﴾ (یوسف: ۷۶) اور ﴿وہ اللہ جسے چاہتا ہے اپنی رحمت سے مخصوص کرتا ہے بے شک اللہ بڑے فضل کا مالک ہے﴾ (البقرۃ: ۱۰۵)

آج کے دور میں اللہ کی خاطر تعلق رکھنے والے تھوڑے ہیں، تیرے اِس دور میں اکثر دوستیاں تو اِسی دنیاوی مال و متاع اور مادی اغراض پر اُستوار ہیں، آج اللہ کے حقیقی بندے بہت کم ہیں، اِس معنی میں ہمارے چند اشعار درج ذیل ہیں:

اس وجودِ مُحکم پر غور کر، ہمارا وجود تو صرف ایک علامتی لباس کا سا ہے۔ ان کی سلطنت میں اُس کے خلفا پر غور کر جو زبان آوری اور ژولیدہ بیانی پر مشتمل ہیں۔ ان میں سے جو کوئی اپنے

Marfat.com

وانْظُـرْ إِلَى خُلَفَائِـهِ فِي مُلْكِهِـمْ ... مِنْ مُفْصِحٍ طَلْقِ اللِّسَانِ وَأَعْجَمِ
مَـا مِـنْهُمُ أَحَـدٌ يُحِـبُّ إِلَهَـهُ ... إِلَّا وَيَمْزِجُـهُ بِحُـبِّ الـدِّرْهَمِ
فَيُقَـالُ: هَـذَا عَبْدُ مَعْرِفَةٍ، وَذَا ... عَبْـدُ الجنَـانِ، وَذَا عُبَيْـدُ جَهَـنَّمِ
إِلَّا القَلِيـلَ مِـنَ القَلِيـلِ فَـإِنَّهُمْ ... سَكْرَى بِهِ مِنْ غَيْرِ حِسٍّ تَوَهُّمِ
فَهُـمْ عَبِيدُ اللهِ، لا يَـدْرِي بِهِـمْ ... أَحَـدٌ سِـوَاهُ، لا عَبِيْـدُ المُنْعِمِ

إلى آخر القصيدة.

فاجهد نفسك - يا وَليِّ - في أن تتحلى بحلية قومٍ بكى رسُول الله - صَلّى الله عَليه وسلم - شوقا إليهم، وَلا يؤثّر فيك كَلام المغرورين من الفقهاء، عُلماء السوء؛ الذين لبسُوا رقاق الثياب، وتناولوا لذيذ المطَاعم، فإذا قلت لهم في ذلك تَلَوا عليك: ﴿قُلْ مَنْ حَرَّمَ زِينَةَ اللهِ الَّتِي أَخْرَجَ لِعِبَادِهِ وَالطَّيِّبَاتِ مِنَ الرِّزْقِ﴾ (الأعراف: ٣٢) فقد أخبَر النبي - عَلَيْه السَلام - أنهم سَيقولُون هذا إذا قلت لهم في ذلك، عَلى مَا كتب به إلينا شيخنا أبُو محمّد بن محمد بن سعْد الله بن محمد البجلي البغدادي الحنفي - رضى الله عَنْه - من حديث سعيد بن زيد بن نفيل، قال: سمعت النبي - صَلى الله عَليه وسَلم - وأقبَل عَلى أسامَة بن زيد فقال -: «يا أسَامة عَليك بطريق الجنّة، وَإياك أن تختلج دونها. فقال: يا رسُول الله؛ ومَا شيء أسْرع ما يُقطع به ذلك الطريق؟ قال: الظمأ في الهَواجر، وكسر النفس عن لذة الدنيَا، يا أسَامَة وعَليك عند ذلك بالصَوْم فإنه يقرب إلى الله - عز وجَل -، إنه ليسَ مِن شيء أحب إلى الله - عز وجل - من ريح فم الصَائم، تَرَك الطعَام والشراب لله - عز وجل -، وإن استطعت أن يأتيك الموت وبَطنك جائع وكبدك ظمأن فافعَل؛ فإنك تدرك بذلك شرف المنازل في الآخرة، وتحلّ مع النبيّين - صَلى الله عليهم أجمعين -، تفرح بقدوم روحِك عليهم، ويصلّي عَليك الجبّار - تبارك وتعالى -. وإيّاك يَا أسَامَة وكُلّ كبد جائعة تخاصمك إلى الله - عز وجل - يَوم القيامَة. وإياك يَا أُسَامَة ودعاء

خدا سے محبت کرتا ہے، وہ اُسی محبت کو مال و درہم کی محبت سے داغتا ہے۔ پس کہا جاتا ہے: یہ معرفت کا بندہ ہے، یہ جنت کا بندہ ہے اور یہ سب جہنم کے بندے ہیں۔ سوائے ان تھوڑے دیوانوں کے جو اس کے عشق میں مخمور ہیں۔ یہی تو اللہ کے ایسے بندے ہیں جنہیں اس کے سوا کوئی نہیں جانتا اور یہ نعمتوں کے بندے نہیں۔

اس نظم کے اختتام تک۔

اے دوست! حتیٰ الامکان کوشش کر کہ تو ان لوگوں جیسا ہو جائے جن کے شوق میں رسول اللہ ﷺ بھی روئے۔ تجھ پر علمائے سوء اور ان دھوکے باز فقہا کے کلام کا کچھ اثر نہیں ہونا چاہیے جنہوں نے نرم لباس پہنے اور لذیذ کھانے کھائے، اگر تو اس بارے میں ان کو کچھ کہے تو تجھے یہ آیت سناتے ہیں: ﴿پوچھو تو کہ جو زینت (و آرائش) اور کھانے (پینے) کی پاکیزہ چیزیں خدا نے اپنے بندوں کے لیے پیدا کی ہیں ان کو حرام کس نے کیا ہے؟﴾ (اعراف: ۳۲) بیشک حضور اکرم ﷺ نے پہلے ہی بتا دیا تھا کہ جب تو ان کو ایسا کہے گا تو وہ یہی کہیں گے۔ یہ وہ حدیث ہے جو ہمارے شیخ ابو محمد بن محمد بن سعد اللہ بن محمد البجلی البغدادی الحنفی رضی اللہ عنہ نے سعید بن زید بن نفیل کے واسطے سے لکھ کر بھیجی، وہ کہتے ہیں: میں نے نبی کریم ﷺ کو کہتے سنا، آپؐ اسامہ بن زید کی طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا: "اے اسامہ! جنت کا راستہ تھام لے، اور اس کے سوا کسی چیز کا غم نہ کر۔ آپ رضی اللہ عنہ نے پوچھا: یارسول اللہ ﷺ! کس چیز سے یہ راستہ نہایت تیزی سے کٹ سکتا ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: سخت گرمی میں پیاس سے، اور لذت دنیا پر نفس کشی سے، اے اسامہ! تجھے اُس وقت روزے رکھنے چاہییں کیونکہ روزہ اللہ کی قربت کا موجب ہے؛ اللہ کے نزدیک روزہ دار کے منہ کی بو سے زائد کوئی پسندیدہ چیز نہیں، اس روزہ دار نے اللہ کی خاطر کھانا پینا چھوڑ دیا۔ (اے اسامہ!) اگر تجھے بھوکے پیٹ اور پیاسے جگر موت آئے تو کیا ہی بات ہے؛ ایسا کرنے سے تو آخرت میں قابل قدر منازل پائے گا اور انبیا علیہم السلام کے ساتھ رہے گا، جب وہ تیری روح کا استقبال کریں گے تو تجھے خوشی ہو گی اور (اسم) الجبار (یعنی اللہ تعالی) تجھ پر اپنی رحمتیں اتارے گا۔ اے اسامہ! بچ اُس بھوکے پیٹ سے جو قیامت کے دن اللہ سے تیری شکایت کرے۔ اے اسامہ! بچ اُن لوگوں کی پکار سے، جنہوں نے اپنے گوشت پگھلوائے، اپنی کھالوں کو

Marfat.com

عبَادٍ قد أذابوا اللحُوم، وأحرقوا الجلود بالريح والسمائم، وأظمأوا الأكباد حتى غشيت أبصَارهم؛ فإنّ الله - عز وجل - إذا نظر إليهم سُرّ بهم وباهى بهم الملائكة - عليهم السَلام -؛ بهم تصرف الزلازل والفتن». ثم بكى النبي - صلّى الله عَلَيْه وسَلم - حتى اشتد نحيبُه، وهَاب الناس أن يكلمُوه، حتى ظنوا أنّ أمرًا قد حدث بهم مِن السَماء. ثم تكلم فقال: «ويح لهذه الأُمة! مَا يلقى[1] منهم مَن أطاع ربّه - عز وجل - فيهم؛ كيف يقتلونه ويكذبونه من أجل أنهم أطاعُوا الله - عز وجل -»؟

فقال عمر بن الخطاب - رضي الله عنه -: يا رسُول الله؛ وَالناس يَومئذٍ عَلى الإسلام؟! فقال: نعم. فقال: ففيمَ إذن يقتلون من أطاع الله وأمرهم بطاعة الله؟! فقال: يا عمر؛ ترك الناس الطريق، وركبُوا الدوَاب، ولبسُوا لَيّن الثياب، وخدمتهم أبناء فارس. يَتزين الرجُل منهم تزيّن المرأة لزوجهَا، ويتبرج للنساء. زيّهم زيّ الملوك الجبَابرة، ودينهم دين كِسرى وهرمُز، وبهم يتسمّونَ،[2] باهُوا بأحسن[3] اللباس. فإذا تكلّم أوْلياء الله - عز وجل -، عَليْهم العبَاء مُنحنية أصْلابهم، قد ذبحُوا أنفسهم من العَطش، فإذا تكلم مِنهم مُتكلم كُذّب وقيل له: أنت قرين الشيطان ورأسَ الضلالة؛ تحرّم زينة الله والطيّبات من الرزق؟ ويَتْلونَ كتاب الله - عز وجَل - على غير دين، واستذلوا أوليَاء الله - جلّ وعز -.[4]

اعلم يا أسَامة، أنّ أقرب الناس من الله - جَلّ وعز - يَوم القـيَامَة مَن طال حزنه وعطشه وجوعه في الدنيا، الأخفياء[5] الأبرار؛ الذين إذا شُهدوا لم يقرّبوا، وإذا غابوا لم يفتقدوا، تعرفهم بقاع الأرض، يُعرفون في أهل السَماء، ويخفون على أهل

[1] س: تلقى.

[2] ج (في الحاشية): يتسمنون.

[3] ش: بالجشاء و؛ س: بأحسن الجشاء واللباس.

[4] ش، س: + على غير دين.

[5] ش: الأحفياء.

Marfat.com

زہر آلود لُو سے جھلسایا، اپنے کلیجوں کو سخت پیاس سے جلایا حتیٰ کہ ان کی نظروں کے سامنے (اندھیرا) چھا گیا؛ بیشک اللہ عزوجل جب ان کی طرف نظر کرتا ہے تو خوش ہوتا ہے اور فرشتوں کے سامنے ان پر فخر کرتا ہے؛ انہیں کی وجہ سے زلزلے اور آفات ٹال دی جاتی ہیں۔ پھر آپ ﷺ روئے اور پھوٹ پھوٹ کر روئے کہ لوگ آپ ﷺ سے بات کرنے سے بھی خوف کھانے لگے، اور یہ سوچنے لگے کہ آسمان سے کوئی فیصلہ صادر ہو گیا ہے۔ آپؐ نے فرمایا: ہلاکت ہے اس امت کے لیے! اگر اس میں اللہ کی اطاعت کرنے والا کوئی شخص پیدا کیا جائے گا تو یہ لوگ کیوں صرف اس وجہ سے اُس کی تکذیب کریں گے اور اس کی جان کے درپے ہو جائیں گے کہ اس نے اللہ کی اطاعت کی۔

حضرت عمر ابن خطاب رضی اللہ عنہ نے پوچھا: یارسول اللہ ﷺ! کیا اس روز لوگ دین اسلام پر ہوں گے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ہاں۔ پھر پوچھا: تو پھر یہ لوگ کس لیے اس شخص سے لڑائی کریں گے جو خود بھی اللہ کی اطاعت کرتا ہے اور انہیں بھی اس کا حکم دیتا ہے؟ آپؐ نے فرمایا: اے عمر! اِن لوگوں نے (سیدھا) راستہ چھوڑ دیا، سواریوں پر سوار ہوئے، نرم لباس زیب تن کیا اور فارس کے لونڈے ان کے خادم ہوئے۔ اُن دنوں میں مرد ایسے زینت سے تیار ہوں گے جیسے کوئی عورت اپنے خاوند کے لیے تیار ہوتی ہے، وہ عورتوں کے لیے تیار ہوا کریں گے۔ اِن کے لباس شاہانہ جابرانہ ہوں گے اور ان کا دین کسریٰ اور ہرمز کے دین جیسا ہو گا، یہ اسی صورت سے جانے جائیں گے، اچھے کپڑوں پر مان کیا کریں گے۔ جب اللہ کے اولیا- جنھوں نے عام لباس پہنا ہو گا، جن کی کمریں جھکی ہوں گی اور جنھوں نے اپنے نفوس کو شدید پیاس سے مارا ہو گا- میں سے کوئی اِن سے بات کرے گا تو وہ فوراً جھٹلایا جائے گا، اُسے کہا جائے گا: تو شیطان کا چیلا اور گمراہی کا سرا ہے؛ تو اللہ کی زینت اور اس کا پاک رزق (ہم پر) حرام کرتا ہے؟ پھر وہ لوگ لادینیت میں اللہ کی کتاب کی کچھ آیات تلاوت کریں گے اور اللہ والوں کو ذلیل کریں گے۔

جان لے اے اسامہ! قیامت کے دن اللہ کا سب سے زیادہ قرب اس شخص کو حاصل ہو گا، دنیا میں جس کی بھوک پیاس اور تکلیف سب سے طویل ہو گی، یہ ایسے پوشیدہ نیک لوگ ہیں کہ جب دیکھے جائیں تو کوئی ان کے قریب نہیں پھٹکتا، اور جب نظر نہ آئیں تو کوئی انہیں تلاش نہیں

Marfat.com

الأرض، وتحُفُّ بهم الملائكة. نَعِم الناس وتنعموا هُم بالجوع والعطش، لبسَ الناس ليّن الثياب ولبسُوا هم خشن الثياب، وافترش النّاس ليّن الفرش وافترشوا الجِبَاه والركب، ضحك الناس وبَكوا.

يا أسَامة؛ لا يجمع الله - عز وجَل - عليهم الشدّة فِي الدنيا والآخرة، لهم الجنة، فيا ليتني قد رأيتهم!

يا أُسامة لهم الشرف في الآخرة، و يا ليتني قد رأيتهم.[١]

الأرض بهم رحبة،[٢] والجار[٣] عنهم راضٍ. ضيّع النّاس فعلَ النبيّين وأخلاقَهم وحفظوا، الراغب مَن رغبَ إلى الله في مثل رغبتهم، والخاسر من خالفهم، تبكي الأرض إذا فقدتهم، ويسخط الله - عز وجل - عَلى كلّ بلدة ليس فيها مثلهم.

يا أُسامَة؛ إذا رأيتهم فِي قرية فاعلم أنهم أمَان[٤] لأهْل تلك القرية، لا يعذّب الله - عز وجَل - قوما هم فيهم، اتخِذهم لنفسك عَسى أن تنجو بهِمْ. وإياك أن تَدَعْ ما هم عَليْه فتزلّ قدمك فتهوي في النَار، يحرّمون حَلالا أحلّ لهم، طَلبُوا الفضل في الآخرة، تركوا الطعَام والشراب على قدرة، لم يتكابُوا[٥] عَلَى الدنيا انكباب الكلاب عَلى الجيفة، شُغل النّاس بالدنيا وشَغلوا هم أنفسهم بطَاعة الله - عز وجل -. لبسُوا الخلَق، وأكلوُا الفلَق، تراهم شعثًا غبرًا، يَظن النّاس أنّ بهِم داء ومَا ذاك بهم. ويظن النّاس أنهم قد خولطوا ومَا خولطُوا، ولكن خَالَط القومَ حزن. ويُظن أنّهم ذَهبَتْ

---

[١] ج (في الحاشية بقلم الشيخ الأكبر)، ش: "يا أسامة؛ لهم الشرف... رأيتهم".

[٢] ش، س: رحيبة.

[٣] س: والجبار.

[٤] هو: - أمان.

[٥] س: ينكبّوا.

Marfat.com

کرتا، خطہِ زمین انہیں جانتی ہے اور آسمان والے انہیں پہچانتے ہیں، جبکہ اہل زمین ان سے بے خبر ہیں، اور فرشتے انہیں گھیرے ہوئے ہوتے ہیں۔ لوگ شہوات میں مگن ہوتے ہیں جبکہ یہ بھوک و پیاس میں گم ہوتے ہیں، لوگوں نے نرم لباس پہنا ہوتا ہے جبکہ انہوں نے موٹا کھردرا کپڑا پہنا ہوتا ہے، لوگوں نے نیند کے لیے نرم بستر بچھائے ہوتے ہیں جبکہ انہوں نے اپنی پیشانیاں اور گھٹنے بچھائے ہوتے ہیں، لوگ ہنستے ہیں اور یہ روتے ہیں۔

اے اسامہ! اللہ کبھی بھی ان پر دنیا اور آخرت کی تکلیفیں یکجا نہیں کرے گا، ان کے لیے جنت ہے۔ کاش! تو ان کو دیکھ سکتا! اے اسامہ! آخرت میں ان کا بڑا مقام ہے، کاش تو انہیں دیکھتا! زمین ان سے خوش ہے اور پڑوسی ان سے راضی ہے۔ لوگوں نے انبیا کے افعال اور اخلاق کو چھوڑ دیا جبکہ ان لوگوں نے ان (افعال اور اخلاق) کو زندہ رکھا۔ اللہ کی صحیح چاہ رکھنے والا وہی ہے جس نے اللہ کی اِن جیسی چاہ رکھی، اور خسارے میں ہے وہ! جس نے ان کی مخالفت کی۔ زمین ان کی جدائی پر روتی ہے اور ہر اس بستی میں اللہ اپنا غضب نازل کرتا ہے جس میں ان جیسے لوگ نہ ہوں۔

اے اسامہ! اگر یہ تجھے کسی بستی میں ملیں تو جان لے کہ یہی لوگ اس بستی کے لوگوں کی سلامتی کا ذریعہ ہیں، اللہ کبھی اس بستی کو عذاب نہیں دیتا جس میں یہ موجود ہوں، اپنی (فلاح کی) خاطر اِن کا دامن تھام لے، ہو سکتا ہے کہ تو بھی ان کے وسیلے سے (دوزخ سے) نجات حاصل کرلے۔ (اے اسامہ!) ان کا راستہ کبھی مت چھوڑنا نہیں تو تیرے قدم پھسل جائیں گے اور تو جہنم میں جا گرے گا۔ اگر ان کا کوئی حلال کام بھی اللہ سے دوری کا باعث بنا تو انہوں نے وہ اپنے اوپر حرام کیا، اور صرف اخروی فضل کی تمنا کی، اپنے اختیار سے کھانا پینا چھوڑے رکھا، یہ لوگ کبھی دنیا پر اِس طرح نہیں لپکے جیسے مردہ لاش پر کتے جھپٹتے ہیں۔ عام عوام تو اپنی دنیا میں ہی مگن رہتے ہیں جب کہ یہ اپنے رب کی اطاعت گزاری میں مگن رہے۔ اِنہوں نے پھٹا پرانا پہنا اور روکھا سوکھا کھایا، تُو انہیں غبار آلود پراگندہ سر ہی دیکھتا ہے، لوگ یہ گمان کرتے ہیں کہ انہیں کوئی پیچیدہ بیماری ہے جبکہ ایسی کوئی بات نہیں اور کچھ لوگ سوچتے ہیں کہ ان کا دماغی توازن ٹھیک نہیں، ایسی بھی کوئی بات نہیں، اِنہیں تو دکھ لے بیٹھا ہے۔ گمان کیا جاتا ہے کہ ان کی عقل ٹھکانے

عقُولهُم وَمَا ذهبت عقولهم، ولكن نظروا بقلوبهم إلى أمر ذهب بعقولهم عن الدنيا؛ فهُم عند أهْل الدنيا يمشون بلا عقول. يَا أُسَامَة عَقَلوا حين ذهبت عقول الناس، لهم الشرف في الآخرة».

حدثنا بهذا الحديث أيضا بطوله، المهذب أبو محمد عبد الكريم بن يوسف بن الحسين الموصلي، مِن لفظه وأنا أسمع، قال: حدثنا أبو منصور مسلم بن علي بن محمد بن محمد السمحي[١] الشاهد، في سابع جمادى الآخرة سنة ثلاث وتسعين وخمسمائة، قال: حدثنا ظهير الدين أبو بكر محمد بن القاسم الشهرزوري في محرم سنة ثمان وعشرين وخمسمائة، قال: حدثنا[٢] أبو الغنائم محمد بن علي بن الحسين بن أبي عثمان المقري، حدثنا أبو عمر محمد بن محمد بن علي بن حبيش الناقد، حدثنا أبو بكر أحمد بن كامل بن خلف بن شجرة القاضي، حدثنا أبو محمد الحارث بن محمد بن أبي أسامة، حدثنا بشر بن أبي بشير العتكي، قال أبو محمد، وكان ثقة من العبّاد، قال: أخبرني الوليد بن عبد الواحد الحراني، قال: حدثنا حبان البصري، عن إسحاق بن نوح، عن محمد بن علي، عن سعيد بن زيد بن نفيل، وذكر بمثل حديث البجلي الحنفي.

فانظر - يَا وليي - وصف حبيب الله ورسُوله لأوْلياء الله، وكيف نعتهم. فعلى هَذا الوصف ينبغي أن نعتكف وبهِ نتصف، عسَى ننقلب إلى الله ونحن بهذا النعت منعُوتون، وبهذه الحليَة مُحلّون.[٣] فاجتهد - يَا أخي - في ذلك ولا تتأخَر عنهم، ومُدّني بالدُّعَاء والهمّة، فإنّ الصَاحب المطْلوب اليَوم مَعْدوم جدًّا.

---

[١] هو: السيحي.

[٢] هو: أخبرنا.

[٣] ج، ش: محلين.

Marfat.com

نہیں، اِن کی عقل بر قرار ہے مگر جب انہوں نے اپنے دلوں سے اِس معاملے کا مشاہدہ کیا تو ان کی عقلیں دنیا سے عاری ہو گئی؛ یوں یہ دنیا والوں کے نزدیک دیوانے ہیں۔ اے اسامہ! یہ اس وقت ہوش و حواس میں ہوں گے جب لوگوں کی عقل کے طوطے اڑ جائیں گے، آخرت میں ان کا بڑا مرتبہ ہے۔"

ہمیں اس حدیث کو اپنی طوالت پر انہی الفاظ سے المہذب ابو محمد عبد الکریم بن یوسف بن الحسین الموصلی نے بھی روایت کیا جبکہ میں سن رہا تھا، فرماتے ہیں: ہمیں ابو منصور مسلم بن علی بن محمد بن محمد السمحی الشاہد نے سات جمادی الآخرہ سن ۵۹۳ھ میں بتایا، وہ فرماتے ہیں: ہمیں ظہیر الدین ابو بکر محمد القاسم الشہرزوری نے محرم سن ۵۲۸ھ میں بتایا، ہمیں ابو الغنائم محمد بن علی بن الحسین بن ابی عثمان المقری نے بتایا، ہمیں ابو عمر محمد بن محمد بن علی بن حبیش الناقد نے بتایا، ہمیں ابو بکر احمد بن کامل بن خلف بن شجرہ القاضی نے بتایا، ہمیں ابو محمد الحارث بن محمد بن ابو اسامہ نے بتایا، ہمیں بشر بن ابی بشیر العتکی نے بتایا، ہمیں ابو محمد -جو کہ ثقہ اور عبادت گزار تھے- نے بتایا، مجھے الولید بن عبد الواحد الحرانی نے بتایا، مجھے حبان البصری نے بتایا، انہوں نے اسحاق بن نوح، انہوں نے محمد بن علی، انہوں نے سعید بن زید بن نفیل سے روایت کی اور پھر شیخ البجلی الحنفی کی طرح یہی حدیث روایت کی۔

اے دوست! حبیب اللہ اور رسول اللہ ﷺ کا اولیا اللہ کی خصوصیات بیان کرنا دیکھ کہ آپ ﷺ نے انہیں کیسے متعارف کروایا۔ ہمیں بھی ان سب باتوں پر عمل کرنا چاہیے اور خود کو انہی اوصاف سے متصف کرنا چاہیے، ہو سکتا ہے کہ ہم بھی اللہ کی طرف لوٹ آئیں، انہی خصائص کے حامل ہوں اور اسی زیور سے آراستہ ہوں۔ اے بھائی! اس بارے میں کوشش کر اور ان پیچھے رہنے والوں میں سے مت ہو، میں بھی تیری دعا اور توجہ کا طالب ہوں کیونکہ آج کل ایسا ساتھ نصیب ہونا بھی نصیب کی بات ہے۔

Marfat.com

وَلَمّا رأيت القرين الصَالح معدُومًا، والطبيب المشفق الناصح غير مَوجود: تأسّفت لذلك، ولحظت كلّ إنسان مسرُورًا بما هُو فيه؛ لَا يتنبّه لعيب أخيه فيتنبه ذلك لعيبه؛ فتصاحبا بالنصيحة، وتحصُل لهما المرتبَة الصَحيحَة، فعملنا - فِي عَدم القرين الناصح، وفتنة الإنسان بحَالهِ - أبيَاتًا، وهي:

ذَكَــرْتُ ذَنْبِــي فَأَبْكَــانِي وَحَــيَّرَنِي لَمّــا غَــدَا مِــن جِــوَارِ اللهِ يَطْــرُدُنِي
كَيفَ الخَلَاصُ وَمَا ضَيَّعتُ مِنْ عُمُرِي بِــهِ المُهَــيْمِنُ يَــومَ الحَشْــرِ يَطْلُبُنِــي
يَــا لَيْــتَ أُذْنِيَ لَمْ تَسْــمَعْ حَــدِيْثَ هَــوًى يَــا لَيْــتَ عَيْنِــيَ لَمْ تَنْظُــرْ إِلَى حَسَــنِ
يَــا لَيْــتَ كَفِّــيَ لَمْ تُخْلَــقْ وَلَا قَــدَمِي وَلَا لِسَــانِي، وَلَيْــتَ الْقَلْــبَ لَمْ يَكُــنِ
أَوْ لَيْــتَ إِذْ كَــانَ خَلْقِــي كَــانَ يُسْــعِدُنِي تَوْفِيــقُ رَبِّي فِــي سِــرٍّ وَفِي عَلَــنِ
وَلَا أَهِــيْمُ بِشَــخْصٍ لَــيْسَ يَنْفَعُنِــي يَــومَ النُّشُــورِ إِذَا[1] الــرَّحمنُ يَسْــأَلُنِي
وَلَا نَــدَبْتُ دِيَــارًا كُنْــتُ آلَفُهَــا وَلَا حَنَنْــتُ إِلَى رَبْــعٍ وَلا سَــكَنِ
وَلَا تَغَزَّلْــتُ فِي وَرْقَــاءِ صَــادِحَةٍ عَــلَى الْأَرَاكِ تُغَنِّــي وَهْــيَ تَنْــدُبُنِي
وَلَا شَرِبْــتُ حُمَيَّــا ضَــنَّ حَابِسُــهَا بِهَا عَلَى الشُّرْبِ مِنْ عَهْدِ ابْنِ ذِي يَزَنِ
وَلَا تَمَنَّيْــتُ شَــيْئًا لَسْــتُ مُدْرِكَــهُ وَلَا قَطَعْــتُ بِأَسْــبَابِ الــرَّدَى زَمَنِــي
وَلَا تَكَلَّمْــتُ فِي عِلْــمٍ وَمَعْرِفَــةٍ حَتَّــى دُعِيــتُ لَــهُ بِالْعَــالِمِ الفَطِــنِ
وَظَــلَّ إِبْلِيسِــيَ الْمَلْعُــونُ يَسْــخَرُ بِي وَحُرْقَــةُ الــذَّنْبِ فِي الْأَحْشَــاءِ تُحْرِقُنِــي
كَــمْ ذَا أُقِــيْمَ عَــلَى الْعِصْيَانِ مُكْتَتِمًا وَأَنْــتَ سُــبْحَانَكَ اللَّهُــمَّ تَحْفَظُنِــي
أُمْسِــي وَأُصْــبِحُ فِي شَيْءٍ يُقَرِّبُنِــي إِلَى الشَّــقَاءِ وَمِــنْ سُــعْدِي يُبَعِّــدُنِي[2]

---

[1] ش، س: إذ.

[2] هو: سعد يبعّدني.

جب میں نے اچھے ساتھی کو معدوم، اور شفقت اور نصیحت کرنے والے دوست کو غیر موجود پایا تو افسوس ہی کیا۔ میں دیکھتا ہوں کہ ہر شخص اپنے حال میں گم ہے؛ یہ اپنے بھائی کی خامی دیکھ کر بھی اپنی خامیوں پر مطلع نہیں ہوتا کہ اسی طرح یہ دونوں ایک دوسرے سے نصیحت اور سبق حاصل کریں اور درست مرتبے کا حصول ان پر آسان ہو۔ لہذا اچھے دوست کے نہ ملنے اور انسان کا اپنے حال میں مگن رہنے پر ہم نے یہ اشعار کہے:

"ان کردہ گناہوں کی یاد نے مجھے بہت رلایا اور پشیمان کیا کہ کل یہی مجھے بارگاہ الٰہی سے دھتکارے جانے کا سبب بنیں گے۔ اب میری نجات کیسے ہوگی جبکہ میں تو اپنی ایک عمر گناہوں میں لٹا بیٹھا، اب حشر کے روز وہ مالک میری پوچھ گچھ کرے گا۔ اے کاش! میرے کانوں نے خواہش کی بات نہ سنی ہوتی اور کاش! میری آنکھوں نے حُسن کی طرف نہ دیکھا ہوتا۔ اے کاش! میرے ہاتھ پاؤں اور زبان تخلیق ہی نہ ہوئے ہوتے اور کاش! میرے سینے میں دل ہی نہ ہوتا۔ کاش! ایسا ہوتا کہ میری فطرت ہی مجھے ظاہر اور پوشیدہ اپنے رب کی موافقت میں خوش بخت کرتی۔ اور کاش! میں کسی ایسے شخص سے محبت نہ کرتا جو مجھے قیامت والے دن الرحمٰن کے سوالوں میں نفع نہ پہنچا سکتا۔ نہ میں اپنے پسندیدہ شہر کی جدائی میں روتا اور نہ ہی میں اپنے گلی محلے کو یاد کرتا۔ نہ میں پیڑوں پر گیت گاتی کوئل پر غزلیں کہتا جو درحقیقت میرا ہی ماتم کر رہی تھی۔ اور میں ایسی شراب نہ پیتا جسے ساقی نے ایک زمانے سے اپنے لیے بچا رکھا تھا۔ اور کاش! میں ایسی کوئی تمنا نہ کرتا جو پوری نہ ہو سکتی اور ایک عمر وقتی اسباب کی طلب میں نہ کاٹتا۔ اور کبھی علم اور معرفت کی بات اس لیے نہ کرتا کہ مجھے اس کی وجہ سے زیرک عالم پکارا جائے۔ وہ ملعون ابلیس مجھ پر ہنستا رہا اور گناہ کی جلن میرا سینہ جلاتی رہی۔ میں چھپ چھپ کر کتنے گناہ کرتا رہا اور یا اللہ! تو پھر بھی مجھے بچاتا رہا۔ میرے رات دن انہی چیزوں میں صرف ہوتے رہے جو مجھے بدبختی کے قریب اور خوش بختی سے دور کرتی رہیں۔ میں کتنے ایسے گناہوں سے اُسے للکارتا رہا جو مخلوق کی نظر سے اوجھل تھے لیکن اللہ کی نظر تو مجھے دیکھ رہی ہوتی تھی۔ پھر بھی مجھے اس ذات سے حیا نہ آئی کہ ان گناہوں سے ہی رک جاؤں جو ذات اگر چاہتی تو مجھے ہلاک کر سکتی تھی۔ دکھ تو یہ ہے کہ مجھے اس (غفلت کی) نیند سے کسی دوست نے بھی نہ جگایا کہ کل اللہ کا عذاب ہی تجھے اٹھائے

Marfat.com

كَـمْ ذَا أُبَـــارِزُهُ بِالـــذَّنْبِ مُسْـــتَتِرًا عَـــنِ الْعِبَـــادِ وَعَـــيْنُ اللهِ تَنْظُـــرُنِي
وَلَا حَيَـــاء مِـــنَ الـــرَّحْمنِ يَقْبِضُـــنِي عَـنِ المَعَـاصِي الَّتِـي لَـوْ شَـاءَ أَهْلَكَنِـي
وَلَا خَلِيْـــل مِـــنَ الْإِخْـــوَانِ يُـــوْقِظُنِي مِـــنْ نَوْمَـــةٍ لِعَـــذَابِ اللهِ تَحْمِلُنِـــي
سِـــوَى خَلِيْـــلٍ رَآنِي فِي تَغَرُّبِـــهِ فَحَـلَّ مِنِّـي مَحَـلَّ الـرُّوحِ مِـنْ بَـدَنِي
فَـــلَا أَزَالُ إِذَا يَلْهُـــو أُبَـــصِّرُهُ وَلَا يَـــزَالُ[1] إِذَا أَسْـــهُو يُـــذَكِّرُنِي
فَلَـــيْسَ خِـــلِّيَ إِلَّا مَـــنْ يَـــرَى زَلَـــلِي فَـلَا يَـزَالُ مَـعَ الْأَحْيَـانِ يَنْصَـحُنِي
فَالصَّاحِبُ الْحَقُّ كَالصَّابُونِ يُذْهِبُ مَا فِي الثَّـوْبِ مِـنْ دَنَـسِ الْأَقْـذَارِ وَالـدَّرَنِ
لَمَّـــا سَـــمِعْتُ رَقِيبِـــي وَهُـــوَ يَطْعَنُنِـــي مِـنْ عَـنْ يَمِينِـي وَيَنْهَـانِي وَيَزْجُـرُنِي
يَـــا سَـــيِّدِي - وَرَعَـــاكَ اللهُ - تَـــسْمعُنِي كَـمْ مَـرَّةٍ جِئْـتُ وَالْبَـوَّابُ يَمْنَعُنِـي
وَلَـــيْسَ شَخْصًـــا فَتُؤْذِيـــهِ وَتَضْـــرِبُهُ لَكِنَّـــهُ فِعْلُـــكَ الْمَرْفُـــوعُ فِي الكَفَـــنِ
فَـــانْظُرْ إِلَيْـــهِ وَحَسِّـــنْ خَلْـــقَ صُـــوْرَتِهِ فَهُـوَ الْأَنِيْسُ إِذَا اسْتَوْحَشْتَ فِي الْجَنَنِ
وَهُـوَ الَّـذِي يَـدفَعُ الْخَصْـمَيْنِ عَنْـكَ إِذَا مَـا أَفْتَنَـاكَ وَذَا مِـنْ أَعْظَـمِ الْجُـنَنِ
فَعِنْـــدَمَا سَـــمِعَتْ نَفْـــسِي مَوَاعِظَـــهُ حَنَّـتْ وَقَالَـتْ: تُـرَى الرَّحْمنُ يَقْبَلُنِي؟
فَقُلْـــتُ: يَـــا نَفْـــسِ مَهْـــمَا كُنْـــتِ سَـــاعِيَةً إِلَيْـــهِ؛ هَـــرْوِل بِـــالْآلَاءِ وَالْمِنَنِ

فَيَا وَلِيِّي أَبقَاكَ اللهُ:

لَقَـــدْ كُنْـــتُ أَشْـــهَى أَنْ نَقُـــولَ بِحُرْقَـــةٍ مَقَالَـةَ عَبْـدٍ خَـالَفَ الحَـقَّ فِي الْقَصْـدِ
أَنُـــوحُ عَـــلَى نَـــفْسِي وَأَبكِـــي لِغَفْلَتِـــي وَأَنْـدُبُ قَلْبًـا حَـادَ عَـنْ سَنَنِ الرُّشْـدِ
إِذَا كَـــانَ قُـــرْبِي مِـــنْ إِلهِـــي مُقَارِنًـــا لِقُـرْبِ إِلهِـي مِـنْ فُـؤَادِي فَيَـا بُعْـدِي

---

[1] س: أزال.

گا، سوائے اس دوست کے، جس نے مجھے حالتِ غربت میں دیکھا تو وہ میرے جسم میں میری روح کی جگہ سما گیا۔ پس جب وہ غفلت کرتا تو میں اسے بتاتا اور جب میں غلطی کرتا تو وہ یاد دلاتا۔ میرا حقیقی دوست تو وہی ہے جو مجھے پھسلتا دیکھ کر لمحہ بہ لمحہ مجھے نصیحت کرے۔ سچا ساتھی ایک صابن جیسا ہوتا ہے جو کپڑے سے ہر طرح کی میل کچیل دور کر دیتا ہے۔ جب میں نے اپنے دائیں طرف والے نگران کی جھڑکیاں سنیں جو مجھے کوس رہا تھا اور ڈانٹ رہا تھا: میرے آقا! اللہ تجھے محفوظ رکھے میری بات سن، میں کتنی بار تجھے سمجھانے آیا لیکن تیرے دربان نے مجھے اندر آنے نہ دیا۔ یہ (دربان) کوئی شخص نہیں جسے تو مارتا یا سزا دیتا بلکہ یہ تو تیرا وہ عمل ہے جو کفن میں تیرے ساتھ جائے گا۔ اس کو دیکھ اور اس کی شکل صورت درست کر کیونکہ قبر کی وحشت میں یہی تیرا سہارا ہے، یہی منکر و نکیر کی بلا تجھ سے ٹالے گا جب وہ قبر میں تجھ سے سوال کریں گے اور یہی تیری سب سے بڑی ڈھال ہو گا۔ جب میرے نفس نے اِس کی نصیحتیں سنیں تو اس کی امید بندھی، بولا: کیا تیرے خیال میں الرحمن مجھے قبول کرے گا؟ میں نے کہا: اے نفس! تو جس کام میں بھی لگا ہے، اسے چھوڑ اور اس کی نعمتوں اور احسانوں کی طرف جلدی کر۔

اے دوست! اللہ تیری حفاظت فرمائے۔

میں تو خود یہ چاہتا تھا کہ ہم اس درد کی بھی بات کریں؛ اس بندے کی جس نے جان بوجھ کر حق کی مخالفت کی۔ میں اپنی غفلت پر روتا ہوں اور خود اپنا ماتم کرتا ہوں اور اس دل پر اپنا سر پیٹتا ہوں جو سیدھے رستے پر آنے سے گریز کرتا ہے۔ اگر یہ دیکھا جائے کہ اللہ جتنا میرے دل سے قریب ہے کیا میں بھی اُس سے اتنا ہی قریب ہوں، تو جواب صرف دوری ہی ہے۔ اگر وہ مجھے میرے کرتوتوں کا صلہ دے تو میرا نصیب صرف دھتکار، دوری اور مار ہی ہے لیکن میں پھر بھی ظاہر اور پوشیدہ اسی سے امید لگائے بیٹھا ہوں، اگر یہ امید ہی کچھ فائدہ دے تو کیا ہی بات ہو۔ اگر

Marfat.com

فَـإِنْ هُـوَ جَـازَانِي عَـلَى فَعْلَتِـي فَـمَا ... جَزَائِي سِوَى الْإِقْصَاءِ بِالعُنْفِ وَالطَّرْدِ
وَلَكِنَّنِـــي أَرْجُـــوهُ سِرًّا وَجَهْـــرَةً ... فَإِنْ كَـانَ هَـذَا الـوُدُّ يُجْدِي فَيَا جَدِّي
وَإِنْ كُنْتُ بَـدْرًا أَذْهَـبَ الجَهْـلُ نُـوْرَهُ ... فَعَـــمَّا قَرِيـــبٍ يُـــنْعِمُ اللهَ بِـــالرَّدِ
وَلَمْ يُقْصِـنِي ذَنْبِـي وَلَا سُـوءُ فَعْلَتِـي ... فَإِتْيَـانُ سُـوءِ الـذَّنْبِ أَلْيَـقُ بِالْعَبْـدِ
كَمَا الجُودُ وَالصَّفْحُ الجَمِيْلُ مَعَ الرِضَى ... لَأَلْيَـقُ شَيءٍ فِي الوُجُـوْدِ بِـذِي المَجْـدِ
وَقَـدْ ثَبَـتَ المَجْـدُ الكَـرِيْمَ لِخَـالِقِي ... وَقَـدْ ثَبَـتَ الْإِيْـمَان عِنْدِي فَيَا سَعْدِي

فهَذا يَا وليي مَا أمَر اللهُ – سبحانه – وليَّك وصفيّك أن يخاطبَك به ﴿وَاللهُ لَا يَسْتَحْيِي مِنَ الْحَقِّ﴾ (الأحزاب: ١٥٣) وحق الله أحق.

واعلم أنّ هذه الرسَالة مِن أعظم مِنن الله عَليك، ومن أسنى تُحَفِه إليك، والسلام الطيّب المبارك عَلى النبيّ ورحمة الله وبركاته، والسلام علَيْنا وعلى عِبَاد الله الصَالحين وَعَليك ورحمة الله وبَركاته، والسلام عَلَيْنا. وكذلكم يخصّكم بالسلام الأتم عبْد الله بدر الحبشي وجميع إخواننا.

وَسلامي يتردد على أبنائك وأصحَابك وأوليائك: الشيخ المبَارك، السَعيد بخدمتك، أبو عبد الله ابن المرابط، وَالشيخ الموفق أبو عتيق، والجار الصَالح الحَاج معاف، وأبو محمد الحَافظ، والزكي المجتهد أبو القاسم القابسي، والفقير الصَادق القريح عبْد الجبار، والخديم المبَارك الناصح عبْد العزيز النابلي، ووليّ وصفيّ الذي واخيتَ[1] بيني وبينه أبو عبْد الله القَطان.

وقد نعيْتُ إليكم محمد التائب – رحمه الله – مَات بين مكّة والمدينة، على مرحلة من مكّة بين «مَرِّ وعَسْفَان» زائرًا نبي الله – صَلى الله عَليه وسَلّم – شهيدًا بَين

---

[1] ش: آخيت.

Marfat.com

میں چاند ہوتا تو میری جہالت اس (چاند) کی روشنی بھی چرا لیتی لیکن جلد ہی دوبارہ اللہ تعالی اسے یہ روشنی لوٹا دیتا۔ مجھے میرے گناہوں اور میری بد اعمالیوں نے اُس سے دور نہیں کیا کیونکہ گناہ کا ارتکاب تو بندوں سے ہی ہوتا ہے۔ ویسے ہی جیسے کہ سخاوت، رضا اور گناہوں پر معافی وجود میں اس پاک ذات کے شایان شان ہے۔ بیشک میرے خالق و مالک کے لیے ہی سب بڑائی اور بزرگی ہے اور اس بات پر میرا ایمان ہے اور یہی میری سعادت ہے۔

اے دوست! اللہ نے تیرے دوست اور تیرے یار کو یہی حکم دیا تھا کہ وہ یہ باتیں تیرے گوش گزار کر دے ﴿بیشک اللہ تعالی حق گوئی سے شرم نہیں کرتا﴾ (الاحزاب: ۱۵۳) اور اللہ کا حق تو سب سے بڑھ کر ہے۔

جان لے کہ یہ رسالہ تجھ پر اللہ کا سب سے بڑا احسان اور تیری طرف اس کا سب سے مبارک تحفہ ہے۔ پاک اور مبارک سلام، اللہ تعالی کی رحمتیں اور برکتیں ہوں نبی کریم ﷺ پر، سلام اور اللہ کی رحمتیں اور برکتیں ہوں ہم پر، اللہ کے نیک بندوں پر اور تجھ پر۔ اسی طرح عبداللہ بدر حبشی اور دیگر احباب آپ کو خصوصی سلام کہتے ہیں۔

میرا سلام آپ کی اولاد آپ کے اصحاب اور دوستوں جن میں آپ کی خدمت کا شرف حاصل کرنے والے شیخ ابو عبد اللہ ابن المرابط، صاحب توفیق شیخ ابو عتیق، نیک ساتھی ابو عبد اللہ الحافظ اور الحاج معافی، ذہین اور محنتی ابو القاسم القابسی، فقیری اور سچائی کے علم بردار شیخ عبد الجبار، اور خدمت گزار نصیحت پسند عبد العزیز النابلی، اور میرا بھائی اور دوست ابو عبد اللہ القطان جسے آپ نے میرا بھائی بنایا تھا، سب کے لیے ہے۔

میں آپ کو محمد التائب رحمۃ اللہ علیہ کی وفات کی خبر بھی دیتا ہوں جن کا انتقال مکہ سے مدینہ جاتے وقت بیچ راہ میں ہوا، آپ نبی کریم ﷺ (کے روضہ مبارک) کی زیارت کو جا رہے تھے، آپ حرمین شریفین کے مابین شہید ہوئے تو روز قیامت سلامتی میں اٹھائے جائیں گے۔

Marfat.com

الحرمين، يحشر يوم القيامة آمِنًا.[1]

وكتب إليكم وليُّكم بهذه الرسَالة مِن مكّة - حرسَها الله - في شهر ربيع الأول سنة ستمائة، وطاف بهَا أسبوعًا، وألمَسَها الحجر الأسْوَد والملتزم والمستجار، وأدخلَها البيت وَالمواضع الفاضلة تيمنًا وتبركًا، والحمد لله ربّ العالمين، وصَلّى الله على محمد خاتم النبيّين وعلى آله الطاهرين وجميع عبَاد الله الصَالِحين وسَلّم تسليمًا.[2]

[1] ش (في الحاشية): بلغ النسخ إلى هنا في التاسع من شهر ربيع الأول لسنة خمس وعشرين وسبعمائة، في مدرسة؟ سيواس بدار السيادة.

[2] هنا نهاية النسخة هو، وكتب عندها: سُوّدت الرسالة وتمت في خامس عشر رجب لسنة تسع وتسعين وتسعمائة من هجرة من لا نبي بعده.

Marfat.com

میں آپ کو یہ خط ربیع الاول سن ۶۰۰ ہجری میں مکہ سے بھیج رہا ہوں، اس سے پہلے میں نے اس رسالے کے ساتھ ایک ہفتہ خانہ کعبہ کا طواف کیا ہے، اسے حجر اَسود، المستجار اور بابِ ملتزم سے مس کیا ہے اور اسے پاک گھر اور مقدس مقامات پر برکت کی غرض سے ساتھ رکھا ہے۔ سب تعریف اللہ تعالیٰ رب العالمین کے لیے، اور درود وسلام خاتم النبیین محمد علیہ الصلاۃ والتسلیم کے لیے، آپ کی آل الطاہرین اور عباد اللہ الصالحین کے لیے۔

Marfat.com

(أسرار حروف المعجم)

وخطر لوليّكم - وفقكم الله - أن ينبّه عَلى بعض أسرار حروف المعجم في منظوم، لمّا تكلم على حقائقها في كتاب «المبَادي وَالغاياتِ فيما تتضمّنه حُرُوفَ المُعْجَمِ من العَجَائب وَالآيات» وكذلك[1] تكلم عَليهَا مختصرًا في باب من أبوَاب «الفتوحَات المكيّة» الذي ألّفه بمكّة، فكتبَ إليكم بها فِي هَذه الرسَالة لتقفُوا مِن ذلك على بعض ما فيها.

فمن ذلك: تميز مرتبة الحروف، شعر:

إنَّ الحُـــرُوفَ أَئِمَّـــةُ الأَلْفَـــاظِ   شَهِدَتْ بِذَلِكَ أَلْسُنُ الحُفَّاظِ
دَارَتْ بِهــا الأَفْـلَاكُ[2] فِي مَلَكُوتِـهِ   بَيْنَ النِّيـامِ الخُرْسِ والأَيْقـاظِ
أَلحَظَتْهـا الأَسْـماءَ مِـنْ مَكْنُونِهـا   فَبَـدَتْ تَعِـزُّ لِـذَلِكَ الإِلحَـاظِ
وتَقُولُ لَوْلا فَيْضُ جُودِيَ ما بَدَتْ   عِنْدَ الكَلامِ حَقَائِقُ الأَلْفَاظِ

حرفُ الألف

أَلِـفُ الـذَّاتِ تَنَزَّهْـتَ فَهَـلْ   لَك فِي الأَكْوانِ عَيْنٌ وَمَحَلْ؟
قـالَ: لا، غَـيْرُ الْتِفـاتِي فَأَنـا   حَرْفُ تَأْبِيدٍ تَضَـمَّنْتُ الأَزَلْ
فأَنا العَبْدُ الضَّعِيفُ المُجْتَبَى   عِنْدَ مَا قَدْ عَزَّ سُلْطانِي وَجَلْ

---

[1] ش: وكذا.

[2] ش: الألفاظ.

حروف کے رموز

ابھی ابھی آپ کے دوست کو یہ خیال گزرا ہے کہ وہ اس رسالے میں حروف کے بعض ان رموز کا منظوم ذکر بھی شامل کر دے جن کے حقائق پر ہم نے اپنی کتاب «المبَادي وَالغايَاتِ فيما تتضمّنه حُروفَ المُعْجَمِ من العَجَائب وَالآيات» میں بات کی ہے یا فتوحات مکیہ -جو کہ مکہ میں لکھی گئی ہے- کے چند ابواب میں جن کا مختصراً ذکر آیا ہے تاکہ آپ بھی ان میں موجود چند (حقائق) سے آشنا ہو سکیں۔

حروف کے مراتب کے درمیان کا فرق:

بیشک حروف ہی الفاظ کے امام ہیں اور حفاظ کی زبانیں اس بات کی گواہ ہیں، انہی (حروف) سے اس کی بادشاہت میں سوئے موئے اور جاگتے بولتے کے درمیان افلاک گھومے۔ میں نے ان (حروف) کو ان کی پنہانی میں اسما جانا اور اس مشاہدے سے یہ اور قابل قدر ہوئے۔ یہ کہتے ہیں: اگر ہماری سخاوت کا فیض نہ ہوتا تو کلام کے وقت الفاظ کے حقائق (یعنی معانی) بھی ظاہر نہ ہوتے۔

حرف "ا"

اے ذات کے الف! تو پاک اور بے عیب ہے، کیا موجودات میں تیرا نام و نشان بھی ہے؟ وہ بولا: نہیں، میری طرف نظر نہیں کی جاتی کیونکہ میں حرفِ ابد ہوں لیکن ازل پر محیط ہوں۔ میں تو ایک کمزور سا برگزیدہ بندہ ہوں جب میرے جاہ و جلال کی طاقت دکھائی دے۔

حَرْفُ الهَمزة

هَمْزَةٌ تَقْطَعُ وَقْتًا وَتصِلْ   كُلَّ ما جاوَرَها مِن مُنْفَصِلْ
فَهِيَ الدَّهْرُ عَظِيْمٌ قَدْرُها   جَلَّ أَنْ يَحْضُرَهُ ضَرْبَ المَثَلْ

حرفُ الهَاءِ

هَاءُ الهُوِيَّةِ كَمْ تُشِيرُ لِكُلِّ ذِي   إِنِّيَّةٍ خَفِيَتْ لَهُ فِي الظَّاهِرِ
هَلّا مَحَقْتَ وُجودَ رَسْمِكَ عِنْدَ   مَا تَبْدُو لأَوَّلِهِ عُيُونُ الآخِرِ

حَرْفُ العَين

عَيْنُ العُيُونِ حَقِيْقَةُ الإِيْجَادِ   فَانْظُرْ إِلَيْهِ بِمَنْزِلِ الأَشْهادِ
تُبْصِرُهُ يَنْظُرُ نَحْوَ مُوجِدِ ذَاتِهِ   نَظَرَ السَّقِيمِ مَحاسِنَ العُوّادِ
لَمْ يَلْتَفِتْ أَبَدًا لِغَيْرِ إِلَهِهِ   يَرْجُو وَيَحْذَرُ شِيْمَةَ العُبَّادِ

حَرْفُ الحَاء

حَاءُ الحَوامِيْمِ سِرُّ اللهِ فِي السُّوَرِ   أَخْفَى حَقِيْقَتَهُ عَنْ رُؤْيَةِ البَشَرِ
فَإِنْ تَرَحَّلْتَ عَنْ كَوْنٍ وَعَنْ شَبَحٍ   فَارْحَلْ إِلَى عالَمِ الأَرْواحِ والصُّوَرِ
وانْظُرْ إِلَى حامِلاتِ العَرْشِ قَدْ نَظَرَتْ   إِلَى حَقائِقِها[1] جَاءَتْ عَلَى قَدَرِ
تَجِدْ لِحائِكَ سُلْطانًا وَعِزَّتُهُ   أَنْ لا يُدَانَى وَلَا يَخْشَى مِنَ الغِيَرِ

حَرْفُ الغين

الغَيْنُ مِثْلُ العَيْنِ فِي أَحْوَالِهِ   إِلَّا تَجَلِّيَهِ الأَطَمِّ الأَخْطَرِ

---

[1] ش: حقائق قد.

Marfat.com

حرف "ء"

ہمزہ اپنے ساتھ والے حرف سے کبھی جڑتا ہے اور کبھی نہیں جڑتا، یہی وہ الدہر ہے جس کی شان بہت بلند ہے کہ مثال بھی اس کی مثال دینے سے قاصر ہے۔

حرف "ہ"

اے ہائے ہویت! تو ہر صاحبِ انّیت - جس پر ظاہر میں پردہ ہے - کو کتنا بتاتی ہے کہ جب اس کے اول پر آخر کے عیون ظاہر ہوئے تو تو نے اپنا رسمی وجود کیوں نہ مٹایا۔

حرف "ع"

تمام "عیون" کا "عین" ہی ایجاد کی حقیقت ہے لہذا اس کی طرف منزل شہود سے دیکھ۔ تو دیکھے گا کہ وہ اپنی ذات کے موجد کو یوں دیکھتا ہے جیسے کوئی بیمار اپنے عیادت کرنے والے کی تندرستی کو دیکھتا ہے۔ وہ اپنے معبود کے سوا تو کسی کو آنکھ اٹھا کر بھی نہیں دیکھتا اور عام بندوں کی طرح اسی سے خوف اور امید رکھتا ہے۔

حرف "ح"

"حوامیم" کی "ح" سورتوں میں اللہ تعالی کا راز ہے جس کی حقیقت اُس نے نگاہِ بشر سے پوشیدہ رکھی۔ اگر تو روح اور جسم کی اس قید سے باہر نکلنا چاہتا ہے تو عالم ارواح اور عالم صُوَر (یعنی عالم خیال) کا سفر کر۔ اور ان حاملین عرش کو دیکھ، جنہوں نے یہ جان لیا کہ اِن کے حقائق ایک حساب سے ہیں۔ وہاں تجھے اپنی "ح" کی طاقت کا پتا چلے گا اور اس کی طاقت یہی ہے کہ نہ یہ غیر کے قریب جاتی ہے اور نہ اس سے خوف کھاتی ہے۔

حرف "غ"

غین بھی اپنے احوال میں عین جیسا ہی ہے لیکن اِس کی تجلی بہت تیز اور پُر خطر ہے۔ غین

Marfat.com

فِي الغَيْنِ أَسْرَارُ التَّجَلِّي الأَقْهَرِ فَـاعْرِفْ حَقِيْقَـةَ فَيْضِـهِ وتَسَـتُّرِ
وانْظُـرْ إِلَيْـهِ مِـنْ سِتَارَةِ كَوْنِـهِ حَذَرًا عَلَى الرَّسْمِ الضَّعِيْفِ الأَحْقَرِ

حَرْفُ الخاء المنقوطة

الخَـاءُ مَهْـمَا أَقْبَلَـتْ أَوْ أَدْبَـرَتْ أَعْطَتْكَ مِنْ أَسْرَارِهـا وَتَـأَخَّرَتْ
فَعُلُوُّها يَهْوَى الكِيانَ، وسُفْلُها يَهْوَى المُكَوِّنَ حِكْمَةً قَدْ أُظهِرَتْ
أَبْـدَى حَقِيْقَتَهـا مُخَطِّـطُ ذَاتِهـا فَتَدَنَّسَـتْ وَقْتًـا وَثُـمَّ تَطَهَّـرَتْ
فَاعْجَبْ لَهَا مِنْ جَنَّةٍ قَدْ أُزْلِفَتْ فِي سُـفْلِها وَلَهِيْـبِ نَـارٍ سُـعِّرَتْ

حرف القاف

القَـافُ سِرُّ كَمالِـهِ فِي رَأْسِـهِ وَعُلُومُ أَهْلِ الغَرْبِ مَبْدَأُ قُطْرِهِ
والشَّـرقُ يَثْنِيْـهِ فَيَجْعَلُ غَيْبَهُ فِي شَـطْرِهِ وَشُـهُودَهُ فِي شَـطْرِهِ
فَـانْظُرْ إِلَى تَعْرِيْقِـهِ كَهِلَالِـهِ وانْظُرْ إِلَى شَكْلِ الرُّئَيْسِ كَبَدْرِهِ
عَجَبًا لآخِرِ نَشْأَةٍ هُوَ مَبْدَأٌ لِوُجُـودِ مَبْدَئِـهِ وَمَبْـدَأَ عَصْـرِهِ

حَرْفُ الكَافين

كافُ الرَّجَاءِ يُشَاهِدُ الإِجْلالا مِنْ كافِ خَوْفٍ شَاهَدَ الإِفْضَالا
فَـانْظُرْ إِلَى قَبْضٍ وَبَسْـطٍ فِيْهِمَا يُعْطِيْـكَ ذا صَـدًّا وَذَاكَ وِصَـالا
اللهُ قَـدْ جَـلَّى لِـذَا إِجْلَالَـهُ وَلِـذَاكَ جَـلَّى مِـنْ سَنَاهُ جَمَـالا

Marfat.com

میں قہر ڈھانے والی تجلی کے اسرار ہیں، اس کے فیض کی حقیقت کو سمجھ، اور پردہ رکھ۔ اُس کی ذات کو اِس وجود کے پردے سے دیکھ، اور کمتر کمزور نشانات سے احتیاط برت۔

حرف "خ"

خ چاہے پاس آئے یا دور جائے، یہ تجھے اپنے راز دے کر ہی جائے گی۔ اس کا اوپر والا حصہ موجودات کا طالب ہے جبکہ اس کا نیچے والا حصہ موجد کا طالب ہے، یہ ایسی حکمت ہے جو صاف ظاہر ہے۔ اس کی ذات بنانے والے نے اس کی حقیقت ظاہر کی ہے پس ایک وقت تو یہ ناپاک رہی لیکن پھر پاک ہوئی۔ اس (میں پوشیدہ حکمت) پر تعجب ہے کہ جنت اس کے نچلے حصے سے قریب ہے جبکہ آگ کے شعلے بھی (اس کے اوپر والے حصے میں) بھڑک رہے ہیں۔

حرف "ق"

ق کا رازِ کمال اس کے سر میں ہے جبکہ اہل غرب کے علوم اس کے قُطر کی ابتدا ہیں۔ مشرق اس کی تعریف کرتی ہے، اپنے غیب کو اس کا آدھا حصہ اور اپنے ظاہر کو اس کا باقی آدھا حصہ بناتی ہے۔ اس کے گھیرے کو دیکھو تو گویا ہلال ہے اور اس کے سر کی شکل کو دیکھو تو گویا بدر (یعنی چودھویں کا چاند اور پورا گول) ہے۔ آخری نشأت والے پر حیرت ہے کہ وہ اپنے وجود کی بنیاد کی اصل اور اس کے دور کی بنیاد ہے۔

حرف "ک"

امید کا "کاف" بزرگی کا مشاہدہ کرتا ہے جبکہ خوف کے "کاف" نے فاضل کا مشاہدہ کیا، ان دونوں میں قبض و بسط کو دیکھ، ایک تجھے ملائے گا جبکہ دوسرا اسی سے روکے گا۔ اللہ تعالی نے ایک (یعنی خوف) کے لیے جلال کی تجلی کی لیکن دوسرے (یعنی امید) کے لیے اپنے جمال کا نظارہ رکھا۔

Marfat.com

حَرْفُ الضَّاد المنْقُوطَة

فِي الضَّادِ سِرٌّ لَوْ أَبُوحُ بِذِكْرِهِ ... لَرَأَيْـــتَ سِرَّ اللهِ فِي جَبَرُوتِـــهِ
فَـانْظُرْ إِلَيْـهِ وَاحِـدًا وَكَمَالُـهُ ... مِنْ غَـيْرِهِ فِي حَضْـرَتَي رَحَمُوتِـهِ
وإِمامُهُ النقط الَّذِي بِوُجُودِهِ ... أَسْرَى لـه الرَّحمنُ مِنْ مَلَكُوتِـهِ

حرْفُ الجيم

الجِيْمُ يَرْفَعُ مَنْ يُرِيْدُ وِصَالَهُ ... لِمَشَاهِدِ الأَبْـرَارِ والأَخْيَـارِ
فَهُـوَ العُبَيْـدُ القِـنُّ إلّا أَنَّــهُ ... مُتَحَقِّـقٌ بِحَقِيقَـةِ الإِيْثَـارِ
يَرْنُـــو بِغايَتِـــهِ إِلَى مَعْبُـــودِهِ ... وِبِبُدْئِـهِ يَمْـشِي عَـلَى الآثَـارِ
هُوَ مِنْ ثَلاثِ حَقائِقٍ مَعْلُومَةٍ ... ومِزاجُـهُ بَـرْدٌ ولَفْـحُ النَّـارِ

حرفُ الشين المنقوطة

فِي الشِّـيْنِ سَـبْعَةُ أَسْرَارٍ لِمَـنْ عَقَـلا ... وَكُـلُّ مَـنْ نَالَهَا يَوْمًا فَقَدْ وَصَـلا
تُعْطِيْـكَ ذَاتَـكَ والأَجْسَـامُ سـاكِنَةٌ ... إِذَا الأَمِـيْنُ عَـلَى قَلْـبٍ بِهَـا نَـزَلا
لَوْ عَايَنَ النَّاسُ ما تَحْوِيْهِ مِنْ عَجَبٍ ... رَأَوْا هِلالَ مَحاقِ الشَّهْرِ قَدْ كَمُلا

حَرْفُ اللّام

الـلّامُ لِـلْأَزَلِ السَّـنِيِّ الأَقْـدَسِ ... وَمَقَامِـهِ[1] الأَعْـلَى البَهِـيِّ الأَنْفَسِ
مَهْـما يَقُـمْ تُبْـدِي الْمُكَـوِّنَ ذَاتُـهُ ... والعَـالَمَ الكَـوْنِيَّ مَهْـما يَجْلِـسِ
يُعْطِيْكَ رُوْحًا مِنْ ثَلاثِ حَقائِقٍ ... يَمْشِي وَيَرْفُلُ فِي ثِيابِ[1] السُّنْدِسِ

---

[1] س: ومقامها.

حرف "ض"

ض میں ایساراز ہے کہ اگر میں اسے افشا کر دوں تو تُو اللہ کی رمز اس کے جبروت میں جان جائے۔ اس کی طرف ایک نظر دیکھ تو تو جان جائے گا کہ اس کا کمال اس کی حاضرتِ رحموت میں کسی دوسرے کی وجہ سے ہے۔ اس کا امام وہ نقطہ ہے جس کے وجود سے ہی الرحمن نے اسے رات میں اپنی ملکوت کی سیر کروائی۔

حرف "ج"

نیک اور منتخب لوگوں کے مشاہدے کے مطابق جو جیم کا وصال چاہتا ہے جیم اسے بلند کرتی ہے، یہ تو بہترین غلام ہے لیکن پھر بھی ایثار کی حقیقت سے متحقق ہے۔ یہ اپنے معبود کو آنکھ بھر کر دیکھتی ہے اور شروعات سے ہی علامات پر چلتی ہے۔ یہ تین معلوم حقائق میں سے ہے جبکہ اس کا مزاج ٹھنڈا اور آگ کی طرح جلانے والا ہے۔

حرف "ش"

اگر کوئی غور کرے تو شین میں سات راز ہیں، اور جس نے بھی ان رازوں کو پالیا وہ پہنچ گیا۔ یہ تجھے تیری ذات کا پتا دیتے ہیں جب اجسام ساکن ہوں کیونکہ امانت دار (فرشتہ) انہی رازوں کو لے کر قلب پر اترا۔ اگر لوگ اس کے عجائب کو دیکھتے تو وہ آخری راتوں کے کم ہوتے چاند کو پھر سے پورا دیکھتے۔

حرف "ل"

بیشک لام روشن اور پاک ازل کے لیے ہے، یعنی اس کے اونچے، قیمتی اور عالی مقام کے لیے۔ یہ جب قائم ہوتا ہے تو اِس کی ذات اس کے موجد کا پتا دیتی ہے اور جب بیٹھتا ہے تو عالم کائنات کو ظاہر کرتا ہے۔ یہ تمہیں تین حقائق میں اِن کا خلاصہ دیتا ہے، یعنی ریشمی کپڑوں میں مٹک مٹک کر چلتا ہے۔

Marfat.com

حَرْفُ الرَّاء

رَاءُ المحَبَّـةِ فِي مَقَـامِ وِصَـالِهِ أَبَـدًا بِـدَارِ نَعِيْمِـهِ لَـنْ يُخْـذَلا
وَقْتًا يَقُولُ: أَنا الوَحِيدُ فَلَا أَنَا غَيْرِي، وَوَقْتًا: يَا أَنا لَنْ تُجْهَلا
لَوْ كانَ قَلْبُكَ عِنْدَ رَبِّكَ هَكَذَا كُنْتَ المُقَرَّبَ والحَبِيْبَ الأَكْمَلا

حرف النون

نُـونُ الوُجُـودِ تَـدُلُّ نُقْطَـةُ ذَاتِهـا فِي عَيْنِهَـا[2] عَيْنًـا عَـلَى مَعْبُودِهـا
فَوُجُودُهـا مِـنْ جُـوْدِهِ وَيَمِينِـهِ وَجَمِيْعُ أَكْوانِ العُلَى مِنْ جُوْدِها
فانْظُرْ بِعَيْنِكَ نِصْفَ عَيْنِ وُجُودِها مِنْ جُودِها تَعْثُرْ عَلَى مَفْقُودِها

حرف الطاء اليابسة

فِي الطَّـاءِ خَمْسَـةُ أَسْرَارٍ مُخَبَّـأَةٍ مِنْهَا حَقِيْقَـةُ عَـيْنِ المُلْكِ فِي المَلِكِ
والحَقُّ فِي الخَلْقِ والأَسْرَارُ نَائِيَةٌ[3] والنُّورُ فِي النَّارِ والإِنْسانُ فِي المَلَكِ
فَهَـذِهِ خَمْسَـةٌ مَهْـمَا كَلِفْـتَ بِهـا عَلِمْتَ أَنَّ وُجُودَ الفُلْكَ فِي الفَلَكِ

حرف الدال اليابسة

الدَّالُ مِنْ عَالَمِ الكَوْنِ الذِي انْتَقَلا عَـنِ الكِيـانِ فَـلَا عَـيْنٌ وَلَا أَثَرُ
عَزَّتْ[1] حَقائِقُهُ عَنْ كُلِّ ذِي بَصَـرٍ سُبْحَانَهُ جَلَّ أَنْ يَحْظَى بِهِ بَشَرُ

---

[1] ش، س: الثياب.

[2] ج (في الحاشية بخط آخر): غيبها.

[3] س: بانية.

[1] س: جلت.

حرف "ر"

محبت والی "ر" اپنے آسائش والے گھر میں دائمی وصال کے مزے لوٹتی ہے اور کبھی یہ مقام نہیں چھوڑتی۔ کبھی کہتی ہے: میں اکیلی ہوں اور میرے سوا کوئی نہیں، کبھی کہتی ہے: "اے انا" تجھے سب جانتے ہیں۔ اگر تیرا دل بھی تیرے رب کی یاد میں ایسا لگا ہوتا تو تو بھی مقرب بندہ اور کامل حبیب خدا ہوتا۔

حرف "ن"

وجود کا نون؛ اس کی ذات کا نقطہ اپنے عین میں عین اپنے معبود پر دلالت کرتا ہے۔ اس کا وجود اُس رب کی سخاوت اور برکت سے ہے اور تمام علوی کائنات کا وجود اس کی سخاوت سے ہے۔ اپنی آنکھ سے اس کے آدھے ظاہر وجود پر غور کر، اسی کی سخاوت سے تو اس کا پوشیدہ آدھا حصہ ڈھونڈ پائے گا۔

حرف "ط"

"ط" میں پانچ راز پوشیدہ ہیں: ایک حقیقت بادشاہت کا عین بادشاہ میں ہونا۔ حق کا عین (یعنی وجود) مخلوق میں ہونا۔ اسرار کا فہم سے دور ہونا، نور کا نار میں ہونا اور انسان کا فرشتے میں ہونا ہے۔ ان پانچ رازوں کی تمہیں جو بھی قیمت ادا کرنی پڑے (جب انہیں پالیا) تو تمہیں پتا چلے گا کہ (اس) کشتی کا وجود ایک مدار میں ہے۔

حرف "د"

دال کا تعلق اس عالم وجود سے ہے جو وجود سے ہی عاری ہے، پس نہ تو کوئی علامت ہے اور نہ ہی کوئی نشان۔ اس کے حقائق ہر صاحب نظر سے بالا ہیں، پاک ہے وہ جلال والا کہ کوئی بشر اِسے جان سکے۔ ایک تو اس میں دوام ہے چنانچہ سخاوت حق ہی اس کی منزل ہے، اور دوسرا اس میں مثانی ہے لہذا اس میں آیات اور سورتیں ہیں۔

Marfat.com

فِيْـهِ الـدَّوامُ فَجُـودُ الحَـقِّ مَنْزِلُـهُ فِيْـهِ المَثَانِي فَفِيْـهِ الآيُ والسُّـوَرُ

حرْفُ التاء بالنقطتين

التَّـــاءُ يَظْهَـــرُ أَحْيانًـــا وَيَسْـــتَتِرُ فَحَظُّـهُ مِـنْ وُجُـودِ القَـوْمِ تَلْـوِينُ

تَحْوِي عَلَى الـذَّاتِ والأَوْصافِ حَضْـرَتُهُ وَمـا لَـهُ فِي جنـابِ الفِعْـلِ تَمْكِـينُ

يَبْــدُو فَيُظْهِــرُ مِــنْ أَسْرَارِهِ عَجَبًــا وَمُلْكُـهُ اللَّـوحُ والأَقْـلامُ والنُّـونُ

فِي ذَاتِهِ و"الضُّحَى" والشَّرْحُ" و"التِّيْنُ" "اللَّيْلُ" و"الشَّمْسُ" و"الأَعْلَى" و"طَارِقُهُ"

حَرْفُ الصَّاد اليَابِسَة

فِي الصَّـادِ نُـوْرٌ لِقَلْـبٍ بَـاتَ يَرْقُبُـهُ عِنْدَ المَنَامِ وَسِتْرُ السُّـهْدِ[1] يَحْجُبُـهُ

فَـنَمْ فإِنَّـكَ تَلْقَـى نُـوْرَ سَـجْدَتِهِ يُنِـيْرُ صَـدْرَكَ والأَسْرَارُ تَرْقُبُـهُ

فَذَلِكَ النُّورُ نُوْرُ الشُّكْرِ فَارْتَقِبِ الـ ـمَشْكُورَ فَهْوَ عَلَى العَاداتِ يُعْقِبُهُ

حرف الزاي

فِي الــزَّاي سِرٌّ إذا حَقَّقْــتَ مَعْنَــاهُ كانَتْ حَقائِقُ رُوْحِ الأَمْرِ مَغْنَاهُ

إِذا تَجَــلَّى إِلَى قَلْــبٍ بِحِكْمَتِــهِ عِنْـدَ الفَنَـاءِ عَـنِ التَّنْزِيْـهِ أَغْنَـاهُ

فَلَيْسَ فِي أَحْرُفِ الذَّاتِ النَّزِيْهَةِ مَنْ يُحَقِّـقُ العِلْـمَ أَوْ يَدْرِيْـهِ إِلَّا هُـوْ

حرفُ السّين اليابسة

فِي السِّـيْنِ أَسْرَارُ الوُجُـودِ الأَرْبَـعُ وَلَـهُ التَّحَقُّـقُ والمَقَـامُ الأَرْفَـعُ

مِنْ عَـالَمِ الغَيْـبِ الَّذِي ظَهَـرَتْ بِـهِ آفَـاقُ كَـوْنٍ شَمْسُـهُ تَتَبَرْقَـعُ

---

[1] ش: الشهد.

Marfat.com

حرف "ت"

حرف "ت" کبھی سامنے آتا ہے اور کبھی چھپ جاتا ہے، اس جماعت کے وجود میں اس کا حصہ "تلوین" ہے۔ یہ ذات پر مشتمل ہے جبکہ اوصاف اس کی حاضرت ہیں لیکن مقام فعل میں اس کی کوئی قدرت نہیں۔ جب یہ ظاہر ہوتا ہے تو اپنے رازوں میں سے عجیب راز نمایاں کرتا ہے، اور اس کی بادشاہت لوح و اقلام اور نون میں ہے۔ "اللیل" "الشمس" "الاعلی" "الطارق" "الضحی" "الشرح" "التین" اس کی ذات میں ہیں۔

حرف "ص"

"ص" میں اس قلب کے لیے نور ہے جو خواب میں بھی اسی کا پیچھا کرتا ہے، جبکہ بے خوابی کا پردہ اسے حجاب میں رکھتا ہے۔ سوجا! تو اس کے سجدے کا نور پائے گا جو تیرے سینے کو منور کردے گا جبکہ اسرار اس کی نگرانی کر رہے ہوں گے۔ یہ نور شکر کا نور ہے لہذا جس کا شکر ادا کیا جاتا ہے اس کا انتظار کر، وہ عموما اس کے پیچھے ہی ہوتا ہے۔

حرف "ز"

اگر تو "ز" کے معنی پر غور کرے تو اس میں ایک راز ہے، کیونکہ روح الامر کے حقائق ہی اسے کافی ہیں۔ جب یہ اپنی حکمت سمیت کسی دل پر تنزیہ سے فنا پر ظاہر ہوتا ہے تو اس کے لیے کافی ہوتا ہے۔ ذاتِ منزہ کے حروف میں سے کوئی ایسا نہیں جو اس حرف کی طرح علم کی تحقیق اور سمجھ حاصل کر سکے۔

حرف "س"

"س" میں وجود کے چار راز ہیں، اسی کے لیے تحقیق اور بلند مقام ہے، وہ عالم غیب سے جس سے کائنات کے آفاق ظاہر ہوئے اس کا سورج چھپتا ہے۔

Marfat.com

حَرْف الظاء المنقُوطة

فِي الظَّـاءِ سِـتَّةُ أَسْرَارٍ مُكَتَّمَـةٍ ... خَفِيَّـةٍ مَـا لَهَـا فِي الخَلْـقِ تَعْيِـينُ

إلّا مَجَـازًا إِذا جَـادَتْ بِفاضِـلِها ... يُـرَى لَهَـا فِي ظُهُـورِ العَيْنِ تَحْسِـينُ

يَرْجُو الإِلـهَ وَيَخْشَى عَدْلَهُ وَإِذَا ... ما غـابَ عَـنْ كَوْنِـهِ لَمْ يَبْدُ تَكْوِينُ

حَرْف الذال المنقُوطة[1]

الـذالُ يَنْـزِلُ أَحْيانًـا عَـلَى جَسَـدِي ... كَرْهًا، وَيَنْزِلُ أَحْيَانًا عَلَى خَلَدِي

طَوْعًـا، وَيُعْـدَمُ مِـنْ هَـذَا وَذَاكَ فَـمَا ... يَبْـدُو لَـهُ أَثَـرُ الزُّلْفَـى عَـلَى أَحَـدِ

فَهُـوَ الإِمـامُ الـذِي مـا مِثْلُـهُ أَحَـدٌ ... تَـدْعُوهُ أَسْـمَاؤُهُ بِالوَاحِـدِ الصَّـمَدِ

حرف الثاء بالنقط الثلاثة

الثّـاءَ ذَاتِيَّـةُ الأَوْصـافِ عَالِيَـةٌ فِي ... الوَصْفِ والفِعْلِ والأَقْلامُ تُوجِدُها

فَإِنْ تَجَلَّـتْ بِسِـرِّ الذَّاتِ واحِـدَةً ... يَـوْمَ البِدَايَـةِ صـارَ الخَلْـقُ يَعْبُـدُها

وإِنْ تَجَلَّـتْ بِسِـرِّ الوَصْـفِ ثَانِيَـةً ... يَوْمَ التَّوَسُّطِ صارَ النَّعْتُ يَحْمَدُها

وإِنْ تَجَلَّـتْ بِسِـرِّ الفِعْـلِ ثَالِثَـةً ... يَـوْمَ الثلاثـاءِ صَـارَ الكَـوْنُ يُسْـعِدُها

حرفُ الفَاء[1]

الفَـاءُ مِـنْ عَـالَمِ التَّحْقِيـقِ فَـادَّكِرِ ... وانْظُـرْ إِلَى سِرِّهـا يَـأْتِي عَـلَى قَـدَرِ

لَهَا مَعَ اليَاءِ مَزْجٌ فِي الوُجُودِ فَمَا ... تَنْفَكُّ بِالمَزْجِ عَنْ حَقٍّ وَعَنْ بَشَرِ

فَإِنْ قَطَعْتَ وِصَالَ اليَاءِ دَانَ لَهَا ... مِنْ أَوْجِهِ عَالَمُ الأَرْوَاحِ والصُّوَرِ

---

[1] حرف الذال والأبيات الخاصة به سقطت من ش.

[1] هنا نهاية النسخة ش.

Marfat.com

حرف "ظ"

"ظ" میں چھ ایسے پوشیدہ راز ہیں کہ مخلوق بھی انہیں صرف مجاز سے ہی جانتی ہے، جب یہ حرف اپنا فضل عطا کرتا ہے تو عین کے ظہور میں اس کی دی گئی خوبیاں نمایاں ہوتی ہیں۔ یہ خدا سے امید رکھتا ہے لیکن اس کے عدل سے ڈرتا بھی ہے اور جب یہ اسے اس کی مخلوق سے الگ کرتا ہے تو یہ مخلوق مٹ جاتی ہے۔

حرف "ذ"

"ذ" کبھی کبھار میرے نہ چاہتے ہوئے بھی میرے جسد پر اترتی ہے اور کبھی کبھار میرے چاہتے ہوئے میری روح پر اترتی ہے۔ اس آنے جانے سے وہ معدوم کر دی جاتی ہے پھر اس کی قربت کا کسی کو پتا نہیں چلتا۔ یہ حرف تو ایسا امام ہے کہ اس جیسا کوئی نہیں، اس کے اسما اس کو الواحد اور الصمد پکارتے ہیں۔

حرف "ث"

"ث" ذاتی اوصاف والا حرف ہے جو فعل اور صفات میں بہت بلند ہے، اقلام اسے وجود بخشتے ہیں۔ اگر یہ پہلے دن (یعنی اتوار) کو ذات کے راز کی تجلی کرتا تو مخلوق اسی کی عبادت کرتی۔ اگر یہ دوسرے دن یعنی کہ سوموار کو وصف کے راز کی تجلی کرتا تو خوبی اس کی تعریف کرتی۔ اور اگر یہ تیسرے دن یعنی کہ منگل کو فعل کے راز کی تجلی کرتا تو وجود اس کو خوش بخت کرتا۔

حرف "ف"

"ف" عالم تحقیق میں سے ہے یہ بات ذہن نشین کر لے۔ اس کے راز کو دیکھ وہ ایک اندازے سے آتا ہے۔ اس "ف" کا "ی" کے ساتھ وجود میں ایکا ہے لہذا اس اختلاط کے باعث یہ نہ تو حق سے جدا ہوتا ہے اور نہ بشر سے۔ اگر تو اس سے "ی" کی آمیزش ختم کر دے تو عالم ارواح و اشکال کے رخ سے یہ اس کے قریب ہو جاتا ہے۔

Marfat.com

حرفُ البَاء بالنقطة الواحدة

البَـاءُ لِلعَـارِفِ الشِّـبْلِيِّ مُعْتَـبَرُ وَفِي نُقَيْطَتِهَـا لِلقَلْـبِ مُـدَّكَرُ
سِرُّ العُبُودِيَّـةِ العَلْيَـاءِ مَازَجَهَـا لِذَاكَ نَابَ مَنَابَ الحَقِّ فَاعْتَبروا
أَلَيْسَ يَحْذِفُ مِنْ "بِاسْمِ" حَقِيْقَتَهُ لأَنَّـهُ بَـدَلٌ مِنْـهُ فَـذَا وَزَرُ

حرفُ الميم

المِيْمُ كالنُّونِ إنْ حَقَّقْتَ سِرَّهُمَا فِي غايَةِ الكَوْنِ عَيْنًا والبِدَاياتِ
فالنُّونُ لِلْحَقِّ والمِيْمُ الكَرِيْمَةُ لِي بُـدْءٌ لِبُـدْءٍ وَغَايـاتٌ لِغَايـاتِ
فَـبَرْزَخُ النُّـونِ رُوْحٌ فِي مَعارِفِـهِ وَبَـرْزَخُ المِيْمِ رَبٌّ فِي البَرِيَّـاتِ

حَرْفُ الواو

واوُ إِيَّـاكَ أَقْـدَسُ مِنْ وُجُودِي وأَنْفَسُ
فَهْـوَ رُوْحٌ مُكَمَّـلٌ وَهْـوَ سِرٌّ مُسَـدَّسُ
حَيْثُ مَا لاحَ عَيْنُهُ قِيْـلَ: أَرْضٌ مُقَـدَّسُ
بَيْتُهُ السِّدْرَةُ العَلِيَّةُ فِيْنَـا المُؤَسَّـسُ

حرف لام ألف

تَعَـانَقَ الأَلِـفُ العَـلَّامُ والـلَّامُ مِثْلَ الحَبِيْبَيْنِ فَالأَعْوامُ أَحْلامُ
والْتَفَّتِ السَّاقُ بِالسَّاقِ التِي كشفَتْ فجَاءَنِي مِنْهُمَا فِي اللَّفِّ إِعْلامُ
إِنَّ الفُـؤادَ إِذا مَعْنَـاهُ عَانَقَـهُ بَـدَا لَـهُ فِيْـهِ إِيجادٌ وإِعْـدَامُ

Marfat.com

حرف "ب"

یہ "ب" عارف شبلی رحمۃ اللہ علیہ کے لیے قابل غور حرف ہے، اس کے نقطے میں دل والوں کے لیے ایک راز ہے۔ علوی عبودیت کی رمز اس میں شامل ہوئی اسی لیے تو یہ حق کا نائب بنا، اس بات کو سمجھو! کیا "باسم" میں اس نے اپنی حقیقت کو حذف نہیں کیا کیونکہ یہ "ب" تو "الف" کا ایک بدل ہے اور یہی اس نے بتایا۔

حرف "م"

اگر تو اس کائنات کی ابتدا اور انتہا میں عین سے میم اور نون کی حقیقت کو سمجھے تو دونوں ایک جیسے ہی ہیں۔ نون حق کے لیے ہے اور کرم والی میم میرے لیے ہے ابتدا ابتدا کے لیے اور انتہا انتہا کے لیے۔ نون کا برزخ اس کے معارف میں روح ہے جبکہ میم کا برزخ مخلوقات میں رب ہے۔

حرف "و"

اے واو تو میرے وجود سے پاک اور نفیس ہے۔ یہ ایک کامل روح ہے اور یہ ایک چھ کونہ راز ہے، جب اس کی آنکھ پڑتی ہے تو کہا جاتا ہے: مقدس زمین۔ اس کا گھر سدرۃ عالیہ ہے لیکن ہم میں اس کی بنیاد ہے۔

حرف "لام الف"

علاّم کا الف اور لام جب دو محبت کرنے والوں کی طرح گلے ملے تو سال خواب بن گئے، ایک پنڈلی دوسری پنڈلی سے جا ملی یعنی دو معاملے کھل کر مل گئے تو ان دونوں کی جانب سے خبر مجھ تک پہنچی۔ جب دل کا معنی اسے گلے لگالے تو دل میں ایجاد اور اعدام ظاہر ہو جاتا ہے۔

Marfat.com

حرف التعريف "الْ"

أَلِـفُ الـلَّامِ لِعِرْفـانِ الـذَّوَاتْ وَلإِحْيَـاءِ العِظَـامِ النَّخِـراتْ
تَـنْظُمُ الشَّـمْلَ إِذا مَـا ظَهَـرَتْ بِمُحَيَّاهـا وَمـا تُبْقِـي شَـتَاتْ
وتَفِـي بِالعَهْـدِ صِـدْقًا وَلَهَـا حَالُ تَعْظِيمٍ وُجُودِ الحَضَراتْ

جمع ألف لام ولام ألف

أَلِـفُ الـلَّامِ وَلَامُ الأَلِـفِ نَهْـرُ طَـالُوتَ فَـلَا تَغْـتَرِفِ
واشْرَبِ النَّهْـرَ إِلَى آخِـرِهِ وَعَـنِ النَّهْمَـةِ لا تَنْحَـرِفِ
ولْـتُقِمْ مـا دُمْـتَ رَيَّانًـا فَإِنْ ظَمِئَتْ نَفْسُكَ قُمْ فَانْصَرِفِ
واعْلَـمَ أَنَّ اللهَ قَـدْ أَرْسَـلَهُ نَهْـرَ بَلْـوَى لِفُـؤادِ المُشْـرِفِ
فاصْطَبِرْ بِاللهِ وَاحْذَرْهُ فَقَدْ يُخْـذَلُ العَبْـدُ إِذا لَمْ يَقِـفِ

حَرَكات البناء وَالأعراب

حَرَكَاتُ الحُرُوفِ سِتٌّ وَمِنْهـا أَظْهَـرَ اللهُ مِثْلَهَـا الكَلِـمَاتِ
هِـيَ رَفْـعٌ وَثُـمَّ نَصْبٌ وَخَفْضٌ حَرَكَـاتٌ لِلأَحْـرُفِ المُعْرَبَـاتِ
وَهْـيَ فَـتْحٌ وَثُـمَّ ضَـمٌّ وَكَسْـرٌ حَرَكَـاتٌ لِلأَحْـرُفِ الثَّابِتَـاتِ
هَـذِهِ حَالَـةُ العَـوَالِمِ فَـانْظُرْ فِي حَيَـاةٍ غَرْبِيَّـةٍ فِي مَـوَاتِ

شيء الشيء

لِلْحَـقِّ حَـقٌّ وَلِلإِنْسَـانِ إِنْسَـانُ عِنْـدَ الوُجُـودِ وَلِلقُـرْآنِ قُـرْآنُ
ولِلْعِيَـانِ عِيَـانٌ فِي الشُّـهُودِ كَـمَا عِنْـدَ المُنَاجَـاةِ لِـلآذَانِ آذَانُ

Marfat.com

حرف تعریف "ال"

"ال" کا الف ذوات کی تعریف کے لیے ہے جو فانی اجسام کو دائمی زندگی بخشتا ہے۔ جب یہ ظاہر ہوتا ہے تو اپنے ظہور سے سب کو جمع کرتا ہے اور کسی کو اکیلا نہیں چھوڑتا۔ یہ صداقت سے اپنا وعدہ وفا کرتا ہے اور اس کا ایک حال ہے جس میں حاضرات کے وجود کی تعظیم ہے۔

جمع الف لام اور لام الف

لام کا الف اور الف کا لام دریائے طالوت جیسے ہیں پس چلو نہ بھر بلکہ اس دریا کو پورا پی جا اور اس پینے سے کمی نہیں ہونی چاہیے۔ جب تک تو سیراب ہے وہاں کھڑا رہ لیکن جب تجھے پیاس لگے تو وہاں سے چل پڑ۔ جان لے کہ اللہ تعالیٰ نے اسے روشن دلوں کے لیے آزمائش کی جا بنایا ہے لہذا حکم خدا پر صبر کر اور محتاط رہ کیونکہ بندہ اس وقت رسوا ہو جاتا ہے جب وہ رکتا نہیں۔

بناء اور اعراب کی حرکات

حروف کی حرکات چھ ہیں اور انہی سے اللہ نے ان کی طرح کلمات ظاہر کیے ہیں۔ معرب حروف کے لیے یہ رفع، نصب اور خفض کی حرکات ہیں جبکہ ثابت حروف کے لیے یہ فتح (زبر)، ضم (پیش) اور کسر (زیر) کی حرکات ہیں۔ یہ تو مختلف جہانوں کی حالت ہے، اب ان پوشیدہ عوالم کی حرکات کے بارے میں غور کر جو دیکھنے میں حرکت سے عاری ہیں۔

چیز کی چیز

وجود میں حق کا بھی حق ہے اور انسان کا بھی ہے انسان، اسی طرح قرآن کا بھی ایک قرآن۔ دیکھنے میں آنکھوں کی بھی آنکھیں ہیں ویسے ہی جیسے کہ سننے میں کانوں کے بھی ہیں کان۔ ہمیں جمع کی آنکھ سے دیکھو گے تو ہمارا فرق جان پاؤ گے، اسے تھام لو کیونکہ قرآن ہی ہے فرقان۔

Marfat.com

فانْظُرْ إِلَيْنا بِعَيْنِ الجَمْعِ تَحْظَ بِنا فِي الفَرْقِ فَالْزَمْهُ فَالقُرآنُ فُرْقَانُ

فهذه - وفقك الله - بعْض مَا تحويه الحروف من الأسرَارِ.

والسلام الأتم المبارَك المعاد المردود عليكم وَرحمة الله وبركاته، وصلّى الله على سيدنا محمّد وآله وعترته الطاهرة وأصحابه البررة الزاهرة وسلّم تسليما كثيرا.[١]

انتهي الجزء الخامس وبه انتهي الكتاب.

[١] س: فرغ من تحرير هذه الرسالة في القدس بعون الله وحسن توفيقة في غرة شعبان المعظم المكرم سنة ثلاث وأربعين وسبعمائة.

Marfat.com

اللہ آپ کو توفیق دے، یہ تھے حروف میں پوشیدہ چند اسرار۔

آپ پر بہت بہت اللہ کی طرف سے سلامتی رحمت اور برکات کا نزول ہو، اور بہت بہت درود وسلامتی ہو ہمارے آقا محمد ﷺ پر آپؐ کی آل، پاک اولاد اور نیک اور درخشاں اصحاب پر۔

پانچواں حصہ مکمل ہوا اور اسی کے ساتھ کتاب اختتام پذیر ہوئی۔ [1]

---

[1] ترجمہ مکمل ہوا۔ بوقت ۱۰:۵۰ بجے بروز منگل ۲۶ اگست ۲۰۰۸ بمقام راولپنڈی۔

نظر ثانی مکمل ہوئی بوقت ۳:۰۰ بجے دن بروز بدھ ۶ جولائی ۲۰۱۱ بمقام راولپنڈی۔

نظر ثالث اور پروف مکمل ہوا بوقت رات ۱۱:۰۸ بجے بروز بدھ ۲۸ ستمبر ۲۰۱۱ء بمقام سیکٹر F-11/1، اسلام آباد (کمانڈر (ر) مبشر احمد جاوید)

پروف مکمل ہوا بوقت رات ۱۰:۱۶ بجے بروز اتوار ۱۳ نومبر ۲۰۱۱ء بمقام چکلالہ راولپنڈی۔

آخری پروف مکمل ہوا دن ایک بجے جمعرات، ۱۳ رمضان المبارک ۱۴۳۳ھ بالمطابق ۲ اگست ۲۰۱۲ء۔

اللہ رب العزت اپنی جناب میں قبول و منظور فرمائے اور ہمیں ان ہستیوں کے نقش قدم پر چلائے۔

آمین

Marfat.com

عربی فہرست و ضمیمہ جات

Marfat.com

بسم الله الرحمن الرحيم
السماعات على نسخة جامعة إستنبول (A/97) رمز: ج

السماعات في الصفحة الأولى:

١- قرأه جميعه على منشئه أيوب بن بدر بن منصور المقري القاهري.

٢- سمعه وانتخب منه ما تيسر ...؟ إبراهيم بن الحسين الأربلي، عفا الله عنه.

٣- انتقل هذا الكتاب ... الإنعام من منشئه محيي الملة والدين ... كتبه إلى خادمه وربيب ... محمد بن إسحق بن محمد كاتب هذه ...

٤- قرأ جميع هذه الرسالة على منشئها - رضي الله عنه - بمنزله بملطية من بلاد ... العبد الفقير إسماعيل [بن محمد يوسف]؟ الأنصاري ....

٥- يقول العبد الفقير إلى الله - تعالى - محمد بن علي بن محمد ابن العربي الطائي، منشئ هذا الكتاب، سمعه عليّ غير مرة، بقراءتي وقراءة غيري، العبد الصالح المتبتل المسعود الضياء ... أبو محمد عبد الله بدر الحبشي معتق أبي الغنائم بن أبي الفتوح الحراني، وأذنت له أن يحدث به عني وبجميع تواليفي ورواياتي لمن أدرك حياتي. وكتبت بخط يدي محمد ابن العربي المؤلف، بشاطئ الدجلة بمدينة بغداد، في شهر صفر سنة إحدى وست مائة (٦٠١)، وصلى الله على سيدنا محمد، وسلام على عباده الذين اصطفى.

٦- وقرأ علي أيضا عبد الله الحبشي ... (جديد صححه جهد الطاقة؟)... وكتب بخط يده محمد بن علي ابن العربي بمدينة الموصل، .... وذلك في

Marfat.com

صبيحة؟ الاثنين في العشر الأول من شهر ربيع الآخر سنة إحدى وستمائة، والحمد لله رب العالمين، وصلى الله على سيدنا محمد وعلى آله وسلم تسليما.

٧- ... ونقلها جميعها الأخوان في الله - تعالى - مريدا الشيخ مؤلفها: عبد المنعم بن محمد الأنصاري، وإسماعيل بن سودكين النوري، وكان الفراغ من نسخها مستهل شعبان سنة ثلاث وستمائة بالقاهرة المعزية.

السماعات في الصفحة الثانية:

.... الإسلام وقدوة الشريعة، أبي عبد الله محمد بن علي بن محمد بن العربي

.... سمع بقراءة أبي الحسن علي بن المظفر بن القاسم النشبي: الإمامُ شرف الدين أبو عبد الله الحسين بن إبراهيم بن الحسين الأربلي، والإمام مجيب الدين أبو الفتح نصر الله بن أبي العز بن أبي طالب الشيباني الصفار، وكاتب السماع إبراهيم بن عمر بن عبد العزيز بن أبي الحسن القرشي، وذلك في مجالس آخرها ثامن جمادى الآخرة سنة أربع وثلاثين وستمائة، بمنزل المصنف بدمشق، والحمد لله وصلواته على محمد وآله.

وقف:

وقف هذا الكتاب الشيخ صدر الدين محمد بن إسحق [القونوي] -رضي الله عنه- على الزاوية المبنية عند قبره، وشرط أن لا يخرج منها إلا برهن وثيق. فمن بدله بعد ما سمعه فإنما إثمه على الذين يبدلونه إن الله سميع عليم.

(هذه العبارة وردت بنفس النمط والموقع في أسفار الفتوحات المكية)

Marfat.com

السماعات في الصفحة ١٠٢ ب:

السماع الأول بخط ابن العربي:

يقول منشئ هذه الرسالة محمد بن علي بن محمد ابن العربي الطائي: سمِع عليّ بعضها بقراءتي الفقيه الأبلغ؟ المحدّث الراوية الصالح المتبين ضياء الدين عبد الوهاب بن علي بن علي المعروف بابن سكينة برباطه بمدينة بغداد وذلك في العشر الأول من شهر صفر سنة إحدى وستمائة. وأذنت له سائرها؟ - والجميع بنيه - وتواليفي ورواياتي، وهو من جملة أشياخنا الذين لقيناهم ببلاد المشرق. وكتبت هذا المرقوم بخط يدي بمدينة ملطية في ذي القعدة من سنة تاريخ السماع (٦٠١) والحمد لله رب العالمين وصلى الله على محمد وآله وسلم.

السماع الثاني:

قرأ هذا الكتاب على منشئه شيخنا وسيدنا الإمام العالم العامل الزاهد الورع الكامل، شيخ العارفين وقدوة المحققين، محي الملة والدين، شيخ الإسلام والمسلمين، محيي الدين أبي عبد الله محمد بن علي بن محمد بن أحمد ابن العربي الحاتمي الطائي - رضي الله عنه - العبدُ الفقير إلى الله - تعالى - إسماعيل بن محمد يوسف الأنصاري كاتب هذا السماع، وسمعه بالقراءة المذكورة الأخ العزيز الكبير الفقيه الأجل المحترم شمس الدين محمد بن الأمير الكبير سعد الدين يرنقش المعظمي المعروف بابن قمر الدولة الدمشقي. وكان السماع بملطية بمنزل سيدنا المنشئ والمسمع في مجالس في سنة خمس عشرة وستمائة (٦١٥ هـ)، والحمد لله حق حمده والصلاة على محمد نبيه وعلى آله وسلم تسليما وحسبي الله ونعم الوكيل.

Marfat.com

السماع الثالث:

سمع جميع هذه الرسالة محمد بن إسحاق [صدر الدين القونوي] على شيخه وإمامه منشئ هذا الكتاب - رضي الله عنه - بمحروسة دمشق بمنزله المحروس سنة ثمان وعشرين وستمائة؟ (٦٢٨هـ).

السماع في الصفحة ١٠٣:

بسم الله الرحمن الرحيم والحمد لله وحده.

سمع هذا الكتاب من أوله إلى آخره على مؤلفه الإمام العالم العامل الأطهر الأزهر محي الدين ذروة الإسلام حجة الله على الخلق بالبراهين القاطعة، علّامة الزمان، عمدة الشريعة، أبو عبد الله محمد بن علي بن محمد ابن العربي الطائي الحاتمي الأندلسي بقراءته - رضي الله عنه - الشيوخُ الأجلة من الفقهاء والفقراء المجاورين بالحرم المكي الشريف: الشيخ المتبتل المسعود أبو محمد عبد الله بدر بن عبد الله الحبشي معتق أبي الغنائم بن أبي الفتوح الحراني، والشيخ الموفق أبو عبد الله نور الدين محمد بن محمود الملطي، والشيخ المحدّث الأمين أبو الحسن على بن عبد الله بن عبد الرحمن اللخمي ثم الفرياني، والشيخ الصالح أبو العباس أحمد بن محمد القرطبي، ونبيل بن خزر بن خزرون السبتي، والشيخ المفتي الصوفي أبو الحسن علي البوسي، والفقيه الصالح النحوي الأديب أبو العبّاس أحمد بن عمر بن محمد البغدادي، والشيخ المؤذن بالحرم الشريف أبو عمران موسى بن محمد القباب القرطبي، والشيخ الصَالح فضل بن علي الحضرمي، والشيخ الفقيه العالم أبو الحسن ابن فرحون القرطبي، والشيخ الذكي التائب أبو الوليد إسماعيل بن عمر المؤذن القبيسي، والفقيه الصالح ميمون بن محمد الزيتوني، وحسن بن محمد الميموني، وعطاء الله بن أبي محمد الإسكندراني، وأحمد بن أبي الفرج البزاز المكي، والشيخ

Marfat.com

المسن الصالح أبو محمد عبد الحق بن أبي بكر البجائي،[1] والشيخ الصالح أبو محمد عبد العزيز بن سعيد الغماري، والشيخ الفقيه المقري الصالح أبو الحسن علي بن أبي العباس المري، والشاب المقري تلميذه، أبو الحجاج يوسف بن الشيخ الفقيه أبي بكر الحنفي إمام مقام الحنفية بالمسجد الحرام المكي، وكاتب هذه الأحرف إسحاق بن محمد الرومي. وكان هذا السماع المبارك تجاه الكعبة المعظمة في شهر تأليفه وسنته (٦٠٠).

وأذن محي الدين أبو عبد الله محمد بن علي الحاتمي أن يحدّثوا به عنه بجميع تواليفه ورواياته، ولكل من أدرك حياته. وكتب هذا السماع بشاطئ الدجلة بمدينة بغداد في شهر صفر عام أحد وستمائة (٦٠١ هـ).

توثيق السماع بخط ابن العربي:

صَحَّ ما ذكره الشيخ العالم أبو إبراهيم إسحق بن محمد عن السماع المبارك، وكتب بخط يده العبد الفقير إلى الله - تعالى - محمد بن علي بن محمد ابن العربي، منشئ هذا الكتاب، في تاريخ رسم هذا السماع، حامدا لله ومسلما على عباده الذي اصْطَفَى.

السماعات في الصفحة ١٠٣ ب:

السماع الأول:

بسم الله الرحمن الرحيم صلى الله على سيدنا محمد

سَمع هذا الكتاب من أوله إلى آخره على مؤلفه الإمام السيد السند العالم العامل الأطهر الأزهر محي الدين قدوة الإسلام، حجة الله على الخلق، مرشد أهل الشرع بالبراهين القاطعة، علامة الزمان، عمدة الشريعة، أبو عبد الله محمد بن علي

[1] البجائي نسبة إلى بجاية بالجزائر حاليا.

Marfat.com

بن محمد العربي الطائي الحاتمي الأندلسي بقراءته - رضي الله عنه - الشيوخُ: أبو محمد عبد الله بدر بن عبد الله الحبشي معتق أبي الغنائم ابن أبي الفتوح الحراني، وأبو عبد الله محمد بن محمود الملطي، وجمال الدين محمود بن محمد الرومي القونوي، وميمون بن محمد الزيتوني، وكاتب هذا الرسالة الغراء: إسحاق بن محمد بن يوسف الرومي، وكتب عند فراغ السماع بمضرب محلتنا بظاهر الجديدة بشاطئ الدجلة، عشية الجمعة سادس والعشرون (٢٦) من صفر سنة ستمائة (٦٠٠ هـ) [الصواب ٦٠١ هـ][1] والحمد لله رب العالمين.

توثيق السماع بخط ابن العربي

صح السماع المذكور فوق هذا، وكتب محمد بن علي بن محمد ابن العربي الطائي الحاتمي في تاريخه، والحمد لله رب العالمين، وصلى الله على محمد وآله.

السماع الثاني والثالث:

سَمِع هذا الكتاب من أوله إلى آخره على مؤلفه الإمام العالم العامل الأطهر، محي الدين، قدوة الإسلام، أبو بكر محمد بن علي بن محمد ابن العربي الطائي الحاتمي الأندلسي - ختم الله تعالى له بالحسنى - السادة، منهم: تاج الدين أبو أحمد عبد الرحمن بن عبد المحسن بن عبد الله بن الطوسي الخطيب، وشرف الدين المظفر بن محمد بن سعيد بن المظفر بن القاسم الشهرزوري، ومحي الدين أبو الفضل عبد الكريم بن شرف الدين محمد بن مهاجر، وضياء الدين أبو جعفر محمد بن أبي طاهر بن أبي جرويه؟ ومثبِت الأسماء وهو محمد بن أبي بكر بن علي بن شاي، وذلك في

[1] كل الوثائق التاريخية تؤكد أنّ الشيخ الأكبر قضى عام ٦٠٠هـ في مكة المكرمة، ولم يغادرها إلى المدينة المنورة ثم إلى بغداد إلا أوائل عام ٦٠١هـ، كما أنّ ٢٦ صفر عام ٦٠٠ يقابل يوم الثلاثاء في حين هذا التاريخ يقابل الجمعة - كما جاء - عام ٦٠١. ويؤكد ذلك أن الشيخ الأكبر أتم تأليف هذه الرسالة في مكة المكرمة كما جاء في خاتمتها في شهر ربيع الأول سنة ستمائة.

مجالس متعددة. وكتب في سابع (٧) شهر الله رجب سنة إحدى وستمائة (٦٠١ هـ) وصلى الله على سيدنا محمد النبي الأمي وآله وسلم تسليمًا.

وسَمِع هذا الكتاب أيضا على مؤلفه المذكور المسعود عبد الله بدر الحبشي معتق أبي الغنائم الحراني، ومجد الدين أبو إبراهيم إسحاق بن محمد بن يوسف الرومي، وكمال الدين أبو الحسن علي بن أبي الفتح بن الكناري. وسمع بعضه الشيخ يحيى بن عبد السخي الواسطي، وأخوه لأبويه أحمد، والشيخ زكي الدين أبو العباس أحمد بن مسعود بن شداد المقري، ومهذب الدين أبو محمد عبد الكريم بن يوسف بن الحسين الموصلي، والشيخ أبو بكر بن حسين ابن الترابي الصفار الموصلي، وكتب محمد بن أبي بكر بن علي بن شاي في التاريخ حامدا لله - تعالى - ومصليا على نبيه وآله.

توثيق السماع بخط ابن العربي

صح السماعان المذكوران على ما ذكره الفقيه نجم الدين أبو عبد الله ابن شاي - وفقه الله تعالى - بقراءتي في مجالس. وكتب بخط يد منشئ هذه الرسالة محمد بن علي بن محمد ابن العربي الطائي الحاتمي الأندلسي، بمحروسة ملطية في التاسع والعشرين (٢٩) من رمضان سنة إحدى وستمائة (٦٠١ هـ). وكان السماع بالموصل في تاريخه المذكور. والحمد لله رب العالمين، وصلى الله على محمد وآله. وأذنت لهم ولمن أدرك حياتي أن يحدّث عني بجميع تواليفي ورواياتي، والله ينفعنا بالعلم ويجعلنا من أهله.

السماعات في الصفحة ١٠٤:

السماع الأول:

بسم الله الرحمن الرحيم صلى الله على سيدنا محمد وسلّم

Marfat.com

سمع هذا الكتاب من أوله إلى آخره على مؤلفه الإمام العالم العامل الأطهر الأزهر محي الدين، قدوة الإسلام، حجة الله على الخلق بالبراهين القاطعة، علامة الزمان، عمدة الشريعة، أبي عبد الله محمد بن علي بن محمد ابن العربي الطائي الحاتمي الأندلسي - رضي الله عنه - الشيوخُ الأجلة: الشيخ الفقيه القاضي الخطيب بالخليل - عليه السلام - كمال أبو الحسن علي بن عبد الله بن عبد الرحمن الفاسي، والشيخ الصالح العارف ... الدين أبو العباس أحمد بن إبراهيم بن عبد الله بن مطرف المري، والشيخ الصالح نور الدين أبو الحسن علي بن عبد الرزاق بن علي البوشي، مثبت الأسامي عبد الله بن محمد بن خياط؟ القيسي. وكان السماع بين قبر الخليل إبراهيم ويعقوب - عليهما السلام - بقبة قبر ليقا امرأة يعقوب - عليهما السلام - بمسجد الخليل - عليه السلام - وذلك في شوال سنة اثنتين وستمائة (٦٠٢ هـ). والحمد لله رب العالمين، وصلى الله على محمد خاتم النبيين وعلى أزواجه الطاهرين وسلّم تسليما إلي يوم الدين.

توثيق السماع بخط ابن العربي

جرى الأمر على ما ذكر، وكتب محمد بن علي بن العربي بخط يده في تاريخه، والحمد لله وسلام على ...

السماع الثاني:

سمع هذا الكتاب من أوله إلى آخره على منشئه الشيخ الإمام العالم العامل المحقق، عالِم الزمان سيد الأنام، علامة العالم، لسان الحقائق، سيد الطائفة ورئيسها، محي الدين أبي عبد الله محمد بن علي بن محمد بن العربي الطائي الحاتمي الأندلسي - ختم الله له بالحسنى - الجماعةُ المباركة منهم: الشيخ المسعود الصوفي أبو محمد عبد الله بدر بن عبد الله الحبشي صاحب الشيخ، وَنبيه الدين عبد المنعم بن محمد بن يوسف الأنصاري، وسمع الشيخ العارف أبو العباس أحمد بن أبي بكر ...

Marfat.com

العصاد الحريري، والفقير أبو زيد عبد الرحمن بن محمد بن علي اللواتي، وَأبو عبد الله محمد بن عبد الله بن غانم القيسي القطان، ومحمد بن علي بن إبراهيم الأنصاري، والشيخ أبو زيد عبد الرحمن بن عباد بن عبد الحق التبريزي. وسمع بعضها أيضا قطب الدين سودكين النوري، والزكي أبو العباس يحيى بن ... الجبلي العدل. وذلك جميعه بقراءة إسماعيل بن سودكين النوري، في مجالس آخرها التاسع عشر من شعبان سنة ثلاث وستمائة (٦٠٣ هـ) بمنزل الشيخ بمحروسة مصر، ونقلتُ هذه النسخة المكتوب عليها السماع، والحمد لله وحده، وصلواته على سيدنا محمد وآله.

توثيق السماع بخط ابن العربي

جرى الأمر على ما ذكر، وكتب كاتبها في تاريخه، والحمد لله حق حمده، وصلى الله على محمد وآله.

Marfat.com

فهرس

رسالة روح القدس في مناصحة النفس ٦٢
(**الجزء الأول: أهمية المناصحة**) ٦٤
(وصف أهل الزمان) ٣٤
(صفة أولياء الله) ٧٦
(وصف من التقاهم في المشرق) ٨٢
(حالة أهل السماع والوجد) ٨٤
(أصول الذم لأهل وقتي) ٨٦
(محاسبته نفسَه بعد أن أُمِر بالقعود والنصيحة للخلق) ٩٢
(**الجزء الثاني: مناظرة مع النفس**) ٥١
(عشرة شهود من صحابة الرسول) ١٠٤
(شهادة عمار بن ياسر رضي الله عنه) ١٠٦
(شهادة عبد الله بن مسعود رضي الله عنه) ١٠٨
(شهادة عمر بن الخطاب رضي الله عنه) ١٠٨
(شهادة أبو عبد الله ثوبان رضي الله عنه) ١١٠
(شهادة عثمان بن عَفَّان رضي الله عنه) ١١٢
(شهادة علي بن أبي طالب رضي الله عنه) ١١٤
(شهادة أبو بكر الصديق رضي الله عنه) ١٢٠
(شهادة سلمان الفارسي رضي الله عنه) ١٢٢
(شهادة أبو الدرداء رضي الله عنه) ١٣٤
(شهادة عثمان بن مظعون رضي الله عنه) ١٥٠
(النمط الثاني وهو أخبار أويس القرني رضي الله عنه) ١٦٦
(مقارنة بين أحوال أويس القرني ومنصور الحلاج) ١٧٠

Marfat.com

(أغيثٌ كغيثِ الكفّار؟!) ١٧٦
نكتة بإشاراتهَا من خلف ستاراتها ١٨٤
(مقام الصدّيق الأكبر وعبودية المحضة) ١٨٦
(قيام النبي - صَلى الله عَليْه - بين وزيري جماله وجَلاله) ١٩٠
(انقياد النفس) ١٩٤
(أخبار أويس القرني رضي الله عنه) ١٩٦
(الجزء الثالث: شيوخ الشيخ الأكبر محي الدين ابن العربي) ٢١٦
(الشيخ أبُو جَعْفر العريبي) ٢١٦
(الشيخ أبو يعقوب يوسف بن يخلف الكومي) ٢٢٤
(الشيخ صالح العدوي) ٢٣٢
(الشيخ أبو عَبْد الله محمد الشرفي) ٢٣٦
(الشيخ أبُو يَحيى الصنهاجي) ٢٣٨
(الشيخ أبو الحجاج يُوسف الشبربلي) ٢٤٠
(الشيخ أبو عبد الله محمد بن قسُوم) ٢٤٦
(الشيخ أبو عِمْرَان مُوسى بن عمران الميرتلي) ٢٥٢
(الشيخان أبو عبد الله محمد الخيّاط وَأبو العبّاس أحمد الحرار) ٢٥٨
(الشيخ أبو عَبْد الله بن جمهور محمد) ٢٦٦
(الشيخ أبو عَلي حَسن الشكّاز) ٢٧٠
(الشيخ أبو محمد عبْد الله بن محمد ابن العربي الطائي) ٢٧٤
(الشيخ أبو محمّد عَبْد الله بِن الأستاذ المورُوري) ٢٧٦
(الشيخ أبو محمد عبْد الله البَاغي الشَّكّازُ) ٢٩٤
(الشيخ أبو محمد عبد الله القطان) ٢٩٨
(الشيخ عبد الله بن جعدون الحناوي) ٣٠٢

Marfat.com

(الشيخ أبو عبد الله محمد بن أشرف الرُّندي) ٣٠٦
(الشيخ موسى أبو عمران السَّدَّراتي) ٣١٤
(الشيخ أبو محمد مخلوف القبَائلي) ٣١٨
(الشيخ صَالِح الخرّاز) ٣٢٠
(الشيخ عبد الله الخياط أو القراق) ٣٢٤
(الشيخ أبو العبّاس أحمد بن همام) ٣٢٦
(الشيخ أبو أحمد السّلاوي) ١٦٣
(الشيخ أبو إسحاق إبراهيم بن أحمد بن طريف القيسي الجزيري) ٣٢٨
(الشيخ أبو محمد عبد الله بن إبرَاهيم المالقي) ٣٣٠
(الشيخ أبو يحيى بن أبي بكر الصنهاجي) ٣٣٤
(الشيخ أبو العبَاس ابن تاجة) ٣٣٤
(الشيخ أبو عبد الله بن بسْطَام البَاغي) ٣٣٦
(الشيخ يُوسف بن تعزّا) ٣٣٦
(الشيخ أبو الحَسن القنوني) ٣٣٦
(الشيخ «اللهم صَلّ عَلى محمد») ٣٣٦
(الشيخ أبو إسحاق القرطبي) ٣٣٦
(الشيخ أبو عبْد الله المهدوي) ٣٣٦
(الشيخ علي بن موسى بن النقرات) ٣٣٨
(الشيخ أبو الحُسَين يحيى ابن الصَائغ) ٣٣٨
(الشيخ ابن العاص أبو عبد الله الباجي) ٣٣٨
(الشيخ أبو عبْد الله بن زين اليابري) ٣٣٨
(الشيخ أبو عبْد الله القزاز) ٣٤٠
(الشيخ أبو زكريَا يحيى بن حسَن الحسني) ٣٤٠

(الشيخ عبْد السَلام الأسْود السائح) ٣٤٢
(الشيخ أبو عبد الله القسطيلي) ٣٤٢
(الشيخ أبو العَبّاس أحمد بن منذر) ٣٤٢
(الشيخ مُوسى المعلم) ٣٤٤
(الشيخ أبو العباس الخرّاز) ٣٤٤
(الشيخ الحاج أبو محمد عبْد الله البرّجَاني) ٣٤٤
(الشيخ أبو عبد الله محمد النابلي) ٣٤٦
(الشيخ أبو عَبْد الله بن المرابط) ٣٤٦
(الشيخ ميمُون التونسي أبو وكيل) ٣٤٦
(الشيخ أبو محمّد عبد الله بن خمَيْس الكناني) ٣٤٦
(الأشخاص السَّبعة) ٣٤٨
(الشيخة شمس أمّ الفقراء) ٣٤٨
(الشيخة نُونة فاطمة بنت ابن المثنى) ٣٤٨
(الجزء الرابع: الحقائق والنعم) ٣٥٤
مَسَألة: (تخليق الإنسان باليدين لتصح خلافته) ٣٥٤
(الشيطان يبكي حين يسجد الإنسان) ٣٥٨
(الإنسان خليفة في الأرض) ٣٦٢
(شرف الإنسان في الإبتلاء) ٣٦٤
(الناس ينفقون من الجيب وصاحب الحال ينفق من الغيب) ٣٦٨
(الفقير العارف لا يقلق من أجل الرزق) ٣٧٠
(النظر في أمهات النعم المترادفة) ٣٨٤
(النعمة الأولى: إخراجك من العدم إلى الوجود) ٣٨٤
(التمييز بين عبادة الصوفية وعبادة الفقهاء) ٣٩٢

Marfat.com

(النعمة الثانية: أن أوجدك متغذيا ناميا ولم يجعلك جمادا صلدا) ٣٩٦
(النعمة الثالثة: جعلك حساسا) ٤٠٠
(شيوخ الشيخ الأكبر في أمة الجماد والنبات والحيوان) ٤٠٢
(النعمة الرابعة: جعلك ناطقا) ٤٠٦
(عبادة هذه الأمم وحقيقتها) ٤٠٦
(سرّ الجمعيّة العامة الكبريائية) ٤٠٨
(نعم الاختصاص بالسعداء) ٤١٦
(نعمة التوحيد) ٤١٦
(نعمة الإيمان بالرسول) ٤١٨
(نعمة جعلِك من أمة محمد) ٤٢٢
(نعمة جعلك مؤمنا بجميع الأنبياء) ٤٢٢
(إدخالك في ديوان السنة: فجعلك عالما، طائعا، عارفا ووارثا) ٤٢٤
(الشكر المطلوب على هذه النعم) ٤٢٤
(الجزء الخامس: الوصية) ٤٢٨
(أسرار حروف المعجم) ٤٤٨
حرفُ الألف ٤٤٨
حَرْفُ الهَمزة ٤٥٠
حرفُ الهَاءِ ٤٥٠
حَرْفُ العَين ٤٥٠
حَرْفُ الحَاء ٤٥٠
حَرْفُ الغين ٤٥٠
حَرْفُ الخاء المنقوطة ٤٥٢
حرف القاف ٤٥٢

Marfat.com

حَرْف الكَافين ٤٥٢
حَرْفُ الضَّاد المنْقُوطَة ٤٥٤
حرْفُ الجيم ٤٥٤
حرفُ الشين المنقوطة ٤٥٤
حَرْفُ اللّام ٤٥٤
حَرْفُ الرَاء ٤٥٦
حرف النون ٤٥٦
حرف الطاء اليابسة ٤٥٦
حرف الدال اليابسة ٤٥٦
حرْفُ التاء بالنقطتين ٤٥٨
حَرْفُ الصَّاد اليَابِسَة ٤٥٨
حرف الزاي ٤٥٨
حرفُ السّين اليابسة ٤٥٨
حَرْف الظاء المنقُوطة ٤٦٠
حَرْف الذال المنقُوطة ٤٦٠
حرف الثاء بالنقط الثلاثة ٤٦٠
حرفُ الفَاء ٤٦٠
حرفُ البَاء بالنقطة الواحدة ٤٦٢
حرفُ الميم ٤٦٢
حَرْفُ الواو ٤٦٢
حرف لام ألف ٤٦٢
حرف التعريف "الْ" ٤٦٤
جمع ألف لام ولام ألف ٤٦٤

Marfat.com

حَرَكات البناء وَالأعراب ٤٦٤

شيء الشيء ٤٦٤

بسم الله الرحمن الرحيم السماعات على نسخة جامعة إستنبول (A/97) رمز: ج.. ٤٧١

السماعات في الصفحة الأولى: ٤٧١

السماعات في الصفحة الثانية: ٤٧٢

وقف: ٤٧٢

السماعات في الصفحة ١٠٢ ب: ٤٧٣

السماع الأول بخط ابن العربي: ٤٧٣

السماع الثاني: ٤٧٣

السماع الثالث: ٤٧٤

السماع في الصفحة ١٠٣: ٤٧٤

توثيق السماع بخط ابن العربي: ٤٧٥

السماعات في الصفحة ١٠٣ ب: ٤٧٥

السماع الأول: ٤٧٥

توثيق السماع بخط ابن العربي ٤٧٦

السماع الثاني والثالث: ٤٧٦

توثيق السماع بخط ابن العربي ٤٧٧

السماعات في الصفحة ١٠٤: ٤٧٧

السماع الأول: ٤٧٧

توثيق السماع بخط ابن العربي ٤٧٨

السماع الثاني: ٤٧٨

توثيق السماع بخط ابن العربي ٤٧٩

فهرست ٤٨٠

Marfat.com

اردو حواشی

Marfat.com

حواشی

۱ شیخ اکبر فتوحات مکیہ کے باب نمبر ۶۹ میں فرماتے ہیں: یہ جان لے کہ لغتِ عرب میں "آل الرجل" یعنی کسی شخص کی آل سے مراد اس کے خاص الخاص اور قریبی ساتھی ہی ہوتے ہیں۔ بیشک انبیا کے قریبی اور ان کی آل خداشناس نیک اور صالح مومنین ہی ہیں۔ ہم یہ بھی جانتے ہیں کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی آل میں انبیا اور رسول شامل ہیں۔ اب چونکہ دنیا سے نبوت اور رسالت کا درجہ اٹھا لیا گیا ہے اور آپؐ کی امت میں اب کوئی ایسا نبی اور رسول نہیں ہو سکتا جو شریعت محمدی کو چھوڑ کر کوئی نئی شریعت لانے کا دعوے دار ہو۔ ... اور یہ بات بھی ڈھکی چھپی نہیں کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی آل میں وہی انبیا اور رسول ہیں جو آپ کے بعد مبعوث ہوئے مثلاً: حضرت اسحاق، حضرت یعقوب، حضرت یوسف وغیرہ، یا وہ انبیا اور رسول جو ظاہری شریعتوں میں ان کی نسل سے چلے اور جو اس بات پر گواہ ہیں کہ اللہ کے ہاں ان کے لیے مرتبہ نبوت ہے۔ جب حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی آل جو کہ صالح علما ہی ہیں کو مرتبہ نبوت غیر تشریع - یعنی شریعت محمدی کے تحت تشریع - سے ملانا چاہا تو کہا پڑھو: «اللهم صل علی محمد وعلی آل محمد» اے اللہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم اور آل محمد پر رحمت نازل فرما یعنی ان پر بھی آل والی رحمت نازل فرما «كما صليت على إبراهيم وعلى آل إبراهيم» جیسے تو نے ابراہیم علیہ السلام اور آل ابراہیم پر رحمت اتاری یعنی جیسے تو نے آل ابراہیم کو نبوت بخشی جو کہ حضرت ابراہیم کے شرف میں اضافہ کرتی تھی۔ ان پہلوں کی نبوت تو نئی شرع والی نبوت تھی لیکن اے اللہ اب جیسا تیرا حکم ہے کہ میری (یعنی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی) شریعت کے بعد کوئی نئی شریعت نہیں تو مجھ پر اور میری آل پر ویسے ہی رحمت اُتار کہ میری آل کو بھی اُس مرتبہ نبوت میں شامل کر جس میں کوئی نئی شریعت نہیں۔ پس یہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے کمال میں سے ہی ہے کہ آپ کی آل نے مرتبے میں انبیا کا درجہ پایا اور حضرت ابراہیم پر آپؐ کی فضیلت اس بات سے عیاں ہے کہ آپ کی شریعت بھی باقی رہی۔

Marfat.com

پس آلِ محمد ﷺ یعنی آپ کی امت میں سے مومنین اور علما بھی اللہ کے نزدیک نبوت کے درجے میں ہیں جو آخرت میں ظاہر ہو گا، دنیا میں ان لوگوں کا حصہ صرف شریعت کے تحت اجتہاد کرنا ہی ہے۔ اور انہوں نے دین اور احکام شرع میں یہ اجتہاد بھی اللہ کے مشروع حکم پر ہی کیا۔ اب اگر اہل بیت میں سے بھی کچھ لوگ علم اور اجتہاد کے اِس درجے پر ہوں اور انہیں یہ مرتبہ حاصل ہو جیسا کہ امام حسن، امام حسین، امام جعفر رضی اللہ عنہم یا اہل بیت کے کچھ اور لوگوں کو یہ حاصل ہوا، تو انہیں اہل اور آل دونوں مرتبے حاصل ہوئے۔

یہ خیال مت کرنا کہ آل محمد ﷺ صرف اہل بیت سے ہی مخصوص ہے، عربی زبان کے قواعد سے یہ بات درست نہیں اللہ تعالی فرماتا ہے: ﴿آل فرعون کو (شدید عذاب کی طرف) اندر لے جاؤ﴾ (غافر: ۴۶) اس سے مراد فرعون کے خاص لوگ ہی ہیں کیونکہ اس صفت سے آل کی اضافت صرف دنیا اور آخرت کے کسی بڑے آدمی کی طرف ہی کی جاتی ہے۔ ... (آگے شیخ فرماتے ہیں) یہ ایک بڑی شان اور رتبے والا مسئلہ ہے اور مجھے نہیں لگتا کہ مجھ سے پہلے کسی نے اسے حل کیا ہو اور نہ ہی اس بارے میں وہ کہا جو ہمیں اس خدائی واقعہ سے معلوم پڑا، اور ہو سکتا ہے کسی اور نے بھی ایسا کہا ہو جو ہم تک نہ پہنچا ہو کیونکہ اللہ کی مخلوق میں کچھ ایسے پوشیدہ بندے بھی ہیں جنہیں صرف وہی جانتا ہے۔ (مخطوط: السفر-۸، ص ۴۲ب۔ مطبوع: جلد-۱، ص ۵۴۵)

۲ شیخ اکبر نے یہ حدیث یہاں معناً روایت کی ہے سنن ترمذی میں اصل الفاظ یوں ہیں: قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَحِمَ اللهُ أَبَا بَكْرٍ زَوَّجَنِي ابْنَتَهُ، وَحَمَلَنِي إِلَى دَارِ الْهِجْرَةِ، وَأَعْتَقَ بِلَالًا مِنْ مَالِهِ، رَحِمَ اللهُ عُمَرَ، يَقُولُ الْحَقَّ وَإِنْ كَانَ مُرًّا، تَرَكَهُ الْحَقُّ وَمَا لَهُ صَدِيقٌ، رَحِمَ اللهُ عُثْمَانَ، تَسْتَحْيِيهِ الْمَلَائِكَةُ، رَحِمَ اللهُ عَلِيًّا، اللَّهُمَّ أَدِرِ الْحَقَّ مَعَهُ حَيْثُ دَارَ. آپ ﷺ نے فرمایا: اللہ تعالی ابو بکر پر رحم کرے جنہوں نے اپنی بیٹی میرے نکاح میں دی، سفر ہجرت میں میرا ساتھ دیا اور اپنے مال سے بلال حبشی کو آزاد کروایا۔ اللہ تعالی عمر پر رحم کرے جو حق بات ہی کہتا ہے چاہے وہ کڑوی ہی کیوں نہ ہو، اور اس حق گوئی نے اس کا کوئی دوست نہیں چھوڑا۔ اللہ عثمان پر رحم کرے کہ فرشتے بھی ان سے حیا کرتے ہیں۔ اللہ علی پر رحم کرے، یا اللہ حق کو ان کے ساتھ کر دے کہ جہاں وہ جائیں وہیں حق ہو۔ (سنن ترمذی: ۵۲۷) یہی متن ان کتب حدیث میں بھی

Marfat.com

مذکور ہے: المعجم الاوسط الطبرانی (۲۰۶۸) مسند ابی یعلی الموصلی (۵۲۷) معرفہ الصحابہ لأبی نعیم الأصبہانی (۳۳۷) مسند البزار (۸۰۶)۔

۳ یہ روایت حلیہ الاولیاء میں مذکور ہے، مکمل روایت یوں ہے: عن جابر عن الشعبي قال مر رجل من مراد على أويس القرني فقال: كيف أصبحت؟ قال: أصبحت أحمد الله عز وجل. قال: كيف الزمان عليك؟ قال: كيف الزمان على رجل إن أصبح ظن أنه لا يمسي، وإن أمسى ظن أنه لايصبح، فمبشر بالجنة أو مبشر بالنار، يا أخا مراد، إن الموت وذكره لم يترك لمؤمن فرحا، وإن علمه بحقوق الله لم يترك له في ماله فضة ولا ذهبا، وإن قيامة لله بالحق لم يترك له صديقا.

۴ یہ الفاظ حدیث میں یوں بیان ہوئے ہیں: عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ عَنْ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ الْمُؤْمِنُ مِرْآةُ الْمُؤْمِنِ وَالْمُؤْمِنُ أَخُو الْمُؤْمِنِ يَكُفُّ عَلَيْهِ ضَيْعَتَهُ وَيَحُوطُهُ مِنْ وَرَائِهِ.
(سنن أبي داؤد: ٤٢٧٢)

۵ اس سند اور متن سے یہ حدیث معرفہ الصحابہ لأبی نعیم الأصبہانی (۳۰۴۲) میں مذکور ہے اسی سے ملتا جلتا ایک اور متن حضرت ثوبان کی روایت سے سنن ابن ماجہ (۴۲۴۵) معجم الاوسط طبرانی (۴۷۸۸) میں شامل ہے۔

۶ شیخ اکبر فتوحات مکیہ کے باب نمبر ۱۰۷ میں فرماتے ہیں: اہل طریقت کے نزدیک اموات چار اقسام کی ہیں: ۱- سفید موت؛ جو کہ بھوک ہے۔ ۲- سبز موت؛ جو کہ زہد میں پیوند دار کپڑے پہننا ہے جیسا کہ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کے لباس میں ۱۳ پیوند تھے۔ ۳- سیاہ موت؛ یعنی کہ تکلیف برداشت کرنا ہے۔ ۴- سرخ موت؛ خواہش نفسانی کی مخالفت ہے اور یہ اہل ملامیہ سے مخصوص ہے۔ (مخطوط: السفر-۹، ص ۱۵۲ب۔ مطبوع: جلد-۲، ص ۱۸۷) پیوند دار لباس پہننے کو سبز موت اس لیے کہتے ہیں کہ ایسا لباس پہننے والے کی حالت اس زمین کی سی ہے جس پر انواع واقسام کی جڑی بوٹیاں اور پھول کھلتے ہیں لہذا ان پیوند کے ٹکڑوں کی اس سے مشابہت ہے۔ (مخطوط: السفر-۴، ص ۴۴ب۔ مطبوع: جلد-۱، ص ۵۲۸)

Marfat.com

۷ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا یہ قول معرفہ الصحابہ ابو نعیم الاصبہانی (۵۳۴۸) مصنف عبد الرزاق (۲۰۴۵۰) بغیہ الحارث (۸۹۸) تہذیب الآثار للطبری (۳۴۷) الزہد الکبیر للبیہقی (۲۲۷) الزہد۔ ابو داؤد (۳۱۶) اور دیگر بہت سی کتب میں مذکور ہے۔

۸ یہ حدیث صحیح بخاری (۳۳۴۳) سنن ابو داؤد (۲۲۷۸) مسند احمد (۲۰۱۴۸) سنن الکبری النسائی (۵۸۹۳) اور دیگر بہت سی کتب حدیث میں مذکور ہے۔

۹ رسالہ المبشرات میں شیخ فرماتے ہیں: ایک رات جب میں حرم مکہ میں تھا، خواب میں دیکھتا ہوں کہ قیامت آگئی ہے؛ میں سر جھکائے اپنے رب کے سامنے کھڑا ہوں اور اپنی کوتاہیوں کے باعث اس کے عتاب سے خائف ہوں۔ اتنی دیر میں اللہ عزوجل مجھے فرماتا ہے: اے بندے! خوف نہ کھا، میں تجھ سے صرف یہی چاہتا ہوں کہ تو میرے بندوں کی رہنمائی کرے، لہذا ان کو نصیحت کر۔ اس خواب سے پہلے میں لوگوں کو سیدھا راستہ دکھاتا تھا، لیکن جب میں نے دیکھا کہ شاذ و نادر ہی کوئی اس راستے کی طرف آرہا ہے تو میرا دل ٹوٹ گیا اور اسی رات میں نے یہ فیصلہ کر لیا کہ اب میں صرف اپنی ہی فکر کروں گا اور لوگ جائیں بھاڑ میں۔ لیکن مجھے رات ہی یہ خواب دکھایا گیا چنانچہ صبح میں دوبارہ لوگوں کو سیدھا راستہ دکھانے کے لیے بیٹھ گیا، اور ہر طرح کے لوگوں جن میں فقہا صوفیا فقرا اور عوام سبھی شامل ہیں کو لاحق امراض بتاتا رہا، لیکن یہ سب ہی میرے دشمن اور میری جان کے درپے ہوگئے، مگر پھر اللہ نے اپنی مدد، اپنے فضل اور رحمت سے مجھے ان کے شرور سے محفوظ رکھا۔ (کتاب المبشرات)

اسی خواب اور نصیحت سے متعلق ایک اور جگہ لکھتے ہیں: میں نے رب العزت کو خواب میں دیکھا، میرے کچھ بولنے سے قبل ہی ارشاد ہوا: اے میرے بندے! میرے دیگر بندوں کو نصیحت کر۔ پھر میں بولتا ہوں اور حقائق میں ایسے جامع نصائح کو اکٹھا کرتا ہوں جن کا فائدہ سب کو ہو اور ہر قبول کرنے والا ان میں سے اپنا حصہ لے لے، پھر میں اس کو شائع کر دیتا ہوں لیکن اس پر اپنا نام نہیں لکھتا، اور کہتا ہوں: چونکہ میرا مقصد لوگوں کا بھلا ہے لہذا انہیں ان سے کیا غرض کہ اس کا مولف کون ہے۔ جب وہ کتاب پھیل گئی تو اسے امام غزالی کے نام سے منسوب کیا جانے لگا، اور کچھ لوگ اس کتاب کی وجہ سے امام غزالی کو طعن ملامت کرنے لگے، جب مجھے یہ بات معلوم ہوئی تو میں نے کہا: اب وقت آگیا ہے کہ میں اس پر اپنا نام بھی لکھوں، تاکہ ایک مسلمان شخص کو میری وجہ سے

Marfat.com

بلا وجہ طعن ملامت کا سامنا نہ کرنا پڑے، اس کے بعد میں نے اس پر اپنا نام لکھ دیا چنانچہ لوگوں کے اغراض کے تیروں کا نشانہ میری طرف ہو گیا اور وہ بد گمانیاں کرنے لگے، لیکن میں اس پر صبر کرتا رہا اور حق تعالیٰ کی طرف سے خواب میں حکم دیئے جانے پر انہیں حق کی طرف ہی بلاتا رہا۔ اس کے بعد میں نے دوبارہ خواب میں حق تعالیٰ کو دیکھا، میں نے کہا: الٰہی و سیدی! تو نے مجھے اپنے بندوں کو نصیحت کا کہا اور میں نے ایسا ہی کیا، میرا مقصد یہی تھا کہ ان کا بھلا ہو جائے، لیکن میں نے دیکھا ہے کہ ان میں سے زیادہ تر کا بھلا نہیں بلکہ برا ہی ہو رہا ہے، پھر حق تعالیٰ نے مجھے کہا: ﴿تیری قوم نے اس کو جھٹلایا حالانکہ وہ سراسر حق ہے۔ کہہ دے: میں تم پر نگہبان نہیں، ہر خبر (کے واقع ہونے) کا وقت مقرر ہے اور تم عنقریب جان جاؤ گے﴾ (الانعام: ۶۵-۶۶) لہٰذا مجھے جو حکم دیا گیا میں اس پر پکا ہو گیا اور جان گیا کہ اللہ تعالیٰ جسے چاہے گا اس نصیحت سے فائدہ دے گا اور جسے چاہے گا اس سے محروم رکھے گا، یہ تو ہوا عموم میں۔ اور خصوص میں اللہ تعالیٰ نے ان کے کانوں میں یہ نصیحتیں ڈالیں اور اس سے ان پر معاملہ کھولنا اور ترقی کرنا آسان کیا۔ (کتاب النجاۃ عن حجب الاشتباہ)

۱۰ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کا یہ قول مصنف ابن ابی شیبہ (۳۳) السنن الکبری للبیہقی، الزہد- احمد بن حنبل (۳۱) میں مذکور ہے۔ حضرت ابو ہریرہ سے ہی روایت کردہ اس سے ملتا جلتا متن صحیح بخاری (۴۲۳) میں مذکور ہے۔

۱۱ اس سند اور متن سے یہ حدیث مسند احمد بن حنبل (۲۲۸۲) صحیح ابن حبان (۷۵۴۴) مسند عبد بن حمید (۳۵۴) مسند البزار (۷۴۵۷) الزہد والرقائق- ابن المبارک (۷۶۲) اور بہت سی دیگر کتب حدیث میں مذکور ہے۔

۱۲ حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ کا یہ قول الزہد- امام احمد بن حنبل (۹۹۴) میں مذکور ہے۔

۱۳ حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کا یہ قول المعجم الکبیر طبرانی (۸۴۲۶) تہذیب الآثار طبری (۲۵۵۷) شعب الایمان بیہقی (۹۶۱۷) الزہد ابن داؤد (۱۶۵) الزہد احمد بن حنبل (۸۵۴) الزہد و الرقائق- ابن مبارک (۵۵۵) اور دیگر کتب میں مذکور ہے۔

۱۴ حضرت عمر کے اسلام لانے کا یہ واقعہ مصنف ابن ابی شیبہ (۱۴۷) اور المطالب العالیہ- الحافظ ابن حجر العسقلانی (۴۳۴۳) میں مذکور ہے۔

Marfat.com

۱۵ یہ حدیث حضرت ثوبان رضی اللہ عنہ کی روایت سے سنن ابن ماجہ (۱۸۲۷) مسند احمد (۲۱۳۸۸) المعجم الکبیر طبرانی (۱۴۱۸) تہذیب الآثار طبری (۴۰) شعب الایمان بیہقی (۳۳۶۵) شرح السنہ البغوی اور دیگر بہت سی کتب حدیث میں مذکور ہے۔

۱۶ شرجیل بن مسلم کا یہ قول الزہد امام احمد بن حنبل (۶۹۰) میں مذکور ہے۔

۱۷ حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کا یہ قول امام سیوطی نے جامع الاحادیث مسند امام علی میں ذکر کیا ہے۔ آپ نے یہ حلیہ ابو نعیم سے نقل کیا ہے مکمل قول یوں ہے: عن نوف البكالي قال : رأيت علي بن أبى طالب خرج، فنظر إلى النجوم فقال: يا نوف، أراقد أنت أم رامق؟ قلنا: بل رامق يا أمير المؤمنين، فقال: يا نوف طوبى للزاهدين فى الدنيا الراغبين فى الآخرة، أولئك قوم اتخذوا الأرض بساطا وترابها فراشا وماءها طيبا والقرآن والدعاء دثارا وشعارا، رفضوا الدنيا على منهاج المسيح. يا نوف إن الله أوحى إلى عيسى أن مر بنى إسرائيل أن لا يدخلوا بيتا من بيوتى إلا بقلوب طاهرة وأبصار خاشعة وأيد نقية؛ فإنى لا أستجيب لأحد منهم ولأحد من خلقى عنده مظلمة، يا نوف لا تكن شاعرا ولا عريفا ولا شرطيا ولا جابيا ولا عرافا؛ فإن داود قام فى ساعة من الليل فقال إنها ساعة لا يدعو عبد إلا استجيب له فيها إلا أن يكون عريفا أو شرطيا أو جابيا أو عشارا أو صاحب عرطبة وهى الطنبور أو صاحب كوبة وهو الطبل (أخرجه أبو نعيم فى الحلية)

۱۸ روح القدس کی تالیف اور فتوحات مکیہ کے ۳۶۰ ابواب لکھنے کے بعد شیخ اکبر کو یہ مقام حاصل ہوا، جس کا آپ نے کھل کر اظہار فتوحات مکیہ کے باب نمبر ۳۶۹ میں کیا، فرماتے ہیں: جب ایک سے زیادہ بزرگ ہستیوں نے میرے بارے میں یہ گواہی دی کہ میں صحابہ کرام میں سے حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے قدم مبارک پر ہوں، تب مجھ پر یہ بھید کھلا کہ یہ خالص عبودیت کا مقام ہے، اس عنایت پر تمام تعریف اور شکر اللہ کا ہی ہے۔ اور اللہ تعالی نے مجھ پر یہ بھی انعام کیا کہ جو کوئی مجھے ایک نظر دیکھ لیتا ہے وہ بھی دنیا اور آخرت میں اپنے اندر اس انعام کا ایک حصہ پاتا ہے۔ (مخطوط: السفر-۲۵، ص ۱۳۹۔ مطبوع: جلد-۳، ص ۳۷۲)

۱۹ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کا یہ واقعہ صحیح بخاری (۴۰۹۷) مصنف عبد الرزاق (۹۷۵۵) مستدرک حاکم (۳۱۱۸) اور دلائل النبوۃ للبیہقی (۳۱۵۴) میں مذکور ہے۔

Marfat.com

۲۰ حضرت ابو درداء رضی اللہ عنہ کا یہ قول مصنف ابن ابی شیبہ، مصنف عبد الرزاق (۲۰۴۷۳) ابطال الحیل۔ ابن بطہ، الزہد۔احمد بن حنبل (۷۲۱) میں مذکور ہے۔

۲۱ حضرت جنید بغدادی رحمۃ اللہ علیہ کا یہ قول رسالہ القشیریہ میں مذکور ہے۔

۲۲ فتوحات مکیہ کے باب نمبر ۱۸۳ جو کہ ترک سماع کے بارے میں ہے اس کے آغاز میں فرماتے ہیں کہ اکابرین جس سماع کو ترک کرنے کے قائل ہیں وہ یہ گانا بجانا ہی ہے، ہمارے آقا ابو سعود بن شبلی البغدادی سے جب پوچھا گیا: آپ کی سماع کے بارے میں کیا رائے ہے؟ تو آپ نے فرمایا: یہ مرید پر حرام ہے اور شیخ کو اس کی ضرورت نہیں۔ پوچھا گیا پھر یہ کن لوگوں کے لیے ہے: فرمایا درمیانے درجے کے اصحاب القلوب کے لیے۔ حدیث میں ہے کہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے ایک عورت آئی اور کہنے لگی میں نے آپ کے سامنے دف بجانے کی منت مانی ہے تو آپ نے کہا: اگر تو نے واقع ہی منت مانی ہے تو ٹھیک ہے، ورنہ مت بجاؤ۔ اگرچہ یہ مباح ہے لیکن اکابرین اس سے اجتناب ہی کرتے ہیں۔ حضرت ابو یزید بسطامی تو اسے مکروہ گردانتے تھے، اور کبھی آپ نے سماع کی اجازت نہیں دی۔ جب ابن جریج سے سماع کے بارے میں پوچھا گیا تو آپ نے کہا: ہائے افسوس! کاش اس میں میرا حساب برابر ہی ہو جائے، نہ کمی ہو نہ زیادتی۔ جہاں تک اس بارے میں میری بات ہے تو کوئی بھی صاحب تمکین اس کی طلب میں نہیں ہوتا لیکن اگر وہ کسی جگہ جائے اور وہاں محفل سماع ہو تو صرف اسی وجہ سے وہاں سے اٹھ کر بھی نہیں آتا، میرے نزدیک یہ مطلقاً مباح ہے کیونکہ اس کا حرام ہونا کسی حدیث سے ثابت نہیں۔ لیکن اگر کوئی شخص صرف سماع میں ہی اپنے آپ کو خدا سے قریب محسوس کرے تو اس پر سماع چھوڑ دینا واجب ہے، کیونکہ یہ بھی ایک پوشیدہ مکر الٰہی ہے۔ پھر اگر وہ سماع میں بھی اور ویسے بھی ہر حال میں اپنے دل کو اُس ذات کے حضور متوجہ پائے لیکن سماع کے یہ نغمات اِس حضوری میں اضافہ کریں تو ایسے شخص پر سماع سننا حرام ہے۔ نغمات سے میری مراد وہ نغمہ نہیں جو صرف شعر میں ہی سنا جائے بلکہ نغمہ اور لحن تو قرآن پاک کی تلاوت میں بھی موجود ہے، پس اگر کوئی کسی خاص قاری کی آواز سے اپنے دل میں وجد محسوس کرے لیکن کسی دوسرے قاری کی آواز سے یہ وجد محسوس نہ کرے تو اسے نہ ایسے وجد پر بھروسا کرنا چاہیے اور نہ ہی اس وجد سے حاصل رقت پر، کیونکہ اس وجد میں پوشیدہ ایک خامی ہے اور یہ رقت طبعی ہے۔

(مخطوط: السفر-۱۶، ص ۵۵ ب۔ مطبوع: جلد-۲، ص ۳۶۸)

Marfat.com

۲۳ شیخ اکبر فتوحات مکیہ میں اس آیت سے یوں دلیل پکڑتے ہیں کہ اسی آیت سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ مشاہدہ اور کلام کبھی اکٹھے نہیں ہو سکتے، مشاہدے میں حواس باقی نہیں رہتے جبکہ کلام سمجھنے اور اس کو یاد رکھنے کے لیے ہوش و حواس کا قائم رہنا لازم ہے چنانچہ کلام ہمیشہ حجاب سے ہوتا ہے۔ (مخطوط: السفر-۹، ص ۳۳ب۔ مطبوع: جلد-۱، ص ۶۱۰) فتوحات مکیہ کے باب نمبر ۳۵۰ میں فرماتے ہیں یہاں پر ہمیں یہ بھی سمجھ آتا ہے کہ اللہ تعالی کسی کے لیے مشاہدے کی حالت میں مشاہدے اور کلام کو اکٹھا نہیں کرتا، ان دونوں کے اکٹھا ہونے کا کوئی امکان نہیں سوائے جب تجلی الٰہی مثالی صورت میں ہو، صرف اسی صورت میں مشاہدے اور کلام کو اکٹھا کیا جاتا ہے اور ہم اس تجلی کا انکار نہیں کرتے۔... اسی لیے تو اللہ تعالی فرماتا ہے: ﴿کسی بشر کے لیے یہ روا نہیں کہ اللہ اس سے کلام کرے مگر وحی سے یا پردے کے پیچھے سے یا پھر رسول بھیج کر﴾ (الشوری: ۵۱) کوئی بشر بھی حکم بشریت سے باہر نہیں نکل سکتا، جیسا کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کا سوال کرنا تھا۔ یہ حجاب تو بعینہ وہی شکل ہے جس سے وہ پکارتا ہے، بشر کبھی اپنی بشریت سے جدا نہیں ہوتا چاہے اُسے اپنی بشریت کے شہود سے فنا ہی کیوں نہ حاصل ہو جائے کیونکہ اس (مشہود فنا میں بھی اس) کے وجود کا عین باقی رہتا ہے اور حد اس کے ساتھ ہوتی ہے۔ اس بیان سے میرا مقصد یہ ہے کہ جب (اس آیت کی تشریح میں میں نے اپنے شیخ کو یہ کہتے سنا کہ) یہ تو بشر کا نصیب ہے، لیکن اگر انسان اپنی بشریت سے نکل جائے تو اس کا معاملہ الگ ہو گا۔ میں نے اپنے شیخ پر واضح کیا کہ معاملہ ویسا نہیں جیسا وہ سمجھے ہیں، جب انہیں ہماری بات پوری طرح سمجھ آئی تو انہوں نے اپنے پہلے قول سے رجوع کیا اور کہنے لگے: میں تو اس معاملے کو ویسے ہی دیکھتا تھا جیسا میں نے کہا، اس بات کا تو مجھے اندازہ تک نہ تھا۔ انہوں نے اس آیت کی شرح تو کی مگر غلطی کھائی، یعنی اس بارے میں اس معاملے کے ذوق سے بات نہ کی، اور یہی غلطی کھانے کے وجہ بنی۔ (مخطوط: السفر-۲۳، ص ۱۰۳ا۔ مطبوع: جلد-۳، ص ۲۱۳) فتوحات مکیہ کے باب نمبر ۲۷۷ میں فرماتے ہیں: اس مذکورہ بالا آیت کی تشریح میں نے اپنے شیخ عبد العزیز بن ابو بکر المہدوی رحمۃ اللہ علیہ سے تیونس میں ان کے گھر کچھ یوں سنی: "جب تک انسان اپنی بشریت میں رہتا ہے اس وقت تک کلام حجاب کے پیچھے سے ہوتا ہے لیکن جب انسان بشریت سے نکل جاتا ہے تو حجاب بھی اٹھ جاتا ہے۔" آپ نے اپنی اس بات میں کچھ ٹھیک کہا اور کچھ غلط کہا؛ آپ نے یہ تو ٹھیک کہا کہ کلام حجاب کے پیچھے سے ہوتا ہے، بیشک اس مقام پر آپ نے

Marfat.com

مشاہدے اور کلام کو یکجا نہیں کیا، لیکن جہاں آپ نے غلطی کھائی وہ آپ کا یہ کہنا تھا کہ "حجاب اٹھ جاتا ہے" اور اسے مقید نہ کیا، حالانکہ یوں کہنا چاہیے تھا کہ "اس کی بشریت کا حجاب اٹھ جاتا ہے" اس میں کوئی شک نہیں کہ اس بشریت کے حجاب کے نیچے اور بہت سے حجابات ہیں۔ لہذا اس بندے کی بشریت کا حجاب اٹھ جاتا ہے اور اللہ تعالی اس سے کسی اور حجاب کے پیچھے سے کلام کرتا ہے۔ (مخطوط: السفر-۱۹، ص ۶۴ ب۔ مطبوع: جلد-۲، ص ۲۰۱)

۲۴ حضرت ابو درداء رضی اللہ عنہ کا یہ قول مصنف ابن ابی شیبہ، الزہد-احمد بن حنبل (۷۵۱) مجمع الزوائد عن طبرانی اور حلیہ اولیاء میں مذکور ہے۔ مکمل قول یوں ہے: حدثنا الأعمش عن خيثمة قال: قال أبو الدرداء: كنت تاجرا قبل أن يبعث النبي - صلى الله عليه وسلم -، فلما بعث النبي - صلى الله عليه وسلم - أردت أن أجمع بين التجارة والعبادة فلم يستقم لي، فتركت التجارة وأقبلت على العبادة.

۲۵ یہ حدیث معرفہ الصحابہ-ابو نعیم اصبہانی (۴۳۸۹) اور حلیہ الاولیاء میں مذکور ہے۔

۲۶ یہ حدیث سنن ترمذی (۲۴۰۰) مسند ابی یعلی الموصلی (۴۷۹) الزہد-احمد بن حنبل (۱۱۰۳) الزہد-ہناد بن السری (۷۵۲) میں مذکور ہے۔

۲۷ آپ رضی اللہ عنہ کا یہ قول احیاء علوم الدین، رسالہ قشریہ، حلیہ الاولیاء اور قوت القلوب میں درج ہے۔

۲۸ یہ حدیث مستدرک حاکم (۶۶۵۳) اور المعجم الکبیر طبرانی (۸۴۱) میں مذکور ہے۔

۲۹ یہ حدیث صحیح بخاری (۴۵۳۲) مسند احمد (۱۱۹۶۷) دلائل النبوۃ للبیہقی (۲۹۱) مستخرج ابو عوانہ (۳۷۰۹) صحیح ابن حبان (۶۴۶۸) اور دیگر بہت سی کتب حدیث میں مذکور ہے۔

۳۰ حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ کا یہ قول بغیہ الحارث (۱۱۱۸) مسند الطیالسی (۶۸۵) مسند ابن الجعد (۱۰۵) میں درج ہے۔

۳۱ یہ خبر کتاب حلیہ الاولیاء میں اویس القرنی رضی اللہ عنہ کے باب میں مذکور ہے۔

۳۲ یہ حدیث سنن الکبریٰ البیہقی، مراسیل ابو داؤد (۸۶) احیاء علوم الدین اور حلیہ الاولیاء میں مذکور ہے۔

۳۳ شیخ اکبرؒ نے یہ حدیث یہاں معناً روایت کی ہے متعدد کتب حدیث میں اصل الفاظ یوں ہیں:
عَنْ جَابِرٍ قَالَ أَعْتَقَ رَجُلٌ مِنْ بَنِي عُذْرَةَ عَبْدًا لَهُ عَنْ دُبُرٍ فَبَلَغَ ذَلِكَ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ

Marfat.com

عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ أَلَكَ مَالٌ غَيْرُهُ قَالَ لَا فَقَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ يَشْتَرِيهِ مِنِّي فَاشْتَرَاهُ نُعَيْمُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ الْعَدَوِيُّ بِثَمَانِ مِائَةِ دِرْهَمٍ فَجَاءَ بِهَا رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَدَفَعَهَا إِلَيْهِ ثُمَّ قَالَ ابْدَأْ بِنَفْسِكَ فَتَصَدَّقْ عَلَيْهَا فَإِنْ فَضَلَ شَيْءٌ فَلِأَهْلِكَ فَإِنْ فَضَلَ شَيْءٌ عَنْ أَهْلِكَ فَلِذِي قَرَابَتِكَ فَإِنْ فَضَلَ عَنْ ذِي قَرَابَتِكَ شَيْءٌ فَهَكَذَا وَهَكَذَا يَقُولُ بَيْنَ يَدَيْكَ وَعَنْ يَمِينِكَ وَعَنْ شِمَالِكَ. یہ حدیث صحیح مسلم (۱۶۶۳) سنن نسائی (۲۴۹۹) سنن الکبری البیہقی، مستخرج ابی عوانہ (۴۶۸۹) صحیح ابن حبان (۵۰۲۴) مسند الشافعی (۱۴۲۰) اور دیگر کتب حدیث میں مذکور ہے۔

۳۴ فتوحات مکیہ کے باب نمبر ۹۵ میں ایثار کی معرفت بیان کرتے ہوئے آپ لکھتے ہیں کہ ایثار حق تعالی کی صفت نہیں، سوائے ایک بہت دور مقام پر جس کے ذکر میں بھی بے ادبی کا پہلو ہے، بلکہ حق تعالی کے ایثار کی کوئی حقیقت نہیں لہذا اسے چھوڑ دینا چاہیے۔ اور جن لوگوں نے حق تعالی کے ایثار کی بات کی ہے تو ان میں زیادہ تر جاہل اور اہل شطح صوفی ہیں۔ ہم ایثار کو اس طرح بیان کرسکتے ہیں کہ یہ کسی ایک محتاج کی چیز کسی دوسرے محتاج کو دینا ہے، یعنی ضرورت کے ہوتے ہوئے چیز کسی دوسرے کو دینا ہی ایثار ہے۔ (مخطوط: السفر-۱۳، ص ۱۳۵ ب۔ مطبوع: جلد-۲، ص ۱۷۹)

فتوحات مکیہ کے باب نمبر ۵۵۹ جو کہ مختلف منازل کے اسرار اور حقائق پر مبنی ہے اس میں باب نمبر ۲۴۳ کے اسرار بیان کرتے ہوئے شیخ فرماتے ہیں: کرم کی دلیل عطا اور عدل کی برہان ضرورت سے زائد کا دینا ہے؛ اصحاب توجہ کے نزدیک یہ زیادہ بہتر ہے۔ اللہ تعالی نے بھی فضل (یعنی ضرورت سے زائد ہی دیا) جس کے بارے میں وہ کہتا ہے: ﴿اور اللہ کا فضل تلاش کرو﴾ (الجمعہ: ۱۰) انہی علامات کی بنا پر وہ ایثار سے بری ہے۔ چنانچہ اللہ کی ہر عطا فضل ہے جو کہ عطا کا سب سے بلند درجہ ہے، جس نے کسی دوسرے کو خود پر ترجیح دی تو اگر وہ نجات بھی پا گیا تب بھی وہ نقصان اٹھانے والوں میں سے ہو گیا؛ کیونکہ اس نے اس پہلی التجا (یعنی اپنے نفس کی التجا) کو زیادہ اہمیت نہ دی۔ اگر وہ مومن تھا تو اسے یہ بھی معلوم ہونا چاہیے تھا کہ اس نے اپنا نفس تو اللہ کو بیچ دیا، اب یہ تو اس کا ہو گیا جس نے اسے خریدا۔ بیشک اللہ کا حق مخلوق کے حق سے پہلے ہے؛ لیکن اس دعوے نے اسے اس مصیبت میں گرفتار کروایا اور وہ ایثار کرنے والا کہلایا۔ پڑوسی اپنی قربت کے باعث زیادہ حق دار ہے، جبکہ صدقہ اس کے رشتہ داروں میں زیادہ اجر دیتا ہے۔ (مخطوط: السفر-۳۴، ص ۱۳۱، مطبوع: جلد-۴، ص ۳۷۸) اسی قاعدے کو زیر نظر رکھتے ہوئے شیخ اکبر فتوحات مکیہ کے باب نمبر ۷۲ میں

Marfat.com

فرماتے ہیں: علمائے رسوم کا اس بارے میں اختلاف ہے کہ جو شخص کسی دوسرے کے لیے حج کرے تو آیا اسے پہلے اپنا حج کرنا چاہیے یا نہیں؟ کچھ کا کہنا ہے کہ کسی دوسرے کے لیے حج کرنے کی شرائط میں یہ شرط نہیں کہ پہلے وہ اپنا خود کا حج کرے لیکن اگر اس نے اپنا یہ فریضہ ادا کر دیا تو یہ بہتر ہے، لیکن دوسرے کچھ علما کی رائے میں اسے پہلے اپنا فریضہ ادا کرنا چاہیے اور پھر کسی دوسرے کے لیے حج کرنا چاہیے، اس مسئلے میں میرا بھی یہی قول ہے۔ شیخ فرماتے ہیں اس کی وجہ یہ ہے کہ جن لوگوں کے ہاں طریقت میں ایثار درست ہے وہ کسی دوسرے کو پہلے فائدہ پہنچانا بہتر سمجھتے ہیں، لیکن جو یہ رائے رکھتے ہیں کہ اس پر پہلے اپنے نفس کا حق ادا کرنا واجب ہے وہ اس دوسرے قول کے قائل ہیں۔ یہ دوسرا قول ہی حقیقت ہے اور اسی پر عمل کرنا چاہیے۔

۳۵ یہ حدیث موطا امام مالک (۴۰۴) صحیح بخاری (۹۶۱) سنن نسائی (۱۴۸۷) سنن الکبری البیہقی، مستخرج ابی عوانہ (۲۰۰۴) صحیح ابن حبان (۲۹۱۹) مسند الشافعی (۳۲۶) اور دیگر بہت سی کتبِ حدیث میں مذکور ہے۔

۳۶ یہ حدیث موطا امام مالک (۱۴۵۸) صحیح مسلم (۳۷۹۹) مسند احمد (۱۹۸۴۰) المعجم الکبیر طبرانی (۱۵۹۱۴) مستخرج ابی عوانہ (۶۷۲۳) مسند ابی یعلی الموصلی (۱۷) اور دیگر بہت سی کتب میں مذکور ہے۔

۳۷ یہ حدیث کہ "جنت ناپسندیدہ چیزوں میں گھری ہے اور دوزخ شہوات میں گھری ہے" صحیح مسلم (۵۰۴۹) سنن ترمذی (۲۴۸۲) مسند احمد (۷۲۱۶) سنن دارمی (۲۸۹۹) مسند ابی یعلی الموصلی (۳۱۸۷) صحیح ابن حبان (۷۱۷) اور دیگر بہت سی کتب حدیث میں مذکور ہے۔

۳۸ آپ رضی اللہ عنہ کو حاصل یہ راز مقام قربت اور عبودیت خالص کا راز تھا جس کے بارے میں شیخ اکبر کتاب القربۃ میں فرماتے ہیں: یہ جان لے کہ اہل طریقت میں بہت سے لوگوں کا۔ جن میں ابو حامد الغزالی اور دیگر شامل ہیں۔ یہ خیال ہے کہ رسالت اور صدیقیت کے مابین کوئی مقام نہیں اور جو کوئی صدیقین کی گردن پھلانگنے کی کوشش کرتا ہے وہ مقام نبوت میں جانے کی کوشش کرتا ہے جبکہ نبوت کا دروازہ بند ہے لہذا کوئی صدیقیت کے مقام سے بڑھ کر مقام حاصل نہیں کر سکتا، اب ہماری غایت یہی ہے کہ ہم اس مقام صدیقیت میں ہی ان کا مقابلہ کریں۔ ہم صدیقیت کے مقام سے

حضرت ابو بکر صدیق، حضرت عمر بن خطاب یا کسی دوسرے کو مخصوص نہیں کرتے بلکہ حضرت ابو بکر کے اوصاف میں ایک وصف صدیق ہونا بھی تھا لیکن مقام صدیقیت میں اور لوگ بھی آپ کے ساتھ شریک ہیں کیونکہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: ﴿یہی لوگ تو صدیق ہیں﴾ (الحدید: ۱۹) لیکن حضرت ابو بکر صدیق کو فضیلت اللہ کے عطا کردہ اُس راز کی وجہ سے ہے جو آپ کے دل میں قرار پکڑ گیا اور جس کی گواہی خود سرور عالم حضرت محمد ﷺ نے بھی دی۔ پس ہماری رائے میں صدیقیت اور رسالت کے درمیان ایک اور مقام ہے جسے مقام قربت کہتے ہیں۔ ہاں البتہ ہم اس بات کے قائل ہیں کہ حضور اکرم ﷺ اور حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے درمیان کوئی تیسرا شخص نہیں، اس میں مقام صدیقیت کی بات نہیں ہے کیونکہ حضرت ابو بکر تمام اولیا کے سردار ہیں۔ (کتاب القربۃ)

۳۹ فتوحات کے دوسرے باب میں آپ لکھتے ہیں کہ حضور اکرم ﷺ اور حضرت ابو بکر کی تخلیق ایک مٹی سے ہی ہوئی، پس محمد ﷺ آگے تھے اور ابو بکر صدیق پیچھے۔ (مطبوع: جلد-۱، ص ۸۴)

۴۰ فتوحات مکیہ کے باب نمبر ۳۶۷ میں شیخ فرماتے ہیں شب معراج جب آپؐ اُس مقام پر پہنچے جہاں سے آگے جبریل علیہ السلام کے پَر بھی جلتے تھے تو آپؐ کو رفرف میں ایک دوسرے فرشتے کے ساتھ بٹھا کر اوپر لے جایا گیا یہاں پر آپؐ نے اقلام کی آوزیں سنیں جو اللہ کے حکم سے امُور تقدیر لکھ رہے تھے۔ یہاں سے آگے آپؐ نے نور الانوار (یعنی کہ تیز روشنی) کو دیکھا، اس شدید نور اور تنہائی میں آپؐ کو کچھ سمجھ نہ آرہا تھا کہ کیا کریں، ادھر صریف الاقلام (قلم چلنے کی آوازیں) اور اس سے پیدا شدہ موسیقی آپؐ کو مدہوش کیے جارہی تھی، پھر آپؐ پر وجد طاری ہوا اور اس وجد اور حال میں اللہ تعالیٰ نے آپ کو وہ علم دیا جو آپؐ پہلے نہ جانتے تھے۔ اس کے بعد جب آپ ﷺ نے دیدار کی حاضری کی اجازت چاہی تو حضرت ابو بکر کی آواز سنی اور وہ کہہ رہے تھے: اے محمد! ٹھہریے، آپؐ کا رب درود پڑھ رہا ہے۔ آپؐ نے دل میں سوچا: میرا رب بھی درود و سلام پڑھتا ہے؟ ابھی آوازِ ابو بکر صدیق کی مانوسیت میں آپؐ یہ گمان کر ہی رہے تھے کہ آواز آئی: ﴿وہ ذات اور فرشتے تم پر رحمت نازل کرتے ہیں﴾ (الاحزاب: ۴۳) (مخطوط: السفر-۲۵، ص ۴۷ ب۔ مطبوع: جلد-۳، ص ۳۴۲)

۴۱ یہ حدیث ابانہ الکبری-ابن بطہ (۱۴) المعجم الکبیر طبرانی (۵۳۹۹) میں مذکور ہے۔

Marfat.com

۴۲ یہ حدیث حلیہ الاولیاء میں حضرت اویس قرنی رضی اللہ عنہ کے باب میں مذکور ہے۔

۴۳ یہ حدیث اور یہ واقعہ بھی حلیہ الاولیاء میں مذکور ہے۔ اسی طرح حضرت اویس قرنی رضی اللہ عنہ کے آگے بھی نقل ہونے والے تمام واقعات حلیہ الاولیاء میں موجود ہیں۔

۴۴ یہ حدیث صحیح بخاری (۲۳۸۹) صحیح مسلم (۱۷۸۶) سنن ابی داؤد (۱۴۱۱) سنن النسائی (۲۵۶۷) مسند احمد (۴۵۶۴) صحیح ابن حبان (۵۲۰۶) مسند الطیالسی (۱۴۶۶) اور دیگر بہت سی کتب حدیث میں مذکور ہے۔

۴۵ شیخ اکبر فتوحات مکیہ کے باب نمبر ۶۷ میں فرماتے ہیں: جب میں شیخ ابو العباس العریبی کے ہاں آیا۔ جو کہ اہل عُلیا میں سے تھے۔ تو آپ اسم "اللہ" کے ذکر پر فریفتہ تھے اور اس اسم پر کچھ اضافہ نہ فرماتے۔ (ایک دن) میں نے آپ سے پوچھ ہی لیا: سرکار! آپ "لا الہ الا اللہ" پورا کیوں نہیں پڑھتے؟ مجھے کہنے لگے: بیٹا! میری یہ سانسیں اللہ کے ہاتھ ہیں میرے اپنے ہاتھ نہیں، میں ڈرتا ہوں کہ ابھی میں "لا" یا "لا الہ" ہی کہوں اور اللہ میری روح قبض کر لے اور میں نفی کی وحشت میں مارا جاؤں۔ (فتوحات مکیہ: مخطوط السفر-۵، ص ۲۶ ب۔ مطبوع جلد-۱، ص ۳۲۹)

۴۶ شیخ اکبر نے فتوحات مکیہ کے باب نمبر ۲۲۰ اور ۲۲۱ میں فنا اور بقا کے بارے میں بات کی ہے، مزید تفصیل کے لیے ان ابواب کا مطالعہ کیا جائے۔

۴۷ شیخ اکبر فتوحات مکیہ کے باب نمبر ۷۱ میں فرماتے ہیں: راہ طریقت میں صرف شیخ یوسف الکومی نے مجھے ریاضت کروائی، میں نے اس ریاضت میں آپ سے فائدہ اٹھایا اور آپ نے اپنے مواجید میں مجھ سے نفع حاصل کیا، یوں آپ میرے استاد بھی تھے اور شاگرد بھی اور میں بھی آپ کے لیے ایسا ہی تھا، لوگ اس بات سے حیران ہوتے تھے لیکن کوئی اس کا اصل سبب نہیں جانتا تھا۔ یہ سن ۵۸۶ ہجری کی بات ہے، معاملہ کچھ یوں تھا کہ مجھ پر ریاضت کرنے سے پہلے ہی معاملہ کھل چکا تھا جو کہ پُر خطر مقام ہے لہذا اللہ تعالی نے آپ کے ہاتھوں مجھے ریاضت کی دولت سے سرفراز کیا۔ (مخطوط: السفر-۹، ص ۴۸ ب۔ مطبوع: جلد-۱، ص ۶۱۶)

۴۸ شیخ اکبر کے نزدیک ملامی ہونا تصوف اور حقیقت کا سب سے بلند درجہ ہے اس کی تفصیل آپ نے فتوحات مکیہ کے باب نمبر ۳۰۹ میں بیان فرمائی ہے، اردو میں پڑھنے کے لیے ہماری کتاب "روحانی اسفار اور ان کے ثمرات" کا مطالعہ کیجیے، صفحہ نمبر ۲۶۔

Marfat.com

۴۹ فتوحات مکیہ کے باب نمبر ۶۹ میں آپ اس مسئلے کے بارے میں فرماتے ہیں: میرے نزدیک نمازی کے سامنے سے گزرنے والا گناہگار ہے، اور نمازی کو یہ حکم ہے کہ وہ اپنے سامنے سے گزرنے والے کے درمیان کوئی چیز رکھے اور جس قدر ہو سکے اُسے سامنے گزرنے سے روکے، اگر نمازی نے ایسا نہ کیا اور نہ اسے روکا تو وہ بھی گناہگار ہے، لیکن دونوں صورتوں میں نماز ٹھیک ہے۔ وہ حد جس میں اسے روکنے کا حکم ہے وہ زمین پر اس کے سجدہ کرنے کی جگہ ہی ہے۔ اگر کوئی شخص اس کے اور اس کی سجدہ گاہ کے درمیان آ جائے تو ایسی صورت میں نمازی کو اسے ہٹانے بلکہ اس سے لڑنے کا بھی حکم ہے، لیکن اگر کوئی اس کی جائے سجدہ سے دور ہو تو نمازی کے لیے ایسا کوئی حکم نہیں۔ سامنے سے گزرنے والے کو گناہ عربوں کے نزدیک لفظ ''بین یدیہ'' کی حقیقت کے مطابق ہو گا، چونکہ شارع نے اس لفظ کے بارے میں کوئی واضح بات نہیں کہی۔

اس بارے میں غور طلب بات یہ ہے کہ حق تعالی بندے کا قبلہ ہے، پس جو کوئی اللہ تعالی اور اس کے بندے کے درمیان اپنے نفس سے نہ کہ اپنے رب سے آتا ہے تو اس کا وبال اسی کی طرف لوٹتا ہے۔ اور نمازی جو اللہ مناجات کر رہا ہے اسے چاہیے کہ وہ ایسے شخص کی توجہ اس کے نفس سے ہٹائے؛ کیونکہ اسے اللہ، اس کے رسول اور عام مسلمانوں بلکہ تمام لوگوں کو نصیحت کرنے کا حکم دیا گیا ہے۔ اگر کسی جگہ اس پر نصیحت واجب ہوئی لیکن اُس نے نصیحت نہ کی تو وہ بھی گناہگار ہے۔ (مخطوط: السفر-۷، ص ۴۳ب۔ مطبوع: جلد-۱، ص ۴۷۶)

۵۰ عربی لفظ ''وصال'' کا مطلب ایک روزے کو دوسرے روزے سے بغیر کچھ کھائے پیئے ملانا ہوتا ہے۔ شیخ اکبر فتوحات مکیہ کے باب نمبر ۷۱ میں فرماتے ہیں: حدیث میں آیا ہے: ''تم میں سے جو کوئی مسلسل روزہ رکھنا چاہتا ہو تو اسے چاہیے کہ سحری تک ہی رکھے۔'' شیخ فرماتے ہیں اس حدیث میں سحری کرنے کی رغبت دلائی گئی ہے۔ مزید فرماتے ہیں کہ وصال سے اس کے حرام ہونے کی وجہ سے منع نہیں کیا گیا بلکہ اصل بات یہ ہے کہ اس میں بھی نبی کریم ﷺ کا عام لوگوں پر شفقت اور رحمت کا پہلو نمایاں ہے کہ کہیں ان کو دین میں حرج اور تکلیف نہ ہو۔ اگر یہ عمل حرام ہوتا تو آپ ﷺ خود بھی ایسا نہ کرتے۔ امام مسلم حضرت انس بن مالک سے روایت کرتے ہیں: حضور اکرم ﷺ نے ماہ رمضان کے آخری دنوں میں روزے ملائے تو لوگوں نے بھی ایسا کیا، جب آپؐ کو یہ بات پتا چلی تو آپؐ نے فرمایا: اگر اس ہم پر یہ مہینہ بڑھا دیا جاتا تب بھی ہم ایسا ہی وصل کرتے

کہ بڑے بڑے مبالغہ کرنے والے عاجز آ جاتے۔ پس جو وصال کی قدرت رکھتا ہے تو اسے چاہیے کہ صرف سحری تک ہی وصال کرے۔" یعنی رات کو بھی روزہ رکھے، پوری رات اور سحری کے وقت افطار کرے۔

صحیح مسلم میں حضرت عائشہ سے روایت ہے کہ نبی ﷺ نے لوگوں کو وصال الصیام سے منع فرما دیا۔ جب انہوں نے کہا کہ آپؐ بھی تو ایسا کرتے ہیں تو آپؐ نے فرمایا: "میں تم جیسا نہیں، مجھے تو رات بھر میرا رب کھلاتا پلاتا ہے۔" اس حدیث میں آپ نے صرف ان لوگوں کا حال بتایا جن کو یہ کیفیت حاصل نہیں اور آپؐ کا کہنا یہ نہیں تھا کہ آپ کی امت میں کسی کو یہ کیفیت حاصل نہیں کیونکہ ہم نے خود میں ذوق سے یہ وصال موجود پایا ہے۔ اور جب ہم نے وصال میں رات گزاری تو اس ذات نے ہمیں بھی کھلایا پلایا جس سے ہم اور طاقت ور ہو گئے یہاں تک کہ ہمیں کھانے کی ذرا طلب نہ تھی۔ اور جو کھانا ہمارے رب نے ہمیں کھلایا تھا اس کی خوشبو ہم سے آتی تھی۔ لوگ اس کی خوشبو سے حیران ہوتے اور پوچھتے کہ تم نے کیا کھایا ہے بڑی زبردست خوشبو آ رہی ہے، ہم نے تو ایسی خوشبو کبھی نہیں سونگھی؟ ان میں سے کچھ لوگوں کو میں نے حقیقت بتائی جب کہ کچھ دوسروں کو نہ بتائی۔ اگر یہ سب رسول خدا ﷺ سے ہی مخصوص ہوتا تو ہم کبھی یہ مقام نہیں پا سکتے تھے پس ہمارے لیے روزہ رکھنا نہ رکھنا دونوں برابر ہوئے لہٰذا ہمارے لیے دو اجر اور دو خوشیاں اکٹھی کر دی گئیں۔ (مخطوط: السفر-۹، ص ۱۰۰ اب۔ مطبوع: جلد-۱، ص ۶۳۷)

۵۱ شیخ اکبر فتوحات مکیہ کے باب نمبر ۱۰ میں فرماتے ہیں: حدیث شریف میں آیا ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا: "میں آدم کے بیٹوں کا سردار ہوں اور یہ کوئی فخر کی بات نہیں۔" ایک دوسری حدیث میں فرمایا: میں قیامت والے دن لوگوں کا سردار ہوں گا۔" لہٰذا آدم کے بیٹوں پر یہ سرداری اور شرف آپؐ ہی کا خاصہ ہوا۔ اس مقام سے بہت سی باتیں واضح ہوتی ہیں، جیسا کہ آپ ﷺ کا قول ہے: اگر موسیٰ علیہ السلام زندہ ہوتے تو وہ بھی میری پیروی کرتے۔ یا پھر آپؐ کا یہ بتانا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام آخری دور میں اس امت میں اتریں گے اور ہمارے نبی ﷺ کی سنت کے مطابق ہماری امامت کریں گے، صلیب توڑ ڈالیں گے اور خنزیر کو مار ڈالیں گے۔ اسی طرح یہ بھی پتا چلتا ہے کہ اگر حضرت محمد ﷺ حضرت آدم علیہ السلام کے دور نبوت میں مبعوث کیے جاتے تب بھی قیامت تک تمام انبیا اور تمام لوگ آپ کی شریعت کے حکم تلے ہی ہوتے، اسی لیے صرف آپؐ کو ہی تمام

Marfat.com

انسانوں کی طرف نبی بنا کر بھیجا گیا، چنانچہ آپؐ بادشاہ بھی ہیں اور سردار بھی، جبکہ باقی تمام رسولوں کو صرف ان کی مخصوص قوم کی طرف بھیجا گیا۔... پس ہر نبی اور رسول کی روحانیت کے ساتھ آپؐ کی روحانیت موجود تھی اور ان تمام انبیا علیہم السلام کو آپؐ کی پاک روح سے امداد پہنچتی تھی جس کی وجہ سے وہ شریعتوں اور علوم کا اظہار کرتے تھے۔... اس سب سے یہی بات پتا چلتی ہے کہ آپ بادشاہ بھی ہیں اور تمام بنی آدم کے سردار بھی۔ (مخطوط: السفر-۲، ص ۱۰۳۔ مطبوع: جلد-۱، ص ۱۳۴)

۵۲ شیخ اکبر فتوحات مکیہ کے باب نمبر ۳۷ میں فرماتے ہیں کہ شیخ صالح العدوی کا تعلق رجالِ اشتیاق میں سے تھا، یہ پانچ لوگ ہوتے ہیں جن پر بے قراری کا غلبہ رہتا ہے۔ انہی کے بارے میں شاعر کہتا ہے:

مجھے نہیں پتا کہ میری راتیں لمبی ہیں یا کہ چھوٹی ہیں،
جسے قرار ہی نہیں وہ یہ کیسے جان سکتا ہے؟

پس عین مشاہدے میں شوق انہیں بے چین رکھتا ہے۔ یہ اللہ والوں میں بادشاہوں جیسے ہیں۔ یہ پانچ نمازوں والے ہیں؛ ان پانچوں میں سے ہر ایک بندہ فرض نمازوں میں سے کسی ایک نماز کی حقیقت سے مخصوص ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے اس قول کہ "میری آنکھوں کی ٹھنڈک نماز میں رکھی گئی ہے" کا تعلق اسی مقام سے ہے۔ انہیں پانچ سے اللہ تعالی وجود کائنات کی حفاظت کرتا ہے۔ قرآن مجید میں ان کی آیت یہ ہے: ﴿سب نمازوں کی حفاظت کرو، بالخصوص درمیانی نماز کی۔﴾ (البقرة: ۲۳۸) (مخطوط: السفر-۱۱، ص ۸۸ب۔ مطبوع: جلد-۲، ص ۱۵)

۵۳ یہ مسجد والا واقعہ شیخ اکبر نے اپنی کتاب مختصر الدرة الفاخرة میں تفصیل سے بیان کیا ہے کہ کیسے شیخ شرفی نے آپ کو ایک محتسب کے تقرری کے بارے میں بتایا اور نماز کے بعد ویسا ہی ہوا۔

۵۴ شیخ اکبر نے فتوحات مکیہ کے باب نمبر ۵۱ میں اہل ورع کے بارے میں بات کی ہے اس کا خلاصہ یہ ہے: شیخ ابو الحجاج یوسف الشبربلی، ابو العباس ابن المنذر، فاطمہ بنت المثنی، شمس ام الفقرا، ام الزہراء اور گلبہار جنہیں ست غزالہ بھی کہا جاتا تھا، ان سب کا تعلق پرہیز گاروں (اہل ورع) میں سے تھا جو کہ نفس الرحمن کی منزل سے متحقق ہوئے۔ شیخ فرماتے ہیں: پرہیز گار زاہد لوگ ہیں جن کے زہد کا سبب کنارہ کشی ہی ہے۔ وہ اس طرح کہ کچھ لوگوں نے شریعت کے اصولوں کو ملحوظ خاطر رکھتے ہوئے اپنی کمائی میں اس قدر احتیاط برتی کہ انہوں نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ان اقوال پر

عمل کرتے ہوئے: "جو چیز تجھے شک میں ڈالے اسے چھوڑ دے۔" اور "اپنے دل سے فتویٰ طلب کر۔" ہر اس چیز کو چھوڑ دیا جو ان کے دلوں میں کھٹکی، یہاں تک کہ (وہ ایسی حالت کو پہنچ گئے کہ) اللہ تعالیٰ نے کھانوں وغیرہ میں ان کے لیے ایسی علامات مقرر کر دیں جن سے وہ حرام اور حلال کا فرق جان جاتے ہیں ... لہٰذا یہ لوگ پاک چیزیں ہی کھاتے ہیں اور پاک چیزیں ہی استعمال کرتے ہیں۔

پھر اس پرہیز گاری نے انہیں کمائی میں زُہد کی طرف دھکیل دیا اور انہوں نے اسی پرہیز کو بات چیت میں بھی اپنا لیا۔ انہوں نے دیکھا کہ بات چیت تو صرف اس وقت ہوتی ہے جب محفل ہو لہٰذا انہوں نے لوگوں سے ملنا جلنا کم کر دیا اور دنیا داروں سے کنارہ کشی اختیار کر لی۔ اگر پھر بھی مقصد حاصل نہ ہوا تو خلوت کو اپنا لیا، جنگلوں اور بیابانوں میں نکل پڑے تاکہ ہر قسم کی فضول بات چیت سے چھٹکارا حاصل کیا جا سکے۔ ایسی حالت میں ان کی جنوں سے شناسائی ہوئی، چونکہ جن انسانوں سے بھی زیادہ فضولیات میں پڑے ہوتے ہیں تو ان بزرگوں میں سے سمجھدار جنّوں سے بھی راہ فرار اختیار کرتے ہیں۔ پھر ان میں سے چند لوگوں کو اللہ کے کرنے سے فرشتوں کی صحبت حاصل ہوتی ہے جو کہ خالص نور ہیں اور جن کے پاس ایسا خدائی علم ہوتا ہے جس میں شک و شبہے کی کوئی گنجائش نہیں لہٰذا ان نورانی ہستیوں کی صحبت ان کے علم باللہ میں اضافہ کرتی رہتی ہے۔ الرحمن ان میں سے چند کے باطن پر انس باللہ کی ایسی تجلیات ڈالتا ہے کہ یہ ہر لحظہ نئے حال اور نئے انس میں علوم باللہ سے متحقق رہتے ہیں۔ (مخطوط: السفر-۴، ص ۷۱۔ مطبوع: جلد-۱، ص ۲۷۲)

۵۵ مختصر الدرۃ الفاخرۃ میں شیخ لکھتے ہیں کہ شیخ شبر بلی نے فرمایا: میں تو اس درخت کے تنے کو ایک تھم سمجھتا تھا جس سے کنویں کے ڈول کی رسی بندھی ہوئی ہے۔

۵۶ شیخ اکبر فتوحات مکیہ کے باب نمبر ۳۳ میں فرماتے ہیں: میری ملاقات ایسے دو شیوخ سے رہی ہے جو محاسبہ نفس کے معمول پر سختی سے کاربند تھے۔ ان میں ایک ابو عبد اللہ ابن المجاہد اور دوسرے ابو عبد اللہ ابن قسوم تھے اور دونوں نیت والوں کے اقطاب میں سے تھے۔ شیخ فرماتے ہیں: ہم نے حضور اکرم ﷺ کے اس قول: "اپنے نفسوں کا محاسبہ کرو، اس سے پہلے کہ تمہارا محاسبہ کیا جائے" پر عمل کرتے ہوئے اور ان دونوں بزرگوں کی سنت پر عمل کرتے ہوئے جب اِس مقام میں قدم رکھا تو ہم اس راہ میں ان سے بھی ایک قدم آگے نکل گئے، وہ یوں کہ ہم اپنی خواطر کو بھی

Marfat.com

لکھا کرتے تھے جبکہ ہمارے شیوخ تو اپنا محاسبہ صرف اپنے اقوال اور اپنے افعال پر کیا کرتے تھے، ایک رجسٹر میں یہ سب لکھتے اور نمازِ عشاء کے بعد جب رات کو اپنے گھروں میں اکیلے ہوتے تو اپنا محاسبہ کرتے، اپنے رجسٹر کھولتے اور اپنے ہر ایک قول اور فعل پر غور کرتے، ہر عمل کے ساتھ ویسا ہی معاملہ روا رکھتے جیسا وہ تقاضا کرتا: اگر استغفار کا تقاضا کرتا تو استغفار کرتے، اگر توبہ کا تقاضا کرتا تو توبہ کرتے، اگر شکر کا تقاضا کرتا تو شکر بجالاتے، یہاں تک کہ اپنے روز مرہ کے تمام معاملات نپٹا کر سوتے۔

اب ہمارا یہ حال ہے کہ ہم اپنے اقوال اور افعال سے بڑھ کر اپنے نفس کی خواہشات اور ارادوں تک کو لکھتے ہیں۔ میں (یعنی ابن العربی) بھی اپنے شیوخ کی طرح ہی اپنا محاسبہ کرتا ہوں، رجسٹر کھولتا ہوں اور نفس سے ہر اس بات کا حساب طلب کرتا ہوں جو اس کے دل میں کھٹکی، جو اس نے کہی یا جو حِسّ میں قول یا عمل کی صورت میں ظاہر ہوئی، پھر اس خیال آنے پر اور بات کرتے وقت اس نفس کی کیا نیت تھی کیونکہ ان پریشاں خیالوں میں بہت کم ہی کوئی کام کی بات ہوتی ہے۔ (افسوس کی بات یہ ہے کہ) طریقت میں سب سے بڑھ کر اسی عمل کو نظر انداز کیا گیا ہے جبکہ اس کا تعلق اپنے سانس تک کی نگرانی سے ہے جو کہ نہایت عمدہ ہے۔ (مخطوط: السفر-۳، ص ۱۰۴ب۔ مطبوع: جلد-۱، ص ۲۱۱)

۵۷ تجنیس کا استعمال ادب، خاص طور پر شاعری میں ہوتا ہے۔ تجنیس کے لغوی معنی ہم جنس کے ہیں۔ ادب میں اس اصطلاح کا مطلب کلام میں دو یا دو سے زیادہ ایسے الفاظ لانا ہے جو تلفظ میں مشابہ اور معنی میں متغائر ہوں، اس سے کلام میں خوبصورتی پیدا ہوتی ہے۔ اس شعر میں اسم ابن عمران موسیٰ کو دو مختلف لوگوں کے لیے استعمال کیا گیا ہے۔

۵۸ شیخ اکبر نے اپنی کتاب المبشرات میں اس نشانی کا تذکرہ کیا ہے، لکھتے ہیں: جب شیخ میر تلی نے مجھے کہا کہ اللہ تجھے جنت کی بشارت دے گا تو ابھی کچھ دن بھی نہ گزرنے پائے تھے کہ میں نے اپنے ایک ساتھی کو خواب میں دیکھا جس کا انتقال ہو چکا تھا، میں نے پوچھا: کیا حال ہے؟ آپ نے ایک طویل قصے میں کہا سب ٹھیک ٹھاک ہے، پھر مجھے کہا: اللہ تعالی نے مجھے یہ خوشخبری دی ہے کہ تو جنت میں میرے ساتھ ہوگا، میں نے کہا: یہ تو خواب کی بات ہے اس پر کوئی دلیل لا، وہ بولا: ہاں، کل نماز ظہر کے وقت سلطان کے کارندے تیری تلاش میں آئیں گے، اپنا خیال رکھنا۔ صبح جب میں نے کوئی

Marfat.com

ایسی ویسی حرکت بھی نہ کی جس کی وجہ سے میری طلب ہوتی اور سلطان کی طرف سے طلب آگئی تو میں نے کہا: اب خواب سچا ہوا، پھر میں پندرہ دن کے لیے روپوش ہو گیا حتی کہ میری تلاش (کسی بھی وجہ سے) ختم ہو گئی۔ (کتاب المبشرات از شیخ اکبر)

۵۹ شیخ اکبر فتوحات مکیہ کے باب نمبر ۳۷ میں فرماتے ہیں: اسی طرح ہر زمانے میں تین اشخاص رجال امداد الٰہی والکونی ہوا کرتے ہیں؛ یہ حق سے مدد طلب کرتے ہیں اور مخلوق تک یہ امداد پہنچاتے ہیں، وہ یہ سب لطف، نرمی اور رحمدلی سے کرتے ہیں جس میں شدت، قہر اور مارپیٹ کا نام ونشان تک نہیں ہوتا۔ یہ اللہ سے فائدہ لیتے ہیں اور مخلوق کو فائدہ دیتے ہیں، اس طبقے کے لوگوں میں مرد اور عورتیں دونوں شامل ہو سکتے ہیں۔ اللہ تعالی نے ان کی ذمہ داری ہی یہی لگائی ہے کہ یہ لوگوں کی ضرورتوں کو اللہ کے حضور پیش کر کے پورا کرتے ہیں۔ شیخ فرماتے ہیں: میں نے ان میں سے ایک شخص سے اشبیلیہ میں ملاقات کی، آپ اس طبقے میں سب سے بڑے تھے اور اپنے دور کے سردار تھے آپ کا نام موسیٰ بن عمران تھا۔ (مخطوط: السفر-۱۱، ص ۸۵۔ مطبوع: جلد-۲، ص ۱۳)

۶۰ شیخ اکبر فتوحات مکیہ کے باب نمبر ۹۳ میں فرماتے ہیں: ابتدا میں میرا بھی یہی حال تھا کہ جب میں لوگوں کے گناہوں پر نظر کرتا تو میرا دل کڑھتا تھا، یہ دیکھ کر میرے شیخ العریبی نے کہا: "اے پیارے! بس اللہ ہی اللہ کر۔" پھر جب میں شیخ ابو عمران کے پاس اسی حالت میں پہنچا تو کہنے لگے: "اپنی فکر کر۔" (یہ سن کر) میں نے کہا: سرکار! میں آپ دونوں کے اقوال سے پریشان ہوں، شیخ ابو العباس کہتے ہیں: اللہ ہی اللہ کر اور آپ کہتے ہیں اپنی فکر کر، (اب میں کس کی مانوں) جبکہ آپ دونوں ہی راہ حق کے امام ہیں! (میری یہ بات سن کر) ابو عمران رونے لگے اور کہا: اے دوست! جو کچھ ابو العباس نے کہا وہی حق ہے اور اسی پر عمل کرنا چاہیے، ہم میں سے ہر ایک نے تجھے اپنے حال کے مطابق بتایا، لہٰذا انہی کی بات مان کیونکہ ہم دونوں کے لیے یہی بہتر ہے۔ یہ لوگ کیا ہی انصاف پسند تھے۔ پھر جب میں شیخ ابو العباس العریبی کے پاس لوٹا اور انہیں شیخ ابو عمران کی بات بتائی تو کہنے لگے: شیخ ابو عمران نے بہت اچھی بات کی، انہوں نے راہ طریقت کی طرف تیری رہنمائی کی اور میں نے تجھے رفیق اعلی (یعنی ذات اقدس) کا راستہ دکھایا۔ ہم دونوں کی بات پر عمل کر تجھے طریق اور رفیق دونوں مل جائیں گے۔ (مخطوط: السفر-۱۳، ص ۱۳۱۔ مطبوع: جلد-۲، ص ۱۷۷)

Marfat.com

۶۱ شیخ اکبر فتوحات مکیہ کے باب نمبر ۵۶۰ میں فرماتے ہیں: جب شیخ عبد اللہ الموروری کے بھائی کی وفات ہوئی تو آپ نے رات خواب میں انہیں دیکھا، پوچھا: اللہ نے آپ سے کیا معاملہ کیا؟ کہنے لگے: میں جنت میں ہوں اور کھا رہا ہوں پی رہا ہوں مزے اڑا رہا ہوں، فرمایا: میں یہ نہیں پوچھ رہا، کیا تم نے رب کو دیکھا؟ وہ بولے: رب کو وہی دیکھتا ہے جو اسے جانتا ہے (یعنی دیدار معرفت کے مطابق ہے)۔ صبح جب آنکھ کھلی تو آپ سواری پر بیٹھ کر سیدھا میرے ہاں اشبیلیہ چلے آئے، مجھے خواب سنایا اور کہنے لگے: میں تیرے پاس اس لیے آیا ہوں کہ تو مجھے معرفت باللہ کے بارے میں بتا۔ یوں آپ نے کچھ وقت میرے ساتھ گزارا حتی کہ کشف اور شہود کے راستے سے -نہ کہ عقل اور دلیل کے راستے سے- معرفت باللہ کے بارے میں اتنا جان لیا کہ جتنا کوئی محدث جان سکتا ہے۔
(مخطوط: السفر-۳۷، ص ۱۹ب۔ مطبوع: جلد-۴، ص ۵۱۰)

۶۲ شیخ اکبر فتوحات مکیہ کے باب نمبر ۳۱۸ میں فرماتے ہیں: قاضی عبد الوہاب الازدی الاسکندری نے سن ۵۹۹ ہجری میں مکہ میں مجھے خود یہ بتایا، کہتا ہے: میں نے ایک نیک بندے کو خواب میں اس کی وفات کے بعد دیکھا تو پوچھا: تو نے کیا کیا دیکھا؟ اس نیک آدمی نے بہت سی چیزوں کا ذکر کیا، کہتا ہے: میں نے بہت سی کتابوں کو نیچے گرتے اور بہت سی کتابوں کو اوپر اٹھتے دیکھا، میں نے پوچھا کہ یہ اوپر کونسی کتابیں اٹھ رہی ہیں؟ تو مجھے کہا گیا: یہ حدیث کی کتابیں ہیں۔ پھر میں نے پوچھا: اور کونسی کتابیں نیچے گر رہی ہیں؟ کہا گیا: یہ اپنی رائے سے لکھی گئی کتابیں ہیں حتی کہ ان کے لکھنے والوں سے بھی پوچھ گچھ ہو رہی ہے۔ (مطبوع: جلد-۳، ص ۶۹)

۶۳ فتوحات مکیہ کے باب نمبر ۴۰۷ میں شیخ اکبر ان چار لوگوں کا ذکر کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ: آپ یعنی شیخ ابو محمد عبد اللہ الشکاز کے اس قول سے مراد تمام مراتب کا احاطہ کرنا ہے کیونکہ یہاں صرف رسول، نبی، ولی اور مومن ہی ہیں، ان کے علاوہ باقی لوگوں کی کوئی حیثیت نہیں۔ (مطبوع: جلد-۴، ص ۹) انہی مراتب کی تفصیل بیان کرتے ہوئے باب نمبر ۲۵ میں شیخ اکبر فرماتے ہیں: جب میں شیخ ابو عبد اللہ الشکاز سے ملنے گیا تو انہوں نے مجھے بتایا کہ آدمی چار طرح کے ہیں: ۱- وہ لوگ جن کے لیے ظاہر ہے۔ ۲- وہ لوگ جن کے لیے باطن ہے۔ ۳- وہ لوگ جن کے لیے حد ہے۔ ۴- وہ لوگ جن کے لیے مطلع ہے۔ اسی طرح اہل کشف اس بات پر متفق ہیں کہ آپ ﷺ نے ایک حدیث میں فرمایا: قرآن مجید کی کسی بھی آیت کا ایک ظاہر ہے، ایک باطن، ایک حد ہے اور ایک

Marfat.com

مطلع۔ ان مراتب میں سے ہر مرتبے کے کچھ لوگ ہیں اور ان لوگوں میں سے ہر جماعت کا ایک قطب ہے جس کے گرد اس کشف کا فلک گردش کرتا ہے۔ جب میں نے سن ۵۹۵ ہجری میں شیخ ابو عبد اللہ الشکاز سے ملاقات کی تو انہوں نے مجھے بتایا کہ لوگ چار طرح کے ہیں: ﴿ایسے لوگ جنہوں نے اللہ سے کیا وعدہ پورا کیا﴾ (الاحزاب: ۲۳) یہ ظاہر والے لوگ ہیں۔ ﴿ایسے لوگ جنہیں تجارت (ذکر اللہ) سے غافل نہیں کرتی﴾ یہ باطن والے لوگ ہیں جو حق تعالی کے ساتھ ہوتے ہیں اور جن سے مشورہ ہوتا ہے۔ ﴿اعراف والے لوگ﴾ (الاعراف: ۴۶) یہ حد والے لوگ ہیں، اللہ فرماتا ہے: ﴿اعراف پر کچھ لوگ ہیں﴾ یہ اہل شم (جو خوشبو سونگھ کر جان جاتے ہیں) اور اہل تمیز ہیں جو اپنے اوصاف سے نکل چکے ہیں لہذا اب ان کی کوئی صفت نہیں۔ ابو یزید بسطامیؒ کا تعلق انہی میں سے ہے۔ اور کچھ ایسے لوگ ہیں کہ جب اللہ انہیں بلاتا ہے تو جلد حکم ماننے کی غرض سے پیدل ہی دوڑے چلے آتے ہیں ﴿اور لوگوں میں حج کی آواز لگا دو تا کہ وہ پیدل چلے آئیں﴾ (الحج: ۲۷) یہی مطلع والے لوگ ہیں۔

رجال الظاہر: ظاہر والے لوگ وہ ہیں جن کا عالمِ ظاہر اور عالمِ شہادت میں تصرف ہو، یہی وہی لوگ ہیں جن کی طرف شیخ محمد بن قائد الاوانی نے اشارہ کیا اور یہ وہی مقام ہے جسے شیخ ابو سعود شبلی البغدادی نے اللہ کے ساتھ ادب کرتے ہوئے ترک کر دیا تھا۔ مجھے ابو الدر التماشکی البغدادی رحمۃ اللہ علیہ نے بتایا: جب محمد بن قائد – جو کہ افراد میں سے تھے – کی ملاقات ابو سعود شبلی سے ہوئی تو آپ ان کو کہنے لگے: اے شبلی! اللہ تعالی نے اپنی بادشاہت کو تیرے اور میرے درمیان برابر تقسیم کیا ہے، مگر تو اس طرح تصرف کیوں نہیں کرتا جس طرح میں کرتا ہوں؟ شیخ شبلی نے فرمایا: اے ابن قائد! میں نے اپنا حصہ بھی تجھے دیا، ہم نے تو سب کچھ حق تعالی پر چھوڑ دیا ہے کہ وہ جس طرح چاہے ہمارے ساتھ تصرف کرے۔ اور یہ اسی کا قول ہے: ﴿اسے اپنا کارساز بنا لے﴾ (المزمل: ۹) لہذا میں اللہ کے حکم کی پیروی کرتا ہوں۔ شیخ ابو سعود شبلی نے فرمایا: مجھے پچھلے ۱۵ سالوں سے اس کائنات میں تصرف بخشا گیا ہے لیکن میں نے اسے چھوڑ دیا اور اس مقام سے میرا کچھ لینا دینا نہیں۔

رجال الباطن: باطن والے لوگ وہ ہیں جن کا عالم غیب اور عالم ملکوت میں تصرف ہے۔ یہ اپنی توجہ سے علوی ارواح کو جیسے چاہتے ہیں اتارتے ہیں – ارواح علوی سے میری مراد ستاروں کی ارواح ہیں فرشتوں کی ارواح نہیں – کیونکہ فرشتوں کی ارواح ایک بہت قوی خدائی مانع کی بدولت (نہیں

Marfat.com

اتاری جا سکتیں) جو کہ مقام فرشتہ کا تقاضا ہے جس کا قرآن مجید میں ذکر حضرت جبرائیل کے اس قول میں آیا ہے: ﴿کہ ہم صرف تیرے پروردگار کے حکم سے ہی اترتے ہیں﴾ (مریم: ۶۴) پس جو کوئی صرف اپنے رب کے حکم سے اترتا ہو اس میں کوئی توجہ یا خاصیت اثر انداز نہیں ہو سکتی اور نہ ہی اسے اتار سکتی ہے۔ ہاں البتہ ستاروں کی روحانیت اسما بخورات یا اس جیسی دیگر چیزوں سے اتاری جا سکتی ہے کیونکہ یہ ایک معنوی اُتار ہے اور اس (اُتار) میں جو صورتیں دکھائی دیتی ہیں وہ خیالی ہوتی ہیں۔ بیشک آسمان میں موجود یہ ستارے اپنی جگہ سے نہیں ہٹتے لیکن اللہ تعالی نے اس عالم کون و فساد میں ان کی شعاعوں کی جگہوں پر تاثیرات رکھیں ہیں، وہ لوگ جو یہ علم رکھتے ہیں اسے سمجھتے ہیں اور یہ انہی طبعی قوانین کے تحت ہیں جن کے تحت پانی پینے سے پیاس بجھ جاتی ہے اور کھانا کھانے سے بھوک مٹ جاتی ہے یا جیسے کہ کوئی دانہ اس وقت پھوٹ پڑتا ہے جب اسے پانی اور غذا ملتی ہے۔ یہ سب اس علیم اور حکیم کی حکمتیں ہیں۔ اسی طرح ان لوگوں کے لیے بھی آسمانی کتابوں کا باطن، بلکہ تمام عالم کی بات چیت اور معانی کے راستے اسما اور حروف کا باہمی نظم خدائی وابستگی کے تحت کھول دیا جاتا ہے۔

رجال الحد: جہاں تک حد والے لوگوں کا تعلق ہے تو ان کا تصرف آتشیں عالم ارواح میں ہوتا ہے جو کہ عالم برزخ اور جبروت ہے، یعنی جبر تلے۔ کیا تو دم دار ستارے کو اس کی دم کے غلبے تلے مقہور نہیں دیکھتا؟ ان پر قہر یا غلبہ بھی ان کی اپنی جنس کی جانب سے ہے۔ ان لوگوں کے پاس اس عالم کی ارواح کو اتارنے اور حاضر کرنے کی صلاحیت ہوتی ہے، یہ اعراف والے لوگ ہیں۔ (مقام) اعراف ایک ایسی دیوار ہے جو جنت اور دوزخ کے درمیان حائل ہے، یہ ایک برزخ ہے ﴿جس کے باطن میں رحمت ہے اور جس کے ظاہر میں عذاب ہے﴾ (الحدید: ۱۳) یہ خوش بختوں اور بد بختوں کے ٹھکانے -یعنی دیدار کرنے والوں کے گھر اور حجاب والوں کے گھر- کے درمیان ایک حد ہے۔ یہ لوگ اس دیوار کو سب سے بہتر جانتے ہیں اور ان کے پاس دیدار کی ایسی قوت ہوتی ہے جس سے وہ دو متضاد چیزوں کے درمیان فرضی یا خیالی لکیروں کو دیکھ سکتے ہیں، جیسے کہ اللہ تعالی فرماتا ہے: ﴿ان دونوں (دریاؤں) کے مابین ایک اوٹ ہے جس سے وہ تجاوز نہیں کرتے﴾ (الرحمن: ۲۰) اسی طرح یہ بھی حدود سے تجاوز نہیں کرتے۔ یہ ہر چیز پر محیط رحمت والے لوگ ہیں لہذا یہ نہ

صرف ہر حاضرت کو دیکھ سکتے ہیں بلکہ اس میں جا بھی سکتے ہیں۔ یہ ان صفات کو جانتے ہیں جن کی بدولت کسی ایک موجود کا دیگر عقلی اور حسی موجودات سے فرق واقع ہوتا ہے۔

رجال المُطلَع: ان کا تصرف اسمائے الٰہیہ میں ہوتا ہے اور یہ ان (اسما) کی بدولت اور انہی سے جو اللہ چاہتا ہے اتارتے ہیں، کسی اور کے پاس یہ (صلاحیت) نہیں، بلکہ یہ انہی (اسماء) سے ہر اس چیز پر قابو رکھتے ہیں جو دیگر تین لوگوں -یعنی کہ رجال الحد، رجال الظاہر اور رجال الباطن- کے قابو میں ہیں۔ یہ سب سے بلند مرتبت لوگ ہیں اور انہیں ملامیہ کہتے ہیں۔ یہ سب ان کے بس میں ہوتا ہے لیکن ان پر ایسا کچھ ظاہر نہیں ہوتا، ابو سعود شبلی کا تعلق بھی انہی میں سے تھا۔ یہ لوگ ظہور عجز اور روزمرہ معاملات میں عوام جیسے ہی نظر آتے ہیں۔ (مخطوط: السفر-۳، ص ۵۳ب۔ مطبوع: جلد-۱، ص ۱۸۷)

۶۴ شیخ اکبر نے فتوحات مکیہ کے باب نمبر ۳۰۹ میں آپ کا تذکرہ طریق ملامیہ کے شیوخ میں کیا ہے۔ (مطبوع: جلد-۳، ص ۳۴۰)

۶۵ شیخ اکبر فتوحات مکیہ کے باب نمبر ۳۷ میں فرماتے ہیں: اوتاد ہر دور میں صرف چار ہی ہوتے ہیں نہ اس سے زیادہ نہ کم، ہم نے ان میں سے ایک شخص، ابن جعدون الحناوی کو شہر فاس میں دیکھا جو اجرت پر مہندی چھانا کرتے تھے۔ اللہ تعالیٰ ان اوتاد کے ذریعے ایک سے مشرق کی حفاظت کرواتا ہے، اس کی ریاست مشرق میں ہے، دوسرا مغرب، تیسرا جنوب اور چوتھا شمال کا رکھوالا ہے، اور یہ تقسیم خانہ کعبہ سے کی جاتی ہے۔ ان اوتاد کو پہاڑ بھی کہا جاتا ہے، اللہ فرماتا ہے: ﴿کیا ہم نے زمین کو بچھونا اور پہاڑوں کو اوتاد نہیں بنایا﴾ (النبأ:۶-۷) بیشک اس نے زمین کے ارتعاش کو پہاڑوں سے دور کیا، بالکل اسی طرح دنیا میں ان چاروں کی حیثیت پہاڑوں کی سی ہے۔ اور ابلیس کے اس قول میں انہی کے مقام کی طرف اشارہ ہے: ﴿پھر میں یقیناً ان کے آگے سے اور ان کے پیچھے سے، ان کے دائیں سے اور ان کے بائیں سے ان کے پاس آؤں گا﴾ (الاعراف:۱۷) یوں اللہ ان اوتاد کے ذریعے ان جہات کو محفوظ رکھتا ہے، وہ ان جہات میں (شیطان کے شر سے) محفوظ ہوتے ہیں اور شیطان کا ان پر کوئی زور نہیں چلتا، یہ بات واضح رہے کہ شیطان صرف انہی چار جہات سے بنی آدم پر وار کرتا ہے۔ ان کے القاب یہ ہیں: عبد الحی، عبد العلیم، عبد القادر، عبد الودود۔ (مخطوط: السفر-۱۱، ص ۶۹ب۔ مطبوع: جلد-۲، ص ۷)

Marfat.com

شیخ اکبر فتوحات مکیہ کے باب نمبر ۱۶ میں فرماتے ہیں: جن چار اوتاد کا ہم نے ذکر کیا ہے ان میں سے ایک قلبِ آدم علیہ السلام پر ہوتا ہے، دوسرا قلبِ ابراہیم علیہ السلام پر ہوتا ہے، تیسرا قلبِ عیسیٰ علیہ السلام پر ہوتا ہے اور چوتھا قلبِ محمد علیہ الصلوٰۃ والسلام پر ہوتا ہے۔ ان میں سے ایک کو روحانیتِ اسرافیل علیہ السلام مدد دیتی ہے، دوسرے کو روحانیتِ میکائیل علیہ السلام مدد دیتی ہے، تیسرے کو روحانیتِ جبرائیل علیہ السلام مدد دیتی ہے اور چوتھے کو روحانیتِ عزرائیل علیہ السلام مدد دیتی ہے۔ ان میں سے ہر وتد کے لیے خانہ کعبہ کے کونوں میں سے ایک کونہ ہے: جو قلبِ آدم علیہ السلام پر ہوتا ہے اس کے لیے رکن شامی ہے، جو قلبِ ابراہیم علیہ السلام پر ہوتا ہے اس کے لیے رکن عراقی ہے، جو قلبِ عیسیٰ علیہ السلام پر ہوتا ہے اس کے لیے رکن یمانی ہے، اور جو قلبِ محمد علیہ الصلوٰۃ والسلام پر ہوتا ہے اس کے لیے رکن حجر الاسود ہے، جو کہ اللہ کا شکر ہے ہمارے (یعنی شیخ اکبر کے) پاس ہے۔

یہ بھی جان لے کہ ان اوتاد کے پاس بہت سے علوم ہوتے ہیں: ان میں سے ایک تو وہ علم ہے جو ان کے پاس ہونا لازمی ہے اور جس سے یہ اوتاد بنتے ہیں، دوسرے کچھ زائد علوم ہیں، ان میں سے ایک کے پاس ۱۵ علوم ہوتے ہیں، دوسرے کے پاس ۱۸ علوم ہوتے ہیں، تیسرے کے پاس ۲۱ علوم ہوتے ہیں اور چوتھے کے پاس ۲۴ علوم ہوتے ہیں۔ (مخطوط: السفر-۲، ص ۱۵۴ب۔ مطبوع: جلد-۱، ص ۱۶۰)

۶۶ نسخہ اصلی "ج" میں یہ عبارت شیخ اکبر نے بقلم خود تحریر کی ہے جس سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ روح القدس کا یہی نسخہ ساری زندگی آپ کے پاس رہا اور آپ اس میں وقتاً فوقتاً ترمیم اور اضافہ کرتے رہے۔

۶۷ شیخ اکبر فتوحات مکیہ کے باب نمبر ۱۶ میں فرماتے ہیں: راہ طریقت میں ابدال ایک مشترک لفظ ہے جس کا اطلاق یہ لوگ ایسے شخص پر کرتے ہیں جس کے اوصافِ مذمومہ اوصافِ محمودہ سے بدل دیئے گئے ہوں۔ یہ ایک مخصوص عدد کے لوگ ہوتے ہیں: کچھ کے نزدیک یہ کسی خاص خوبی کے حامل ۴۰ اشخاص ہوتے ہیں، بعض کے نزدیک یہ صرف سات ہیں۔ پس جو لوگ سات ابدال کے قائل ہیں ان میں سے کچھ انہیں اوتاد سے الگ سات اشخاص بتاتے ہیں جبکہ دوسرے چار اوتاد کو ملا کر سات بناتے ہیں۔ (اصل بات یہ ہے کہ) ابدال سات ہی ہیں، ان میں سے چار اوتاد ہیں، دو امام ہیں اور ایک قطب ہے اور یہ سب ابدال کہلاتے ہیں۔ بعض لوگوں کا کہنا ہے کہ انہیں ابدال اسی

Marfat.com

لیے کہتے ہیں کہ جب ان میں سے کوئی انتقال کر جاتا ہے تو اس کے جگہ کوئی دوسرا لے لیتا ہے۔ کچھ دوسرے لوگوں کا کہنا ہے کہ ان کا نام ابدال اس وجہ سے ہے کہ ان کو ایسی قوت دی گئی ہے جس کی وجہ سے وہ جہاں چاہتے ہیں اپنا بدل چھوڑ جاتے ہیں، جسے وہ بخوبی جانتے ہیں اور اگر یہ بدل بغیر ان کے علم کے ہو تو ایسا امت کے نیک لوگوں یا افراد میں سے تو ہو سکتا ہے لیکن ابدال میں سے نہیں۔ (مخطوط: السفر-۲، ص ۱۵۴۔ مطبوع: جلد-۱، ص ۱۶۰)

۶۸ اللہ تعالی کے اس قول کی وضاحت اسی کتاب میں آگے آئے گی جہاں آپ نے آیت کا تعلق اُس فقیر سے جوڑا ہے جو کسی دوسرے کے حق میں مال و دولت جمع کرے کیونکہ اس آیت میں اللہ تعالی اس کو یہ کہتا ہے کہ ﴿میں ان سے رزق کا طالب نہیں﴾ (الذاریات: ۵۷) یعنی جب سارا رزق میرے ہاتھ ہے تو میں اپنے بندوں کے رزق کی ضروریات کو بہتر سمجھتا ہوں۔ اور سچا فقیر وہی ہے جو کل کے رزق کی پرواہ نہیں کرتا۔ کسی ولی یا فقیر کی طرف سے رزق کی پرواہ کرنا خالص شرک اور قدرت الہی کو طعنہ دینا ہی ہے۔ شیخ اکبر فتوحات مکیہ کے باب نمبر ۳۳۳ میں فرماتے ہیں: اللہ تعالی کے علم میں یہ بات ہے کہ اس کے اس قول: "اے ابن آدم! میں بھوکا تھا اور تو نے مجھے کھانا نہیں کھلایا۔" بندہ پوچھے گا: اے رب! تو رب العالمین ہے تیرا بھوک سے کیا تعلق؟ اس وقت رب فرمائے گا: تجھے یاد نہیں کہ میرے فلاں بندے نے تجھ سے کھانا مانگا تھا لیکن تو نے اسے کھانا نہیں کھلایا، اگر تو اسے کھانا کھلاتا تو اپنا یہ عمل میرے پاس موجود پاتا یا اسے مجھے کھانا کھلانے جیسا ہی پاتا۔ اس حدیث قدسی میں اللہ تعالی نے اپنے آپ کو اس بھوکے کے روپ میں بیان کیا ہے۔ اس حدیث سے کسی کو بھی یہ شبہ لگ سکتا ہے کہ (دوسرے کے حق کے لیے طلب کرنا بہتر ہے) اور وہ کہہ سکتا ہے کہ ہم تو دوسروں کے لیے یہ (مال و دولت) جمع کرتے ہیں اور اس سے تھوڑا بہت خود بھی فائدہ اٹھا لیتے ہیں۔ اللہ تعالی ایسے شخص کو کہتا ہے کہ تو نے میری بات ٹھیک طرح سے نہیں سمجھی ﴿میں ان سے رزق کا طالب نہیں اور نہ ہی یہ چاہتا ہوں کہ وہ مجھے کھلائیں بلکہ اللہ کی رزاق، صاحب قوت و متانت ہے﴾ (الذاریات: ۵۷) تم نہیں، لہذا اس آیت میں اب تمہارے لیے کوئی حجت باقی نہیں رہی۔ جہاں تک ان لوگوں کا اس حدیث قدسی پر بھروسا کرنا ہے تو اس حدیث میں بھی ان کے لیے اللہ کے ہاں کوئی حجت نہیں کیونکہ جب اس نے تمام چیزوں - جو جو تیری ضرورت ہیں - کو تیرے لیے بنایا تو وہ چیزیں تجھے دیں اور تجھ تک پہنچائیں تا کہ تو اپنی ضرورت پوری کر سکے۔ پھر کچھ

Marfat.com

لوگوں کو اس نے یہ چیزیں ضرورت سے زیادہ دیں جو کہ اس کا فضل ہے تاکہ وہ انہیں دوسرے ضرورت مندوں تک پہنچائیں اور وہ اِس سے اپنی ضرورت پوری کریں، تاکہ انہیں اللہ کی طرف سے جو امانت دی گئی اس کو پورا پورا ادا کرنے کا اجر ملے۔ اللہ تعالی نے ایسے شخص کی باز پرس کرتے ہوئے پوچھا ہے جب اس سے کسی ضرورت مند نے کھانا مانگا اور اس کے پاس اپنی ضرورت سے زیادہ کھانا یا مال موجود تھا لیکن اس غنی نے یہ کھانا یا مال اس کو نہ دیا۔ اس حدیث سے یہ مراد نہیں کہ انسان دوسروں کی خاطر مال جمع کرنا شروع کر دے اور یہ آیت بھی اسی طرف توجہ دلاتی ہے۔
(مخطوط: السفر-۲۲، ص ۶۰۔ مطبوع: جلد-۳، ص ۱۲۴)

۶۹ یہاں پر اس حدیث کی طرف اشارہ ہے جسے شیخ اکبر نے اپنی کتاب "مشکاۃ الانوار؛ ۱۰۱ احادیث قدسی" میں یوں نقل کیا ہے: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ جب کسی بندے سے محبت کرتا ہے تو جبرائیل علیہ السلام کو بلاتا ہے اور کہتا ہے میں فلاں بندے سے محبت کرتا ہوں، تو بھی اُس سے محبت کر، پس جبرائیل علیہ السلام بھی اُس سے محبت کرتے ہیں۔ پھر آسمان میں منادی کروائی جاتی ہے۔ اللہ تعالیٰ فلاں بندے سے محبت کرتے ہیں لہذا تم سب بھی اُس سے محبت کرو، پس اہل آسمان اُس سے محبت کرنے لگتے ہیں۔ پھر فرمایا: زمین میں بھی اس کے لیے مقبولیت رکھ دی جاتی ہے۔ اور جب اللہ تعالیٰ کسی بندے کو ناپسند کرتا ہے تو جبرائیل علیہ السلام کو بلاتا ہے اور کہتا ہے: میں فلاں بندے کو ناپسند کرتا ہوں تُو بھی اسے ناپسند کر، پس حضرت جبرائیل علیہ السلام بھی اسے ناپسند کرتے ہیں، پھر آسمان میں منادی کروائی جاتی ہے؛ اللہ تعالیٰ فلاں بندے کو پسند نہیں کرتے لہذا تم سب بھی اُسے ناپسند کرو، لہذا وہ سب بھی اُسے ناپسند کرنے لگتے ہیں پھر فرمایا: زمین میں بھی اُس کے لیے ناپسندیدگی رکھ دی جاتی ہے۔ (صحیح مسلم) (۱۰۱-احادیث قدسی، ص ۲۰۰)

۷۰ شیخ اکبر فتوحات مکیہ کے باب نمبر ۳۷ میں فرماتے ہیں کہ اولیا اللہ میں "جہاں گرد" یعنی زمین میں گھومنے پھرنے والے سیاح بھی ہیں، یہی لوگ راہِ خدا کے مجاہد ہیں جو مرد بھی ہیں اور عورتیں بھی۔ آپ ﷺ کا قول ہے: "میری امت کی سیاحت اللہ کی راہ میں جہاد ہی ہے۔" اللہ تعالی فرماتا ہے: ﴿توبہ کرنے والے، بندگی کرنے والے، تعریف کرنے والے اور سیاحت کرنے والے﴾ (التوبہ: ۱۱۲) سیاحت زمین میں پرانے لوگوں کے آثار کو غور و فکر کرتے ہوئے دیکھنا ہی ہے کہ یہ امتیں کس طرح ہلاک ہوئیں۔ خداشناسوں کو یہ معلوم ہے کہ جب کوئی زمین پر اللہ کا ذکر کرے تو زمین

Marfat.com

اس بات پر فخر کا اظہار کرتی ہے، اور چونکہ یہ لوگ اہل ایثار اور دوسروں کے حق کی خاطر کوشش کرنے والے لوگ ہوتے ہیں تو انہوں نے غور کیا کہ جہاں جہاں آبادیاں ہیں وہاں تو عام لوگ بھی اللہ کا ذکر کرتے ہی رہتے ہیں لیکن آبادی سے دور ویرانوں اور خرابوں میں اللہ کا ذکر کرنے والے بشر کم یاب ہیں۔ اس سب پر غور کرتے ہوئے بعض خدا شناس ہستیاں مستقل سیاحت اپنا لیتی ہیں، اور ان کا یہ عمل ان ویرانوں پر ایک قسم کا صدقہ ہی ہوتا ہے جہاں صرف ان جیسے لوگ ہی پائے جاتے ہیں، چنانچہ یہ ساحلوں، وادیوں کے دامن، پہاڑوں کی چوٹیوں اور درختوں کی چھاؤں میں سفر کرتے رہتے ہیں۔ یہ لوگ اہل کفر کے ان علاقوں میں جہاد کرتے ہیں جہاں نہ کوئی اللہ کی توحید کو جانتا ہے اور نہ ہی اللہ کی عبادت کرتا ہے۔ اسی لیے نبی کریم ﷺ نے بھی اس امت کی سیاحت کو جہاد قرار دیا۔ بیشک وہ زمین جہاں کوئی بشر اللہ کا ذکر نہیں کرتا لیکن جہاں کوئی غیر اللہ کی پرستش بھی نہیں کرتا اس زمین -یعنی مشرکین اور کفار کے علاقوں- سے کم دکھ میں مبتلا رہتی ہے جہاں اللہ کا انکار کیا جائے اور غیر اللہ کی عبادت کی جائے۔ اسی وجہ سے جہاد کے ساتھ سیاحت بغیر جہاد کے سیاحت سے افضل ہے، صرف ایک شرط کے ساتھ وہ یہ کہ لازماً اس جہاد میں اللہ کا ذکر کیا جائے کیونکہ جہاد میں اللہ کا ذکر کرنا دشمن کے آمنے سامنے ہونے سے بہتر ہے کہ مومنین کافروں کو مار رہے ہوں اور کافر مومنوں کو۔ اصل مقصد تو ایسی جگہوں پر اللہ کا ذکر بلند کرنا ہے جہاں غیر اللہ کی عبادت اور ذکر کیا جاتا ہے۔ ایسے لوگوں کو "جہاں گرد" کہا جاتا ہے۔ میری ان کے اکابرین میں سے یوسف المغاور سے ملاقات ہوئی، آپ ۲۰ سال سے دشمن کی سرزمین میں گھوم پھر رہے تھے۔ اور ہمارے ساتھیوں میں سے ایک نوجوان؛ احمد بن ہمام الشقاق، جلمانیہ میں اگلے مورچوں میں دشمن کے سامنے رہا کرتا تھے۔ آپ کی پرورش اللہ کی بندگی میں ہوئی اور اس کم عمری کے باعث بھی آپ اکابرین میں سے تھے؛ بلوغت سے پہلے ہی راہ طریقت کو اپنا لیا اور اپنی وفات تک اس پر قائم رہے۔ (مخطوط: السفر-۱۱، ص ۱۲۹۔ مطبوع: جلد-۲، ص ۳۳)

۷۱ یہ حدیث صحیح مسلم (۸۶۹) سنن ابی داؤد (۸۲) مسند احمد (۲۳۰۳۷) مستدرک حاکم (۵۵۷) مستخرج ابی عوانہ (۱۰۱۴) مسند ابی یعلی الموصلی (۴۶۸۰) صحیح ابن حبان (۲۱۸۰) اور دیگر بہت سی کتب میں مذکور ہے۔ اس واقعے میں ہمیں شیخ اکبر محی الدین ابن العربی کا حدیث پاک کا صحیح احترام کرنے کا عملی نمونہ نظر آتا ہے۔ فتوحات مکیہ میں آپ فرماتے ہیں: بہت سے لوگ حضور ﷺ

کے اس قول سے اندھے ہیں: «عند نبي لا ينبغي التنازع». نبی کے سامنے جھگڑنا جائز نہیں۔ آپؐ کی حدیث کے سامنے ہونا بھی آپؐ کے سامنے ہونے جیسا ہے، حدیث بیان کرتے وقت جھگڑنا نہیں چاہیے اور سننے والے کو حدیث کی روایت کے وقت اپنی آواز اونچی نہیں کرنی چاہیے کیونکہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: ﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَرْفَعُوا أَصْوَاتَكُمْ فَوْقَ صَوْتِ النَّبِيِّ﴾ (الحجرات: ۲) اے ایمان والو! اپنی آوازوں کو نبی ﷺ کی آواز سے بلند نہ کرو۔ اہل اللہ کے نزدیک آپؐ کی آواز اور آپؐ کے قول بیان کیے جانے کے درمیان کوئی فرق نہیں۔ لہٰذا ہمارے لیے اس کے سوا کوئی چارہ نہیں کہ ہم محدّث کا بیان کردہ کلام نبوت بغیر کسی جھگڑے کے قبول کریں، چاہے یہ حدیث کسی سوال کا جواب ہو یا پھر کلام کی ابتدا۔ چنانچہ کسی مسئلے یا مصیبت میں آپ ﷺ کے کلام کے پاس ٹھہرنا لازم ہے۔ پس جب بھی قال اللہ یا قال رسول اللہ - ﷺ - کہا جائے تو سننے والے کو چاہیے کہ اسے ادب سے قبول کرے اور اپنی آواز محدث کی آواز سے -جب وہ قال اللہ کہے یا حضور اکرم ﷺ کی کوئی حدیث روایت کرے سے- بلند نہ کرے کیونکہ ایسا کرنے میں اللہ تعالیٰ نے بغیر شعور کے اعمال اکارت جانے کی وعید سنائی ہے۔ ایسا شخص اس رد کرنے اور جھگڑا کرنے میں یہ خیال کرتا ہے کہ وہ اللہ کے دین کا دفاع کر رہا ہے جبکہ یہ تو اللہ کا وہی مکر ہے جس کے بارے میں وہ کہتا ہے: ﴿سَنَسْتَدْرِجُهُمْ مِنْ حَيْثُ لَا يَعْلَمُونَ﴾ (الاعراف: ۱۸۲) ہم ان کو بتدریج اس طرح سے پکڑیں گے کہ انہیں معلوم بھی نہ ہو گا اور اس کا کہنا: ﴿وَمَكَرْنَا مَكْرًا وَهُمْ لَا يَشْعُرُونَ﴾ (النمل: ۵۰) اور ہم نے ان کے ساتھ ایسی چال چلی جس کی ان کو کوئی خبر نہیں۔ پس ایک عقل رکھنے والا مومن جو کہ خود اپنا ناصح ہے، جب وہ کسی سے قال اللہ تعالیٰ یا قال رسول اللہ ﷺ سنتا ہے تو اسے خاموش رہنا چاہیے، عاجزی اور ادب کا اظہار کرنا چاہیے اور اس بات کو سمجھنے کی کوشش کرنی چاہیے جو اللہ اور اللہ کے رسول ﷺ نے کہی۔ (مطبوع: فتوحات مکیہ جلد-۱، ص ۲۹۸) یہاں شیخ اکبر نے حدیث کا احترام کرتے ہوئے خاموشی اختیار کی تو اس نام نہاد فقیر کو غصہ آ گیا۔ اگر آپ کی خاموشی اس کی بات کا جواب نہ ہونے سے ہوتی تو آپ کبھی اس کے بعد ان پر اس کھانے کا حرام ہونا واضح نہ کرتے۔ اور جہاں تک حدیث پر عمل کی بات ہے تو احتراماً آپ خاموش تو رہے لیکن اس حدیث میں حلال کھانے کا ذکر ہے اور چونکہ آپ کے نزدیک یہ کھانا حرام تھا اس لیے آپ نے بعد میں اس امر کی وضاحت کی اور کھانا کھائے بغیر چل دیئے۔

Marfat.com

۷۲ میں نے ایسا صرف ایک ہستی کے بارے میں دیکھا، آپؒ ہمارے ہاں اشبیلیہ میں لوہار تھے۔ آپ لوگوں میں درود پاک یعنی "اللھم صلی علی محمد" کے نام سے جانے جاتے تھے، کوئی انہیں اس کے علاوہ کسی دوسرے نام سے نہ جانتا تھا۔ میں نے آپؒ کی زیارت کی اور آپ نے میرے لیے دعا بھی کی جس سے مجھے بہت فائدہ ہوا۔ آپؒ ہمیشہ درود پاک کے ذکر میں مصروف رہتے، لوگوں سے بقدر ضرورت ہی کلام فرماتے۔ جب آپ کے پاس کوئی لوہے کا کام کروانے آتا تو اسی شرط پر کام کرتے۔ جب کوئی مرد، عورت یا لڑکا آپؒ کے پاس ٹھہرتا تو یہ ٹھہرنے والا بھی آپؒ پر درود پڑھنا شروع کر دیتا، جب تک کہ وہ آپ کے پاس سے چلا نہ جاتا۔ آپؒ شہر والوں میں اس سب کی وجہ سے مشہور تھے اور اللہ والوں میں سے تھے۔ (درود پاک کی برکت سے) اس صاحبِ ذکر کو جو کچھ عطا کیا جاتا ہے وہ حق اور معصوم علم ہوتا ہے کیونکہ اس کے پاس سب کچھ رسول اللہ ﷺ کے واسطے سے آتا ہے؛ کیونکہ آپؐ ہی اس پر تجلی کرنے والے اور اس کو بتانے والے ہوتے ہیں۔ (مخطوط: السفر-۳۱، ص ۱۱۱۔ مطبوع: جلد-۴، ص ۱۸۴)

۷۳ یہاں مومنین سے مراد حضرت جبرائیل علیہ السلام والی اس حدیث سے اخذ شدہ مراتب ایمان کا ذکر ہے جس میں اسلام، ایمان اور احسان کا تذکرہ آیا ہے۔ مرتبہ احسان میں مشاہدہ اور غیبی معاملات کو کشف کے ذریعے دیکھنے کی صلاحیت اللہ تعالیٰ کی طرف سے عطا ہوتی ہے لیکن مرتبہ ایمان میں غیب پر ایمان لانا ہی مقصود ہوتا ہے۔ یہاں شیخ یہی بتا رہے ہیں کہ میرے یہ شیخ مرتبہ ایمان میں سے تھے حالانکہ یہ شیخ ابو مدین کے ساتھیوں میں سے تھے۔ یہاں یہ بھی معلوم پڑتا ہے کہ تمام شیوخ کو کشف کی صلاحیت حاصل نہیں ہوتی اور اگر شیخ اکبر ان بزرگ کو اپنا شیخ کہہ رہے ہیں تو ہمارے لیے یہ لازمی نہیں کہ صرف کسی صاحب کشف بزرگ کو ہی شیخ سمجھیں بلکہ شیوخ بھی مختلف طبقات کے ہوتے ہیں۔

۷۴ فتوحات مکیہ کے باب نمبر ۳۷ میں شیخ اکبر فرماتے ہیں: ابدال سات اشخاص ہیں، جو نہ کم ہوتے ہیں نہ زیادہ، اللہ تعالیٰ نے ان کو ساتوں اقالیم کی حفاظت پر مامور کیا ہے، ہر بدل کی ایک اقلیم ہے جہاں اس کی ریاست ہے۔ ان میں سے ایک ابراہیم خلیل اللہ علیہ السلام کے قدم پر ہوتا ہے جس کی ریاست پہلی اقلیم ہے۔ دوسرا اقلیم کا متولی موسیٰ کلیم اللہ علیہ السلام کے قدم پر ہے، تیسری اقلیم کا محافظ ہارون علیہ السلام کے قدم پر ہے، چوتھی اقلیم والا ادریس علیہ السلام کے قدم پر ہے، پانچواں یوسف علیہ السلام کے

Marfat.com

قدم پر، چھٹا عیسیٰ علیہ السلام کے قدم پر اور ساتواں آدم علیہ السلام کے قدم پر ہوتا ہے۔ (شیخ آگے فرماتے ہیں) ہم نے ان ساتوں ابدال سے مکہ میں حطیم حنابلہ کے پیچھے ملاقات کی اور میں نے ان سے بہتر صفات والے لوگ نہیں دیکھے۔ (مخطوط: السفر-۱۱، ص ۰۷۔ مطبوع: جلد-۲، ص ۷)

۷۵ شیخ اکبر فتوحات مکیہ کے باب نمبر ۷۳ میں فرماتے ہیں کہ اولیا مرد اور عورتوں میں آہیں بھرنے والے بھی شامل ہیں، اللہ ان سے راضی ہو۔ انہی آہیں بھرنے والوں میں سے ایک بزرگ خاتون- جنہیں شمس (ام الفقراء) کہا جاتا ہے-سے "مرشانہ زیتون" میں میری ملاقات ہوئی۔ اللہ تعالی نے ایسے لوگوں کے ذمے آہیں بھرنے کا فریضہ لگا رکھا ہے۔ جب وہ دیکھتے ہیں کہ لوگوں کو بصیرت کی آنکھ حاصل نہیں اور وہ دل سے اللہ کو نہیں مان رہے تو یہ اولیا اس پر آہیں بھرتے ہیں۔... اللہ تعالی نے اپنے خلیل حضرت ابراہیم علیہ السلام کی تعریف کرتے ہوئے کہا: ﴿بیشک ابراہیم تحمل مزاج اور آہیں بھرنے والے تھے﴾ (ہود: ۷۵) جب اپنی قوم کو بت تراشتے دیکھتے تو آہیں بھرتے لیکن آپ نے اس بارے میں ان پر جلد بازی نہ کی بلکہ تحمل سے کام لیا۔... آہیں بھرنا ایک طبعی عمل ہے اور اس کا ارواح سے کوئی خاص تعلق نہیں کیونکہ وہ امتزاج طبعی سے عاری ہوتی ہیں۔ (مخطوط: السفر-۱۱، ص ۱۳۳ب۔ مطبوع: جلد-۲، ص ۳۵)

۷۶ فتوحات مکیہ کے باب نمبر ۱۷۸ میں آپ فرماتے ہیں: آپ دف بجاتی اور خوش ہوتیں، جب اِس بارے میں کچھ پوچھتا تو کہتیں: میں تو اس بات پر خوش ہوں کہ اس ذات نے مجھ جیسی ناچیز کو اپنے دوستوں میں سے بنایا، اور مجھے اپنے لیے چنا ورنہ میری کیا اوقات تھی کہ وہ آقا مجھے ہی منتخب کرتا۔ قسم ہے مجھے اپنے آقا کی! میرے بارے میں اس کی غیرت کا یہ عالم ہے کہ اگر میں بھولے سے بھی کسی چیز پر بھروسا کر لوں تو مجھے اس وجہ سے مصیبت اٹھانا پڑتی ہے۔ (مخطوط: السفر-۱۶، ص ۱۵۔ مطبوع: جلد-۲، ص ۳۴۸) ان کے اسی توکل کا تذکرہ کرتے ہوئے مختصر الدرۃ الفاخرۃ میں شیخ فرماتے ہیں کہ آپ چرخہ کات کر گزر بسر کرتی تھیں ایک دن آپ کو یہ خیال گزرا کہ میں تو اپنے ہاتھ سے کماتی ہوں، تو اللہ نے آپ کی وہ انگلی کاٹ دی جس سے آپ چرخہ کاتتی تھیں۔ شیخ فرماتے ہیں کہ جب میں نے آپ سے اس بارے میں پوچھا تو انہوں نے پورا واقعہ بتایا پھر اس کے بعد آپ وہ کھانا چن کر گزر بسر کرتیں جو لوگ گھروں کے باہر پھینک دیا کرتے تھے۔ (مختصر الدرۃ الفاخرۃ)

Marfat.com

۷۷ شیخ اکبر فتوحات مکیہ کے آخری باب میں اذان کی فضیلت بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں، آپؒ کا کہنا ہے: "اگر لوگ اذان اور پہلی صف کی فضیلت جانتے اور اس کے لیے انہیں قرعہ ڈالنا پڑتا تو یہ بھی کرتے، اگر وہ ہجرت کی فضیلت جانتے تو ایک دوسرے سے مقابلہ کرتے، اگر وہ نماز عشا اور نماز فجر کا ثواب جانتے تو ان میں لازما آتے چاہے رینگ کر ہی کیوں نہ آنا پڑے۔ آگے لکھتے ہیں: ایک دن میں نے اذان دی، پس میں اذان کے کلمات ادا کر رہا تھا کہ اللہ تعالی نے میری نظر سے پردہ ہٹا دیا، پس جہاں جہاں تک میری نظر جا رہی تھی وہاں وہاں تک مجھے خیر ہی خیر نظر آ رہی تھی۔ میں نے اتنی زیادہ خیر دیکھی کہ اگر عقل والے یہ دیکھ لیتے تو ہر کلمے پر سر ٹکراتے پھرتے۔ پھر مجھے کہا گیا کہ یہ جو تو دیکھ رہا ہے یہ اذان کا ثواب ہے۔ (مخطوط: السفر-۳۶، ص ۶۴ب) میری (یعنی مترجم کی) اپنی رائے میں اذان نے بھی اس مؤذن کی جاں بخشی کرانے میں اپنا کردار ادا کیا۔

۷۸ حدیث پاک کا یہ حصہ صحیح مسلم (۳۴۰۶) سنن نسائی (۵۲۸۴) مسند احمد (۶۲۰۴) مصنف ابن ابی شیبہ، مسند الحمیدی (۶۱۶) صحیح ابن حبان (۵۴۶۲) اور دیگر بہت سی کتب حدیث میں مذکور ہے۔

۷۹ یہ حدیث شیخ اکبر نے یہاں معناً روایت کی ہے اصل الفاظ یوں ہیں: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ - صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ -: إِذَا قَرَأَ ابْنُ آدَمَ السَّجْدَةَ فَسَجَدَ اعْتَزَلَ الشَّيْطَانُ يَبْكِي. ان الفاظ سے یہ حدیث صحیح مسلم (۱۱۵) سنن ابن ماجہ (۱۰۴۲) مسند احمد (۹۳۳۶) مستخرج ابی عوانہ (۱۵۴۳) صحیح ابن حبان (۲۸۱۴) شرح السنہ - البغوی اور دیگر بہت سی کتب حدیث میں مذکور ہے۔

۸۰ یہ قول متعدد لوگوں کا قول ہو سکتا ہے کیونکہ شیخ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے بھی یہی قول ذکر کیا ہے۔

۸۱ شیخ اکبر فتوحات مکیہ کے باب نمبر ۳۲۸ میں فرماتے ہیں: نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا قول ہے: "ایک درہم ہزار درہم سے سبقت لے گیا۔" اس کی وجہ یہ تھی کہ ایک شخص کے پاس صرف ایک ہی درہم تھا جو اس نے اللہ کی راہ میں خرچ کر دیا اب اس کے پاس کچھ نہ رہا تو اس کا بھروسا اور امید صرف اللہ سے ہی تھی، لیکن ہزار درہم والے نے ایک ہزار درہم صدقہ تو کیے لیکن اس کے پاس اور درہم بھی تھے جن پر اس کو بھروسا تھا لہذا اس کی اُمید ان درہموں سے تھی اللہ سے نہیں، لہذا ایک درہم والا تو اِس سے پہلے اللہ تک پہنچ گیا اور بات بالکل واضح ہے اگر ہزار درہم والا اپنا تمام مال اللہ کی راہ میں خرچ کرے تب یہ اس مقام میں اس ایک درہم والے کی برابری کر سکتا ہے۔ شریعت اور شارع یہ نہیں دیکھتے کہ کتنا صدقہ کیا گیا ہے بلکہ وہ تو یہ دیکھتے ہیں کہ اس صدقہ کرنے کے بعد یہ

Marfat.com

صدقہ کرنے والا کس طرف رجوع کرتا ہے۔ (مخطوط: السفر-۲۲، ص ۲۰۔ مطبوع: جلد-۳، ص ۱۰۵)

۸۲ اسی معنی اور ملتے جلتے الفاظ میں یہ حدیث درج ذیل کتب میں مذکور ہے: دلائل النبوۃ البیہقی (۳۰۵) مسند ابی یعلی الموصلی (۴۷۹۵) شرح السنہ البغوی، الزہد-احمد بن حنبل (۷۷)۔

۸۳ اسی مطلب میں اردو زبان کی مثال ہے: ”جس کا حال دیکھئے، اُس کا احوال کیا پوچھئے“ یعنی جس کی ظاہری حالت سے ہی تباہ حالی آشکارا ہو، اس سے حال چال دریافت کرنے کی کیا ضرورت۔

۸۴ شیخ فتوحات کے باب نمبر ۳۰۴ میں فرماتے ہیں: اللہ تعالی کی غیرت اپنے عاجز اور فقیر بندے کے لیے خود اپنی غیرت سے بھی بڑھ کر ہے۔ ... پس ایک طرف اگر تیرے پاس ایک صاحب امر بادشاہ خود چل کر آئے اور دوسری طرف ایک ناچیز فقیر آئے تو تجھے پہلے فقیر کے معاملات کو نپٹانا چاہیے کیونکہ اس فقیر کی صورت میں حق تعالی کی تجلی اس بادشاہ کی صورت والی تجلی سے زیادہ بہتر اور برتر ہے۔ وہ اس طرح کہ تو اس بادشاہ کی صورت میں آنے والی حق کی تجلی کو اس صورت میں دیکھ رہا ہے جس کے لائق یہ بندہ (یعنی بادشاہ) نہیں، کہاں بندگی اور کہاں آقائیت؟ اسی لیے اللہ تعالی نے فرمایا: ﴿اور جو لوگ صبح و شام اپنے پروردگار کو پکارتے اور اس کی خوشنودی کے طالب ہیں، ان کے ساتھ صبر کرتے رہو۔ اور تمھاری نگاہیں ان سے (گزر کر اور طرف) نہ دوڑیں کہ تم آرائش زندگانی دنیا کے خواستگار ہو جاؤ۔ اور جس شخص کے دل کو ہم نے اپنی یاد سے غافل کر دیا ہے اور وہ اپنی خواہش کی پیروی کرتا ہے اور اس کا کام حد سے بڑھ گیا ہے اس کا کہا نہ ماننا﴾ (الکھف: ۲۸) اس آیت کا شان نزول یہ ہے کہ کافروں اور مشرکوں کے بڑے بڑے سردار مثلا اقراع بن حابس جیسے لوگ یہ کہا کرتے تھے کہ ہمیں محمد کی مجلس میں بیٹھنے سے یہ حقیر غلام جیسے کہ بلال، خباب بن ارت وغیرہ روکتے ہیں؛ وہ اس بات کو بالکل برداشت نہیں کرتے تھے کہ وہ اور یہ غلام اکٹھے بیٹھیں جبکہ رسول اللہ ﷺ چاہتے تھے کہ یہ زعمائے قریش ایمان لے آئیں تو آپؐ نے اپنے اصحاب کو یہ کہہ دیا کہ جب یہ لوگ آیا کریں تو تم ذرا دور ہی رہا کرو، اگر بیٹھے ہو تو اٹھ جایا کرو۔ اس موقع پر اللہ تعالی نے مقام عبودیت اور فقر کی غیرت پر یہ آیت نازل کی، اس کے بعد رسول اللہ ﷺ کے پاس اگر یہ غلام بیٹھے ہوتے تو آپؐ کبھی خود نہ اٹھتے جبکہ یہ لوگ نہ اٹھ جاتے، چاہے محفل کتنی ہی لمبی ہو جائے۔ آپ ﷺ فرمایا کرتے تھے: اللہ تعالی نے مجھے یہ حکم دیا

Marfat.com

ہے کہ میں ان کو کچھ نہ کہوں پس جب کبھی محفل بہت لمبی ہو جاتی تھی تو حضرت ابو بکر صدیق اور دیگر صحابہ کرام ان سے کہتے تھے کہ اب آپ لوگ جاؤ تاکہ رسول خدا ﷺ اپنے کچھ اور کام بھی کر لیں۔

یہ ہے اللہ تعالی کی اپنے فقیر بندے کے لیے غیرت؛ اور یہ عبودیت کے بلند پایہ ہونے کی سب سے بڑی دلیل ہے، اسی مقام کی طرف تو ہم لوگوں کو بلاتے ہیں۔ بیشک تمام نفوس مال و جاہ کو بڑا جانتے ہیں کیونکہ اصل عزت اور بے پروائی تو خدائی صفت ہے؛ پس جب یہ صفت تجلی کرتی ہے تو لوگ اس کے محتاج ہو کر اس کے آگے جھک جاتے ہیں اور صرف اس صفت کے مشاہدے سے یہ فیصلہ نہیں کر پاتے کہ کہاں یہ عزت اور بے پروائی ذاتی ہے اور کہاں ایک ادھار دی گئی چیز ہے۔ اسی لیے تو لوگوں کی نظر میں وہی سب سے بڑا ہوتا ہے جسے ان کی ضرورت نہیں اور جو ان سے بے پروا ہے۔ پس بادشاہ اپنی طاقت اور سلطنت کے ہوتے ہوئے بھی خود کو زاہدوں کے سامنے غلام تصور کرتے ہیں وہ اس لیے کہ یہ زاہد غنیٰ باللہ کے باعث ان بادشاہوں کو حاصل مال و دولت اور شان و شوکت سے بے پرواہیں۔ اگر کوئی فقیر کسی مال دار سے کچھ مال مانگے تو وہ اس سوال کرنے سے ہی اس کی نظر میں گر جاتا ہے حالانکہ وہ مال دار اس کی حاجت پوری کرنے میں دیر نہیں کرتا۔ اسی طرح اگر بادشاہ کے دل میں اس فقیر کے مرتبے کا موازنہ حاجت طلبی سے پہلے اور بعد میں کیا جائے تو لازماً وہ اس حاجت کی مقدار کے مطابق اس کے مرتبے میں کمی پاتا ہے۔ (مخطوط: السفر-۲۰، ص ۱۳۳۔ مطبوع: جلد-۳، ص ۱۸)

۸۵ شیخ ابن تیمیہ اور دیگر اصحاب حدیث نے اس کو موضوع حدیث قرار دیا ہے لیکن شیخ اکبر نے اس کا تعارف بحیثیت خبر کے کروایا ہے۔

۸۶ یہ حدیث صحیح بخاری (۶۱۴۶) صحیح مسلم (۱۴۹۹) مسند احمد (۷۱۸۷) مستدرک حاکم (۸۰۱۹) مستخرج ابی عوانہ (۱۳۵۱) مسند عبد بن حمید (۲۱۲) مسند الشہاب القضاعی (۱۳۱۳) اور دیگر بہت سی کتب حدیث میں مذکور ہے۔

۸۷ شیخ اکبر ہر جگہ یہ حدیث مذکورہ بالا الفاظ سے لائے ہیں جبکہ کتب حدیث میں یہ الفاظ منقول ہیں: أن رجلا سأل النبي - صلي الله عليه وسلم -: متى كنت نبيا ؟ قال : كنت نبيا وآدم

Marfat.com

بین الروح والجسد. مستدرک حاکم (۴۱۷۴) الابانہ-ابن بطہ (۱۸۷۹) المعجم الکبیر الطبرانی (۱۷۲۲۰)۔

۸۸ شیخ اکبر فتوحات مکیہ کے باب نمبر ۳۸۱ میں فرماتے ہیں: تعجب تو حضرت زکریا علیہ السلام کے حال پر ہے؛ میں نے تو ایسا کوئی نہیں دیکھا جس میں انسانیت کی قوت اس طرح ظاہر ہوئی ہو جیسے ان میں ہوئی۔ ایک طرف تو وہ کہتے ہیں: ﴿اے پروردگار! مجھے اپنی طرف سے پاک اولاد عطا فرما﴾ (آل عمران: ۳۸) آپ نے یہ دعا مانگی ہی اس وقت جب آپ نے اس کو پورا ہوتا تصور کیا، پھر دوسری طرف (جب آپ کو بشارت دی گئی) تو کہتے ہیں: ﴿اے پروردگار! میرے ہاں لڑکا کیونکر پیدا ہو گا جبکہ میں تو بوڑھا ہو چکا ہوں اور میری یہ بیوی بانجھ ہے﴾ (آل عمران: ۴۰) پس ان دونوں حالتوں کو کس طرح ملایا جا سکتا ہے؟ یہاں یا تو کوئی قرینہ حال ہو گا جس نے انہیں یہ کہنے پر مجبور کیا تاکہ اللہ تعالیٰ ان کے اس قول کا جواب یوں دے: ﴿اسی طرح اللہ جو چاہتا ہے کرتا ہے﴾ (آل عمران: ۴۰) اور آپ کا یہ قول اللہ کے اس جواب کی تمہید تصور ہو تاکہ دیگر لوگ بھی یہ جان لیں کہ اللہ تعالیٰ جس طرح چاہتا ہے عادت سے ہٹ کر بھی کچھ کر سکتا ہے۔ لیکن دوسری صورت میں اگر آپ نے یہ تعجب خود سے ظاہر کیا تو پھر انسانیت نے ہی آپ کو یہ قوت بخشی۔ (مخطوط: السفر-۲۷، ص ۱۱۳ب۔)

۸۹ یہ حدیث صحیح مسلم (۴۲۲۲) مسند احمد (۱۹۹۱۲) المعجم الکبیر الطبرانی (۱۸۷۴) سنن الدارمی (۲۰) صحیح ابن حبان (۶۵۹۰) شرح السنہ-البغوی اور دیگر بہت سی کتب حدیث میں مذکور ہے۔

۹۰ یہ حدیث موطا امام مالک (۱۳۸۲) صحیح بخاری (۲۶۷۵) صحیح مسلم (۲۴۲۸) سنن ترمذی (۳۸۵۷) مسند احمد (۸۶۶۴) المعجم الکبیر طبرانی (۵۵۸۸) مسند ابی یعلی الموصلی (۳۶۰۱) صحیح ابن حبان (۶۶۰۹) اور دیگر بہت سی کتب حدیث میں مذکور ہے۔

۹۱ یہ حدیث صحیح بخاری (۳۱۵۲) صحیح مسلم (۵۱۳) سنن ترمذی (۳۱۴۵) مسند احمد (۷۸۲۶) مستخرج ابی عوانہ (۶۲۱) صحیح ابن حبان (۶۳۱۷) اور دیگر بہت سی کتب حدیث میں مذکور ہے۔

۹۲ شیخ فتوحات مکیہ کے باب نمبر ۴۳۶ میں فرماتے ہیں جب ابویزید بسطامی پر اللہ تعالیٰ کی رحمت چھا گئی، اور آپ نے اس رحمت میں کائنات کا ایسا اثر نہ دیکھا جس سے وہ اس سے حکم عموم زائل کر دے تو اللہ تعالیٰ سے کہنے لگے: "اگر لوگ تیرے بارے میں وہ جان جاتے جو میں جانتا ہوں تو وہ کبھی تیری

Marfat.com

عبادت نہ کرتے۔" اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اے ابویزید! اگر لوگ تیرے بارے میں بھی وہ جان جاتے جو میں جانتا ہوں تو وہ تجھے سنگسار کردیتے۔" (مطبوع: جلد-۳، ص ۴۸)

۹۳ کتاب التراجم میں شیخ اکبر فرماتے ہیں: جیسے تیرا سایہ تیری صورت پر ہے ویسے ہی تو کسی اور کی صورت پر ہے لہٰذا تو بذات خود ایک سایہ ہے۔ یہ بات تو واضح ہے کہ حرکت حق کے لیے ہے تیرے لیے نہیں، اسی طرح ایک حرکت تیرے لیے بھی ہے جو تیرے سایے کے لیے نہیں۔ مگر مسئلہ یہ ہے کہ تو اعتراض بہت کرتا ہے جس وجہ سے اپنی قدر و منزلت نہیں جانتا جبکہ تیرا سایہ اعتراض نہیں کرتا، اے بندے تیرا سایہ تجھ سے زیادہ تیرا قدر شناس ہے، تو کیونکر فلاح پائے گا؟ یہ سایے صرف سایہ حاصل کرنے کے لیے ہی نہیں بنائے گئے بلکہ یہ تو تیرے پاس اللہ کی معرفت حاصل کرنے کی سیڑھیاں ہیں، تو بھی تو ایک سایہ ہی ہے جسے وہ اپنی طرف کھینچ لے گا۔ پس جو کوئی اپنے سایے میں غور کرتا ہے وہ جان جاتا ہے کہ اس سایے کا حرکت کرنا اور نہ کرنا اس کے اصل کی وجہ سے ہے، اسی لیے تو حق تعالیٰ تجھ سے چاہتا ہے کہ تو اس ذات کے ساتھ ویسا بن جا جیسے تیرا سایہ تیرے ساتھ ہے؛ یعنی وہ تیرے ساتھ جو معاملہ بھی رکھے اس پر تو کوئی اعتراض نہ کرے بلکہ اپنا سر تسلیم خم رکھے؛ دراصل وہ تجھے یہی بتاتا ہے کہ تیرا حرکت کرنا اور نہ کرنا اس کے حرکت کروانے یا نہ کروانے سے ہے۔ کبھی سایہ بھی کسی شخص کو حرکت کروا سکتا ہے؟ اسی طرح تو اللہ کے ساتھ اپنی نسبت رکھ۔ (کتاب التراجم)

۹۴ شیخ اکبر فتوحات مکیہ کے باب نمبر ۳۰۷ میں فرماتے ہیں: بیشک انسان عالم بالذات ہے (یعنی انسان ہونا ہی اس کے علم کی دلیل ہے) لیکن اس میں خرابی یہ ہے کہ یہ بھول جاتا ہے۔ اسے جو بھی نیا علم ملتا ہے وہ صرف اس کو یاد آتا ہے لیکن اسے یہ شعور نہیں کہ اسے یہ علم پہلے بھی معلوم تھا جو وہ بھول چکا تھا لیکن اب دوبارہ یاد آ گیا، یہ حقیقت صرف اہل اللہ ہی جانتے اور سمجھتے ہیں۔ (مطبوع: جلد-۳، ص ۴۱۵)

Marfat.com

روحانی اسفار اور ان کے ثمرات

کتاب الإسفار عن نتائج الأسفار

سفر اور حقیقت سفر پر شیخ اکبر محی الدین ابن العربی کی جانب سے لکھا گیا ایک نایاب رسالہ جس میں آپ نے سالکینِ راہ طریقت و حقیقت کے لیے روحانی اَسفار کے حقائق آشکار کیے ہیں۔ اس کتاب میں آپ نے روحانی اسفار کو تین بنیادی اقسام میں تقسیم کیا ہے۔ یہ اُس ذات میں، اُس ذات تک اور اُس ذات سے سفر ہی ہیں۔ مکمل کتاب مقدمے اور ۱۷ اسفار پر مشتمل ہے جن میں مختلف انبیائے کرام علیہم السلام کے ظاہری اسفار کو اپنے نفس کے آئینہ میں دیکھنے کی کوشش کی گئی ہے۔

سفر لوط علیہ السلام میں فرماتے ہیں: (اس کتاب میں) ہر وہ سفر جس کا میں تذکرہ کرتا ہوں، میں اِس میں اپنی ذات کی بات کرتا ہوں، میرا مقصد اُن لوگوں کے حق میں اس واقعے کی تفسیر بیان کرنا نہیں۔ یہ اسفار تو بنائے گئے وہ پل ہیں جن کو پار کر کے ہم اپنی ذوات، اور خود سے مخصوص اپنے احوال تک پہنچتے ہیں اور اسی میں ہمارا فائدہ ہے۔

ابن العربی فاؤنڈیشن کو یہ اعزاز حاصل ہوا ہے کہ اس اشاعت میں کتاب کو مکمل تحقیق شدہ عربی متن اور سہل معاصر اردو ترجمے کے ساتھ شائع کیا گیا ہے۔ کتاب کی اشاعت میں بین الاقوامی معیار کو پیش نظر رکھا گیا ہے اور اسے شیخ اکبر پر تحقیق کرنے والے بین الاقوامی اداروں کے اشتراک سے شائع کیا گیا ہے۔ کتاب کے عربی متن کی تحقیق کے لیے شیخ اکبر کے ہاتھ سے لکھے قلمی نسخے پر بھروسا کیا گیا ہے جس کی وجہ سے عربی عبارت کتابت کی غلطیوں سے پاک ہے۔ ترجمہ شستہ رکھا گیا ہے اور مشکل مقامات پر حواشی میں بات سمجھانے کی کوشش کی گئی ہے۔ امید ہے علوم شیخ اکبر کے بہتر فہم میں یہ کتاب آپ کی معاون و مددگار ہوگی۔

ابرار احمد شاہی

Marfat.com

فتوحات مکیّہ اردو ترجمہ

آج ہمیں یہ اعلان کرتے ہوئے نہایت خوشی محسوس ہو رہی ہے کہ ہم نے ابن العربی فائونڈیشن میں شیخ اکبر محی الدین محمد ابن العربی رحمۃ اللہ علیہ کی سب سے بڑی اور مشہور کتاب فتوحات مکیہ کے اردو ترجمے کا آغاز کر دیا ہے۔ ابتدا میں ہم شیخ اکبر کے مرتب کردہ طریقے کے مطابق (۳۷) سینتیس اجزا میں سے دو اجزا کو شائع کریں گے۔

فتوحات مکیہ شیخ اکبر کا ایک ایسا شاہکار ہے جس کے بارے میں آپ کا کہنا ہے کہ "ایسی کتاب نہ پہلے کبھی لکھی گئی ہے اور نہ آیندہ کبھی لکھی جائے گی۔" آپ نے اس تصنیف کا آغاز سن ۵۹۸ھ میں مکہ مکرمہ سے کیا فرماتے ہیں: "اس کتاب میں میں نے زیادہ تر وہ باتیں بیان کی ہیں جو اللہ تعالی نے اپنے عزت والے گھر کے طواف، یا اس کے پاس بیٹھنے کے دوران مجھ پر کھولیں۔" اور ٹھیک ۳۰ سال بعد ۶۲۹ھ دمشق میں آپ نے اسے مکمل کیا۔ یہ وہ کتاب ہے جو صحیح معنوں میں شیخ اکبر کے علوم کا خلاصہ ہے۔ آپ فرماتے ہیں: "میں نے اس کتاب میں اس کے کثیر الحجم ہونے کے باوجود بھی راہ طریقت کی کسی ایک خاطر کو پوری طرح بیان نہیں کیا اور نہ ہی راہ طریقت کا کوئی نقطہ اس کتاب میں شامل ہونے سے رہ گیا ہے۔" لہذا فتوحات مکیہ ہی اس راہِ طریقت کا جامع اختصار ہے۔

آج اللہ تعالی کی توفیق اور مدد سے ابن العربی فائونڈیشن میں ہم اِس عظیم کتاب کو سہل معاصر اردو میں شائع کرنے کے لیے پُر عزم ہے۔ اللہ سے دعا ہے کہ وہ ہمیں اس عظیم کام کے لیے منتخب کرلے، اس کام کو ہمارے لیے آسان بنادے اور ہمارے لیے ایسے اسباب مہیا کرے جن سے ہم محض اس کی توفیق سے اس کام کو احسن طریقے سے پایہ تکمیل تک پہنچانے میں کامیاب ہو سکیں۔ آمین یارب العالمین۔

ابرار احمد شاہی

Marfat.com

تدبیرات الٰہیہ

التدبیرات الالٰھیۃ فی اصلاح المملکۃ الانسانیۃ

اب تحقیق شدہ عربی متن کے ساتھ

تدبیرات الٰہیہ شیخ اکبر کے مغربی دور کی اولین تصانیف میں سے ایک ہے۔ اس کی وجہ تالیف بیان کرتے ہوئے شیخ فرماتے ہیں: جب میں نے شہر موردر میں شیخ الصالح ابو محمد الموروریؒ سے ملاقات کی تو آپ کے ہاتھ میں "سر الاسرار" نام کتاب دیکھی جس کے مصنف نے دنیاوی مملکت کی تدبیر میں غور و فکر کیا تھا۔ لیکن میرے دوست کے اس اصرار پر کہ میں ایک ایسی کتاب لکھوں جس میں مملکتِ انسانی کا موازنہ کائنات اکبر سے کیا جائے اور شہر جسم کی ایسی بادشاہت پر غور کیا جائے، میں نے چار ایام کے اندر یہ کتاب "تدبیرات الٰہیہ" تالیف کی۔

اس کتاب میں شیخ اکبر نے عالم اکبر (کائنات) اور عالم اصغر (انسان) کے درمیان مثلیت بیان کی ہے۔ جسم انسانی کو ایک شہر سے تشبیہ دی ہے، روح کو اس شہر کا حاکم، عقل کو وزیر، علم کو مشیر، اور خواہش کو اس شہر میں روح کا دشمن اور باغی قرار دیا ہے، جس کی وسیع سلطنت اور قوت ہے۔ اس کتاب میں ان تمام جنگوں کا ذکر ہے جو روح اور خواہش کے درمیان جاری و ساری ہیں، اور جن میں کامیابی یا ناکامی پر اس انسان کی سعادت یا شقاوت کا فیصلہ ہوتا ہے۔

کتاب مقدمہ، تمہید اور ۲۲ ابواب پر مشتمل ہے، سالکین اور مبتدئین کے لئے تحفہ خاص ہے ابن العربی فاؤنڈیشن کو ہی یہ اعزاز حاصل ہو رہا ہے کہ اس کتاب کو تحقیق شدہ عربی متن کے ساتھ بین الاقوامی معیار کے عین مطابق دوبارہ شائع کیا جارہا ہے۔ اللہ تعالی اپنی جناب میں قبول و منظور فرمائے۔ آمین

ابرار احمد شاہی

Marfat.com

101 احادیث قدسی

مِشْکَاۃُ الْأَنْوَار فِیمَا رُوِيَ عَنِ اللّٰهِ مِن الأَخْبَار

شیخ اکبر کی کتاب مشکاۃ الانوار احادیث قدسی کے اولین مجموعوں میں سے وہ مجموعہ ہے جو آپ نے شہر مکہ میں سن ۵۹۹ ہجری میں مرتب کیا۔ اس تمام عمل کی بنیاد وہ حدیث نبوی بنی جس میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں: جو میری امت کے لیے (میری) سنت میں سے چالیس احادیث محفوظ کرے گا میں قیامت والے دن اس کی شفاعت کروں گا اور ایک روایت میں ہے کہ جو کوئی میری امت کے لیے ایسی چالیس احادیث محفوظ کرے گا جن کی انہیں ضرورت ہو تو اللہ اُسے فقیہ اور عالم بنادے گا۔ چونکہ انسان اپنی آخرت کا اپنی دنیا کے مقابلے میں زیادہ محتاج ہے تو میں نے اسی مقصد کے پیش نظر احادیث قدسی کا یہ مجموعہ مرتب کیا تا کہ اللہ تعالیٰ ہمیں اور آپ کو علم سے فائدہ پہنچائے اور محض اپنے احسان اور برکت سے ہمیں اِس کا اہل بنائے، وہ تو ہر چیز پر قادر ہے۔

ابن العربی فاؤنڈیشن میں ہم اس پاک ذات کے نہایت شکر گزار ہیں کہ اس کی توفیق سے ہم اس علمی امانت کے سفر کو آگے لے کر چلے ہیں اور اس دور کے تقاضوں کے مطابق اس بیش قیمت قدسی مجموعے کو لوگوں تک ان کی اپنی زبان میں مکمل تحقیق اور تدقیق کے بعد نہایت ہی سہل اسلوب میں شائع کیا ہے۔ یہ اشاعت اس کتاب کی پچھلی تمام اشاعتوں سے زیادہ جامع اور تحقیق شدہ ہے۔ کتاب کی مکمل عربی عبارت عنقاء پبلشنگز سے حاصل کی گئی ہے جو ہر طرح کی غلطیوں سے پاک ہے۔ تمام احادیث کا شستہ اور سلیس ترجمہ کیا گیا ہے۔ احادیث کی مستند کتب حدیث سے تخریج کی گئی ہے۔ منتخب احادیث کی کلام شیخ اکبر سے شرح نقل کی گئی ہے۔ اور شیخ اکبر کے کلام بالخصوص فتوحات مکیہ سے علوم حدیث پر آپ کی آراء کو جمع کیا گیا ہے جو کتاب میں مقدمے کی صورت اختیار کر گیا ہے۔

ابرار احمد شاہی

Marfat.com

Muḥyiddīn Ibn al-'Arabī's

Rūḥ al-Quds

fi munāsaḥat al-nafs

ARABIC TEXT BY
ABRAR AHMED SHAHI

REVIEWED BY
SULTAN ABD AL-AZIZ AL-MANSUB

URDU TRANSLATION BY
ABRAR AHMED SHAHI

ابن العربی فاونڈیشن
www.ibnularabifoundation.com

Marfat.com

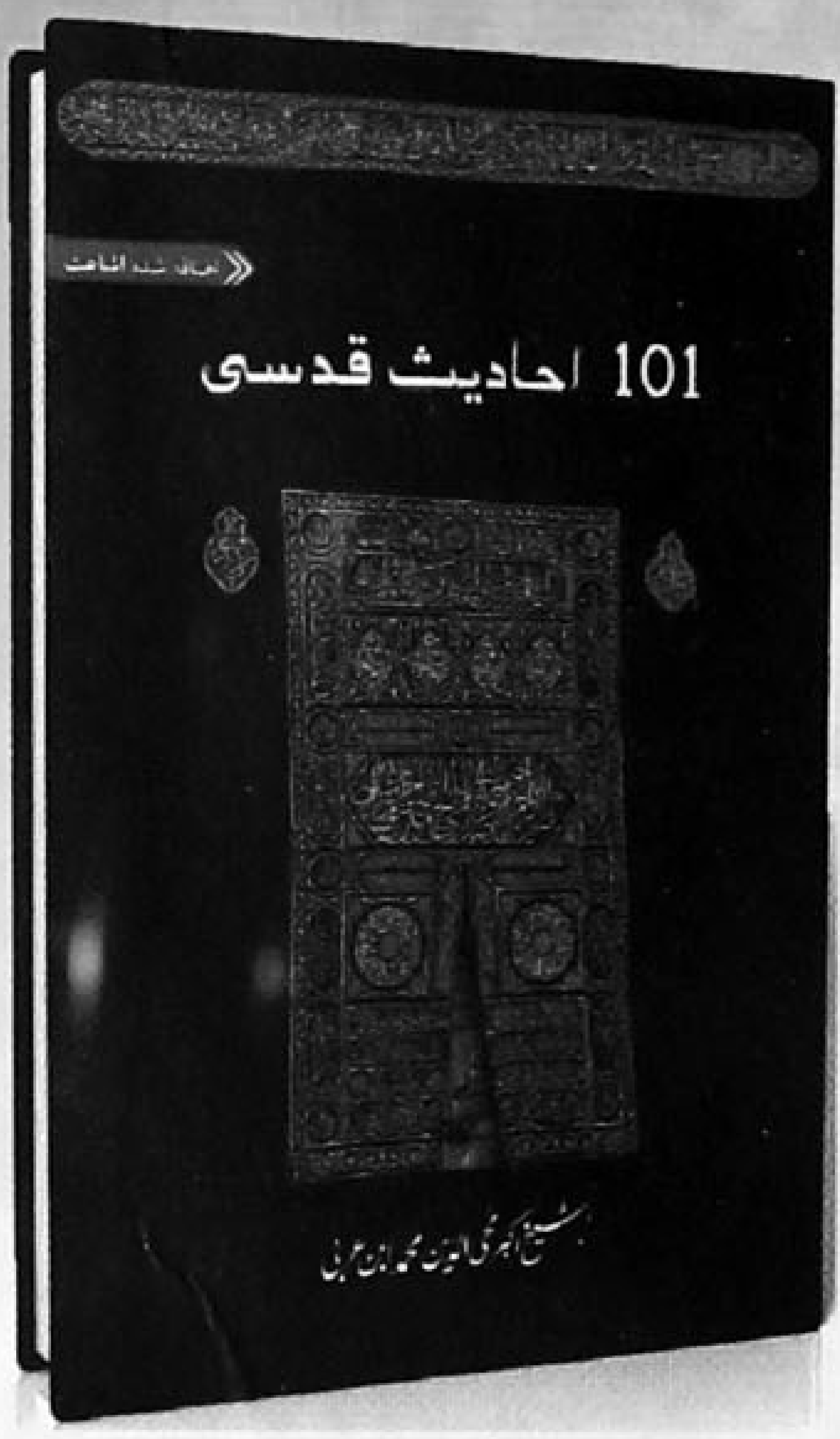
101 احادیث قدسی
الشیخ اکبر محی الدین محمد ابن عربی

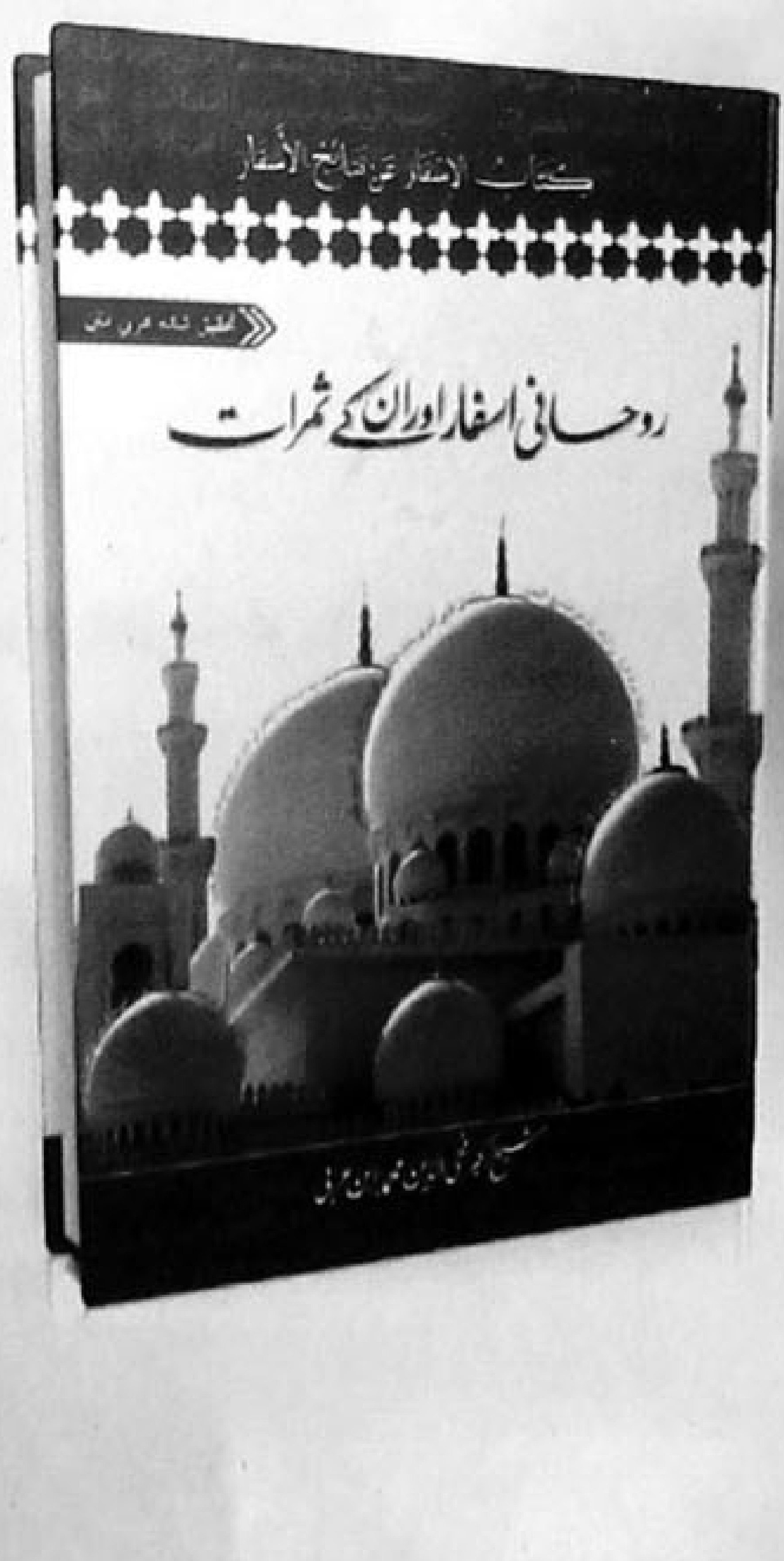
کتاب الاسفار عن نتائج الاسفار
روحانی اسفار اور ان کے ثمرات
الشیخ اکبر محی الدین محمد ابن عربی

Marfat.com

یہ رسالہ فقیر الی اللہ محمد بن علی ابن العربی الطائی الحاتمی الاندلسی رحمۃ اللہ علیہ نے شہر مکہ میں سن ۶۰۰ ہجری میں عبد العزیز بن ابو بکر القرشی المہدوی - المغرب کے شہر تیونس والے - کے نام تحریر کیا، اللہ تعالیٰ ان دونوں سے راضی ہو، ان دونوں اور تمام مسلمانوں کی مغفرت فرمائے۔

اے دوست! جان لے کہ یہ رسالہ تجھ پر اللہ کا سب سے بڑا احسان اور تیری طرف اس کا سب سے مبارک تحفہ ہے۔ اور اللہ نے تیرے دوست کو یہی حکم دیا تھا کہ وہ تیرے گوش گزار یہ باتیں کر دے۔ ﴿بیشک اللہ تعالیٰ حق گوئی سے شرم نہیں کرتا﴾ (الاحزاب: ۱۵۳) اور اللہ کا حق تو سب سے بڑھ کر ہے۔

میں آپ کو یہ خط ربیع الاول سن ۶۰۰ ہجری میں مکہ سے بھیج رہا ہوں، اس سے پہلے میں نے اس رسالے کے ساتھ ایک ہفتہ خانہ کعبہ کا طواف کیا ہے، اسے حجر اَسود، المستجار اور بابِ ملتزم سے مس کیا ہے اور اسے پاک گھر اور مقدس مقامات پر برکت کی غرض سے ساتھ رکھا ہے۔

محمد ابن العربی

9 789699 305047 >

Marfat.com